102

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

احسن التفاسیر اردو

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اوّل

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

المکتبۃ الرحمانیہ
اچھرہ - لاہور

Marfat.com

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

قرآن مجید مترجم

ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رح المتوفی ۱۲۴۲ھ

مع تفسیر

احسن التفاسیر

اردو

جس میں احادیث حسنہ صحیحہ اور اقوال صحابہؓ و دیگر سلف سے قرآن حکیم کی تفسیر کی گئی ہے اور صحت روایت کا حد درجہ خیال رکھتے ہوئے معتبر و مسلمہ تفاسیر مثلاً تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، معالم، خازن، درمنثور اور فتح البیان کے اہم مطالب کا بہترین انتخاب ہے۔ نیز آیات کریمہ کے شان نزول صحیح بہ التزام صحت سند لائے گئے ہیں۔

از تالیفات عالیہ

عمدۃ المفسرین، سند المحدثین، علامۂ زمن حضرت مولانا سید احمد حسن (المتوفی ۱۳۳۸ھ) تغمدہ اللہ برحمتہ مصنف تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ وغیرہ۔

تزیین و تخریج احادیث

حافظ عبدالرحمن گوہڑوی

جلد اوّل

(جو بسیط مقدمہ اور پہلی منزل پر مشتمل ہے)

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

Marfat.com

سلسلہ مطبوعات نمبر ۹

DATA ENTERED
۲۹۷۶۱۴
۱۲۷۵۱
ج ۔ ۱
۹۱۷۳

طابع	عبدالرحمٰن گوہڑوی
ناشر	المکتبۃ السلفیہ ۔ لاہور
مطبوعہ	اشرف پریس ۔ لاہور
قیمت مجلّد	دس روپے

جملہ حقوق تخریج و حواشی محفوظ

طبع اوّل جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۂ ناشر

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ وصلی اللہ علی سید الانبیاء محمد والہ وصحبہ البررۃ الاتقیاء وسلم تسلیما کثیرا۔

الحمد للہ اردو میں قرآن مجید کے ایسے تراجم وتفسیریں موجود ہیں (گو وہ معدودے چند ہیں) جن پر قرآن فہمی کے سلسلے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تفسیر **احسن التفاسیر** جیسا کہ اس کے مقدمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوگا، اپنی نوعیت کی واحد تفسیر ہے جس میں شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ کے مطلب خیز اور بامحاورہ ترجمہ کے بعد نہایت قابلیت کے ساتھ احادیث نبویہ و آثار سلفیہ سے تفسیر قرآن مرتب کی گئی ہے۔ پھر تفسیر ابن کثیر کی بہترین تلخیص کرتے ہوئے تفسیر ابن جریر، معالم، فتح البیان، خازن، درمنثور کی روایات کو اس انداز سے سمو دیا ہے کہ ان تمام تفسیروں کے متعلقہ مقامات کے مطالعہ کے بعد وہی مقام احسن التفاسیر میں دیکھا جائے تو کوئی ضروری چیز چھوٹی ہوئی نظر نہیں آئے گی۔ جامعیت ایسی کہ مذکورہ بالا تفاسیر کی طویل تحقیقی مباحث میں پڑے بغیر تھوڑے وقت میں قرآن مجید کا مقصد واضح ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث کے ذکر میں ایک خاص امر یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ حدیث پاک کے احکام و مسائل کی تفصیلات قرآن کریم سے مستنبط و ماخوذ معلوم ہوتی ہیں۔ گویا یہ تفسیر فقہائے حدیث کے نقطۂ نظر کی "احکام القرآن" بھی ہے۔

یہ مبارک تفسیر عرصے سے نایاب ہو گئی تھی۔ شائقین اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ کیونکہ اس منفرد نوعیت کی تفسیر کی اس وقت شدید ضرورت ہے۔ بنابریں **المکتبۃ السلفیہ** نے اللہ عزوجل پر توکل کر کے اس ضخیم تفسیر کی طباعت ثانیہ کا بیڑا اٹھایا ہے، دیکھئے ساحل مراد تک پہنچنے کے لیے کہاں تک توفیق یاوری کرتی ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا **احسن التفاسیر** معتبر روایات و آثار اور مسائل و احکام کا ایک گنجینہ ہے لیکن فاضل مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث وغیرہ کا ذکر فرماتے وقت صرف کتابوں کے اجمالی حوالوں پر اکتفا فرمایا۔ صفحات اور ابواب وغیرہ کے تفصیلی حوالوں کی ضرورت نہیں سمجھی۔ حالانکہ دوسری بعض وجوہ کے علاوہ موجودہ تحقیقی ذوق کے پیش نظر یہ طریقہ ضروری ہے۔

Marfat.com

طباعت تفسیر کی تجویز جب سامنے آئی تو اُستاذ محترم مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف دام فیضھم نے اس ضرورت کو محسوس کر کے خاکسار کو تخریج حدیث کی خدمت کے لئے ارشاد فرمایا۔ شروع کرنے سے اندازہ ہُوا کہ خاصا مشکل کام ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ توفیق الٰہی اور حضرت الاستاذ کی رہنمائی شامل حال نہ ہوتی، تو میرے جیسے بے بضاعت سے صرف پانچ ماہ کے قلیل عرصہ میں منزلِ اوّل کی تخریج کا یہ کٹھن مرحلہ سر نہ ہوسکتا۔ اللہ جل شانہٗ سے دُعا ہے کہ اس کام کی تکمیل کی سعادت سے نوازے۔

ایں سعادت بہ فکر و ہمت نیست — تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ضروری باتیں عرض کر دی جائیں:۔

(۱) متوسط استعداد کے لوگوں کے لئے یہ تفسیر بہت کارآمد تو ہے ہی لیکن تخریج احادیث اور آیات کے نمبر دیے جانے کے باعث انشاء اللہ اہل علم و تحقیق بھی اس سے استفادہ کر سکیں گے۔ ولا یستغنی عنه الراغب المنتهی۔

(۲) فاضل مفسرؒ نے عام طور پر احادیث و آثار کا حاصل مطلب بیان فرمایا ہے۔ مآخذ کی طرف مراجعت کے وقت یہ بات ملحوظ رہے۔

(۳) احادیث مرفوعہ کی تخریج کے لئے جس قدر اہتمام کیا گیا ہے آثار میں ویسی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ایک آدھ حوالہ نہیں مل سکا۔ اس جگہ حاشیہ پر استفہامیہ علامت (؟) بنا دی گئی ہے تاکہ کوئی اہل علم اس پر مطلع کر سکے۔

(۴) متعدد کتابوں میں آنے والی احادیث کے لئے بعض جگہ ایک ہی اہم حوالہ پر اکتفا کر لیا گیا ہے۔

(۵) تخریج کے علاوہ بعض خاص مواقع پر مفید حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

(۶) سابقہ طبع کی سہوی یا طبعی اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ رسم الخط میں آج کا مروجہ طریق اختیار کیا گیا ہے۔

(۷) اس اشاعت کی فہرست سابق طبع سے قدرے تفصیلی اور منقح ہے تاہم فہرست اہم مضامین ہی کی ہے۔

(۸) مقدمہ بڑے بصیرت افروز مباحث پر مشتمل ہے۔ اس کے ہر مبحث پر عنوان دے کر شروع میں اس کی بھی مفصل فہرست بنا دی گئی ہے۔ سابق طبع میں یہ بات نہیں تھی۔

(۹) سابق طبع میں مصنفؒ کے سوانح حیات بھی نہیں تھے۔ جواب شامل کر دیے گئے ہیں۔

(۱۰) تصحیح میں خصوصاً قرآن مجید کے حرف حرف کی تصحیح کا امکان بھر غایت درجہ اہتمام کیا گیا ہے، تاہم بشری کوشش سہو سے خالی ہوتا ہے۔ تلاوت و مطالعہ کنندگان حضرات کی خدمات میں درخواست ہے کہ اغلاط سے مطلع فرمائیں تاکہ طبع ثانی میں انھیں درست کیا جا سکے۔

آخر میں بارگاہِ الٰہی کے حضور دُعا ہے کہ اتنے بڑے کام کی باحسن اسلوب تکمیل کی توفیق عنایت فرمائے اور اخلاص کی دولت سے بہرہ ور فرمائے۔ و یرحم اللہ عبدا قال امینا

الراجی رحمۃ ربہ القوی
عاجز عبدالرحمٰن گوہڑوی

لاہور
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

Marfat.com

فہرست مطالب تفسیر احسن التفاسیر جلد اوّل

مطالب	صفحہ
کلمۂ ناشر	١
سوانح حیات حضرت مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ ٩ — ١١	
مباحث مقدمہ احسن التفاسیر ١٥ — ٦٤	
پہلا باب۔ قرآن شریف کے متعلق کارآمد باتوں کے بیان میں	١٥
نزول وترتیب قرآن	١٥
شانِ نزول کے مباحث	١٦
کتابتِ قرآن اور قرآن وحدیث کا فرق	١٨
مکی۔ مدنی کی اصطلاح	١٨
تلاوت قرآن میں سہولت۔ جمع قرآن عہد نبوی میں	١٩
عہد صدیقی میں جمع قرآن کی صورت	〃
مصحفِ عثمانی اور ابن مسعودؓ کے اختلاف کی حیثیت	٢٠
مباحثِ قراءت وتجوید	〃
ناسخ ومنسوخ کی بحث	٢١
ربط آیات	٢٤
نزولِ قرآن قریش کی لغت میں	٢٥
قرآن کا اعجازی وصف۔ عربی زبان کی ابتداء	٢٥
فضائلِ تلاوت	٢٦
باعث تالیف تفسیر احسن التفاسیر	٢٧
دوسرا باب۔ تفسیر کے بیان میں	٢٨
پہلی فصل۔ مبادیات علم تفسیر اور اصول تفسیر وغیرہ	٢٨
تفسیر وتاویل میں سلف فرق نہیں کرتے تھے	٢٨
مفسرین کے طبقے، پہلا طبقہ	٢٩
ایک شبہے کا ازالہ	〃
عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر۔ دوسرا طبقہ	٣٠
تفسیر کے اصول۔ قرآن کی تفسیر قرآن کے ساتھ	٣١
صحیح حدیث سے قرآن کی تفسیر	٣١

مطالب	صفحہ
کوئی صحیح حدیث قرآن کے مخالف نہیں	٣١
تفسیر صحابہ حجت ہے	٣٢
تفسیر تابعین کی حیثیت۔ تبع تابعین کی تفسیر	〃
تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کی حیثیت	٣٣
بعد کی تفسیریں	〃
احسن التفاسیر کی تالیف	٣٤
اشاعت تفسیر کی ضرورت واہمیت	〃
ایک شبہ کا ازالہ	٣٥
قرآن فہمی کے لئے حدیث کی ضرورت	٣٦
منکرین حدیث سے ایک سوال	٣٧
ایک اور شبہ کا حل	٣٨
مرجع ضمائر میں احسن التفاسیر کا طریقہ تفسیر	٣٩
"معتبر" و "ناقابل اعتراض" کی اصطلاح	٤٠
فصل ٢۔ قدیم وجدید فلاسفہ کے نظریات پر تنقیدی نظر	٤٠
عالم حادث ہے	〃
ایک شبہ کا جواب	٤١
فلسفیوں کی توحید اور اس کی خامیاں	٤٢
فلاسفہ کے نزدیک پیدائش کا سلسلہ اور اس کا بطلان	٤٣
وحی ونبوت کے فہم میں فلاسفہ کی غلطی	٤٥
حشر جسمانی کی بحث۔ ایک شبہ کا جواب	٤٦
یورپ کے فلسفی اور ان کے نظریات کا بطلان	〃
نظریۂ ارتقاء کا بطلان	٤٨
نیچریوں کا رد	٤٩
نیچر کیا ہے؟	٥٠
سائنسی نظریات پر تنقید ایک دوسرے طریقے سے	٥٣
خلاصہ	٦٢
چند علمی اور کارآمد فوائد	〃

Marfat.com

مطالب	صفحہ
متواتر حدیث کی بحث	۵۴
صحاح ستہ	۵۵
نابینا راوی معتبر ہے	//
کثرت طرق سے روایت کم ضعف ہو جاتی ہے	۵۵
راوی کے فقیہ ہونے کی شرط لغو ہے	۵۶
ہر سورت کی فضیلت والی روایت جھوٹی ہے	//
سخت ضعیف حدیث کی متعدد سندیں بھی بیکار ہو جاتی ہیں	//
حدیث صلوٰۃ الرغائب موضوع ہے	//
معتبر حدیث کون سی ہے ۔ حدیث صحیح کے درجے	۵۷
تدلیس ۔ صحیح بخاری مقدم ہے ۔	۵۸

مطالب	صفحہ
شاذ حدیث اور زیادتی ثقہ کا حکم	۵۸
قرآن اور حدیث قدسی میں فرق	//
تفسیر ہذا میں روایات لانے کا طریقہ	//
تفسیر ہذا کی ایک اور خصوصیت	۵۹
جرح و تعدیل کے بعض مسائل جہالت راوی کی بحث	//
مسئلہ صفات الٰہیہ	۶۰
اللہ تعالیٰ کے صفات میں تاویل کرنا صحابہ کے مخالف روش ہے	//
آیات و احادیث صفات ظاہر معنوں پر محمول ہیں	۶۱
شریعت کی ضرورت	//
فرقہ آریہ پر کچھ تنقید	۶۲

تفسیر احسن التفاسیر منزل اوّل

۶۷ ——— ۴۰۶

پارۂ اوّل

۶۷ ——— ۱۲۶

سورۂ فاتحہ

۶۷ ——— ۶۸

مطالب	صفحہ
تعوذ و بسم اللہ کے بعض احکام و مسائل فضیلت سورہ فاتحہ	۶۷
مسئلہ سنیت آمین اور ہر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت (حاشیہ)	۶۹

سورۂ بقرہ

۶۹ ——— ۲۱۷

مطالب	صفحہ
سورہ بقرہ کی فضیلت	۶۹
قرآن کا معجزہ ہونے کا ذکر۔ تقویٰ کا مفہوم	۷۰
ایمان کے معنی ۔ کفر کی چار قسمیں	۷۱
اہل ایمان و اہل کفر کا بیان ۔ منافقین کا ذکر	۷۲
نفاق کی قسمیں	۷۴
قرآن کا اعجاز از رسالت محمدی کی دلیل	۷۵
قرآن میں عموماً کافروں اور مومنوں کا ذکر اکٹھا آتا ہے	۷۶
نعمائے جنت کا ذکر	//

مطالب	صفحہ
دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک	۷۷
پیدائش آدم کا قصہ	۷۹
حضرت حوا کی پیدائش (ایضاً ۳۱۶) اور جنت آدم کا بیان	۸۱
حضرت آدم و حوا کا جنت سے نکلنا ۔ قبولیت توبہ کا ذکر	۸۲
پلصراط کی احادیث	۸۳
توراۃ میں اوصاف محمدی اور یہود کا کتمان	۸۴
کتمان حق اور بے عمل واعظوں کی سزا کا ذکر	۸۵/۸۴
صبر اور خشوع و خضوع سے نماز پڑھنے کی تلقین	۸۶
شرک ناقابل سفارش گناہ ہے ۔	۸۷
بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلانے کا قصہ	۸۸
عاشورے کا روزہ	۸۹
نجات کے بعد حضرت موسیٰ کو توراۃ کا دیا جانا ۔ سامری کا قصہ	۹۰
فرقان کی تفصیل	//
بنی اسرائیل کی نافرمانیاں اور ان کی سزائیں	۹۲/۹۱
نبوت محمدی کو ماننا اخروی نجات کے لئے شرط ہے ۔	۹۳
حیلوں کی ممانعت	۹۴

Marfat.com

مطالب	صفحہ
گائے کے ذبح کرنے کے حکم کی تفصیل	۹۵
یہود کی سخت دلی	۹۷
تحریف تورات کا ذکر	۹۸
یہود کے ان پڑھ اور مولویوں کے دونوں فرقوں کا حال۔	۹۹
توحید کی ترغیب	۱۰۰
شرک کی قسمیں اور ان سے بچنے کی تلقین۔ والدین کے حقوق	۱۰۱
یہود بعثت محمدی کے منتظر تھے، ظہور کے بعد منکر ہوگئے اور ان پر غضب کی وجوہات۔	۱۰۴
مباہلہ کی تعریف	۱۰۶
یہود حضرت جبریل کو دشمن جانتے تھے	۱۰۷
ہاروت ماروت کا قصہ	۱۰۸
ہاروت ماروت کے قصہ کی تحقیق (حاشیہ)	۱۰۹
جادو کے متعلق اہل سنت کا مسلک اور اس کا شرعی حکم	۱۰۹
آنحضرتؐ سے خطاب کے آداب۔ یہود کی شرارت کا ذکر	۱۱۰
یہود کے انکار نسخ کی تردید اور مسئلہ نسخ کی مختصر بحث	۱۱۰ تا ۱۱۲
مسجدوں سے روکنا ناجائز ہے	۱۱۳
سفری نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنیکے بعض مسائل	۱۱۴
اللہ کے لئے اولاد کہنے والوں کے سنگین گناہ کا ذکر	۱۱۵
حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش میں کامیابی، اور دعا کا ذکر	۱۱۸
مکہ ومدینہ کی عظمت اور ان میں افضلیت کا بیان	۱۱۸-۱۱۹
بنائے کعبہ اور اس کی تقدیس وتطہیر کا بیان	۱۲۰
بعثت محمدی کے لئے دعائے ابراہیمی اسکی قبولیت اور ملت ابراہیمی کی اصل توحید کا بیان بدعائے ابراہیمی میں حکمت سے مراد سنت	۱۲۱ تا ۱۲۳
تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے کسی ایک کو بھی نہ ماننا کفر ہے	۱۲۴

سیقول

۱۲ ـــــ ۱۹۴

مطالب	صفحہ
قصہ تحویل قبلہ۔ یہودیوں کی ضد وغیرہ کا بیان	۱۲۷
حضر اسفر اور سواری پر جہت قبلہ کی طرف منہ کرنیکے مسائل	۱۲۹
کعبہ کو قبلہ ماننے سے اہل کتاب کا انکار	۱۳۰
بغیر اصلاح عقیدہ اعمال معتبر نہیں	۱۳۱
قرآن کے ساتھ حدیث کا ماننا بھی ضروری ہے۔	۱۳۳
مصیبت کے وقت صبر اور نماز سے مدد لی جائے	۱۳۴
شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت اور مصائب پر صبر کی ترغیب	۱۳۵
صابروں کا درجہ ومقام	۱۳۶
صفا مروہ کی سعی حج کا رکن ہے	۱۳۷
عالم بے عمل پر لعنت	۱۳۸
توحید کے دلائل اور شرک کے انجام کا ذکر	۱۳۹-۱۴۰
ناجائز نذر کا پورا کرنا جائز نہیں	۱۴۱
عبادت کی قبولیت کے لئے اکل حلال شرط ہے	۱۴۲
غیر اللہ کے نام کے کھانے کی حرمت اور بے بسی کے وقت حرام کھانے کی رخصت	۱۴۳
اہل کتاب کی بے ایمانی کا ذکر	۱۴۴
اصل نیکی کیا ہے۔	۱۴۵
قصاص کے احکام کا بیان	۱۴۷
وصیت کے احکام	۱۴۸
روزے کے احکام ومسائل	۱۴۹
قبولیت دعا کے شرائط	۱۵۰
سحری کھانے کے مسائل	۱۵۲
خیانت اور رشوت ستانی کا ذکر	۱۵۳
چاند کا بڑھنا اور گھٹنا۔ حج اور اس کے احکام	۱۵۴
جہاد کے بعض احکام۔ صلح حدیبیہ	۱۵۵
انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین	۱۵۶
حج کی فرضیت اس کی قسمیں اور بعض مسائل	۱۵۷
ایام عید الاضحیٰ کا تعین	۱۶۱
واقعہ رجیع	۱۶۲
اللہ تعالیٰ کی صفات میں سلف کے مطابق عقیدہ رکھنا ضروری	۱۶۴
بنی اسرائیل پر اظہار نعمت کا ذکر	〃
اہل توحید کے مذاق اڑانے پر تنبیہ اور بت پرستی کی ابتداء	۱۶۵
غزوہ خندق کی تفصیل	۱۶۷
صدقہ اور جہاد کی ضرورت	۱۶۸

Marfat.com

مطالب	صفحہ
حرمت والے مہینوں کی تعظیم کی حیثیت اور مشرکین کے اعتراضات کا جواب	۱۶۹،۱۷۰
شراب جوئے کی حرمت۔ نفلی صدقہ اور یتیموں کی نگرانی کی نوعیت	۱۷۱
مشرکوں سے نکاح کی ممانعت	۱۷۲
حائضہ سے مباشرت کے احکام	۱۷۳
مباحث متعلقہ آیت کریمہ نساؤکم حرث لکم	۱۷۴
دیدار الٰہی کا بیان	۱۷۵
غلط اور لغو قسم کھانے کی ممانعت	۱۷۶
حضرت عائشہ پر بہتان طرازی کا واقعہ	۱۷۷
قابل مؤاخذہ قسمیں ۔ ایلاء کے مسائل	۱۷۸
مطلقہ کی عدت کا بیان اور طلاق دینے کا جاہلی طریقہ	۱۷۹
مسائل خلع	۱۸۰
طلاق "حلالہ" کرنے والے پر لعنت اور حسن معاشرت کی تلقین	۱۸۱
ہنسی مذاق کے نکاح وطلاق واقع سمجھے جائیں گے	۱۸۲
بچے کو دودھ پلانے اور اس کے اخراجات کی ذمہ داری کا مسئلہ	۱۸۳
شوہر کی وفات کے بعد عدت اور اس سے متعلقہ احکام	۱۸۴
عدت کے اندر نکاح اور اس کے پیغام کی ممانعت	۱۸۵
قبل از مباشرت طلاق کے احکام	۱۸۶
نماز کی محافظت کا حکم	۱۸۷
خوف کے وقت کی نماز کا اجمالی بیان۔ برس دن کی عدت کی موقوفی	۱۸۸
ایک اسرائیلی قصہ کا ذکر۔ جہاد کی تاکید۔ صدقہ کے اجر میں زیادتی	۱۸۹
حضرت طالوت کی سلطنت اور جالوت سے جہاد کا ذکر۔ وغیرہ	۱۹۰-۱۹۴
تلک الرسل	
۱۹۵ ـــــ ۲۵۴	
بعض نبیوں کی بعض پر فضیلت	۱۹۵
مسئلہ تقدیر اور انسان کے مختار ہونے کا بیان	۱۹۶
زکوٰۃ کب فرض ہوئی	۱۹۷
آیت الکرسی کی فضیلت اور تشریح	۱۹۸
اہل کتاب جزیہ دیں تو ان پر جبر نہیں	۱۹۹
حضرت ابراہیم کا نمرود سے مباحثہ اور نمرود کا انجام	۲۰۰
حضرت عزیر کا قصہ	۲۰۲

مطالب	صفحہ
طیور ابراہیمی کے زندہ ہونے کا معجزہ	۲۰۳
انفاق فی سبیل اللہ کے درجے	۲۰۴
اپنے دیئے پر احسان جتانے اور ایذا پہنچانے کی ممانعت اور احسان وایذا کے نقصان	۲۰۵
اخلاص کی برکت	۲۰۶
صدقہ میں پسندیدہ چیز دینی چاہیئے اور خیرات کی فضیلت	۲۰۸
خرچ مال کی ترغیب اور سود خوار کا انجام	۲۱۰
حرمت سود اور اس کے ترک کرنے کی فہمائش۔ وغیرہ	۲۱۱
بیع سلم اور اس کے بعض مسائل	۲۱۳
آپس کے مالی معاملات کے لکھ لینے کا حکم اور گواہی کے مسائل۔	۲۱۴
رہن کے مسائل	۲۱۵
دل کے برے وسوسوں پر عذاب نہ ہونیکا ذکر	۲۱۶
سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت اور ان سے متعلقہ مسائل	۲۱۷
سورۃ آل عمران	
۲۱۸ ـــــ ۲۹۱	
دعوت مباہلہ اور اس کی تفصیلات۔ اسم اعظم	۲۱۹
علم الٰہی کی وسعت اور عیسائیوں کو تنبیہ	۲۲۰
آیات محکمات ومتشابہات کا مبحث	۲۲۱
عذاب الٰہی کے وقت مال کچھ کام نہیں آسکتا	۲۲۴
یہود کی شرارت اور جنگ بدر کا مختصر ذکر	۲۲۵
دنیا سے بے رغبتی اور جنت کی طرف رغبت	۲۲۶
سحری کے وقت کی فضیلت	۲۲۷
اسلام ہی خدا کے نزدیک سچا دین ہے	۲۲۸
اہل کتاب اور مشرکین سے خطاب انکی شرارتوں اور پیغمبر کو تسکین دینے کا ذکر۔	۲۲۹
ادائے قرض کی دعا	۲۳۰
مسلمانوں کو کافروں کی دوستی سے باز رہنے کی تاکید	۲۳۱
محبت الٰہی کا حصول اتباع محمدی پر منحصر ہے	۲۳۲

Marfat.com

مطالب	صفحہ
اٰلِ عمران اور بعض دوسرے نبیوں کا ذکر	۲۳۴
واقعہ پیدائش حضرت مریم اور انکے پاس بے موسم پھلوں کے آنیکا ذکر	۲۳۵
حضرت زکریا کا اولاد کے لئے دعا کرنا	۲۳۶
حضرت مریم کا حضرت زکریا کی کفالت میں آنا	۲۳۷
حضرت عیسٰی کی پیدائش کا واقعہ	۲۳۸
معجزات مسیح کا ذکر	۲۳۹
حضرت مسیح کے قتل کی یہودی سازش اور آپکا رفع آسمانی	۲۴۰
توفّی کی صحیح تفسیر	۲۴۱
نجرانی عیسائیوں سے مناظرہ اور دعوت مباہلہ	۲۴۳-۲۴۲
یہود کی ایک شرارت	۲۴۴
علامات نفاق - جھوٹی قسم کی مذمت	۲۴۶
یہود کی تحریف کتب الٰہیہ	۲۴۷
حدیث لوکان موسٰی حیاً الخ پر نفیس بحث (حاشیہ)	۲۴۸
رسالت محمدی کے متعلق اللہ کا انبیاء سے عہد	۲۵۰
توبہ کب اور کن لوگوں کی قبول نہیں ہوتی	۲۵۲
لن تنالوا	
۲۵۵ ــــــ ۴۰۶	
اچھی چیز سے صدقہ کی ترغیب - حلال چیز کے حرام جاننے میں یہود کی غلطیاں	۲۵۵
خانہ کعبہ روئے زمین پر پہلی عبادت گاہ ہے - حج کی فرضیت اور اس کے ترک پر وعید	۲۵۶
یہود کی فریب کاریوں سے بچنے اور آپس میں اتفاق رکھنے کی تلقین	۲۵۸
مبلغ دین جماعت کی ضرورت اور اس کو ہدایات	۲۶۰
اہل نفاق سے دوستی کے نقصان	۲۶۳
غزوۂ بدر اور احد کا مختصر بیان	۲۶۴
نظام شرعی اور نظام تکوینی کے بعض احکام۔	۲۶۸
سود کی ممانعت	〃
غصہ کی حالت میں معاف کرنے کا اجر	۲۶۹
گناہوں کی قسمیں اور توبہ کے شروط	۲۷۱
غزوۂ احد سے متعلق بعض واقعات و مسائل	۲۷۹-۲۷۳

مطالب	صفحہ
شہداء کی تمنائے شہادت کا ذکر	۲۸۰
شہداء کی برزخی زندگی کا بیان اور تناسخ کا رد	۲۸۱
قصہ شہادت حضرت حمزہؓ	〃
بدر صغرٰی اور صحابہ کی شجاعت	۲۸۲
منافقین اور یہود کی شرارتیں اور مسلمانوں کو تسلی	۲۸۴
مانعین زکوٰۃ کا انجام	۲۸۵
یہود کی ہٹ دھرمی اور بشارت محمدیہ کے کتمان کا بیان	۲۸۷
کتمان علم اور خلاف واقعہ خواہش مدح کی مذمت	۲۸۸
نعمائے جنت اور عذاب دوزخ کی شدت کا ذکر	۲۹۰
حضرت نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ	۲۹۱
سورۃ النساء	
۲۹۱ ــــــ ۴۰۶	
صلہ رحمی کے احکام	۲۹۲
حقوق یتامٰی کی حفاظت اور چار تک تعدد ازدواج کی اجازت	۲۹۳
مہر کا وجوب اور نکاح شغار کی ممانعت	۲۹۴
یتیم کا مال اس کو کب دیا جائے؟	۲۹۵
احکام میراث کی تفصیل و تحقیق	۳۰۰-۲۹۶
حد زنا و لواطت کی بحث	۳۰۲-۳۰۱
مرنے کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی - بیوہ عورت کو کسی خاص جگہ نکاح کیلئے مجبور نہیں کرنا چاہئے۔	۳۰۳
سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے	۳۰۴
حرام رشتوں کا بیان	۳۰۵
والمحصنٰت	
۳۰۷ ــــــ ۳۸۸	
"محصنٰت" کے معانی اور دوسرے متعلقہ مسائل	۳۰۹-۳۰۷
اسلام دین یسر ہے	۳۱۰
غلط طریقہ سے مال کھانے کی ممانعت	۳۱۱
کبائر کی تفصیل	۳۱۲
حسد کی ممانعت اور رشک کی اجازت	۳۱۳
وارثوں کے لئے وصیت کی تحقیق	۳۱۴

Marfat.com

مطالب	صفحہ
عورت پر مرد کی برتری اور شوہر کے حقوق	۳۱۵
میاں بیوی کے اختلاف رفع کرنے کی صورت	۳۱۷
اللہ کے حق اور بندوں کے آپس میں حقوق	۳۱۸
ریاکاری اور بخل کی مذمت	۳۲۰
قیامت کے دن لوگوں کی حالت	۳۲۱
امت کے حق میں آنحضرت کی گواہی۔ جمعہ کے دن درود پڑھنے کی فضیلت شراب کی حرمت	۳۲۲
آنحضرت پر اعمال امت کے پیش ہونے کی تحقیق (حاشیہ)	۳۲۲
جنبی اور حائضہ سے متعلقہ بعض مسائل	۳۲۳
احکام تیمم	۳۲۴
یہود کی بعض شرارتیں	۳۲۶
شرک بلاتوبہ معاف نہیں ہوگا	۳۲۸
مسلمان قاتل کی مغفرت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اختلاف اور اسکا حل	۳۲۹
یہود کی دسیسہ کاریاں	۳۳۰
دوزخیوں کی سزا کی کیفیت اور اہل جنت کا ذکر	۳۳۲
امانت کی تشریح	۳۳۳
عدل و انصاف کا حکم	۳۳۴
اللہ اور اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم	۳۳۵
زیر تفسیر آیت کے شان نزول کی تحقیق	۳۳۶
نص شرعی کے مقابلہ میں اولی الامر کی اتباع ناجائز ہے	۳۳۷
ایک منافق یہودی کے جھگڑے کا فیصلہ	۳۳۸-۳۴۰
اللہ و رسول کے فیصلہ سے انکاری مسلمان نہیں ہوسکتا	۳۴۱
جہاد کی ترغیب اور اس کے لغوی و شرعی معنی۔ وغیرہ ۳۴۴-	۳۴۶
نماز و زکوٰۃ کی اہمیت	۳۴۷
غزوہ احد میں شکست کی تکوینی مصلحت	۳۴۸
اطاعت رسول میں کوتاہی کی مذمت	۳۴۹
بے بنیاد باتوں کے شائع کرنے کی ممانعت	۳۵۰
غزوہ احد کے بعد بدر صغریٰ کا ذکر	۳۵۱
سلام کے احکام	۳۵۲-۳۵۳
غزوہ احد میں غداری کرنے والے منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کے اختلاف پر سرزنش	۳۵۴
ناحق قتل کرنے کے احکام و مسائل	۳۵۷-۳۵۹
شرکت جہاد سے معذوروں کی رخصت کا بیان	۳۶۰
فرضیت و فضیلت جہاد	۳۶۱
کونسی ہجرت معتبر ہے	۳۶۲

مطالب	صفحہ
نماز قصر اور صلوٰۃ الخوف کے مسائل	۳۶۳
جھوٹ کی پیروی۔ جھوٹی گواہی اور خلاف شریعت مشوروں کی مذمت استغفار کی فضیلت	۳۶۸
اجتہاد نبوی اور امتی کے اجتہاد میں فرق	۳۶۹
معروف کی تعریف۔ صدقہ کے فوائد۔ اخلاص کا اجر	۳۷۰
اجماع کے حجت شرعی ہونے کی دلیل (حاشیہ)	۳۷۱
شرک کا نہ بخشا جانا۔ شیطان کا جھوٹی آرزوئیں دلانا	۳۷۱-۳۷۳
ہر عمل کی جزا و سزا ملتی ہے	۳۷۴
یتیم لڑکیوں کے متعلق استفتاء	۳۷۶
شوہر و بیوی کے درمیان صلح کا ذکر	۳۷۷
تقویٰ اور چند بنیادی نصیحتوں کا ذکر	۳۷۹
انصاف کرنے کا حکم	۳۸۰
سچی گواہی دینے کی تلقین اور جھوٹی گواہی کی وعید	۳۸۱
رسالت محمدیؐ کے ساتھ ایمان اخروی نجات کیلئے شرط ہے	۳۸۲
توہین شریعت کی مجالس میں بیٹھنے کی ممانعت	۳۸۳
مذبذب روش کی مذمت۔ فتح شام و فارس کی خوشخبری کا ذکر	۳۸۴
منافقین کی نماز کا ذکر	۳۸۶
گناہوں پر ندامت بھی توبہ ہے	۳۸۷
قبولیت عمل کا مدار نیت خالص پر ہے	۳۸۸
لا یحب اللہ الجھر (ربع اول) ۳۸۹ —— ۴۰۶	
گالی گلوچ کی ممانعت۔ مہمان نوازی کی ترغیب	۳۸۹
عفو و درگذر کے فضائل	۳۹۰
تمام انبیاء کا ماننا ضروری ہے	۳۹۱
یہودیوں کو بے جا سوالات پر سرزنش	۳۹۲
گناہوں کی کثرت دل پر زنگ کا باعث ہے	۳۹۳
حضرت عیسیٰ کا بجسد عنصری دوبارہ تشریف لانا متواتر احادیث سے ثابت ہے (حاشیہ)	۳۹۴
حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ	۳۹۵
انبیاء و رسل کی مجموعی تعداد	۳۹۷
آنحضرت کی افضلیت اور چند خصوصیات	۳۹۸
اہل کتاب کے دین میں غلو کی مذمت اور موجودہ عیسائی مذہب کی ابتداء	۴۰۱
مسئلہ تثلیث۔ حضرت مسیح کے بلا باپ پیدا ہونے کا ذکر	۴۰۲
کلالہ کی میراث کی تحقیق	۴۰۴
مآخذ و مراجع	۴۰۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر سوانح حیات مولانا حافظ سید احمد حسن صاحب محدث

مؤلف احسن التفاسیر رحمہ اللہ تعالےٰ

۱۲۵۸ھ ——— ۱۳۳۸ھ

مولد و مسکن

آپ کا خاندان قدیم الایام سے دہلی کا رہنے والا تھا۔ ۱۲۵۸ھ میں آپ دہلی ہی میں پیدا ہوئے۔ قلعہ معلی میں اچھے خاصے خاندانی تعلقات کے باعث بچپن قلعہ معلی میں گذرا۔

حفظ قرآن

وہیں قاری امید علی صاحب سے ——— جن کا وطن ڈھاکہ تھا لیکن عرصہ دراز سے دہلی میں رہ رہے تھے ——— قرآن مجید حفظ شروع کیا۔ اور گیارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

فارسی کی ابتدائی کتابیں

چودہ سال کی عمر تک اس قدر پڑھ ڈالیں کہ فارسی کی عبارت سمجھنے کی اچھی استعداد پیدا ہو گئی۔ عام قابلیت بھی اتنی ہو چکی تھی کہ خط و کتابت بخوبی کر سکتے تھے۔

ترک وطن

انہی ایام میں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ ہو گیا۔ اس طوفان رستخیز میں آپ کے والد بال بچوں سمیت پٹیالہ (حال مشرقی پنجاب) چلے آئے۔ وہاں پہنچ کر آپ کے والد ماجد نے فارسی کتابوں کی خود تعلیم دی شروع کی نیز آپ کو مرزا احمد بیگ کے بھی سپرد کر دیا گیا۔ غالباً اس لئے کہ دفتری کاموں کی واقفیت پیدا ہو سکے چنانچہ تین ساڑھے تین سال کے عرصے میں فارسی کی تحصیل کے ساتھ ساتھ دفتری امور میں بھی مہارت حاصل ہو گئی۔ جو حیدر آباد کی ملازمت کے دوران میں خوب کام آئی۔

علوم الٰہیہ کی تحصیل

بعدہ ٹونک چلے گئے۔ جو ان دنوں صرف و نحو وغیرہ علوم کا مرکز تھا۔ صرف و نحو کی تمام کتابوں کی تکمیل یہاں کر لی۔ اتنے میں دہلی کی حالت معمول پر آگئی۔ تو آپ کے والد ماجد پٹیالہ سے دہلی واپس آگئے۔

آپ بھی والدین کی ملاقات کے لئے ٹونک سے دہلی آئے اور والدہ کے اصرار پر ٹونک کا ارادہ ترک کر کے دہلی میں ہی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد اپنے ایک ہم سبق مولوی عبدالغفور[1] ——— جو بڑے لائق

---

[1] مولانا عبدالغفور بن شیخ عبداللہ آپ کی ولادت بھی لال قلعہ دہلی کی ہے۔ تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ ننہالی رشتہ شاہی خاندان سے ہونے کی وجہ سے قلعہ معلی میں رہائش تھی۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں آپ بھی دہلی سے باہر چلے گئے۔ امن ہونے کے بعد دہلی واپس آگئے۔ حضرت مولانا سید محمد نذیر حسینؒ سے حدیث پڑھی ۲۳ شعبان ۱۳۳۴ھ کو انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (اخبار اہل حدیث امرتسر ص ۷ ع ۱ ج ۱۶ ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸ء)

Marfat.com

اور قابل آدمی تھے —— کی معیت میں جناب مولانا محمد حسین[1] خاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کا فیض تدریس نجی طور پر خواجہ ضلع بلند شہر (ہند) میں جاری تھا اور علوم میں اعلیٰ قابلیت کی شہرت رکھتے تھے۔ ان کے ہاں صرف ونحو کو اچھی طرح ضبط کرنے کے علاوہ منطق کی ابتدائی اور فقہ و اصولِ فقہ کی کتابیں خوب پڑھیں۔

اس کے بعد علی گڑھ جا کر مولانا فیض الحسن صاحب سہارن پوری سے اکتساب علوم کیا فقہ و اصول اور منطق وغیرہ کی بقیہ کتابوں کے ساتھ ہی تفسیر بھی ان سے پڑھی۔

تفسیر و حدیث کی تکمیل

پھر واپس دہلی آکر حضرت شیخ الکل فی الکل مولانا سید محمد نذیر حسینؒ صاحب محدث قدس اللہ روحہ کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا۔ اور حضرتؒ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے تھوڑے ہی عرصہ میں تفسیر و صحاح ستہ کی تکمیل کر ڈالی۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سند حدیث عنایت فرمائی۔

طب

تکمیل علوم شرعیہ کے بعد حکیم امام الدین صاحب مرحوم سے پوری طب پڑھی، اور حکیم حسام الدین خاں صاحب مرحوم (عرف منجھلے میاں) کے مطب میں ایک عرصے تک بغرض تجربہ حاضر رہ کر طبابت کی بھی سند حاصل کر لی۔

سند فراغت کے بعد

حضرت میاں صاحب کی خدمت میں کچھ مدت تدریس و فتویٰ نویسی میں مصروف رہے پھر حضرتؒ ہی کے مشورہ سے جناب مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم —— مصنف ترجمۃ القرآن دغیرہ کے ہاں شادی قرار پائی۔ ان دنوں ڈپٹی نذیر احمد صاحبؒ کا گورکھ پور (ہند) میں قیام تھا۔ شادی وہیں عمل میں آئی۔ پھر ٹونک چلے گئے۔ لیکن کچھ مدت بعد ڈپٹی صاحب موصوف آپ کو حیدرآباد دکن لے گئے۔ اور ضلع ناندیڑ میں آٹھ سو روپے مشاہرہ پر ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر لگوا دیا جس پر سالہا سال تک سرفراز رہے۔ اور وہیں سے پنشن پائی۔

۱۳۰۸ھ میں حج بیت اللہ کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ وہاں آپ کو بھی حوادث و مصائب سے دوچار ہونا پڑا مگر آپ نے بکشادہ پیشانی ان سب کو جھیلا۔ اور ۱۳۰۹ھ کو بخیریت تمام واپس تشریف لائے۔

علمی شغف

علمی ذوق کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ڈپٹی کلکٹری کی ملازمت کے دوران میں آپ نے تین ترجموں والا قرآن مجید مرتب کیا —— پہلا ترجمہ فارسی فتح الرحمٰن از شاہ ولی اللہ صاحبؒ دوسرا اردو تحت اللفظ از شاہ رفیع الدین رحؒ۔ تیسرا اردو با محاورہ از شاہ عبد القادر صاحب رحؒ —— پھر اس پر "احسن الفوائد" کے نام سے بہترین ملخص تفسیری حواشی خود لکھے —— اس قرآن مجید کو آپ نے اپنے خرچ پر طبع کرایا۔

تصانیف

احسن الفوائد[1] (اردو تفسیر) جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے۔ دو دفعہ دہلی میں طبع ہوا۔ (بار اول ۱۳۱۵ھ بار دوم ۱۳۴۷ھ)

تفسیر احسن التفاسیر[2] (اردو) ہزاروں صفحات پر مشتمل بہترین اردو تفسیر ۱۳۲۵ھ میں مطبع فاروقی دہلی سے سات بڑی جلدوں میں شائع ہوئی —— یہ تفسیر بڑی قابلیت سے مرتب کی گئی ہے جس میں بہت سی تفاسیر کا خلاصہ آسان

---

[1] مولانا محمد حسین خاں حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدثؒ کے تلمیذ و فیض یافتہ تھے ۱۳۰۷ھ میں انتقال فرمایا (تذکرہ علمائے حدیث ہند ص ۲۳۲)

اور عام فہم انداز میں کردیا گیا ہے۔

۴ مقدمہ تفسیر احسن التفاسیر جو علمی تفسیری فوائد اور علمی نکات و مباحث پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے ـــــ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں طبع ہوا۔

۵ تفسیر آیات الاحکام من کلام رب الانام (اردو) صرف سورہ بقرہ کا حصہ کانفرنس اہل حدیث دہلی نے شائع کیا تھا۔ پوری ہو جاتی تو اردو میں آیات احکام کی تفسیر میں اپنی نظیر آپ ہوتی ـــــ ۴۴ صفحات پر ۱۹۳۱ء میں بمقام دہلی طبع ہوئی۔

۵ حاشیہ بلوغ المرام (عربی) فقہی اور محدثانہ انداز کا جامع حاشیہ متن کے ساتھ کم و بیش ۳۵۰ صفحات پر مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوا۔

۶ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ کامل محدثانہ طریق پر مشکوٰۃ کا جامع اور بے نظیر حاشیہ پہلی جلد خود لکھی باقی اپنی نگرانی میں اور ہدایات کے تحت استاد محترم مولانا محمد شرف الدین صاحب مدظلہ العالی سے لکھوائی پہلا ربع ۱۳۲۵ھ میں مطبع انصاری دہلی سے، اور دوسرا ربع ۱۳۳۳ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا۔ دوسرا نصف مجتبائی والوں کی سرد مہری کی نذر ہو گیا۔

۷ بحر زخار بجواب انتصار، مولانا ارشاد حسین رام پوری نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب "معیار الحق" کے جواب میں "انتصار الحق" بڑی ضخیم کتاب لکھی۔ "بحر زخار" کم و بیش تین سو صفحات پر مشتمل اسی کتاب کا مدلل معقول اور سنجیدہ جواب ہے۔

وفات ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ (۹ مارچ ۱۹۲۰ء) تقریباً اسی سال کی عمر میں انتقال فرمایا طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔[1]

معذرت بڑی جستجو کی گئی مگر مولانا ڈپٹی سید احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مؤلف احسن التفاسیر کے حالات اس سے زیادہ نہ مل سکے معلوم ہوتا ہے مولانا مرحوم سراپا اخلاص اور بہت خمول پسند تھے۔ اپنی کسی بھی تالیف میں اپنا نام خود نہیں لکھا نہ کسی تالیف پر کوئی تاریخ لکھی لیکن ـــــ ع

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

---

[1] ماخوذ از مقدمہ مترجم قرآن مجید برسہ ترجمہ مع حواشی احسن الفوائد طبع ثانی ص ۱۷ ـــ ۲۰ و تراجم علمائے حدیث ہند (ص ۱۶۸ ـ ۱۷۰) مؤلفہ ملک ابو یحییٰ امام خاں صاحب مع حواشی زائد

Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ
احسن التفاسیر

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد ناظرین احسن التفاسیر کی خدمت میں التماس ہے کہ یہ چند ورق احسن التفاسیر کے مقدمہ اور دیباچہ کے طور پر لکھے گئے ہیں جن کے ملاحظہ سے قرآن شریف اور تفسیر کے باب میں ناظرین کو بہت سی کار آمد باتیں معلوم ہو جاویں گی اس دیباچہ کے دو باب قرار دیئے گئے ہیں پہلے باب میں قرآن شریف کے متعلق کار آمد باتیں ہیں۔ اور دوسرے باب میں تفسیر کے متعلق۔ اور دوسرے باب کے آخر میں یونانی فلسفیوں اور اہل سائنس کی چند غلطیاں مثال کے طور پر ایک فصل میں بیان کر دی گئی ہیں تاکہ ناظرین تفسیر کو معلوم ہو جاوے کہ جن تفسیروں کی بنیاد ایسی باتوں پر رکھی گئی ہے وہ تفسیریں صحیح نہیں ہیں۔

پہلا باب قرآن شریف کے متعلق کار آمد باتوں کے بیان میں

نزول و ترتیب قرآن

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے صحیح قول کے موافق پہلے سارا قرآن شب قدر میں لوح محفوظ سے اول آسمان پر اُترا۔ اور پھر ضرورت کے موافق مکہ اور مدینہ میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ اگرچہ تئیس اور پچیس برس کی مدت میں سارے قرآن کے نازل ہونے کی سلف سے روایتیں بھی ہیں۔ مگر بندش وحی کا زمانہ الگ کر کے بیس برس میں سارے قرآن کے نازل ہونے کا قول بہت مشہور ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے موافق صحیح قول یہی ہے کہ سب سے پہلے سورۃ اقرأ کی مالم یعلم تک کی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اور پھر کچھ دنوں تک وحی بند رہ کر یاایہا المدثر نازل ہوئی۔ صحیح بخاری و مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے کہ پہلے پہل سورۃ المدثر نازل ہوئی۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اقرأ کی آیتوں کے نازل ہونے کے بعد کچھ دنوں تک وحی بند رہی اور بندش وحی کے بعد جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو پہلے پہل سورۃ المدثر نازل ہوئی۔ کیونکہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بندش وحی کے ذکر کے بعد یہ ذکر بھی ہے کہ پھر میں نے اسی فرشتہ کو دیکھا جس کو غار حرا کے قصہ کے وقت دیکھا تھا۔ غار حرا کا قصہ وہی ہے جس میں سورۃ اقرأ کی مالم یعلم تک کی آیتوں کے نازل ہونے کا ذکر حضرت عائشہ کی روایت سے اوپر گذرا اس واسطے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کے ملانے سے صحیح قول یہی قرار پاتا ہے کہ پہلے پہل سورہ اقرأ کی مالم یعلم تک کی آیتیں نازل ہوئیں اور پھر کچھ دنوں تک وحی بند رہی۔ اور بندش کے بعد جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو پہلے پہل سورۃ المدثر نازل ہوئی۔

Marfat.com

اس کے بعد اور سورتیں اور آیتیں نزول کے اس ترتیب کے موافق نازل ہوئیں جن کی ترتیب کا ذکر بڑی تفسیروں میں ہے۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ اور مسند امام احمد میں حضرت عمرؓ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کچھ آیتیں نازل ہوتی تھیں تو جس سورۃ میں وہ آیتیں لکھے جانے کی ہوتی تھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سورہ کا نام بتلا کر کاتب سے وہ آیتیں لکھوا دیتے تھے۔[1] ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ ترمذی نسائی مسند امام احمد وغیرہ میں عثمان بن ابی العاصؓ سے صحیح روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام سورۃ کا نام لے کر ہر ایک آیت کے لکھے جانے کا موقع اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح سمجھا دیا کرتے تھے۔ اور اسی کے موافق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ موقع کاتب کو سمجھا دیا کرتے تھے۔ یہ ذکر آگے آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متفرق طور پر اللہ کے حکم کے موافق تمام قرآن شریف لکھا ہوا جو موجود تھا پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اور پھر حضرت عثمانؓ نے اسی کو بنیاد ٹھہرا کر موجودہ مصحف عثمانی جمع کیا۔ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صحیح قول کے موافق پہلے سارا قرآن شریف شب قدر میں لوح محفوظ سے اول آسمان پر اترا اور پھر ضرورت کے موافق مکہ اور مدینہ میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ان سب روایتوں کے ملانے سے حاصل مطلب یہ ٹھہرا کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کی جس ترتیب کا ذکر اوپر گزرا وہ ترتیب حال کے موجودہ قرآن کی نہیں ہے بلکہ وقتیہ ضرورت کے لحاظ سے وہ ترتیب عارضی تھی اس عارضی حالت کے رفع ہو جانے کے بعد قیامت تک اس عارضی ترتیب کا باقی رکھنا مصلحت الٰہی کے موافق نہیں تھا اس واسطے جس ترتیب سے سارا قرآن شب قدر میں لوح محفوظ سے اول آسمان پر اترا تھا۔ وہ ترتیب ایک آیت کے لکھوانے کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح سمجھائی جس کے موافق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متفرق طور پر سارا قرآن لکھا گیا اور اسی کو بنیاد ٹھہرا کر مصحف عثمانی رضؓ کی تالیف ظہور میں آئی۔

یہ وہ تالیف عثمانی رضؓ کا قرآن ہے جو زمانہ حال میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہے۔

اس بیان سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ جس ترتیب سے قرآن شریف نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس ترتیب سے قرآن شریف نہیں لکھا گیا بلکہ حکم الٰہی کے موافق لوح محفوظ کی ترتیب کے لحاظ سے قرآن شریف لکھا گیا اور وہی قرآن مصحف عثمانی رضؓ کی بنیاد قرار پایا۔ اور نزول کی ترتیب کے موافق بعضے صحابہ نے اپنے طور پر قرآن جو لکھا تھا وہ قائم نہ رہا۔ صحیح بخاری و مسلم میں براء بن العازبؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیتوں میں کلالہ کی آیت اور سورتوں میں سورہ براءۃ قرآن کے باقی حصہ سے آخر میں نازل ہوئی ہیں۔ اگرچہ اس باب میں اور بھی روایتیں ہیں مگر اصول حدیث کے قاعدہ کے موافق امام بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت کو اور روایتوں پر ترجیح ہے۔

شان نزول کے مباحث

قرآن شریف میں بعض آیتیں ایسی بھی ہیں جن کے نازل ہونے سے پہلے کوئی معاملہ ایسا پیش آیا ہے جس کے فیصلہ کے لئے ایک یا چند آیتیں نازل ہوئی ہیں جیسے مثلاً

---

[1] جامع ترمذی ص ۱۳۵ ج ۲ و مسند امام احمد (ص ۳۳۱ ج ۱ طبع احمد شاکر) میں حضرت عمرؓ کی بجائے حضرت عثمانؓ کا ذکر ہے۔

Marfat.com

بعض سندوں سے مسند امام احمد نسائی ابوداود مستدرک حاکم وغیرہ میں۔ خولہؓ اور حضرت عائشہؓ سے جو روایتیں ہیں۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی اوس بن الصامتؓ نے اپنی بی بی خولہؓ کو طلاق دے دی۔ خولہؓ اس طلاق سے ناراض تھی اس لئے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس طلاق کی طرح طرح کی خرابیاں بیان کیں اس جھگڑے کے فیصلہ کے لئے اللہ تعالے نے سورۃ المجادلۃ کی چند آیتیں نازل فرمائیں۔ مفسروں کی اصطلاح میں اس طرح کے قصوں کو شان نزول کہتے ہیں۔ اگرچہ بعضے مفسروں کا قول ہے کہ شان نزول ایک تاریخی بات ہے قرآن کی تفسیر کے لئے اس کا معلوم کرنا اور تفسیر میں لکھنا کچھ ضروری نہیں ہے مگر صحیح قول یہی ہے کہ جس قصہ پر آیت کے مطلب کا سمجھنا منحصر ہو اُس قدر شان نزول کے قصے کو تفسیر میں لکھنا ضروری ہے جیسے مثلاً اوس بن الصامت اور خولہ کا قصہ کہ بغیر اس کے سورۃ المجادلۃ کی شروع آیتوں کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس تفسیر میں اسی طرح کے شان نزول کے قصے ہر ایک جگہ بیان کئے گئے ہیں۔ اس طرح کے ضروری اور صحیح قصے بخاری ترمذی اور مستدرک حاکم میں ہیں۔ صحابہ کا یہ بھی ایک دستور تھا کہ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد بھی اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آتا جس پر آیت کا مضمون صادق آجاتا تو ایسے موقع پر بھی وہ نزلت فی کذا کہہ دیتے تھے جس سے ان کا منشا یہ نہیں ہوتا تھا کہ آیت کے نازل ہونے سے پہلے یہ معاملہ پیش آیا اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی بلکہ ان کا منشا نزلت فی کذا کے کہنے سے یہ ہوتا تھا کہ آیت کے نازل ہونے کے مابعد کے اس معاملہ پر بھی آیت کا مضمون صادق آتا ہے۔ بعضے مفسر اس طرح کے دو قولوں کو اگرچہ صحابہ کے مختلف دو قول خیال کر کے شان نزول کا اختلاف ثابت کرتے ہیں مگر حقیقت میں یہ اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ صحابہ کا مطلب اس نزلت فی کذا سے یہ تھا کہ شان نزول سے ملتے جلتے جس قدر معاملات قیامت تک پیش آویں گے۔ وہ سب آیت کے حکم میں داخل ہیں قرآن شریف قیامت تک کی تمام امت محمدیہ کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔ اس لئے نزلت فی کذا سے صحابہ نے جو مطلب نکالا ہے۔ وہ سارے قرآن کی شان نزول کے موافق اور نہایت صحیح مطلب ہے۔ بعض دفعہ چند قصوں کے مجموعہ پر بھی آیت یا چند آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

اس تفسیر میں ہر ایک آیت کی شان نزول میں یہ سب تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔ سورتوں میں سورہ الفاتحہ اور دو آیتوں میں سورہ النحل کی آخر کی اور سورہ الروم کی اول کی آیتیں یہ حصہ قرآن شریف کا ایسا ہے جو دو دفعہ نازل ہوا ہے۔ بعض علما نے کچھ اور آیتیں بھی ایسی بیان کی ہیں جو دو دفعہ نازل ہوئی ہیں جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

مقام ابراہیم کو مصلے ٹھہرانے کی آیت۔ پردہ کی آیت۔ اور بعضی اور آیتیں قرآن شریف میں ایسی ہیں کہ جس طرح حضرت عمرؓ نے مشورہ کے طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تھا۔ اسی مضمون کی آیتیں نازل ہوئیں۔

وما نتنزل الا بامر ربك ایسی آیت ہے کہ جو لفظ جبرائیل علیہ السلام کی زبان سے نکلنے والے تھے ان ہی لفظوں کو اللہ تعالے نے اپنا کلام قرار دیا۔ یہی حال ایاك نعبد وایاك نستعین کا ہے کہ جو لفظ بندوں کی زبان سے نکلنے چاہئیں ان کو اللہ تعالے نے اپنے کلام پاک میں جتلا دیا۔

بعض آیتیں ایسی بھی ہیں کہ ان کے حکم کے موافق عمل تو پہلے جاری ہو گیا اور آیت پھر نازل ہوئی جیسے مثلاً وضو کی سورہ المائدۃ کی آیت ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی اور وضو کا حکم ہجرت سے پہلے جب ہی ہو گیا تھا۔ جس وقت معراج کی رات

Marfat.com

پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں۔

سورہ الفاتحہ۔ سورہ الانعام۔ والمرسلات۔ قل ہو اللہ اور چند سورتیں پوری ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ورنہ قرآن شریف کا بڑا حصہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہے۔

کتابت قرآن اور قرآن و حدیث کا فرق

مسند امام احمد ترمذی نسائی ابوداؤد صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ پوری سورۃ یا متفرق آیتیں غرض جس قدر ٹکڑا قرآن شریف کا نازل ہوا کرتا تھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اس کو لکھوالیا کرتے تھے۔ حاکم اور ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

صحیح مسلم میں ابوسعیدؓ خدری سے جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا تھا کہ قرآن شریف کے نزول کے زمانہ میں سوائے قرآن شریف کے حدیث، تفسیر اور کچھ نہ لکھا جاوے۔ اسی ممانعت کے سبب سے تابعین کے آخری زمانہ تک حدیث یا تفسیر کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔[1]

اس سے قرآن شریف کی آیتوں اور حدیث قدسی میں جو فرق ہے وہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ حدیث قدسی بھی اگرچہ اللہ کا کلام ہے۔ لیکن قرآن شریف کی آیتوں کی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات تک بلکہ تابعیوں کے آخری زمانہ تک کوئی حدیث قدسی نہیں لکھی گئی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کے لفظوں کی روایت کو متواتر جو کہا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نزول وحی کے زمانہ سے لے کر اب تک کوئی زمانہ ایسا نہیں پایا جاتا جس میں بغیر لکھنے کے فقط زبانی یادپر قرآن شریف کے لفظوں کا دارومدار رہا ہو۔ برخلاف حدیث قدسی یا اور صحیح حدیثوں کے کہ ان کے لفظوں کا دارومدار تابعیوں کے آخری زمانہ تک فقط زبانی یاد پر رہا ہے۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ متواتر حدیث کی مثال کا پیش کرنا بہت مشکل ہے ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جس قدر حصہ قرآن شریف کا نازل ہوا کرتا تھا رمضان کے مہینے میں آن کر جبرئیل علیہ السلام اس کا دور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے[2] چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اس دور کی روایتوں میں حدیث قدسی کے لفظوں کے دور کا کہیں ذکر نہیں ہے اس سے بھی یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ قرآن شریف کے لفظوں کی طرح حدیث قدسی کے لفظوں کے یاد رکھنے کی تاکید نہیں ہے۔ بلکہ حدیث قدسی کی روایت بالمعنیٰ بھی درست ہے۔

مکی، مدنی کی اصطلاح

اگرچہ قرآن شریف کی آیتوں کے مکی اور مدنی ہونے میں سلف کے چند قول ہیں۔ لیکن زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ قرآن شریف کا جو حصہ ہجرت سے پہلے نازل ہوا وہ مکی ہے۔ اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوا وہ مدنی ہے۔

---

[1] یعنی بعد میں آنے والے دور کے طرز کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ورنہ چھوٹی چھوٹی یا متوسط کاپیوں کی شکل میں تابعین بلکہ متعدد صحابہ کے پاس یادداشتی مجموعے موجود تھے۔ ان ہی مکتوبہ مجموعوں سے محفوظ یادداشتوں سے مقابلہ کے بعد موجودہ کتب صحاح مدون کی گئیں ــــ اس صراحت سے وہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہیئے جو خود غرض لوگوں نے پھیلا رکھی ہے، کہ حدیثیں ڈیڑھ دو سو سال کے بعد مدون ہوئیں حقیقت میں یہ مغالطہ تاریخی واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ ع

[2] صحیح بخاری طبع دہلی ص ۷۴۸، ج ۲۔

تلاوت قرآن میں سہولت

صحیح بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ میں جو چند صحابہ سے روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے قریش کی روزمرہ کی بول چال کے لفظوں میں قرآن شریف نازل ہوتا تھا۔ ہجرت کے بعد جب مختلف ایسے قبیلوں کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ جن کا محاورہ قریش کے محاوروں سے جدا تھا تو ان کی زبان پر قریش کے محاورہ کے لفظ مشکل سے چڑھتے تھے۔ مثلاً ان میں کے بعضے لوگ اپنے محاورہ کے موافق حتی کو عتی کہتے تھے۔ حتی کا لفظ ان کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ اس مشکل کے آسان ہوجانے کی غرض سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے لفظوں کے آسان ہوجانے کی التجا بارگاہ الٰہی میں پیش کی اور سات طرح سے مختلف محاورہ کے لفظوں میں قرآن شریف کے پڑھنے کا حکم نازل ہوگیا۔ چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابی بن کعبؓ کی روایتوں میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے ان روایتوں کے یہ معنے نہیں ہیں کہ سارا قرآن شریف سات طرح پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ ان روایتوں کا یہ مطلب ہے کہ مختلف محاوروں کے موافق قرآن شریف کے بعضے لفظوں کو سات طرح تک پڑھے جانے کا حکم ہے۔

جمع قرآن عہد نبوی میں

اوپر گذر چکا ہے کہ قرآن شریف کی جو آیتیں نازل ہوتی تھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ان کو لکھوا لیا کرتے تھے۔ لیکن اللہ کے رسول کے حیات کے آخری زمانہ تک قرآن شریف کی آیتوں کے نازل ہونے کا سلسلہ جاری تھا چنانچہ بعضی روایتوں کے موافق آپ کی وفات سے نو دن پہلے بعضی آیتیں نازل ہوئی ہیں اس واسطے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک سارے قرآن کے نازل ہوجانے کا یقین تھا نہ سارے قرآن شریف کو ایک جگہ لکھوانے کا موقع تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ سارا قرآن لکھا ہوا موجود تھا۔ اور اس میں مختلف محاوروں کے سات طرح کے لفظ بھی موجود تھے لیکن وہ قرآن اس طرح متفرق طور پر تھا کہ چند سورتیں ایک صحابی کے پاس تھیں تو چند کسی دوسرے کے پاس۔

عہد صدیقی میں جمع قرآن کی صورت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں مسیلمہ کذاب سے جو لڑائی ہوئی اس میں سات سو سے زیادہ حافظ قرآن صحابہ شہید ہوگئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ اندیشہ ہوا کہ حافظ قرآن صحابہ کے اور ان صحابہ کے جن کے پاس متفرق طور پر قرآن کی آیتیں لکھی ہوئی تھیں اس طرح رفتہ رفتہ دنیا سے اٹھ جانے کے سبب سے کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن شریف کی کچھ آیتیں ضائع ہوجائیں۔ اس اندیشہ کے رفع کرنے کی غرض سے حضرت عمرؓ سے مشورہ لینے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زید بن ثابتؓ سے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کاتب وحی تھے اس لئے اس زمانہ کی متفرق لکھی ہوئی سورتوں کو لے کر عمرؓ اور تم مسجد نبوی کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور جب تک دو صحابی اس بات کی گواہی نہ دیں کہ یہ آیت ان کے سامنے اتری ہے اس وقت تک کوئی آیت داخل قرآن شریف نہ سمجھی جائے۔ حضرت عمرؓ اور زید بن ثابتؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فرمانے کے موافق عمل کیا اور متفرق سورتوں کے ورقوں اور حافظ قرآن صحابہ کی یاد کے موافق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ کا ایک جائی طور پر لکھا ہوا سارا قرآن تیار ہوگیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی متفرق لکھی ہوئی سورتوں کو اس قرآن میں اکٹھا کیا گیا تھا۔ اس واسطے مختلف محاوروں کے موافق قرآن شریف کے جو لفظ سات طرح پڑھے جاسکتے تھے وہ مختلف لفظ بھی اس قرآن میں لکھے

Marfat.com

گئے۔ اور حضرت عمرؓ کی خلافت تک یہی قرآن قائم رہا۔

مصحف عثمانی اور ابن مسعودؓ کے اختلاف کی حیثیت

حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ان مختلف لفظوں کے سبب سے جب طرح طرح کے جھگڑے لوگوں میں پیدا ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے اس باب میں صحابہ سے مشورہ لیا اور مشورہ کے بعد تمام صحابہ کی یہ صلاح قرار پائی کہ مختلف لفظوں کو قرآن شریف میں سے نکال کر قریش کے محاورہ کے موافق ایک قرآن شریف لکھا جاوے اور اس کی چند نقلیں کرائی جا کر جگہ جگہ بھیج دی جائیں۔ اور اسی ایک قرات کا لوگوں کو پابند کر دیا جاوے۔ تمام صحابہ کی اس صلاح کے موافق عثمانؓ نے زید بن ثابتؓ۔ عبداللہ بن زبیر اور چند صحابہ کو اس کام پر مقرر کیا جنہوں نے تمام صحابہ کی صلاح کے موافق قرآن شریف تیار کیا۔ اسی قرآن کو مصحف عثمانی کہتے ہیں۔ عثمانؓ نے اس قرآن کی پانچ نقلیں کرا کے ایک تو اپنے پاس مدینہ منورہ میں رکھ لی اور چار نقلیں چاروں طرف مسلمانی شہروں میں بھیج کر یہ تاکیدی حکم دے دیا کہ ہر جگہ اس مصحف عثمانی کی نقلیں کر لی جاویں اور اس سے پہلے کے قرآن جہاں جہاں ہوں وہ تلف کر دئے جائیں۔ سابق کے قرآنوں میں کا ایک قرآن حفصہؓ کی حیات تک جو باقی تھا مروان نے حضرت حفصہؓ کی وفات کے بعد عبداللہ بن عمرؓ سے لے کر پھر وہ بھی تلف کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اختلاف جو اس باب میں مشہور ہے وہ مصحف عثمانی کی اور کسی حالت کی بابت نہیں ہے بلکہ عبداللہ بن مسعودؓ کو فقط اتنی ہی بات کا رنج تھا کہ زید بن ثابتؓ جوان کے سامنے کے بچے ہیں وہ اس کام میں شریک کئے گئے اور خلیفہ عثمانؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو اس کام میں شریک نہیں کیا۔ حضرت عثمانؓ کا عذر اس باب میں یہ تھا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے کوفہ سے آنے میں دیر ہو گی اور یہاں قرآن کے اختلافی لفظوں کی قرات کے باب میں روز جھگڑے بڑھتے جاتے ہیں اس لئے اس کام میں عبداللہ بن مسعودؓ کا انتظار مناسب نہیں ہے۔ اختلافی لفظوں کی قرات کے روکنے کے لئے اگرچہ مصحف عثمانی میں اکثر لفظوں کے لئے رسم خط قرار دیا گیا تھا جس کے سبب سے صدیقی قرآن کے بہت سے اختلافی لفظ مصحف عثمانی میں نہیں لئے گئے کیونکہ بیان اوپر گزر چکا ہے کہ ان اختلافی لفظوں کے اختلاف کا جھگڑا مٹانے کے لئے مصحف عثمانی لکھا گیا تھا اور اس سے پہلے کے سب قرآن تلف کر دئے گئے تھے۔

مباحث قرات و تجوید

لیکن اس وقت تک زبر۔ زیر۔ پیش۔ جزم۔ تشدید کا رواج نہ تھا۔ اس واسطے اس رسم خط کے قرار دینے کے بعد بھی زبر۔ زیر۔ پیش جزم تشدید کے نہ ہونے سے جو لفظ کئی طرح پڑھا جا سکتا تھا اس کو ایک شہر والوں نے کسی طرح پڑھا۔ اور دوسرے شہر والوں نے اور طرح پڑھا مثلاً خاتم النبیین میں خاتم کے لفظ کو بعضے سلف نے ت کے زیر سے پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور بعضے سلف نے لفظ خاتم کو ت کے زبر سے پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر نبی ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مصحف عثمانی کے لفظوں کو بعضے لوگوں نے ایک طرح اور بعضے لوگوں نے دوسری طرح جو پڑھا اسی کا نام سات قراءتیں ہیں۔ جو حال میں نافع ابن عامر ابو عمرو حمزہ ابن کثیر عاصم کسائی کے نام سے مشہور ہیں۔ مصحف عثمانی

Marfat.com

کے رسم خط کی پابندی کے سبب سے مصحف صدیقی کے سارے اختلافی لفظ مصحف عثمانی میں نہیں آئے۔ اور حال کی سات قرأتیں مصحف عثمانی سے نکالی گئی ہیں۔ اس واسطے یہ قول بہت صحیح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے موافق سات طرح پڑھے جانے کے سارے لفظ حال کی سات قرأتوں میں نہیں ہیں اس واسطے حدیث کے موافق جو سات قرأتیں تھیں وہ جدا تھیں۔ اور حال کی سات قرأتیں جدا ہیں۔

حال کی ان سات قرأتوں میں سے جس قرأت کی سند مشہور ساتوں قاریوں سے لے کر صحابہ اور تابعین تک صحیح ہوتی ہے وہ متواتر قرأت کہلاتی ہے۔ ورنہ شاذ کہلاتی ہے۔ جیسے سورہ الاحزاب میں ویرضین بما آتیتہن کلہن جو آیت کا ٹکڑا ہے اس میں لفظ کلہن کو لام کے پیش اور زبر دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ لیکن زبر کی قرأت کی سند صحیح نہیں تھی اس لئے اس کو شاذ ٹھہرایا گیا۔ بعضی تفسیروں میں یہ جو ہے کہ ہر قرأت کا حکم وہی ہوتا ہے جو آیت کا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شان متواتر قرأت کی ہے شاذ کی نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ جس قرأت کی سند میں اول سے آخر تک اس کثرت سے راوی ہوں جو عادت کے طور پر جھوٹے نہیں ہو سکتے تو ایسی قرأت کو متواتر کہتے ہیں قرآن شریف کی اکثر قرأتیں ایسی ہی ہیں۔ جس قرأت کی سند متواتر کے درجہ سے کم ہو وہ مشہور کہلاتی ہے جو مشہور کے درجہ سے بھی کم اور مصحف عثمانی کے رسم الخط کے بھی برخلاف ہو وہ قرأت آحاد ہے جس قرأت کی سند صحیح نہ ہو وہ شاذ ہے۔ متواتر اور مشہور قرأتوں میں قرآن کی تلاوت جائز ہے آحاد اور شاذ قرأتوں میں جائز نہیں۔

صحابہ میں عثمانؓ۔ علیؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ زیدؓ بن ثابت۔ عبداللہؓ بن مسعود۔ ابو درداءؓ۔ ابو موسیٰ اشعری۔ یہ سات صحابی قاری مشہور ہیں تابعیوں میں سے مثلاً زید بن اسلم ابن شہاب زہری مدینہ میں مجاہد عکرمہ مکہ میں ابراہیم نخعی شعبی کوفہ میں اور قتادہ ابن سیرین بصرہ میں قاری مشہور تھے۔ حال کی سات قرأتوں کے جن قاریوں کا ذکر اوپر گزرا انہوں نے تابعیوں سے قرأت سیکھی ہے وقف کی جگہ وقف۔ مد کی جگہ مد جس طرح قرأت کی ضروری باتیں ہیں۔

قرآن شریف کے ہر ایک حرف کا صحیح مخرج سے نکالنا بھی اس طرح قرأت کی ایک ضروری بات ہے تاکہ حرفوں کے مخرج کے بدل جانے سے قرآن شریف کے معنے نہ بدل جاویں۔ لیکن حال کے بعضے قاری آواز کے موزون کرنے کے لئے بغیر مد کی جگہ آواز کو بڑھایا یا مد کی جگہ گھٹا دیتے ہیں یا حرفوں کو مخرج سے نکالنے میں ایسا تکلف کرتے ہیں۔ جس سے طرح طرح کا منہ بنانا پڑتا ہے۔ یہ باتیں صحابہ اور تابعین کی قرأت میں نہیں پائی جاتیں۔

ناسخ و منسوخ

اگر کوئی حکم ایک آیت کے ذریعہ سے نازل ہو کر دوسری آیت کے ذریعہ سے دوسرا حکم پہلے حکم کے برخلاف نازل ہوا جس سے پہلے حکم پر عمل کرنا موقوف ہو گیا۔ تو ایسی دو آیتوں کو ناسخ منسوخ کہتے ہیں۔ جس آیت پر عمل کرنا موقوف ہو گیا وہ منسوخ کہلاتی ہے۔ اور جس پر عمل جاری ہے اس کو ناسخ کہتے ہیں۔

ناسخ منسوخ کے یہ معنے جو اوپر بیان کئے گئے۔ صحابہ اور تابعین کے قولوں سے یہی معنے نکلتے ہیں۔ اوپر کے معنے کے موافق تمام قرآن میں جو پانچ آیتیں منسوخ ہیں وہ یہ ہیں۔

Marfat.com

نمبر	نام سورۃ	ناسخ آیت	نام سورۃ	منسوخ آیت
۱	البقرۃ (۲۳۴)	وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ جن کے شوہر مرجائیں اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ وہ چار ماہ دس دن اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا الآیۃ عدت گذاریں	البقرۃ (۲۴۰)	وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا جن کے شوہر مرجائیں وہ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ عورتیں سال بھر تک غَيْرَ اِخْرَاجٍ الآیۃ بیٹھی رہیں
۲	النساء (۲۴)	يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ الآیۃ وارثوں کے حصے خود خدا نے مقرر کر دیئے	البقرۃ (۱۸۰)	كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ وارثوں کے لئے وصیت اِنْ تَرَكَ خَيْرَا اِلْوَصِيَّةُ الآیۃ فرض ہے۔
۳	الانفال (۶۶)	اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ الآیۃ اب تخفیف کر دی تم سے اللہ نے	الانفال (۶۵)	اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ الآیۃ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کرے۔
۴	المجادلۃ (۱۲)	فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پیغمبر سے سرگوشی کے وقت اگر صدقہ نہ دو تو بھی معاف ہے	المجادلۃ (۱۲)	اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً پیغمبر سے سرگوشی کے وقت صدقہ نکالو۔
۵	المزمل (۲۰)	عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ الآیۃ اپنی مرضی اور آسانی کے مطابق تہجد پڑھو	المزمل (۲)	يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ الآیۃ سوا تھوڑی سی رات کے باقی رات تہجد کی نمازیں گذارو۔

علمائے متقدمین اور متاخرین میں یہ جو اختلاف ہے کہ کسی حدیث سے کوئی آیت قرآنی منسوخ ہوسکتی ہے یا نہیں۔ حاصل اس اختلاف کا یہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک جب ناسخ منسوخ کے یہ معنے ہیں کہ ایک حکم سے دوسرا حکم بالکل اٹھ جاوے تو ان کے نزدیک کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں پائی جاتی جس سے قرآن شریف کی کسی آیت کا حکم بالکل اٹھ جاوے بلکہ ان کے نزدیک جس قدر حدیثیں ہیں ان میں یا تو قرآن شریف کی کسی آیت کے مضمون کی تاکید ہے۔ یا تفسیر کے طور پر قرآن شریف کی کسی آیت کے مضمون میں کوئی بات بڑھا کر اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ جیسے سورہ النساء کی آیت حرمت علیکم امہاتکم میں عورت کی پھوپھی یا خالہ کے ساتھ نکاح کرنے کی تفصیل نہیں تھی۔ ابوہریرہؓ کی صحیح بخاری و مسلم کی حدیث سے آیت کے حکم میں یہ مناہی اور بڑھ گئی اب متقدمین کے نزدیک یہ آیت اس لئے منسوخ نہیں ہے کہ آیت کا اصلی حکم باقی ہے۔ متاخرین نے جو ناسخ منسوخ کے معنے قرار دیئے ہیں۔ اس کا مفصل ذکر اصول فقہ کی کتابوں میں ہے۔ یہاں حاصل کلام اتنا ہی ہے کہ ان معنوں کے موافق آیت کے مضمون پر کسی بات کا بڑھ جانا بھی ناسخ منسوخ میں داخل ہے اس واسطے متاخرین کے نزدیک یہ آیت حدیث سے منسوخ ہے اگرچہ زیادہ تفصیل اس کی اصول فقہ کی کتابوں میں ہے۔ لیکن اصل بات

۹۱۷۳

Marfat.com

یہ ہے کہ دین کی سب باتیں متاخرین تک متقدمین کے ذریعہ سے پہنچی ہیں۔ اس لئے اس باب میں بھی متاخرین کو متقدمین کے قول کی پیروی اولیٰ ہے۔ اور بعض منسوخ آیتیں ایسی بھی ہیں کہ ان کی تلاوت منسوخ ہے اور حکم باقی ہے۔ جیسے بیاہے ہوئے مرد اور عورت کے سنگسار کرنے کا حکم باقی ہے اور اس حکم کے لفظوں کی تلاوت منسوخ ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ جس میں حضرت عمرؓ نے صحابہ سے فرمایا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ بیاہے ہوئے مرد اور عورت کے سنگسار کرنے کی آیت قرآن شریف میں تھی ہم سب نے اس کو پڑھا اور یاد کیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے موافق عمل بھی کیا ہے۔ لیکن اس آیت کی تلاوت جو منسوخ ہو گئی اس سے مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ یہ کہہ کہہ کہیں اس آیت کے حکم کے منکر نہ ہو جائیں کہ یہ آیت قرآن میں نہیں پائی جاتی اس لئے اس کا حکم بھی باقی نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ سنگسار کرنے کی آیت قرآن شریف میں تھی۔ جس کو صحابہ نے پڑھا اور یاد کیا ہے اور پھر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی لیکن اس کا حکم باقی ہے۔

صحیح مسلم میں ابو موسیٰؓ اشعری سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم لوگ قرآن شریف کی سورتوں میں ایک سورۃ براءۃ کے برابر پڑھا کرتے تھے۔ مگر اب وہ یاد نہیں رہی۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ بعضی آیتوں کی تلاوت اور ان کا حکم دونوں منسوخ ہیں اور ان کے معاوضہ میں دوسری ناسخ آیتیں بھی نازل نہیں ہوئیں۔

قرآن شریف لوگوں کی فرماں برداری آزمانے کے لئے نازل ہوا ہے کہ کون اس کے احکام کو مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ سورۃ مجادلہ کی آیت کے لفظوں کو تلاوت میں داخل رکھ کر اس کے حکم کو منسوخ فرما دینا یا سنگساری کی آیت کے لفظوں کو تلاوت سے نکال کر اس کے حکم کو بحال رکھنا اس میں بھی ایک آزمائش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق کونسا فرقہ اس آزمائش میں پورا اترتا ہے اور کونسا ادھورا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق ظہور ہوا کہ خارجی فرقہ نے اور معتزلہ فرقہ کے بعضے لوگوں نے سنگساری کے حکم کو نہیں[1] مانا۔ جس سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ اس آزمائش میں ادھورے اترے۔

پچھلے انبیاء اور پچھلی امتوں کے قصے جنت اور دوزخ کا حال جن آیتوں میں ہیں۔ ان آیتوں کو اخبار کی آیتیں کہتے ہیں کیونکہ ان آیتوں میں اگلے پچھلے حال کی خبر دی گئی ہے۔ اس طرح کی آیتوں میں ناسخ منسوخ نہیں ہے کیونکہ ایک خبر کو دو طرح بیان کرنے سے دونوں خبروں میں سے ایک خبر جھوٹی پائی جاتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ اسی طرح وعدہ کی آیتوں کا حال ہے۔ کیونکہ وعدہ کر کے اس کو پورا نہ کرنا وعدہ خلافی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے بہت بعید ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس طرح کی آیتوں کو بعضے مفسروں نے ناسخ منسوخ میں جو داخل کیا ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

بعضی آیتوں کا حکم کسی سبب پر منحصر ہوتا ہے جیسے مثلاً زکوٰۃ کی آیت کا سبب مال داری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جب تک مال دار ہے اس وقت تک زکوٰۃ کا حکم اس سے متعلق ہے جب مفلس ہو جائے گا تو یہ حکم اس سے متعلق نہ رہے گا۔ ہاں اگر مفلسی کے بعد یہ شخص پھر مال دار ہو جائے گا تو زکوٰۃ کے حکم کی تعمیل پھر اس کے ذمہ ہوگی۔ اسی طرح ہجرت سے پہلے اہل اسلام

---

[1] جیسے دور کے بعض کج فہم اور شرعی پابندیوں سے آزادی چاہنے والے الحاد پسند بھی اس حکم کے ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ مسئلہ مسلمانوں کا اجماعی ہے۔

Marfat.com

کی کمزوری کے سبب سے درگزر کا حکم تھا۔ ہجرت کے بعد جب اہل اسلام میں قوت آگئی تو لڑائی کا حکم ہوا اب ضعف اسلام کے زمانہ میں پھر وہی درگزر کا حکم ہے۔ غرض لڑائی کے حکم سے درگزر کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ اسی واسطے صحیح مسلم کی ابو سعیدؓ خدری کی روایت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کے حکم کے بعد فرمایا جو ایمان دار شخص کوئی بات خلاف شریعت دیکھے تو ہاتھ پیر کی قوت سے اس کو مٹا دے۔ اور اگر ضعف اسلام کے سبب سے اتنی طاقت نہ ہو تو زبانی نصیحت سے کام لیوے۔ اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو ضعیف درجہ ایمان کا یہ ہے کہ دل سے اس خلاف شریعت بات کو برا جانے اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ ضعف اسلام کے سبب سے اب بھی درگزر کا حکم عمل کے لائق ہے لڑائی کے حکم سے منسوخ نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ بعض تفسیروں میں لڑائی کے حکم سے درگزر کی آیتوں کو منسوخ جو ٹھہرایا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ منسوخ حکم کے موافق عمل کرنا کسی زمانہ میں جائز نہیں ہے۔

ربط آیات

قرآن شریف کی آیتوں میں کہیں مشرکوں اور منافقوں کا ذکر ہے کہیں مسلمانوں کی ہدایت کے لئے نماز، روزہ حج، زکوٰۃ اور حلال حرام کے احکام ہیں۔ اسی طرح کہیں پچھلے انبیا اور ان کی امتوں کا ذکر ہے کہیں قیامت اور جنت دوزخ کا۔ غرض جہاں ایک مضمون کی چند آیتیں ہیں وہاں تو اگلی پچھلی آیتوں میں بلا تکلف ربط پیدا ہو سکتا ہے اور جہاں اوپر کی آیتوں کا مضمون جدا ہے اور نیچے کی آیتوں کا جدا ایسے موقع پر حافظ ابو جعفر ابن جریرؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیروں میں اوپر نیچے کے عقلی ربط کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ اس اردو تفسیر کی بنیاد ان ہی نقلی معتبر تفسیروں پر رکھی گئی ہے اس لئے اس میں بھی دو آیتوں کے عقلی ربط کے پیدا کرنے کا طریقہ نہیں اختیار کیا گیا۔ بلکہ قرآن شریف کے اوپر نیچے کے مضمون کی مدد سے جو ربط دو آیتوں کا ان معتبر تفسیروں میں تھا وہی بیان کر دیا گیا ہے تاکہ عقلی ربط کے بیان کرنے سے تفسیر کی بنیاد ضعیف نہ ہو جاوے۔ اوپر نیچے کی آیتوں میں ربط کے دشوار ہونے کی مثال سورۃ القیامہ کی آیتوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ ساری سورت قیامت کے بیان میں ہے۔ اور سورت کے بیچ میں لا تحرک به لسانك سے ثم علینا بیانه تک ایسی آیتیں ہیں جن کو سورت کے اول اور آخر کی آیتوں کے مضمون سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اگرچہ بعضے مفسروں نے بڑے تکلف سے ان آیتوں اور سورت کی اول اور آخر کی آیتوں میں ربط پیدا کیا ہے۔ لیکن وہ عقلی ربط صحیح بخاری اور ترمذی کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی صحیح روایت کے برخلاف ہے اس واسطے صحیح تفسیر وہی ہے۔ جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی صحیح روایت کے حوالہ سے سورۃ القیامۃ میں آوے گی کہ ان آیتوں کا سورت کی آیتوں کے مضمون سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ابتدائے وحی کے زمانہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کے ساتھ وحی کی آیتوں کو بھول چوک کے خوف سے خود بھی پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ اس کی مناہی میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور جن آیتوں کی قرأت میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جلدی کی تھی۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے سورت کی ان آیتوں کے ساتھ یہ آیتیں بھی لکھائی گئیں کیونکہ سورہ القیامہ کی تفسیر میں مسند امام احمد ترمذی نسائی وغیرہ کی عثمانؓ بن ابی العاصؓ کی یہ معتبر روایت آوے گی کہ اللہ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام ہر ایک آیت کے لکھے جانے کا موقع اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح سمجھا دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

نزول قرآن قریش کی لغت میں

صحیح بخاری میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جمع کئے ہوئے قرآن میں سے اختلافی لفظ نکالے جاکر مصحف عثمانی جب لکھا جا رہا تھا تو مصحف عثمانی کے لکھنے والے صحابہ کو عثمانؓ نے یہ ہدایت کر دی تھی کہ مصحف عثمانی میں قریش کی بول چال کے لفظ قائم رکھے جاویں کیونکہ اصل قرآن قریش کی زبان میں اُترا ہے۔

قرآن کا اعجازی وصف

صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معجزوں کے علاوہ مجھ کو قرآن کا معجزہ اللہ تعالےٰ نے ایسا دیا ہے جس سے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن قرآن شریف کی پیروی کرنے والوں کی تعداد اور شریعتوں کے پابند لوگوں سے زیادہ ہو گی۔ صحیح بخاری و مسلم میں جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے جس میں جبیرؓ بن مطعم کہتے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے جب میں نے سورۂ والطور سنی۔ تو میرے دل کا یہ حال تھا کہ پاش پاش ہوا جاتا تھا۔ اسی سبب سے میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ ان روایتوں سے قرآن شریف کے معجزہ ہونے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن شریف میں لفظ وہی ہیں جو اہل مکہ رات دن بولتے رہتے تھے لیکن قرآن شریف میں اُن ہی لفظوں کو ایسی ترکیب سے برتا گیا ہے جس میں معجزہ کا اثر ہے۔ جس کے سبب سے اہل عرب جب قرآن شریف کی آیتیں سنتے تھے۔ تو اُن کا دل بے قابو ہو جاتا تھا۔ اور یہی اثر قرآن شریف کی نصیحت میں قیامت تک باقی رہے گا۔ جس کے سبب سے قیامت کے دن قرآن کی پیروی کرنے والے دوسری امتوں کے پابند شریعت لوگوں سے بڑھے ہوئے ہوں گے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے اور کتنے آدمی دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوموسےٰ اشعریؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی۔ اور اچھے بُرے آدمیوں کی مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اگرچہ قرآن شریف کی نصیحت میں وہ معجزہ کا اثر ہے۔ جس سے سننے والوں کا دل قابو میں نہیں رہتا لیکن اہل مکہ میں سے جو لوگ اللہ تعالےٰ کے علم غیب میں دوزخی ٹھہر چکے تھے۔ ان کے حق میں وہ معجزہ صفت قرآن کی نصیحت اسی طرح رائگاں گئی جس طرح بُری زمین میں مینہ کا پانی رائگاں جاتا ہے۔

عربی زبان کی ابتداء

مکہ کے آباد ہونے سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کا حضرت ہاجرہ اور اسماعیلؑ علیہ السلام کو مکہ کے جنگل میں چھوڑ جانے کا اور وہاں اس جنگل میں زمزم کے چشمہ کے نکلنے کا جو قصہ ہے اس قصہ کی ایک بہت بڑی روایت عبداللہ بن عباسؓ سے صحیح بخاری میں ہے اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اس جنگل میں اللہ کی قدرت سے جب زمزم کا چشمہ نکل آیا تو پانی کے آرام کے سبب سے قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ اس جنگل میں آباد ہو گئے اور جوان ہو جانے کے بعد اس قبیلہ کے لوگوں سے اسمٰعیل علیہ السلام نے عربی زبان سیکھی۔ یہ جرہم بن قحطان حضرت نوح علیہ السلام کی چھٹی پشت میں ہے۔ قبیلہ جرہم اسی کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اس جرہم بن قحطان کا ایک بھائی یعرب بن قحطان تھا مشہور یوں ہے

Marfat.com

کہ قحطانی لوگوں میں عربی زبان انُسی کی ایجاد ہے۔ مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دوسری روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عربی زبان کے لفظ پہلے پہل اسماعیل علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ان دو مختلف روایتوں کی مطابقت یوں بیان کی ہے کہ صحیح بخاری کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے موافق عربی زبان تو حضرت اسماعیلؑ سے پہلے تھی۔ مگر مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی دوسری روایت جو ہے اس کے موافق فصیح عربی زبان کی ابتدا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہے۔ نسب کے بیان میں جو کتابیں ہیں۔ ان میں معتبر سند سے حضرت علیؓ کی ایک روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فصیح عربی زبان کی ابتدا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہے۔ حافظ ابن حجر نے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی دو مختلف روایتوں میں جو مطابقت بیان کی ہے حضرت علیؓ کی اس روایت سے اس کی پوری تائید ہوتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سلف میں جو یہ اختلاف ہے کہ قرآن شریف میں سوائے عربی زبان کے اور کسی زبان کے لفظ ہیں یا نہیں صحیح طور پر رفع اس اختلاف کا یہی ہے کہ مثلاً ابراہیم علیہ السلام کا نام یا حضرت ہاجرہ کا نام۔ یا اسی طرح کے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پہلے کے لفظ جو اسمٰعیل علیہ السلام اور بنی اسمٰعیل کی بول چال میں داخل ہو گئے تھے۔ غیر زبان کے وہی لفظ قرآن شریف میں ہیں۔ غیر زبان کا کوئی ایسا اوپری لفظ قرآن شریف میں نہیں ہے جو بنی اسمٰعیل کی بول چال کے برخلاف ہو۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو قریش جو بنی اسمٰعیل میں اپنے اور اعتراضوں کی طرح قرآن شریف پر یہ اعتراض بھی ضرور کرتے کہ قرآن کا قریش کی زبان میں نازل ہونا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اس میں بنی اسمٰعیل کی بول چال کے برخلاف بہت سے لفظ موجود ہیں اور قریش کے اس طرح کے کسی اعتراض اور اس کے جواب کا کچھ ذکر قرآن شریف میں ضرور ہوتا۔ جب قرآن شریف میں اس کا کچھ ذکر نہیں ہے۔ تو قرآن شریف کے موافق سلف کے اختلاف کا رفع وہی صحیح ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔

فضائل تلاوت

پورے قرآن شریف اور اس کی بعض سورتوں اور آیتوں کی فضیلت میں بہت سی صحیح حدیثیں ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عثمانؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کے پڑھنے پڑھانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت اچھے لوگوں میں ہیں۔ اسی طرح بخاری اور مسلم میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھنے والے ایماندار شخص کی مثال خوشبودار میوہ کی سی ہے کہ اس میں خوشبو اور مزہ دونوں چیزیں ہیں اور قرآن نہ پڑھنے والے ایماندار شخص کی مثال کھجور کی سی ہے کہ اس میں فقط مزہ ہے خوشبو نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں ابوامامہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں قیامت کے دن قرآن شریف ان کی شفاعت کر کے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔ ابوامامہ کی روایت سے ابوموسیٰؓ اشعری کی روایت کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح خوشبودار میوہ میں خوشبو اور مزہ دو وصف ہیں اسی طرح ایماندار قرآن پڑھنے والے شخص میں دوزخ کے عذاب سے بچنے کے دو سبب ہیں ایک ایمان دوسرا تلاوت قرآن۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایسے شخص کی عادت سیکھنے کی ہر ایماندار آدمی کو حرص کرنی چاہیئے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا اور وہ ہر وقت اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں قرآن شریف پڑھا جاوے وہاں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی رحمت اترتی ہے اور اللہ کے فرشتے اسی گھر میں قرآن شریف سننے کو آتے ہیں معتبر سند سے ترمذی میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے شخص کو قرآن شریف کے ہر ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے معتبر سند سے ترمذی میں ابو سعید خدریؓ سے حدیث قدسی کی روایت ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا قرآن کی تلاوت میں مشغول رہنے کے سبب سے جو شخص اپنے کسی مطلب کی دعا نہ مانگ سکے گا تو اللہ تعالےٰ ایسے شخص کے دل کا مطلب بغیر دعا کے خود پورا کر دے گا کیونکہ قرآن کی تلاوت کو ہر ایک دعا پر ایسی ہی فضیلت ہے جس طرح اللہ تعالےٰ کی ذات کو تمام مخلوقات پر فضیلت ہے اس لئے قرآن کی تلاوت سے ہر ایک مطلب بغیر دعا کے حاصل ہو سکتا ہے صحیح بخاری ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ میں ابو سعد بن المعلےٰؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو قرآن کی بہتر سورت فرمایا ہے یہ ابو سعد انصاریؓ صحابہ میں ہیں صحیح مسلم میں ان کی کوئی روایت نہیں ہے ان کا نام رافع بن اوس ہے۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں ابو امامہؓ سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورۂ بقر اور سورۂ آل عمران پڑھے گا تو یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن اس شخص کو دوزخ کے عذاب سے چھوڑانے میں بڑی کوشش کریں گی۔ صحیح مسلم میں ابو درداؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورۃ الکہف کی اول کی دس آیتیں یاد کر لے گا تو وہ دجال کی آفت سے بچا رہے گا۔ مسند امام احمد ابو داؤد نسائی وغیرہ میں معقل بن یسار سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ یٰس کو قرآن کا دل فرمایا ہے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے معتبر سند سے ترمذی ابو داؤد وغیرہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تبارک الذی پڑھے گا تو وہ قیامت کے دن اس شخص کی شفاعت کرے گی۔

اس تفسیر میں جگہ جگہ سورتوں اور آیتوں کی فضیلت بیان کر دی گئی ہے۔ اس لئے یہاں اس بیان کو زیادہ طول نہیں دیا گیا ہے۔

یہ تو فقط قرآن شریف کی تلاوت کرنے کی فضیلت ہوئی اب جو لوگ قرآن شریف کی تلاوت کے وقت قرآن شریف کا مطلب بھی سمجھیں گے اللہ تعالےٰ ان کو معزز فرشتوں کا مرتبہ عنایت فرما دے گا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت عائشہؓ کی روایت میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔

باعث تالیف

قرآن شریف عربی زبان میں ہے اور ہر شخص کو عربی زبان کے سمجھنے کی طاقت نہیں اس واسطے شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم کے عام فہم اردو کے ترجمہ کے زیادہ عام فہم ہو جانے کی غرض سے اسی ترجمہ کی سلیس اردو کے ڈھنگ پر پہلے چیدہ چیدہ آیتوں کے فوائد "احسن الفوائد" کے نام سے تین ترجمے کے قرآن مطبوعہ مطبع فاروقی کے حاشیہ پر چھاپ دئیے گئے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ان فوائد سے مسلمان بھائیوں کو بہت فائدہ پہنچا جس کے سبب سے اس قرآن تین ترجمہ مع فوائد کے اب بہت لوگ خواہش مند ہیں۔ لیکن وہ قرآن نہیں ملتا۔ ان فوائد میں چیدہ چیدہ

Marfat.com

آیتوں کا مطلب تھا۔ اس واسطے اُن فوائد سے پورے قرآن شریف کا مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ اس لئے ان فوائد کا یہ نقصان رفع کرنے کی غرض سے شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم کے ترجمہ کا یہ قرآن اس ڈھنگ سے چھاپا گیا ہے کہ اوپر قرآن شریف کی آیتیں اور اُن کا ترجمہ ہے۔ اور نیچے احسن الفوائد کے طور پر تمام قرآن شریف کی مختصر صحیح تفسیر ہے۔ تاکہ ترجمہ اور اس تفسیر کی مدد سے اُردو دان مسلمان مرد اور عورتیں قرآن شریف کا مطلب اچھی طرح سمجھ کر حضرت عائشہؓ کی اوپر کی بہت صحیح حدیث کے موافق معزز فرشتوں کا مرتبہ حاصل کریں۔[1]

دوسرا باب تفسیر کے بیان میں

پہلی فصل: مبادیات علم تفسیر اور اصول تفسیر وغیرہ!

تفسیر و تاویل میں سلف فرق نہیں کرتے تھے

بعضے مفسروں نے تفسیر اور تاویل میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ قرآن شریف کے مشکل لفظوں کے الگ الگ معنے بیان کئے جائیں تو اس کو تفسیر کہتے ہیں اور اگر پوری آیت کا مطلب آسان لفظوں میں بیان کیا جاوے تو اس کو تاویل کہتے ہیں۔ جیسے مثلاً آیت کے ٹکڑے ان ربک لبالمرصاد کے یہ معنے بیان کئے جائیں کہ مرصاد رصد سے نکلا ہے جس کے معنے تاک لگانے کے ہیں تو اس معنے کو آیت کے ٹکڑے کی تفسیر کہویں گے اور جب آیت کے ٹکڑے کا یہ مطلب بیان کیا جاوے گا کہ قوم ثمود اور فرعون کی سرکشی اور ہلاکت کے ذکر کے بعد آیت کا یہ ٹکڑا اس لئے نازل فرمایا گیا ہے کہ اس سے قریش اس بات کو سمجھ لیویں کہ جو لوگ قوم ثمود اور فرعون کے قدم بقدم چلیں گے۔ اُن کا یہی انجام ہوگا۔ جو انجام قوم ثمود اور فرعون کا ہوا تو اس کو کہا جاوے گا کہ یہ آیت کے ٹکڑے کی تاویل ہے۔ تفسیر کے معنی کسی مطلب کو کھول کر بیان کرنے کے اور تاویل کے معنے کسی بات کو ڈھنگ اور کل سے بٹھا دینے کے ہیں۔

تفسیر اور تاویل کا جو فرق اوپر بیان کیا گیا اس کو اکثر سلف نے پسند نہیں کیا اور یہ کہا ہے کہ قرآن شریف کے لفظوں کے الگ الگ معنے بیان کئے جائیں یا پوری آیت کا مطلب بیان کیا جاوے تفسیر کا لفظ دونوں معنوں پر بولا جاتا ہے۔ سورۃ الفرقان کی آیت ولا یاتونك بمثل الا جئناك بالحق واحسن تفسیرا میں اللہ تعالےٰ نے جو تفسیر کے لفظ کا استعمال فرمایا ہے۔ اس سے یہی معلوم ہے کہ پوری آیتوں کے مطلب کے بیان کو بھی تفسیر کہتے ہیں کیونکہ سورۃ الفرقان کی اس آیت کا حاصل مطلب یہی ہے کہ مشرکین مکہ قرآن شریف کی کسی آیت کے مضمون کے باب میں کوئی ناسمجھی کی بات منہ سے نکالتے ہیں تو اللہ تعالےٰ آیت کے مضمون کی اچھی طرح تفسیر بیان کر کے مشرکین مکہ کی اس ناسمجھی کی بات کو بے اصل ٹھہرا دیتا ہے۔ جیسے جب اس مضمون کی آیتیں نازل ہوئیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے جس کو اُس نے

---

[1] احسن التفاسیر کا باعث و طریق تالیف آئندہ اس مقدمہ کے ص ۴۲ پر بھی مفسرؒ نے ذکر کیا ہے۔ نیز اس تفسیر کے خصوصیات کو اس مقدمہ میں مختلف مقامات پر بھی بیان فرمایا ہے۔ ع

Marfat.com

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے تو مشرکین مکہ نے ناسمجھی سے ان آیتوں کو نہیں مانا اور یہ کہا کہ اللہ کا رسول انسان نہیں ہو سکتا فرشتہ ہونا چاہئے اس پر اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی آیتوں کی سورۃ الانعام میں یہ تفسیر فرمائی کہ فرشتہ کو اصلی صورت میں دیکھنا آدمی کی طاقت سے باہر ہے اس لئے کوئی فرشتہ بھی رسول بنا کر بھیجا جاوے گا تو وہ بھی آدمی کی صورت میں ہوگا ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جو روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی عقل سے بیان کرے گا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اس حدیث کے معنے بھی علما نے یہی بیان کئے ہیں کہ جو شخص عقل سے قرآن شریف کی کسی آیت کا مطلب بیان کرے گا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اس حدیث کی سند کے ایک راوی عبدالاعلیٰ کو اگرچہ امام احمد اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین نے عبدالاعلیٰ کو معتبر راویوں میں شمار کیا ہے اسی واسطے ترمذی نے اس حدیث کو معتبر قرار دیا ہے۔ علاوہ اس کے ابوداؤد اور نسائی میں بھی اس باب میں روایتیں ہیں جس کے سبب سے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت ہو جاتی ہے۔ یہ یحییٰ بن معین امام احمد امام بخاری اور امام مسلم کے اُستاد اور بغداد کے مشہور علما میں ہیں اور راویوں کے باب میں اُن کے قول کا بڑا اعتبار ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو مطلب سورۃ الفرقان کی آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ وہی مطلب حضرت عبداللہؓ بن عباس کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تفسیر کا لفظ پوری آیت کے مطلب کے بیان کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

اوپر گذر چکا ہے کہ کسی مطلب کو کھول کر بیان کیا جاوے تو اس کو تفسیر کہتے ہیں اسی واسطے جو علما قرآن کی آیتوں کے مطلب کو کھول کر بیان کرتے ہیں ان کو مفسر کہا جاتا ہے۔

مفسرین کے طبقے، پہلا طبقہ

مفسروں کے چند طبقے ہیں۔ پہلا طبقہ صحابہ کا ہے خلفائے اربعہ عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، ابوموسےٰ اشعریؓ عبداللہ بن زبیرؓ یہ دس صحابی مفسر مشہور ہیں لیکن صحیح بخاری کی وہ روایت جو مشہور ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حق میں یہ دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو قرآن کی تفسیر سکھاوے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حق میں قبول فرمائی جس قبولیت کے اثر سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا لقب ترجمان القرآن امت میں قرار پایا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر کے تذکرہ میں جو مجلس ہوا کرتی تھی تو حضرت عمرؓ اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ضرور شریک کیا کرتے تھے۔

ایک شبہے کا ازالہ

بعضے مفسروں نے یہ شبہ جو ظاہر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اہل کتاب سے روایتیں لیا کرتے تھے حالانکہ اہل کتاب سے روایت لینے کی مناہی ہے۔ یہ شبہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ لوگوں کو اہل کتاب سے روایت لینے کو منع کیا کرتے تھے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ وہ جس بات سے اوروں کو منع کرتے تھے وہ بات اپنے حق میں کیونکر جائز رکھ سکتے تھے۔ علاوہ اس کے صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے جو روایت ہے اس میں اہل کتاب سے اس طرح کی روایت لینے کی اجازت ہے کہ جو قرآن کے موافق ہو۔ پھر جن مفسروں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اہل کتاب سے روایت لیا کرتے تھے

Marfat.com

انھوں نے یہ نہیں ثابت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس قرآن کے مخالف روایتیں اہل کتاب سے لیا کرتے تھے۔ اس لئے علمائے امت نے اس شبہہ کو صحیح نہیں قرار دیا۔

عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر

حاصل کلام یہ ہے کہ تفسیر کے باب میں حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کا بڑا اعتبار ہے اس واسطے اصول تفسیر کا یہ مسئلہ قرار پا گیا ہے کہ جس آیت کی تفسیر میں صحابہ کا اختلاف ہو تو وہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صحیح قول کو ترجیح دی جاوے گی۔ تفسیر کے باب میں اگرچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول چند سندوں سے بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن ان سب سندوں میں علی بن ابی طلحہ کی سند بہت صحیح ہے اسی واسطے امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اسی سند کے قول کو جگہ جگہ اختیار کیا ہے۔ بعضے علماء کو یہ شبہہ پیدا ہوا ہے کہ صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں علی بن ابی طلحہ کا نام کسی سند میں پایا نہیں جاتا۔ اور علما نے اس شبہہ کا یہ جواب دیا ہے کہ اس سند کے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کو قال ابن عباسؓ کے لفظ سے بغیر سند کے امام بخاری نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں اس بات کو اچھی طرح کھول کر بیان کر دیا ہے کہ امام بخاریؒ نے اکثر جگہ قال ابن عباسؓ کے لفظ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول بغیر سند کے جو روایت کیا ہے اصل میں یہ قول علی بن ابی طلحہ کی سند سے ہے۔ غرض سورہ النساء سورہ المائدہ سورہ الانفال سورہ یونس۔ سورۃ والطور اور اسی طرح اور چند سورتوں کی تفسیر فتح الباری میں دیکھی جاوے۔ اور فتح الباری کا مقدمہ بھی چند جگہ سے دیکھا جاوے تو اوپر کا شبہہ بالکل رفع ہو جاتا ہے۔ بعضے علما نے یہ لکھا ہے کہ علی بن ابی طلحہ کی ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس سے نہیں ہوئی۔ اس واسطے یہ علی بن ابی طلحہ کی سند حضرت عبداللہ بن عباس تک پوری نہیں ہے اس کا جواب بھی حافظ ابن حجر نے دے دیا ہے کہ مجاہد اور سعید بن جبیر دو ثقہ شخصوں کا واسطہ علی بن ابی طلحہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مابین ہے۔ اس لئے علی بن ابی طلحہ کی روایت کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اسی واسطے امام احمدؒ اس سند کی بہت تعریف کیا کرتے تھے[1] حاصل کلام یہ ہے کہ متقدمین مفسرین کے نزدیک علی بن ابی طلحہ کی سند بہت معتبر ہے اس واسطے اس تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول اکثر جگہ اسی سند کا لیا گیا ہے۔ عطاء بن السائب سعید بن جبیر کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباس کے جن قولوں کی روایت کرتے ہیں یہ سند بھی صحیح ہے۔

ابن مسعودؓ مرہ بن شراحیل کوفی کی روایت سے عبداللہ بن مسعودؓ کے قول اور ابوالعالیہ کی روایت سے ابی بن کعب کے قول جو تفسیر کے باب میں ہیں ان کی سند بھی صحیح ہے۔ یہ مرہ ہمدانی کوفی سعید بن مسیب کے مرتبہ کے ثقہ تابعیوں میں ہیں ابوالعالیہ کا نام جُنید کے وزن پر رُفیع بن مہران ہے یہ بھی ثقہ تابعیوں میں ہیں۔ باقی صحابہ سے تفسیر کے باب میں بہت کم روایتیں ہیں۔

دوسرا طبقہ

دوسرا طبقہ تابعین کا ہے اس طبقہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگردوں کے قول کا بڑا اعتبار ہے تفسیر کے باب میں یوں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بہت سے شاگرد ہیں مثلاً مجاہد عطاء بن ابی رباح

---

[1] الاتقان ص ۱۸۸ ج ۲۔

Marfat.com

عکرمہ، سعید بن جبیرؒ، طاؤسؒ وغیرہ لیکن ان سب میں مجاہد بن جبر کا مرتبہ بڑا ہے کیونکہ انہوں نے ایک مدت تک حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تفسیر کا علم سیکھا ہے۔ چنانچہ مجاہد اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ میں نے تفسیر سیکھنے کی غرض سے تیس دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے قرآن شریف پڑھا ہے۔ سفیان ثوریؒ اسی واسطے کہا کرتے تھے کہ تفسیر کے باب میں جب مجاہدؒ کا قول مل جاوے تو پھر کسی دوسرے قول کی ضرورت نہیں۔ اور اسی واسطے امام بخاری نے کتاب التفسیر بخاری میں جگہ جگہ مجاہد کا قول لیا ہے۔ اس تفسیر میں مجاہد کا قول اکثر جگہ جو لیا گیا ہے اس سے اس کا سبب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ اس طبقہ میں مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، ضحاک، حسن بصری، قتادہ، زید بن اسلم قدیم مفسر کہلاتے ہیں۔ کیونکہ تفسیر کے باب میں جو کچھ کہتے ہیں وہ صحابہ کے قول کے حوالہ سے ہوتا ہے اور یہ گویا تفسیر کا چوتھا درجہ ہے۔

تفسیر کے اصول، قرآن کی تفسیر قرآن کے ساتھ

اس لئے کہ اصول تفسیر میں یہ مسئلہ قرار پا چکا ہے کہ اول تو قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جاوے کیونکہ اکثر جگہ قرآن میں کوئی آیت ایک موقع پر مختصر ہے۔ تو دوسرے موقع پر مفصل ہے چنانچہ اس طرح کی آیتوں کو چھانٹ کر حافظ عبدالرحمن ابن جوزیؒ نے خاص ایک کتاب اس باب میں تصنیف کی ہے۔ اسی واسطے اس تفسیر میں اکثر جگہ ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے کی گئی ہے جس کی بہت سی مثالیں اس تفسیر کے دیکھنے سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہیں۔ جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کا قصہ بعض آیتوں میں مختصر ہے اور بعض آیتوں میں مفصل ہے ایسے موقعہ پر مختصر آیتوں کی تفسیر مفصل آیتوں سے ہوسکتی ہے۔ اگر یہ بات ممکن نہ ہو کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جاوے۔

صحیح حدیث سے قرآن کی تفسیر

تو دوسرا درجہ تفسیر کا یہ ہے کہ صحیح حدیث سے قرآن کی تفسیر کرنی چاہئے کیونکہ ساری صحیح حدیثیں یا تو قرآن کی آیتوں کے مضمون کی تائید کے طور پر ہیں یا قرآن کی تفسیر کے طور پر ہیں۔

کوئی صحیح حدیث قرآن کے مخالف نہیں

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعض صحیح حدیثیں قرآن کی آیتوں کے مضمون کے مخالف ہیں جب ان لوگوں سے اس طرح کی حدیثوں کو پیش کرنے کے لئے کہا جاوے گا تو یہ لوگ اپنے قول کی تائید میں ایک حدیث بھی نہیں پیش کر سکتے یہاں یہ بات ضرور ہے کہ قرآن کی تفسیر میں صحیح حدیث لی جاوے جس طرح مثلاً صحت حدیث کی پابندی اس تفسیر میں کی گئی ہے جس کا حال اس تفسیر کے دیکھنے سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے۔ ایسا نہ کیا جاوے کہ جیسے تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی مشہور تفسیریں ہیں اور پھر بھی قرآن شریف کی سورتوں کی فضیلت میں جو موضوع حدیثیں ہیں وہ ان دونوں تفسیروں میں لکھ دی گئی ہیں۔ چنانچہ عبدالروف مناوی، قاضی زکریا مصری، اور خطیب شربینی وغیرہ نے ان حدیثوں کا حال اچھی طرح بیان کر دیا ہے۔ موضوع اسی حدیث کو کہتے ہیں جو کلام نبوی سے نہ ہو بلکہ امت کے لوگوں میں کسی نے حدیث کے نام سے وہ لفظ بناتے ہوں حاصل کلام یہ ہے کہ ایسی حدیثیں قرآن کے مخالف ہوسکتی ہیں۔ کوئی صحیح حدیث کبھی قرآن کے مخالف نہیں پائی جاسکتی۔

Marfat.com

تفسیر صحابہ حجت ہے

جہاں صحیح حدیث سے بھی قرآن کی تفسیر ممکن نہ ہو۔ تو تیسرا درجہ تفسیر کا یہ ہے کہ مفسر صحابہ کے صحیح قول سے قرآن شریف کی تفسیر کی جاوے کیونکہ جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو قرآن کی آیتیں سکھاتے تھے اسی طرح ان آیتوں کا مطلب بھی تفسیر کے طور پر سکھاتے تھے۔ اسی واسطے قرآن کی ایک ایک سورت کے سیکھنے میں صحابہ کو بہت دن لگ جاتے تھے۔ چنانچہ موطا میں روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر نے سورہ بقرہ آٹھ برس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی۔

اصول تفسیر کی کتابوں میں یہ مسئلہ جو قرار پایا ہے کہ شان نزول یا کسی آیت کا مطلب بیان کرنے میں صحابہ جو کچھ کہتے ہیں وہ حدیث نبوی کے برابر ہے اس کا مطلب عبداللہ بن عمر کے قصے سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کی آیتوں کے سیکھنے کے وقت صحابہ اپنا بہت بڑا وقت صرف کر کے ان آیتوں کی تفسیر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھتے تھے اس واسطے تفسیر کے باب میں صحابہ جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی بات بطور روایت کے کہتے ہیں۔

اصول تفسیر کے جس مسئلہ کا ذکر اوپر گذرا یہ مسئلہ ایسا ہی ہے جس طرح اصول حدیث میں یہ مسئلہ قرار پایا ہے۔ کہ جنت دوزخ کے حال یا کسی نیک عمل کے ثواب کے حال میں صحابہ کا قول حدیث نبوی کے برابر ہے کیونکہ بغیر اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے ایسی باتیں صحابہ اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے یہی حال قرآن کی تفسیر کا ہے کس لئے کہ مفسر صحابہ کو جب یہ بات معلوم تھی کہ قرآن شریف کی تفسیر میں اپنی طرف سے عقلی طور پر کچھ کہنا دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا ہے چنانچہ اس باب میں ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی معتبر روایت باب اول میں گذر چکی ہے تو پھر صحابہ کی نسبت یہ گمان ہرگز نہیں کیا جاسکتا کہ بغیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے وہ کسی آیت کا مطلب اپنی طرف سے عقلی طور پر بیان کریں گے۔

تفسیر تابعین کی حیثیت

چوتھا درجہ تفسیر کا یہ ہے کہ تابعین کے قول سے قرآن کی تفسیر کی جاوے کیونکہ تفسیر کے باب میں یہ جو کچھ کہتے ہیں وہ صحابہ سے سن کر کہتے ہیں اگرچہ ایک روایت میں امام احمدؒ نے اور اسی طرح بعضے اور علماء نے تابعیوں کے قول کو تفسیر ٹھہرانے میں اختلاف کیا ہے لیکن جمہور تبع تابعیوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تفسیر کے باب میں مفسر تابعی جو کچھ کہتے ہیں وہ صحابہ سے سن کر کہتے ہیں کیونکہ جس طرح صحابہ کو یہ بات معلوم تھی کہ قرآن کی تفسیر میں اپنی طرف سے عقلی طور پر کچھ کہنا دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا ہے اسی طرح یہ بات تابعیوں کو بھی معلوم تھی پھر تابعیوں کی نسبت بھی یہ گمان جائز نہیں ہے کہ بغیر صحابہ سے سننے کے وہ کسی آیت کا مطلب اپنی طرف سے عقلی طور پر بیان کریں گے۔

تبع تابعین کی تفسیریں

اسی قرارداد کی بنا پر تبع تابعین کے زمانہ میں مثلاً سفیان بن عیینہ شعبہ اسحاق بن راہویہ اور عبدالرزاق وغیرہ نے جو تفسیریں تالیف کی ہیں اُن میں تابعین کے قول بھی لئے ہیں اور یہی طریقہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب تابعی لوگ تفسیر کے باب میں صحابہ کا قول روایت کے طور پر بیان کرتے ہیں

Marfat.com

توجس طرح حدیث میں تابعیوں کی روایت کا حال ہے وہی حال تفسیر میں بھی ہونا چاہئے۔ جن تفسیروں کا ذکر اوپر گزر ان تفسیروں کے تالیف کے زمانہ تک حدیث کی کتابوں کی طرح تفسیروں میں بھی سند کے لکھنے کی پابندی تھی جس سے ثقہ اور ضعیف راویوں کی جانچ ممکن تھی۔

تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کی حیثیت

اس کے بعد تفسیر حافظ ابوجعفر ابن جریر اور تفسیر ابو الفدا اسمٰعیل حافظ ابن کثیر یہ دونوں تفسیریں ایسی تالیف ہوئیں جن میں قرآن کی تفسیر قرآن حدیث صحابہ تابعین اور تبع تابعین تک کے قول سے کی گئی ہے۔ اس وقت کے تمام معتبر علمانے ان دونوں تفسیروں کو بہت پسند کیا ہے ابوجعفر ابن جریر[1] کی وفات ۳۱۰ھ میں ہے اور ابو الفدا ابن کثیر[2] کی وفات ۷۷۴ھ میں اسی واسطے تفسیر ابن کثیر میں ایک تو یہ خوبی ہے کہ اس میں ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ ان تین تفسیروں کی سندوں کی خوب جانچ کی گئی ہے دوسری خوبی یہ ہے کہ جو روایت حدیث کی کسی کتاب میں تھی اس کتاب کا نام اور سوائے صحیحین کے اور روایتوں کی صحت و ضعف کا حال بھی بتلا دیا ہے۔ عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم[3] کی وفات ۳۲۷ھ میں ہے۔ اور احمد بن مردویہ[4] کی وفات ۴۱۰ھ میں ہے تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن مردویہ یہ دونوں تفسیریں بھی روایتی تفسیریں ہیں لیکن حافظ ابن کثیر کا زمانہ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ تینوں سے مابعد ہے۔ اس لئے حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر ابن مردویہ ان تینوں تفسیروں کی سندوں کو خوب جانچا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ تفسیر ہندوستان میں ملتی بھی ہے متقدمین مفسروں کی تفسیروں کی طرح نایاب نہیں ہے۔

تفسیر ابن جریر میں یہ خوبی ہے کہ جس آیت کی تفسیر میں سلف کے چند قول ہیں وہاں ترجیح کے قابل قول کی ترجیح حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اچھی طرح بیان کر دی ہے۔

بعد کی تفسیریں

اس کے بعد ایسی تفسیریں تالیف ہوئیں۔ جن میں پوری سند کی پابندی جاتی رہی حدیث کی جگہ عن النبی اور قول صحابی کی جگہ مثلاً عن عبداللہ بن عباسؓ اور قول تابعی کی جگہ عن مجاہد پر قناعت کی گئی جس سے صحیح اور ضعیف سند کے جانچنے کا موقع بالکل باقی نہیں رہا۔

علاوہ اس کے پچھلے زمانہ کی تفسیروں میں یہ بات بھی پیدا ہو گئی کہ قرآن شریف کی آیتوں کے حل مطلب کو زیادہ پیش نظر نہیں رکھا گیا بلکہ کسی تفسیر میں تو نحو کے مسائل کو زیادہ پیش نظر رکھا گیا ہے جیسے تفسیر زجاج اور تفسیر واحدی میں کیا گیا ہے بعض تفسیروں میں فقہ کی زیادہ بحث ہے جیسے تفسیر قرطبی بعض میں عقلی باتوں کا بڑا مباحثہ ہے جیسے تفسیر کبیر بعض میں معتزلی مذہب کے مسئلے ہیں جیسے تفسیر کشاف۔

معالم التنزیل بغوی صاحب مصابیح کی تفسیر بھی اگرچہ روایتی تفسیر ہے لیکن اول تو اس میں بعضے قصہ ضعیفؔ ہیں دوسرے ابن جریر کی طرح اس میں بھی جو حدیثیں لی گئی ہیں وہ اپنی مفسرانہ سند سے لی ہیں حدیث کی کتابوں کا نام نہیں بتلایا جس سے سند کی

[1] محمد بن جریر الطبری رحؒ [2] اسماعیل بن عمر القرشی المشہور بابن کثیر رحؒ [3] عبدالرحمٰن بن محمد الرازی رحؒ [4] حافظ ابوبکر احمد بن موسےٰ المشہور بابن مردویہ رحؒ [5] بلکہ بے اصل بھی۔ ع

Marfat.com

صحت وضعف کی جانچ دشوار ہے ان حسین بن مسعود بغوی کی وفات ۵۱۶ھ میں ہے۔

۷۲۵ھ میں علاء الدین علی بن محمد بغدادی نے معالم التنزیل کو مختصر کر کے ایک تفسیر تالیف کی ہے جس کا اصلی نام لباب التاویل اور مشہور نام خازن ہے اس تفسیر میں خوبی یہ ہے کہ معالم التنزیل کی جو روایت حدیث کی کسی کتاب میں تھی جہاں تک ہو سکا خازن میں حدیث کی اس کتاب کا نام بتلا دیا ہے جس سے معالم کی روایتوں کی صحت وضعف کے جانچنے میں جو دشواری تھی وہ رفع ہو گئی۔ لیکن بعض جگہ خازن میں بغوی کی اصلی سند کو بھی قائم رکھا ہے جس سے صحت روایت کے جانچنے میں وہی دشواری ہے جو معالم التنزیل میں تھی۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی درمنثور بھی روایتی تفسیر ہے اور اکثر صحیح روایتیں اس میں مل جاتی ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس طرح کا پورا مسالہ حدیث کا ہندوستان میں آگیا ہے ابن جریر، ابن کثیر، درمنثور اور خازن کے ہندوستان میں آجانے سے پہلے تو سوائے کتاب التفسیر بخاری، ترمذی، ابن ماجہ کے یہاں تفسیر کا صحیح مسالہ کچھ بھی نہیں تھا ابن جریر، ابن کثیر، خازن، اور درمنثور کے ہندوستان میں آجانے کے بعد عربی دان لوگوں کے لئے صحیح تفسیر کا مسالہ اگرچہ بہم پہنچ گیا تھا۔ لیکن اردو دان بھائی مسلمان اس مسالے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔

احسن التفاسیر کی تالیف

اس فائدے کے خیال سے پہلے تو راقم الحروف نے مفسرین متقدمین کے ڈھنگ پر چیدہ چیدہ آیتوں کی تفسیر کے طور پر کچھ فوائد احسن الفوائد کے نام سے لکھے جو تین ترجمہ کے قرآن مطبوعہ فاروقی کے حاشیہ پر لوگوں کی نظر سے گزرے اور لوگوں نے ان کو بہت پسند کیا لیکن وہ فوائد تمام قرآن شریف کے حل مطلب کے لئے کافی نہیں تھے اس واسطے تمام قرآن شریف کا صحیح مطلب اردو دان لوگوں کی سمجھ میں آجانے کی غرض سے ان فوائد کی تکمیل اسی ڈھنگ پر پوری تفسیر کی صورت میں کی جا کر اس کا نام احسن التفاسیر رکھا گیا پہلے فوائد کو اور اب ان فوائد کی تکمیل کو مفسرین متقدمین کے ڈھنگ پر رکھنا منظور تھا اس لئے فوائد میں اور ان کی تکمیل میں ان تفسیروں سے مدد نہیں لی گئی جن میں روایتوں کی سند پوری نہیں تھی اور ان تفسیروں سے بھی مدد نہیں لی گئی جن میں حل مطلب قرآنی کو پیش نظر نہیں رکھا گیا تھا بلکہ فوائد اور ان کی تکمیل میں ابن جریر، ابن کثیر، خازن، درمنثور، کتاب التفسیر بخاری، ترمذی، حاکم اسی طرح کی روایتی تفسیروں سے تفسیری مطالب کے لینے میں اور حدیث کی کتابوں سے صحیح حدیثوں کے لینے میں مدد لی گئی ہے جس کے سبب سے آٹھ نو سو برس پہلے صحیح تفسیروں کی تالیف کا جو ڈھنگ تھا اس ڈھنگ کے موافق سلیس اردو میں یہ صحیح تفسیر تیار ہو گئی ہے۔

اشاعت تفسیر کی ضرورت واہمیت

اور عقبیٰ کے طلب گار ہر اردو دان کو اس تفسیر کا اپنے پاس رکھنا اور ان پڑھ لوگوں کو پڑھ کر سنانا بہت ضروری ہے کیونکہ علما نے قرآن کی تفسیر کے پھیلانے کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ فرض کفایہ اس فرض کو کہتے ہیں کہ قوم میں کے بعضے لوگ بھی اس کو ادا کر لیویں تو ساری قوم کے ذمہ سے اس فرض کا بوجھ اتر جاتا ہے۔ جیسے کچھ مسلمانوں کو مسلمان شخص کے جنازہ کے

Marfat.com

ساتھ دفن کرنے کے لئے جانا فرض کفایہ ہے آج کل عربی دان لوگ بہت کم ہیں اور اردو دان بہت، اس لئے عربی دان لوگوں پر یہ فرض کفایہ ہے کہ وہ وعظ کے ذریعہ سے اردو کی تفسیر کے ذریعہ سے قرآن کی تفسیر کو اردو دان لوگوں میں پھیلا دیں اور اردو دان لوگوں پر یہ فرض کفایہ ہے کہ وہ اردو کی تفسیر ان پڑھ لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں جس طرح قم اللیل کے حکم سے تہجد کی نماز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض عین تھی اور امت کے لوگوں پر سنت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں طلحہ بن عبید اللہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے پنج گانہ نماز کے امت کے لوگوں پر اور کوئی فرض نماز نہیں بتلائی اسی طرح سورۃ النحل کی آیت وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس کے حکم سے قرآن کے مشکل مقامات کی تفسیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض عین تھی اور امت کے لوگوں پر فرض کفایہ ہے۔

فرض عین اس فرض کو کہتے ہیں جس کا ادا کرنا ہر ہر شخص کے ذمہ ہو جیسے مثلاً پنج گانہ نماز کو فرض کفایہ کی طرح بعضے لوگوں کی نماز سے باقی کے لوگوں کے ذمہ کی نماز ساقط نہیں ہو سکتی یہ اوپر گزر چکا ہے کہ قوم کے لوگوں میں سے کچھ لوگ فرض کفایہ کو ادا کریں تو ساری قوم کے ذمہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ تفسیر کے پھیلانے میں جب تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے اکیلے تھے اور آپ کی طرف سے کوئی دوسرا شخص تفسیر کا پھیلانے والا نہیں تھا اس واسطے آپ کی ذات کے لئے تفسیر پھیلانے کا حکم فرض عین کے طور پر تھا پھر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک بڑی جماعت میں تفسیر کو پھیلا دیا۔ تو آپ کی پھیلائی ہوئی تفسیر کے پھیلانے کا حکم صحابہ کے حق میں بطور فرض کفایہ کے ہو گیا معتبر سند سے ترمذی اور ابوداؤد میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک بنی اسرائیل میں کے عالم تورات کی زبانی تفسیر کے طور پر عام لوگوں کو وعظ نصیحت کر کے انہیں ناجائز کاموں سے روکتے رہے تو ساری قوم ہر طرح کی بلا اور آفت سے بچی رہی پھر جب وہ عالم لوگ بھی وعظ اور نصیحت کو چھوڑ بیٹھے تو ساری قوم پر طرح طرح کی آفتیں آنی شروع ہو گئیں۔

اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ فرض کفایہ کے ادا کرنے میں ساری قوم کی طرف سے پہلوتہی کی جاوے تو کسی آفت کے آجانے کا خوف ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعضے علمائے یہاں ایک شبہ کا ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن عربی زبان میں ہے اور صحابہ کی زبان بھی عربی تھی پھر فرض عین کے طور پر قرآن کی کونسی آیتوں کی تفسیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لازم تھی۔

اس کا جواب علماء نے دیا ہے کہ ہر زبان میں بعضے لفظ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے کئی معنے ہوتے ہیں چنانچہ عربی بولی چال کے موافق ظلم کے معنے کسی پر بے جا زیادتی کرنے یا ناانصافی کے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا تو اس سے بڑھ کر اور کیا ناانصافی ہو سکتی ہے کہ مشرک لوگ اللہ کی تعظیم اور عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں اسی مطلب سے قرآن شریف کے شرعی معنوں میں اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلم قرار دیا لیکن اس شرعی معنے

Marfat.com

بناپر جب سورہ الانعام کی آیت الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم نازل ہوئی تو صحابہ کو یہ آیت بہت سخت معلوم ہوئی کیونکہ انہوں نے ظلم کے معنے معمولی بے جا زیادتی کرنے کے سمجھے اس لئے انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جب قیامت کے دن امن ان ایمان داروں کو ملے گا جن کا ایمان معمولی بے جا جور وزیادتی کے آمیزش سے پاک و صاف ہوگا تو ہم میں تو کوئی ایسا نہیں جو لونڈی، غلام، دوست، آشنا پر بے جا زیادتی نہ کر بیٹھتا ہو اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کی تفسیر کے طور پر فرمایا کہ اس آیت میں ظلم کے معنے شرعی شرک کے ہیں۔ معمولی ظلم وزیادتی کے معنے نہیں ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کی عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آیت کی اس تفسیر کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اسی طرح بعض آیتوں کے لفظ تو صاف ہوتے ہیں مگر ان کا مطلب ایسا حل طلب ہوتا ہے کہ بغیر بہت بڑی عملی تفسیر کے سمجھ میں نہیں آتا چنانچہ سورۃ النساء کی آیت ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا کی تفسیر کے طور پر ایک شخص نے نماز کے وقتوں کا حال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے دو روز تک اس شخص کو نمازیں ساتھ رکھ کر پہلے دن اول وقت پر پانچوں نمازیں پڑھیں اور دوسرے روز آخر وقت پر اور پھر فرمایا دونوں دنوں کے وقتوں کے بیچ میں نمازوں کا وقت ہے یہ حدیث صحیح مسلم میں ابوموسےٰ اشعریؓ کی روایت سے ہے ان دونوں حدیثوں میں سے ایک میں تو قولی حدیث میں قرآن کی تفسیر ہے اور دوسری میں فعلی حدیث میں۔

قرآن شریف کی ایسی حل طلب آیتوں کی تفسیر فرض عین کے طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھی کس لئے کہ بغیر اس کے تفسیر کے دین کے ارکان امت کے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے نہ صلوٰۃ کے لفظ سے نماز کی رکعتوں کی گنتی معلوم ہوسکتی تھی۔ نہ نماز کے ٹھیک وقت سمجھ میں آسکتے تھے نہ روزہ کے ان شرائط کو کوئی جان سکتا تھا کہ جیسے رمضان میں ناپاکی کی حالت میں کسی شخص کو صبح ہو جاوے تو وہ شخص روزہ رکھے یا نہ رکھے۔ نہ یہ بات کسی کو معلوم ہوتی تھی کہ کس مقدار کے مال پر زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ کی مقدار کیا ہے۔ جبل عرفات پر کوئی شخص نہ جاوے تو اس کا حج ہو جاوے گا یا نہیں۔ صحیح حدیثوں کے موافق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پوری حالت، روزہ کے شرائط، زکوٰۃ کی مقدار، حج کے ارکان، قرآن کی تفسیر کے طور پر یہ سب کچھ مدت تک عملی طور پر صحابہ کو سکھایا۔ جب قرآن میں صلوٰۃ۔ صوم۔ حج۔ زکوٰۃ کے جو لفظ تھے ان کے صحیح شرعی معنے امت میں پھیلے جو حدیثیں قرآن کی تفسیر کے طور پر تھیں یہاں تو ان کا ذکر مختصر طور پر کر دیا گیا ہے۔ اس تفسیر کے ملاحظہ کے بعد یہ بات اچھی طرح ناظرین تفسیر کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ کس قدر صحیح حدیثیں قرآن شریف کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں اور یہ بات بھی سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ قرآن شریف کے صحیح مطلب کے سمجھنے میں حدیث نبوی کو کہاں تک دخل ہے۔

قرآن فہمی کے لئے حدیث کی ضرورت

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ بغیر مدد حدیث نبوی کے قرآن کا صحیح مطلب سمجھ سکتے ہیں یہاں سے ان کی غلطی بھی سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ جن صحابہ کے سامنے قرآن شریف نازل ہوا جس کے سبب کے ہر ایک آیت کی شان نزول سے وہ لوگ خوب واقف تھے اور برکت صحبت رسول کے سبب سے قرآن کی آیتوں کا صحیح مطلب سمجھنے میں ان کا درجہ حال کے اہل قرآن فرقے سے بڑھ کر تھا، باوجود ان باتوں کے اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو اس قابل نہیں ٹھہرایا کہ وہ بغیر مدد حدیث

Marfat.com

نبوی کے سارے قرآن کا صحیح مطلب از خود سمجھ لیویں گے اس لئے سورۃ النحل کی آیت جو اوپر گذری اس میں اللہ تعالے نے قرآن کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے تمام امت کے حق میں یہ قاعدہ قرار دیا کہ قرآن کی مشکل آیتوں کا مطلب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو سمجھا دیویں تاکہ صحابہ اس مطلب کو سمجھ کر تابعیوں کو سمجھا دیویں اور پھر سلسلہ بہ سلسلہ یہ قاعدہ امت میں جاری ہے۔

منکرین حدیث سے ایک سوال

اللہ تعالے کے ٹھہرائے ہوئے قاعدہ کے برخلاف حال کے اہل قرآن فرقہ کے لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ وہ بغیر مدد حدیث نبوی کے قرآن کا صحیح مطلب از خود سمجھ سکتے ہیں تو پہلے ان لوگوں کو کسی صحیح دلیل سے یہ بات ثابت کرنی چاہیئے کہ قرآن شریف کا صحیح مطلب سمجھنے میں ان لوگوں کی قابلیت اللہ کے رسول کے صحابہ کی قابلیت سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ صحابہ میں جس قابلیت کے موجود نہ ہونے کے سبب سے اللہ تعالے نے صحابہ کو ایک قاعدہ کا پابند کیا اب اس قاعدہ سے وہی شخص مستثنےٰ ہو سکتا ہے جو اپنے آپ میں صحابہ سے بڑھ کر قابلیت ثابت کرے لیکن جو ثبوت ان لوگوں سے طلب کیا جاتا ہے ۔ وہ ثبوت امت میں کا کوئی شخص بھی نہیں پیش کر سکتا کیونکہ صحابہ کا وہ مرتبہ ہے کہ اللہ تعالے نے ان کے نیک عملوں پر اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی ہے ۔ چنانچہ اس کا ذکر سورۃ التوبہ میں آوے گا اور صحیح بخاری ومسلم میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے تھوڑے سے نیک عمل کو امت کے لوگوں کے تودہ کے تودہ نیک عملوں سے بہتر فرمایا ہے ۔ اس طرح صحیح حدیثوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے زمانہ کو مابعد کے زمانہ سے افضل قرار دیا ہے ۔

ان حدیثوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ صحابہ کے بعد کے زمانہ کا کوئی شخص صحابہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اس لئے جو ثبوت فرقہ اہل قرآن کے ذمہ ہے اس فرقہ کے لوگ جب تک اس ثبوت کے پیش کرنے سے سبکدوشی نہ حاصل کریں علمائے امت کے نزدیک اللہ تعالے کے ٹھہرائے ہوئے قاعدہ سے یہ لوگ کسی طرح مستثنےٰ نہیں ہو سکتے کس واسطے کہ اگر فقط اتنی ہی بات ان لوگوں سے پوچھی جائے کہ بلا مدد حدیث نبوی کے نماز کی رکعتوں کی تعداد انہوں نے قرآن کی کسی آیت سے نکالی ہے تو یہ لوگ کوئی صحیح جواب نہ دے سکیں گے پھر یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس فرقہ کے لوگ بغیر مدد حدیث نبوی کے قرآن شریف کا صحیح مطلب سمجھ سکتے ہیں اس عقلی تجربہ کا کوئی عقلمند شخص منکر نہیں ہو سکتا کہ ایک مصنف کسی فن میں کوئی کتاب تصنیف کرے اور اپنی خاص نگرانی سے اس کتاب کی شرح کسی اپنے بھروسہ کے شخص سے لکھوائے اور بغیر نگرانی مصنف کے کچھ اور لوگ بھی اس کتاب کی شرحیں لکھیں تو جو اعتبار اور مرتبہ مصنف کی نگرانی والی شرح کا ہوگا وہ اعتبار اور مرتبہ غیر لوگوں کی شرحوں کا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کتاب کے لفظوں کا جو مطلب مصنف نے اپنے ارادہ میں ٹھہرایا ہے وہ سوائے مصنف اور اس کے بھروسہ والے شارح کے دوسرے کسی شخص کو معلوم نہیں۔ اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ قرآن اللہ تعالے کی کتاب ہے اور سورۃ النحل کی آیت جو اوپر گذری اس کے موافق اللہ تعالے نے اپنے حکم اور اپنی خاص نگرانی سے اپنے رسول کی معرفت قرآن کی حل طلب آیتوں کی تفسیر کرائی ہے جو قطعی طور پر اللہ تعالے کی مرضی کے موافق ہے اب اس قطعی اور یقینی تفسیر کو چھوڑ کر فرقہ اہل قرآن کے لوگ اپنے طور پر قرآن کی آیتوں کی تفسیر جو گھڑتے ہیں تو ان لوگوں کے پاس اس بات کی

Marfat.com

کیا سند ہے کہ ان کی وہ گھڑی ہوئی تفسیر اللہ تعالے کی مرضی کے موافق ہے اور ان لوگوں کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ ان کی تفسیر اگر اللہ تعالے کی مرضی کے موافق تھی تو اللہ تعالے نے یہ تفسیر اپنے رسول کی معرفت کیوں نہیں کرائی۔

ایک اور شبہ کا حل

بعضے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ صحیح سند سے کسی آیت کی تفسیر اللہ کے رسول تک نہیں پہنچتی لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح سند سے جن آیتوں کی تفسیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اس کی چند مثالیں تو اسی باب دوم میں اوپر ذکر کی گئی ہیں اور بہت سی مثالیں اس تفسیر کے ملاحظہ کے وقت ناظرین کی نظر سے گذریں گی اتمام حجت کے لئے کچھ مثالیں یہاں بھی ذکر کر دی جاتی ہیں۔

وظل ممدود کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں بعضے درختوں کا سایہ ایسا ہے جس کو گھوڑے کا سوار سو برس میں بھی نہیں طے کر سکتا۔[1]

الذین یرثون الفردوس کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فردوس اعلیٰ درجہ کی جنت ہے اور یہیں سے سب جنتوں کی نہریں جاری ہوئی ہیں[2]

وانذرھم یوم الحسرۃ کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جنت اور دوزخ کے بیچ کے میدان میں جب موت کو ذبح کیا جا کر دوزخیوں کو ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا حکم سنایا جاوے گا تو دوزخی اپنی حالت پر بہت پچھتاویں گے اس لئے قیامت کے دن کو پچھتاوے کا دن فرمایا ہے[3]

صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک ؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن نافرمان لوگوں کے منہ کے بل چلائے جانے کی آیتیں جب نازل ہوئیں تو صحابہ کو منہ کے بل کی چال پر بڑا تعجب ہوا اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیتوں کی تفسیر کے طور پر فرمایا جس میں پیروں کے بل چلانے کی قدرت ہے، اس میں منہ کے بل چلانے کی بھی قدرت ہے[4]

والشمس تجری لمستقر لھا کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں ابوذر ؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غروب کے وقت آفتاب عرش معلے کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے[5]

صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وکذلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس کی تفسیر کے طور پر فرمایا کہ قیامت کے دن جب نافرمان امتوں کے لوگ اپنے انبیاء کو اللہ تعالے کے روبرو جھٹلاویں گے اور یہ کہہ دیں گے کہ یا اللہ ہم کو کسی نبی نے تیرا کوئی حکم نہیں پہنچایا۔ تو انبیاء امت محمدیہ کے نیک لوگوں کو اپنا گواہ ٹھہرادیں گے اس پر امت محمدیہ کے نیک لوگ یہ گواہی ادا کریں گے کہ یا اللہ تو نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن اتارا تھا اس میں انبیاء اور نافرمان لوگوں کا سب ذکر ہے اس واسطے ہم تیرے انبیاء کی تائید میں یہ گواہی ادا کرتے ہیں کہ انبیاء نے تیرے سب حکم ان نافرمان لوگوں کو پہنچائے۔ مگر ان نافرمان لوگوں نے ان

---

[1] صحیح بخاری ص ۷۲۴ ج ۲ کتاب التفسیر [2] تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۶ ج ۳ تفسیر سورہ المومنون [3] صحیح بخاری ص ۶۹۱ ج ۲ کتاب التفسیر [4] صحیح بخاری ص ۷۰۱ ج ۲ کتاب التفسیر [5] صحیح بخاری ص ۷۰۹ ج ۲ کتاب التفسیر

Marfat.com

حکموں کو نہیں مانا۔[1]

رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کی آیتوں کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ منظور ہو کہ اس کی عمر بڑھے اور اس کے رزق میں برکت ہو تو وہ شخص اپنے رشتہ داروں سے سلوک سے پیش آوے۔[2]

رشتہ داروں کے سوائے غریب لوگوں کی حاجت روائی کی آیتوں کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجت مندوں کی حاجت روا کرنے والے شخص کو قیامت کے دن جہاد کرنے والوں کا سا ثواب ملے گا۔[3]

ہمسایہ کے ساتھ سلوک کی تاکید میں جو آیتیں ہیں ان کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام نے ہمسایہ کے حسن سلوک کی یہاں تک تاکید کی کہ جس سے مجھ کو گمان ہوا کہ شاید ہمسایہ کے وارث ٹھہر جانے کا حکم نازل ہو جاوے گا۔[4]

قرآن کی نصیحت کی آیتوں کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہے حاصل اس مثال کا یہ ہے کہ جس طرح مینہ کے پانی کا نفع عام ہے اسی طرح اگرچہ قرآن عام لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے مگر جس طرح اچھی زمین کو مینہ کے پانی سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح قرآن کی نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں فرماں بردار ٹھہر چکے ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں نافرمان ٹھہر چکے ہیں ان کے حق میں قرآن کی نصیحت ایسی ہی رائگاں ہے جیسا بری زمین میں مینہ کا پانی رائگاں جاتا ہے۔[5]

اگرچہ اس باب میں اور بہت سی حدیثیں ہیں جن کا حال اس تفسیر کے ملاحظہ سے معلوم ہو گا لیکن یہاں مثال کے طور پر صحیح بخاری و مسلم کی متفق علیہ دس حدیثوں کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے۔

مرجع ضمائر میں احسن التفاسیر کا طریقہ تفسیر

ہر ایک زبان میں کسی چیز کا نام لے کر پھر دوبارہ اس نام کا ذکر آتا ہے تو عبارت کے مختصر کرنے کے لئے دوبارہ نام نہیں لیتے بلکہ نام کی جگہ ان لفظوں کا برتاؤ کرتے ہیں جن کو ضمیریں کہتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں کہ زید یہاں آیا اور وہ اپنے بھائی پر بہت خفا ہوا یوں نہیں کہتے کہ زید یہاں آیا اور زید اپنے بھائی پر بہت خفا ہوا اس مثال میں زید ایک شخص کا نام ہے اور وہ کا لفظ ضمیر ہے ضمیر سے جو نام سمجھا جاوے اس کو ضمیر کا مرجع کہتے ہیں قاعدہ یہ ہے کہ

---

[1] صحیح بخاری ص ۶۴۵ ج ۲ کتاب التفسیر [2] ایضاً ص ۸۸۴ ج ۲ باب من بسط لہ فی الرزق لصلۃ الرحم۔ [3] ایضاً ص ۸۸۸ ج ۲۔ [4] صحیح بخاری ص ۸۸۹ ج ۲ باب الوصایۃ بالجار۔ [5] غالباً ص ۱۸ ج ۱ باب فضل من علم وعلّم والی حدیث کا ماحصل بیان کیا گیا ہے۔ ع

Marfat.com

جملہ میں ضمیر سے پہلے مرجع کا ہونا ضرور ہے اسی طرح یہ بھی قاعدہ ہے کہ ایک جملہ میں کئی ضمیریں آجاویں تو سب ضمیریں ایک ہی مرجع کی طرف پھیری جاتی ہیں تاکہ کسی ضمیر کو ایک مرجع کی طرف اور کسی کو کسی دوسرے مرجع کی طرف پھیرنے سے کلام پریشان نہ ہو جاوے مگر قرآن شریف کی بعض آیتوں میں اس قاعدہ کو قائم نہیں رکھا گیا مثلاً سورۃ المومنون کی آیت ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ میں پہلے ذکر آدم علیہ السلام کا فرمایا اور پھر ثم جعلناہ نطفۃ میں جو ضمیر ہے اس کو اولاد آدمؑ کی طرف پھیرا تاکہ آیتوں میں پیدائش انسانی کا مختصر طور پر پورا ذکر آجاوے اسی طرح سورۃ التوبہ کی آیت الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ میں فانزل اللہ سکینتہ علیہ کی ضمیر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف پھرتی ہے اور باقی کی ضمیریں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن کے اس طرز بیان کے موافق اس تفسیر میں بعض آیتوں کا حاصل مطلب اسی ڈھنگ سے بیان کیا گیا ہے چنانچہ سورۃ والنجم کی آیت افرأیت الذی تولی میں اگرچہ ولید بن مغیرہ کا ذکر تھا لیکن اس تفسیر میں آیتوں کا حاصل مطلب بیان کرتے وقت اعندہ علم الغیب فھو یری کی ضمیر کو اس مرجع کی طرف پھیرا گیا جس کا ذکر آیتوں کے مطلب سے نکلتا تھا کیونکہ سورۃ النجم کی تفسیر میں آیتوں کا حاصل مطلب یہی ٹھہرا ہے کہ ولید بن مغیرہ اسلام کی طرف کچھ مائل ہو گیا تھا مگر ایک شخص نے ولید کو یوں بہکایا کہ تو مجھ کو اتنے روپے دے دے اور اپنے قدیمی طریقہ پر قائم رہ اگر قیامت سچ ہوئی اور قدیمی طریقہ کے بدلہ میں تیرے اوپر کچھ عذاب ہوا تو وہ عذاب میں اپنے ذمہ لے لوں گا اسی مطلب کے ادا کرنے کے لئے۔ اعندہ علم الغیب کی ضمیر سے وہ کام لیا گیا جو کام ثم جعلناہ نطفۃ کی ضمیر سے خود اللہ تعالیٰ نے لیا تھا۔ جس سے فائدہ یہ ہوا کہ آیتوں میں ولید اور اس کے بہکانے والے دونوں کی تنبیہ نکل آئی جس طرح ثم جعلناہ نطفۃ کی ضمیر کا مرجع بدل ڈالنے سے آیتوں میں پیدائش انسانی کا پورا حال نکل آیا۔

معتبر و ناقابل اعتراض کی اصطلاح اس تفسیر میں جہاں یہ لکھا گیا ہے کہ یہ حدیث معتبر سند سے آئی ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ حدیث حسن کے درجہ سے کم نہیں ہے اسی طرح جہاں یہ لکھا گیا ہے کہ یہ حدیث ناقابل اعتراض سند سے آئی ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ معتبر علماء نے اس حدیث کی سند پر کچھ اعتراض نہیں کیا۔

فصل ۲۔ قدیم و جدید فلاسفہ کے نظریات پر تنقیدی نظر

عالم حادث ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا جو کچھ ہے اس کو عالم کہتے ہیں فلسفی لوگوں کا یہ قول ہے کہ عالم قدیم ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت اس کا علم اس کا ارادہ یہ سب کچھ قدیم ہے تو جو کچھ اس کی قدیمی قدرت اس کے قدیمی ارادہ سے پیدا ہوا ہے وہ بھی قدیمی اور دائمی ہونا چاہیے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قدیمی ارادہ نوپیدا چیز سے متعلق نہیں ہو سکتا لیکن یہ لوگ نفوس فلکیہ کو قدیم مانتے ہیں اور پھر نفوس فلکیہ کو جن کا ذکر آگے آتا ہے آسمان کی رات دن کی نوپیدا حرکت کا سبب ٹھہراتے ہیں جس سے یہ قاعدہ کسی طرح قائم نہیں رہ سکتا کہ قدیم کا

Marfat.com

تعلق تو پیدا چیز سے نہیں ہوسکتا اس واسطے علما کے پابند شریعت نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تعالے اپنے اختیار اور مصلحت سے ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس لئے مصلحت الہی کے موافق علم قدیمی الہی میں عالم کے پیدا کرنے کا جو وقت ٹھہرا ہوا تھا اس وقت مقررہ پر اللہ تعالے کے قدیم ارادہ کا ظہور ہوا اور عالم پیدا ہو گیا حاصل کلام یہ ہے کہ علمائے پابند شریعت کے نزدیک اللہ تعالے فاعل مختار ہے اس کو جب منظور تھا اس وقت اس نے عالم کو پیدا کیا فلسفی لوگ اگرچہ ارادہ قدیمی کے نو پیدا چیز سے متعلق ہونے کو محال کہتے ہیں لیکن کسی فلسفی نے اس محال کو کسی منطقی دلیل سے ثابت نہیں کیا اس لئے ان لوگوں کا یہ محال کا دعوی ناثابت اور توجہ کے قابل نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کی سب باتوں کا مدار عقلی منطقی دلیلوں پر ہے جب یہ لوگ اپنے اس قول کو کسی منطقی دلیل سے ثابت نہیں کر سکتے تو ان کا یہ قول کیونکر قابل توجہ ٹھہر سکتا ہے۔

سورہ الرعد اور سورہ القمر میں آیتیں آویں گی جن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے کے علم غیب میں ہر چیز کا اندازہ اور وقت مقرر ہے اسی اندازہ کے موافق ہر چیز وقت مقررہ پر پیدا ہوتی ہے۔ صحیح مسلم ترمذی مسند امام احمد وغیرہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالے نے تمام مخلوقات کو پیدا کرنے کا اندازہ کیا اور لوح محفوظ کو پیدا کر کے وہ اندازہ لوح محفوظ میں لکھا۔ ان آیتوں اور حدیث سے اس جواب کی پوری تائید ہوتی ہے جو علمائے پابند شریعت کی طرف سے اوپر گزرا کس لئے کہ آیتوں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے ارادہ قدیمی کے موافق مخلوقات کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوقات کے پیدا کرنے کا اندازہ اور وقت ٹھہرایا اور پھر وقت مقررہ پر اس ارادہ قدیمی کا ظہور ہوا یہی حاصل علما کے پابند شریعت کے جواب کا ہے۔

ایک شبہ کا جواب

یہاں یہ جو کہا جاتا ہے کہ عالم کو نو پیدا کہا جاوے گا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اپنی ہستی سے پہلے عالم ناپیدا اور نابود تھا اور ایک چیز کو دوسری چیز سے پہلے یا پیچھے کہنے کے لئے عالم سے پہلے زمانہ کا موجود ہونا لازم آوے گا اور زمانہ بھی منجملہ عالم کے ہے اس لئے تمام عالم کا نو پیدا ہونا ثابت نہ ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ زمانہ کا وجود ثابت کرنے کے لئے فلسفی لوگوں نے جو دلیلیں پیش کی ہیں ان کو علمائے پابند شریعت نے طرح طرح کے اعتراضوں سے ضعیف ٹھہرایا ہے فلسفی حکما اس بات کے قائل ہیں کہ جس طرح بعضے لوگوں کو خواب میں غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اسی طرح انبیا کو جاگتے میں غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اسی کو وحی کہتے ہیں نبوت کی اس خصوصیت کے اقرار کے بعد پھر بھی یہ فلسفی جو انبیا کی وحی کے مقابلہ میں اپنی عقلی دلیلوں کے پابند اور شریعت کی پابندی سے دور بھاگتے اور اپنے اقرار پر قائم نہیں رہتے یہ ان لوگوں کی بڑی ہٹ دھرمی ہے کیونکہ جب وحی کے ذریعہ سے نبی وقت کو جاگتے میں یہ معلوم ہوا کہ آسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالے نے آسمان کے پیدا کرنے کا وقت لوح محفوظ میں لکھا اور پھر وقت مقررہ پر آسمان کو پیدا کیا تو پھر یہ لوگ وحی کے مقابلہ میں اپنے خواب وخیال کی عقلی دلیلوں کے بھروسہ پر آسمان کو کیونکر قدیم کہتے ہیں یا مثلاً جس طرح ترمذی کی عبادۃ بن الصامتؓ اور مسند امام احمد کی ابوذرؓ کی معتبر روایتوں کے موافق وحی کے ذریعہ سے تو جاگتے میں نبی کو یہ معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اللہ تعالے نے قلم کو

پیدا کیا لیکن یہ لوگ اپنی عقلی دلیلوں کے بھروسہ پر اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل اول کو پیدا کیا اور پھر عقل اول کے ذریعہ سے تمام مخلوقات اس طرح پیدا ہوئی جس کا ذکر آگے آتا ہے یا جس طرح مثلاً صحیح بخاری کی عمران بن حصین کی روایت کے موافق وحی کے ذریعہ سے جانتے ہیں نبی کو تو یہ معلوم ہوا کہ عالم کے پیدا کرنے سے پہلے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کچھ نہ تھا لیکن یہ لوگ اپنی عقلی دلیلوں کے بھروسہ پر عالم کو قدیم کہتے ہیں حالانکہ قدیم وہ چیز ہے جس کی ناموجودی کسی زمانہ میں نہ پائی جاوے۔

غرض جب یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ نبی کو جاگتے میں وحی کے ذریعہ سے غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں ان لوگوں کو جاگتے میں غیب کی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی تو پھر وحی کے مقابلہ میں ان لوگوں کا اپنے خواب وخیال کی عقلی دلیلوں پر اڑے رہنا کمال نادانی ہے۔

یہ بات بھی یہاں قابل تذکرہ ہے کہ جن عقلی دلیلوں پر ان لوگوں کا مدار ہے ان میں کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی دلیلوں کو نہیں مانتے چنانچہ ارسطاطالیس نے اپنے سے پہلے کے سب حکما کی دلیلوں کو غلط ٹھہرایا اس کے بعد شیخ ابو علی ابن سینا نے ارسطاطالیس کی اکثر دلیلوں کو نہیں مانا باوجود اس قدر اختلاف کے پھر بھی ان لوگوں کو اپنی عقلی غلط دلیلوں پر اس قدر بھروسہ ہے کہ جب سقراط سے کسی شخص نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی نبوت کا ذکر کیا تو سقراط نے یہ جواب دیا کہ انبیاء عام لوگوں کی ہدایت کے لئے آتے ہیں ہم لوگوں کو انبیاء کی ہدایت کی ضرورت نہیں۔

فلسفیوں کی توحید اور اس کی خامیاں

فلسفی لوگوں نے اپنی عقلی دلیلوں کے بھروسہ پر اللہ تعالیٰ کی توحید یہ قرار دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے خیال سے اللہ تعالےٰ کی ذات میں صفات مثلاً علم قدرت اور ارادہ کے یہ لوگ قائل نہیں ہیں اور اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ ہر ثبوتی صفت موصوف سے الگ اور موصوف کے سوا ہوتی ہے اور ہر صفت ثبوتی کمالیہ سے موصوف کی ذات کامل ہو جاتی ہے۔

صفت ثبوتی کی مثال یہ ہے کہ جیسے صفات کے ثابت کرنے کے طور پر مثلاً زید کی ذات کے ساتھ جب علم اور قدرت کی صفتیں بڑھائی جاویں گی تو ان صفتوں کے بڑھانے سے پہلے جس طرح زید کی ذات علم اور قدرت سے خالی تصور کی جاتی تھی وہ بات اب باقی نہ رہے گی اس کے بعد یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی ذات کا کسی غیر چیز سے کامل ہونا محال ہے اس لئے ذات پاک کے علاوہ اللہ تعالےٰ کی ذات میں کسی صفت ثبوتی کا پایا جانا بھی ممکن نہیں ہے۔

علمائے پابند شریعت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی سب صفات ثبوتیہ کمالیہ قدیمی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ان صفات کو ذات سے الگ کیا جا کر اکیلی ذات کا تصور کرنا اللہ تعالےٰ کے کمال کو ناقص ٹھہرانا ہے جو کمال بے ادبی ہے کیونکہ اپنے آپ کو تو یہ لوگ عالم حکیم سب کچھ کہیں اور جس نے ان کو پیدا کیا اس کی ذات کو ان صفات کمالیہ سے عاری خیال کریں اس سے بڑھ کر اور کیا بے ادبی اللہ تعالےٰ کی شان میں ہو سکتی ہے اس لئے اللہ تعالےٰ کی شان میں یہ کہنا کہ مخلوقات میں جس طرح کسی صفت کمالی کے حاصل کرنے سے موصوف کی ذات ناکامل اور صفت کمالی کے

Marfat.com

حاصل کرنے کے بعد کامل ہو جاتی ہے یہی حال اللہ تعالیٰ کی شان کا ہے یہ بالکل ایک غلط بات ہے اس واسطے خلاف شریعت ان فلسفی لوگوں نے جو توحید قرار دی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

سورہ الاعراف میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفاتی کا ذکر آوے گا اور صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث بھی آئے گی جس میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ایک کم سو نام ہیں سورۃ الاعراف کی آیت اور ابوہریرہؓ کی اس روایت سے علمائے پابند شریعت کے جواب کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ آیت اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں طرح طرح کی صفتیں ہیں جو صفتیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے کبھی الگ نہیں ہو سکتیں اسی واسطے اللہ تعالیٰ کے وہ صفاتی نام قرار پائے ہیں یہی حاصل علمائے پابند شریعت کے جواب کا ہے۔

ارسطاطالیس نے اس فرضی توحید کے ثبوت میں ایک یہ بات جو کہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں اگر صفات کو لیا جاوے گا تو ذات میں کثرت لازم ہو کر توحید میں فرق پڑ جاوے گا شیخ نے اپنی کتاب اشارات میں اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور یہ کہا کہ صفات کی کثرت سے موصوف کی ذات میں کثرت لازم نہیں آتی۔ اور شیخ کی یہ بات عقل میں بھی آتی ہے۔ کیونکہ مثلاً اگر زید کو خوبصورت حکیم عالم مال دار صاحب خلق وغیرہ فرض کیا جاوے تو ان صفات کے سبب سے ایک زید کے کئی زید نہیں ہو سکتے فلسفی حکما کا یہ قول جو مشہور ہے کہ وہ صفات الٰہی کو عین ذات الٰہی کہتے ہیں اس قول کا مطلب یہ ہے کہ مخلوقات میں جو کام ذات اور صفات کو ملا کر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فقط اپنی ذات سے ان کاموں پر قادر ہے اس قول سے اگرچہ صفات کا انکار اور صفات کے نتیجہ اور ثمرہ کا اقرار نکلتا ہے لیکن جس توحید کی حفاظت میں یہ قول تراشا گیا تھا جب شیخ نے اس توحید کو غلط ٹھہرا دیا تو اب اس قول کی کچھ ضرورت باقی نہیں رہی۔

فلاسفہ کے نزدیک پیدائش کا سلسلہ اور اُس کا بطلان

اوپر جس فرضی توحید کا ذکر گزرا ارسطاطالیس نے اسی توحید کی بنیاد پر الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد کا قاعدہ ٹھہرایا ہے حاصل اس قاعدہ کا یہ ہے کہ توحید کے خیال سے جب ذات کے علاوہ صفات تک کا دخل ذات الٰہی میں نہیں ہے تو ایسے واحد حقیقی کی طرف ایک چیز سے بڑھ کر بہت سی چیزوں کا پیدا کرنا منسوب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بہت سی چیزوں کے پیدا کرنے کو اس واحد حقیقی کی طرف منسوب کیا جاوے گا تو ہر ایک چیز کے پیدا کرنے کی حالت الگ ہو گی جس سے ذات واحد میں کثرت لازم آن کر توحید میں فرق پڑ جاوے گا اس قاعدہ کے موافق فلسفی لوگوں کے نزدیک عالم کی پیدائش کا سلسلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقط عقل اول کو پیدا کیا اس کے بعد جس طرح انسان میں روح اور جسم دو چیزیں ہیں اسی طرح یہ لوگ ہر ایک آسمان کو روح اور جسم دو چیزوں کا مجموعہ بتلاتے ہیں اور آسمان کی روحوں کو نفوس فلکیہ کہتے ہیں اس واسطے عقل اول کے پیدا ہونے کے بعد ان لوگوں کا قول ہے کہ عقل اول نے عقل ثانی اور نویں آسمان اور نویں آسمان کی روح کو پیدا کیا پھر یہی سلسلہ پیدائش کا اول آسمان تک جاری رہا۔ اول آسمان کی روح کو یہ لوگ عقل فعال کہتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اس عقل فعال نے آسمان کی حرکت کی مدد سے عناصر اربعہ خاک پانی ہوا اور آگ کو پیدا کیا اور ان عناصر کے ملنے اور ان نو آسمان کی گردش سے طرح طرح کی تاثیرات اور خاصیتوں کے پیدا ہو جانے کے سبب سے

Marfat.com

زمین پر کی جان دار اور بے جان سب چیزیں پیدا ہوئیں جن آلات سے آسمان اور تاروں کی طرح طرح کی حالت دریافت کی جاتی ہے ان آلات کو آلات رصد کہتے ہیں رصد کے معنے تاک لگانے کے ہیں ان آلات کے ذریعہ سے آج تک آسمان کی گردش کسی فلسفی نے ثابت نہیں کی فقط تاروں کی گردش ثابت کی ہے اس واسطے یہ قول بھی صحیح نہیں ہے۔ کہ عقل فعال نے آسمان کی گردش کی مدد سے عناصر اربعہ کو پیدا کیا یونانی فلسفیوں کو تو ان آلات سے بجائے سات کے نو آسمان نظر آئے اور یورپین فلسفیوں کو ایک آسمان بھی نظر نہ آیا اس لئے یہ لوگ آسمان کے منکر ہیں چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

عناصر کی خاص صورتوں کو یہ لوگ قدیم اس لئے نہیں کہتے کہ عناصر کی یہ خاص صورتیں قائم نہیں رہتی ہیں مثلاً جیسے کبھی پانی ہوا میں اُڑ کر ہوا ہو جاتا ہے ہاں عناصر میں جو ایک مادہ مشترک حالت میں ہے اس کو یہ لوگ قدیم کہتے ہیں لیکن یہ غلط ہے کیونکہ دیکھنے میں مثلاً پانی کا مادہ اور صورت الگ ہے اور ہوا کا الگ اسی واسطے پانی کو ہوا اور ہوا کو پانی نہیں کہہ سکتے اب جب مثلاً پانی ہوا ہو گیا تو پانی کا مادہ اور صورت دونوں آنکھوں کے سامنے کی چیزیں ناپید ہو گئیں اس لئے اس ہوا میں اڑے ہوئے پانی کو ہوا کہتے ہیں پانی نہیں کہتے کس لئے کہ پانی اور ہوا میں جو مادہ مشترک کہا جاتا ہے وہ محض ذہنی فرضی ہے آنکھوں کے سامنے اس کی کچھ ہستی باقی نہیں رہتی اور جو چیز فقط ذہنی ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ چیز حقیقت میں بھی موجود ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جتنی چھوٹی باتیں انسان کے ذہن میں آتی ہیں وہ سب سچی اور حقیقی ہو جاتیں علاوہ اس کے وجود ذہنی کے ثبوت میں جو دلیلیں ان لوگوں کی طرف سے پیش ہوئی ہیں وہ ضعیف ہیں پھر ایسی چیز کا قدیمی ہونا تو درکنار خود اس کا وجود بھی گویا ثابت نہیں شریعت میں اگرچہ سات آسمانوں کا الگ اور عرش کرسی کا الگ ذکر آیا ہے لیکن یہ لوگ عرش اور کرسی کو بھی آسمان کہتے ہیں جس کے سبب سے ان کے نزدیک نو آسمان اور ان میں نو روحیں اور عقل اول کو ملا کر دس عقلیں ہیں آسمان کے عام فرشتوں کو یہ لوگ آسمان کی روحیں اور مقرب فرشتوں کو عقول عشرہ کہتے ہیں علمائے پابند شریعت نے اس کا جواب کئی طرح دیا ہے۔

(۱) جب شیخ بوعلی سینا نے اس فرضی توحید کو غلط ٹھہرا کر اپنی کتاب اشارات میں یہ فیصلہ کر دیا کہ صفات کی کثرت سے موصوف کی ذات میں کثرت لازم نہیں آتی تو اس فرضی توحید کی حفاظت میں جو قاعدہ ارسطاطالیس نے بنایا اور اس قاعدہ کے موافق عالم کی پیدائش کا جو فرضی سلسلہ ٹھہرایا تھا وہ سب بنائے غلط بر غلط ہے۔

(۲) یہ فلسفی لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عقول عشرہ اور نفوس فلکیہ کی اصلی حقیقت اور ماہیت ان کو معلوم نہیں ہے پھر جن چیزوں کی ماہیت ان لوگوں کو معلوم نہیں ان میں ان تاثیرات کا ان لوگوں کو کیونکر یقین ہو گیا کہ ایک عقل نے دوسری عقل کو اور عقل فعال نے اول آسمان کی گردش کی مدد سے زمین پر کی تمام جان دار اور بے جان چیزوں کو پیدا کیا اور یہ یقین کیونکر ہو گیا کہ عام فرشتوں اور نفوس فلکیہ کی ماہیت اس طرح عقول عشرہ اور مقرب فرشتوں کی ماہیت ایک ہے۔

(۳) مخلوقات میں جو کام ذات اور صفات کو ملا کر ہوتے ہیں ان لوگوں کے نزدیک جب اللہ تعالیٰ فقط اپنی ذات سے ان کاموں کے کرنے پر قادر ہے تو پھر اس ذات پاک کو ارسطاطالیس کے سلسلہ کے موافق عالم کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

(۴) وحی کے ذریعہ سے جو بات معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ بدر کی لڑائی میں عام فرشتے مادی صورتوں میں لشکر اسلام کی مدد کو آئے تھے

Marfat.com

اور مخالف اسلام لوگوں سے بڑے اور مقرب فرشتوں میں سے جبرئیل علیہ السلام بھی فرشتوں کے اس لشکر میں موجود تھے اسی طرح جبرائیل انسان کی صورت میں بارہا اللہ کے رسول کے پاس آئے پھر عقول عشرہ اور نفوس فلکیہ جو ان لوگوں کے نزدیک مادہ سے کوسوں دور ہیں ان کو یہ لوگ فرشتے کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

(۵) ان لوگوں کے اعتقاد کے موافق سوائے انبیاء کے جب اور کسی کو جاگتے میں غیب کی باتیں نہیں معلوم ہوسکتی ہیں تو صفات الٰہی کے انکار کے بعد پیدائش عالم کی یہ غیب کی باتیں جاگتے میں ان لوگوں کو کیونکر معلوم ہوئیں اس کا کچھ ذکر ان لوگوں نے اپنی کسی کتاب میں نہیں کیا۔

وحی و نبوت کے فہم میں فلاسفہ کی غلطی

جس طرح ان لوگوں نے شرعی توحید کے سمجھنے میں غلطی کی ہے اسی طرح شرعی نبوت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے کیونکہ شریعت میں نبی کی دو بڑی علامتیں رکھی گئی ہیں وحی اور معجزات اب اکثر معجزات کے تو یہ لوگ منکر ہیں اور وحی کا مطلب ان لوگوں نے یہ بیان کیا ہے کہ نفوس فلکیہ کو جو غیب کی باتیں معلوم ہیں عام لوگوں کو خواب میں اور نبی کو جاگتے میں وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں یہ تو اوپر گزر چکا ہے کہ عام فرشتوں کو یہ لوگ نفوس فلکیہ کہتے ہیں علمائے پابند شریعت نے اس کا جواب کئی طرح دیا ہے

(۱) شیخ نے صفات الٰہی کو مان کر جب ارسطاطالیس کے پیدائش عالم کے سلسلہ کو قائم نہیں رکھا تو اب اس سلسلہ میں کے نفوس فلکیہ کہاں باقی رہے۔

(۲) سورۃ الشعراء کی آیت نزل به الروح الامین علی قلبک اور صحیح حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ مقرب فرشتوں میں سے جبرائیل علیہ السلام قرآن شریف کی آیتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا کرتے تھے اس لئے عام فرشتوں کے ذریعہ سے وحی کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا جو بیان کیا گیا ہے اور عام فرشتوں کا نام نفوس فلکیہ جو ٹھہرایا ہے وہ غلط ہے۔

(۳) لکڑی اور سانپ کا مادہ جب کہ ان لوگوں کے نزدیک ایک ہے اور صورت نوعیہ ہر ایک چیز کی بدلتی رہتی ہے جس طرح مثلاً پانی جب ہوا ہو جاتا ہے تو پانی کی صورت نوعیہ ہوا کی صورت نوعیہ سے بدل جاتی ہے پھر اس قاعدہ کے موافق اگر لکڑی کی صورت سانپ کی صورت نوعیہ سے بدل گئی تو کونسا محال عقلی لازم آیا جس کے سبب سے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے معجزے کا انکار کیا جاتا ہے۔

(۴) کرہ آسمان کے شمالی اور جنوبی دونوں نقطوں کو قطب فرض کیا جا کر چرخہ کی سی حرکت فلسفی طور پر جو آسمان کی قرار دی گئی ہے اس میں اگر یہ کہا جاوے کہ جب کرہ آسمان کے سب اجزا یکساں ہیں تو بجائے شمالی اور جنوبی دو نقطوں کے شرقی اور غربی دو نقطوں کو قطب اور بجائے چرخہ کی سی حرکت کے مثلاً اریل کی خط مستقیم کی حرکت کرہ آسمان کی فرض کی جاوے تو کیا عقلی خرابی لازم آتی ہے اس کو آج تک کسی فلسفی نے صحیح عقلی دلیل سے بیان نہیں کیا اور بغیر اس خرابی کے بیان کے زبردستی شق القمر کے معجزے کا انکار کیا جاتا ہے یہ کہا جاتا ہے کہ اس معجزہ کی تسلیم سے کرہ آسمان کی خط مستقیم کی حرکت لازم آتی ہے جو محال ہے علاوہ اس کے اوپر گزر چکا ہے کہ آلات رصد سے ان لوگوں نے آسمان کی حرکت کو ثابت نہیں کیا پھر آسمان کی چرخہ کی سی حرکت

Marfat.com

کیونکر ثابت ہو گئی۔

حشر جسمانی کی بحث

یونانی فلسفی لوگ حشر جسمانی جنت اور دوزخ ان چیزوں کے منکر اور فقط حشر روحانی کے اس طرح قائل ہیں کہ جسم سے الگ ہو جانے کے بعد انسان کی روح نفوس فلکیہ میں جا کر مل جاتی ہے اور دنیا کی زندگی کے زمانہ میں جو روح نیک کاموں کے تصورات میں لگی رہی وہ بد تصورات کو اور نیک تصورات کو یاد کر کے جو خوش ہوتی ہے اسی خوشی کا نام جنت ہے اور جو روح بد کاموں کے تصورات میں لگی رہی وہ بد تصورات کو اور نیک تصورات سے محروم رہنے کو یاد کر کے جو غمگین ہوتی ہے اسی کا نام دوزخ ہے حشر جسمانی کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں انسان کا جو جسم تھا وہ حشر کے دن پھر دوبارہ بنایا جاوے گا۔ اور وہی پہلے کی روح اس جسم میں پھونکی جاوے گی۔

ایک شبہ کا جواب

اس جسمانی حشر میں ان لوگوں کو یہ شبہ ہے کہ ناپید جسم کا اگر پھر دوبارہ پیدا ہونا مانا جائے تو ناپیدی کے زمانہ میں اس جسم پر گویا یہ بات صادق آوے گی کہ یہ جسم دوبارہ پیدا کیا جاوے گا اور اس بات کے صادق کرنے کے لئے ناپید جسم کو موجود ٹھہرانا پڑے گا کیونکہ ناموجود چیز پر کسی بات کا صادق کرنا ممکن نہیں ہے اور ناپید چیز کو موجود ٹھہرانا محال ہے اس لئے ناپید جسم کا پھر دوبارہ پیدا ہونا بھی محال ہے اور جب جسم کا دوبارہ پیدا ہونا محال ہے تو جسمانی جنت اور دوزخ کی کیا ضرورت ہے۔

علمائے پابند شریعت نے اس شبہ کا یہ جواب دیا ہے کہ علم الٰہی میں سب چیزیں موجود ہیں کسی حالت میں کوئی چیز اس کے علم سے باہر اور ناموجود نہیں ہے اس لئے اللہ تعالٰے کے علم کے موافق پہلی پیدائش سے پہلے جس طرح ظاہری ناپید جسم پر یہ بات صادق تھی کہ وقت مقررہ پر یہ جسم دنیا میں پیدا ہونے والے ہیں ان کا پیدا ہونا ممکن ہے ممتنع نہیں ہے اسی طرح حشر سے پہلے ناپیدی کی حالت میں علم الٰہی کے موافق دنیاوی ہر ناپید جسم پر یہ بات صادق ہے کہ وقت مقررہ پر یہ جسم دوبارہ پیدا ہونے والے ہیں اور ان کے دوبارہ پیدا ہونے کے بعد جزا اور سزا کے طور پر ان کو جنت اور دوزخ میں داخل کیا جاوے گا۔ قرآن کی آیتوں اور صحیح حدیثوں سے جسمانی حشر اور جسمانی جنت اور دوزخ کی تفصیلی کیفیت ثابت ہے اس لئے علمائے شریعت کا جواب وحی کے موافق ہے اور ان فلسفی لوگوں کو جب کہ اس بات کا اقرار ہے کہ انبیا کو جا گتے میں غیب کا حال معلوم ہو جاتا ہے ان لوگوں کو جاگتے میں غیب کا کچھ حال نہیں معلوم ہوتا تو وحی کے مقابلہ میں ان لوگوں نے حشر کی بابت جو اپنا عقلی اعتقاد بیان کیا ہے وہ غلط ہے۔ یونانی فلسفی بحث ختم ہوئی۔

یورپ کے فلسفی اور ان کے نظریات کا بطلان

یونانی فلسفہ کے طور پر پیدائش کائنات کا جو سلسلہ اوپر بیان کیا گیا یورپ کے فلسفی اس کو نہیں مانتے اس لئے آسمان اور ہر ایک آسمان کی روح عقول عشرہ ان کے نزدیک ان چیزوں میں سے نہ کوئی چیز ثابت ہے نہ وہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کو کائنات کی پیدائش کا سبب قرار دیتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک سورج اور زمین کے مابین میں ایک رقیق متحرک مادہ ہے اس سے کائنات کی پیدائش کا سلسلہ اس طرح قائم ہوا ہے کہ پہلے اس مادہ کے چھوٹے چھوٹے ذروں سے سورج اور پھر سورج سے تارے اور زمین یہ سب کچھ پیدا ہوا ہے علم طبقات الارض اور علم کیمیائی کے تجربہ سے یہ لوگ

Marfat.com

یہ بھی کہتے ہیں کہ زمین ایک مدت دراز تک خالی پڑی رہی پھر اسی مادہ کی حرکت کے سبب سے عناصر اور پھر عناصر سے پیڑ پہاڑ معدنیات حیوانات اور سب سے پیچھے انسان یہ سب کچھ پیدا ہوا ہے یہ لوگ اس مادہ کو ہر ایک چیز کی پیدائش کا سبب قرار دیتے ہیں اس سبب سے ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی ہستی کا بھی پورا یقین نہیں ہے یہ لوگ اس مادہ اور اس کی حرکت کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔

قدیم اس کو کہتے ہیں جو ہمیشہ سے اس طرح پر موجود ہو کہ ناموجودگی کا کوئی زمانہ اس پر نہ گزرا ہو قدیم کے مقابلہ میں حادث اس چیز کو کہتے ہیں جو پہلے سے موجود نہ تھی اور پھر موجود ہوگئی۔

لیکن ان لوگوں کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مادہ کی حرکت کو قدیم ثابت کرنے میں ان کی دریافت ناقص ہے کیونکہ کبھی تو یہ لوگ یوں لکھتے ہیں کہ مادہ کی قدیم حرکت سے سورج پیدا ہوا ہے اور کبھی یوں لکھتے ہیں کہ مادہ کی حرکت قدیم نہیں ہے بلکہ سورج کی حرارت سے مادہ میں حرکت پیدا ہوئی ہے۔ یہ لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ اس مادہ میں سمجھ یا ارادہ کچھ بھی نہیں ہے بلکہ جس طرح آگ میں بلا اختیار ہر ایک چیز کے جلا دینے کی خاصیت ہے اسی طرح اس متحرک مادہ میں بلا اختیار اور بلا ارادہ ہر ایک چیز کے پیدا کر دینے کی خاصیت ہے جس کے سبب سے وہ مادہ ہر ایک چیز کے پیدا ہونے کا باعث قرار پاتا ہے۔

علمائے پابند شریعت نے ان لوگوں کو یوں قائل کیا ہے کہ خاصیت ہر ایک چیز کی اس سے کبھی الگ نہیں ہوتی اس صورت میں علم طبقات الارض کے تجربہ کے طور پر ایک زمانہ دراز تک زمین جو اس طرح خالی پڑی رہی کہ اس قدیم متحرک مادہ کی خاصیت سے زمین میں کی چیزوں میں سے کوئی چیز زمین پر پیدا نہیں ہوئی تو اس قدر مدت دراز تک اس قدیم مادہ کی خاصیت اس سے کیونکر الگ ہوگئی اور جب خاصیت کا مادہ سے الگ ہونا ممکن نہیں ہے تو پھر علم طبقات الارض کے تجربہ سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگی کہ وہ مادہ قدیم نہیں بلکہ حادث ہے اللہ تعالےٰ نے اس مادہ کو پیدا کیا اور اس میں ہر ایک چیز کا مادہ قرار پانے کی خاصیت رکھی اور خاصیت کے پیدا ہو جانے کی حکمت سے مادہ کے اجزا کی مقدار ٹھہرائی پھر اس مقدار اور خاصیت کے موافق ہر ایک چیز پیدا ہوئی کیونکہ جب اس مادہ میں ارادہ نہیں ہے تو اس میں بغیر ارادہ الٰہی کے یہ خاصیت نہیں پیدا ہو سکتی کہ مثلاً حیوانات کی پیدائش کے لئے مادہ کے کس قدر اجزا کی ضرورت ہے اور انسان کی پیدائش کے لئے کس قدر اجزا کی ضرورت ہے۔

علمائے پابند شریعت کے اس اعتراض کا جواب اہل سائنس میں سے کسی نے آج تک ایسا نہیں دیا جس سے صاحب عقل آدمی کی تسلی ہو جاوے۔

یہ لوگ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ مادہ کی قدیمی حرکت کبھی مادہ سے زائل نہیں ہوتی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مادہ کی وہ حرکت ذاتی ہے کسی دوسری خارجی چیز سے وہ حرکت مادہ میں نہیں پیدا ہوئی، علمائے شریعت نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علم طبقات الارض کے تجربہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ مدت دراز تک زمین خالی پڑی رہی پھر اس کے بعد مادہ کی حرکت سے زمین پر کی چیزیں پیدا ہوئیں تو زمین کے خالی پڑے رہنے کے زمانہ میں مادہ کی وہ قدیمی حرکت کہاں گئی اور زمین پر کی چیزوں کے پیدا

Marfat.com

ہونے کے وقت جو وہ حرکت کام میں آئے تو ایک مدت دراز کے بعد کونسا نیا خارجی سبب پیدا ہو گیا جس نے مادہ کی اُس حرکت کو کام سے لگا دیا؟ کسی سائنس کے جاننے والے نے سائنس کی کسی کتاب یا کسی زبانی بحث مباحثہ میں اس کا کچھ سبب بیان نہیں کیا جس سے علم طبقات الارض کے تجربہ کے موافق یہ کہا جاسکتا ہے کہ مادہ کی وہ حرکت قدیمی نہیں ہے یا ایسے کام کی حرکت جس پر زمین پر کی تمام چیزوں کا مدار ہے ایک مدت دراز تک بے کار رہی اور پھر کسی خارجی سبب سے حرکت کی وہ بے کاری جاتی رہی حالانکہ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اس حرکت میں کسی خارجی سبب کا کچھ دخل نہیں ہے علاوہ اس کے بسبب سورج کی حرارت سے مادہ میں حرکت کے پیدا ہو جانے کا قول صحیح قرار دیا جاوے تو یہ قول غلط ٹھہرتا ہے کہ مادہ کی حرکت کے پیدا ہونے میں کسی خارجی سبب کا کچھ دخل نہیں ہے سائنس کی تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ مادہ جب کبھی پایا جاوے گا تو اس کے لئے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہو گی اس سے علمائے شریعت نے اہل سائنس کو یوں قائل کیا ہے کہ پتھر پہاڑ معدنیات حیوانات انسان میں مادہ کی جو صورتیں ہیں وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ناپائیدار اور قابل زوال ہیں پھر ان صورتوں سے پہلے مادہ کی جو صورت قرار دی جاوے گی ضرور وہ زائل ہو کر یہ پچھلی صورتیں آئی ہیں اس لئے وہ پہلی صورت بھی پائیدار نہ ٹھہری اس حالت میں ایسے قابل زوال مادہ کو قدیم کیونکر کہا جاسکتا ہے کیونکہ قدیم تو اسی چیز کو کہا جاوے گا جو ہمیشہ سے ایک حالت پر رہے۔

یہ لوگ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ مادہ کے کچھ چھوٹے چھوٹے ذرات سے زمین پر کی مختلف چیزیں پیدا ہو گئی ہیں۔

علمائے شریعت نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ کسی سائنس کے جاننے والے کو آنکھ سے یا خوردبین سے وہ ذرات آج تک نظر نہیں آئے پھر بغیر دیکھے ان ذرات کو مختلف شکل کا ٹھہرانا ان لوگوں کی ہٹ دھرمی ہے اہل سائنس میں سے کسی شخص نے اس اعتراض کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اس لئے پیدائش کائنات کا جو سلسلہ ان لوگوں نے قرار دیا ہے وہ غلط ہے۔

نظریہ ارتقاء کا بطلان

ان لوگوں کو یہ یقین نہیں ہے کہ ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اس واسطے یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ادنیٰ درجہ کی مخلوقات رفتہ رفتہ ترقی کر کے اعلیٰ درجہ کی مخلوقات بن جاتی ہے مثلاً حیوانات ترقی کر کے انسان بن سکتے ہیں اپنے اس قاعدہ کے موافق ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بندر ترقی کر کے انسان بن گئے ہوں تو کچھ عجب نہیں کیونکہ بندر اور آدمی کی بہت سی عادتیں ملتی ہیں۔

علمائے شریعت نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ادنیٰ درجہ کی مخلوقات میں اگر پہلے سے ترقی کا مادہ موجود تھا تو پھر رفتہ رفتہ ترقی کی کیا ضرورت تھی اور اگر پہلے سے ترقی کا مادہ موجود نہیں تھا تو ترقی کے وقت وہ ترقی کا مادہ کہاں سے آگیا۔ علاوہ اس کے اس ناسمجھ اور مسلوب الارادہ مادہ میں یہ شعور اور ارادہ کیوں کر پیدا ہو گیا کہ اس نے ادنیٰ درجہ کی مخلوقات میں ترقی کی صلاحیت بھی رکھی سائنس کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سائنس کے جاننے والوں نے مادہ کی حقیقت کے بیان کرنے میں نہایت درجہ کا اختلاف کیا ہے اس لئے علمائے شریعت نے ان لوگوں کو یوں قائل کیا ہے

Marfat.com

کہ جس چیز کو انہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا اور بڑے اختلاف کے بعد عقل سے اس کی حقیقت دریافت کی تو یہ کی کہ اس کو کچھ سمجھ ہے نہ اس میں کچھ ارادہ ہے تو پھر ایسی ہی بے حسی ناسمجھ مسلوب الارادہ چیز کو سماوی اور ارضی عجیب اور غریب چیزوں کی پیدائش کا سبب قرار دینا بغیر بنیاد کی ایک ناپائیدار دیوار کی چنائی ہے کیونکہ اگرچہ پابند شریعت لوگوں نے بھی اللہ تعالے کو آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن سماوی اور ارضی عجیب اور غریب چیزوں کو دیکھ کر وہ اس کی قدرت اس کی حکمت اس کے ارادہ سے اسے پہچانتے ہیں اور بالیقین یہ جانتے ہیں کہ اہل سائنس کا ناسمجھ مسلوب الارادہ مادہ ایسی عجیب وغریب چیزوں کی پیدائش کا ہرگز مدار نہیں قرار پاسکتا بلکہ ان عجیب وغریب چیزوں کا پیدا کرنے والا وہ صاحب قدرت صاحب حکمت ہے جس کی شان سب کائنات سے نرالی ہے اور قانون فطرت الٰہی اپنے اختیار سے چلاتا ہے جس طرح مثلاً انتظام الٰہی کے موافق ہر سال موسم برسات کے سبب سے مینہ برستا ہے یا دواؤں کے استعمال کے سبب سے بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

نیچریوں[1] کا رد

اس طرح کے عادت الٰہی کے سببوں کو یہ لوگ قانون فطرت کہتے ہیں اور ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ نیچری اسباب کے اثر سے ہوتا ہے اللہ کی قدرت کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے علمائے شریعت نے ان لوگوں کو یوں قائل کیا ہے کہ قحط کے زمانہ میں موسم برسات موجود ہوتا ہے گھرے گھرے بادل بھی آتے ہیں لیکن مینہ نہیں برستا اسی طرح بیمار شخص کے مرض الموت کے وقت ہر طرح کی دواؤں کا استعمال کیا جاتا ہے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا ایسی باتوں کے تجربہ کے بعد ہر صاحب عقل کو یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ اسباب نیچری میں جب تک اللہ تعالے کی طرف سے تاثیر نہ پیدا کی جاوے تو فقط اسباب نیچری سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ قانون فطرت اور نیچر کے طور پر اگرچہ مقناطیس میں لوہے کے کشش کی قوت ہے مگر زلزلہ آنے کے وقت مقناطیس کی وہ قوت زائل ہوجاتی ہے اور زلزلہ کے بعد پھر وہ قوت آجاتی ہے چنانچہ اسی تجربہ کی بنیاد پر ان لوگوں نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس سے زلزلہ کے آنے کا حال کچھ دیر پہلے سے معلوم ہوجاتا ہے اس تجربہ سے بھی علمائے شریعت نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ اسباب نیچری میں تاثیر اللہ تعالے کی طرف سے پیدا کی جاتی ہے فقط اسباب نیچری سے کچھ نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو زلزلہ کے وقت مقناطیس کی نیچری کشش کی ذاتی قوت کبھی زائل نہ ہوتی اس تجربہ سے یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ قانون فطرت اور نیچر میں کبھی اللہ تعالے کی قدرت کا دخل ایسی حکمت سے ہوتا ہے کہ جس حکمت کا سمجھنا اہل سائنس کی سمجھ سے باہر ہے جیسے زلزلہ کے وقت مقناطیس کی کشش کی قوت جو زائل ہوجاتی ہے اس کی حکمت کسی سائنس کے جاننے والے کی سمجھ میں نہیں آئی مقناطیس کی قوت جاذبہ میں یہ ایک اور حکمت الٰہی ہے کہ اس کے کناروں پر قوت جاذبہ زیادہ ہوتی ہے اور بیچ میں ایسی کم کہ گویا ہوتی ہی نہیں اہل سائنس اس حکمت کے دریافت سے بالکل عاجز ہیں اس واسطے جب ان سے اور علمائے شریعت سے اس حکمت کے باب میں مباحثہ ہوتا ہے تو وہ یہ کہہ کر چپ ہوجاتے

---

[1] سرسید احمد خان بانی علی گڑھ یونیورسٹی کی پارٹی جن کو اپنے نیچری ہونے پر ناز تھا۔ اس فصل میں سرسید احمد خاں کی تفسیر القرآن کے مختصر اصولوں پر علمی انداز سے تنقید کی گئی ہے۔

Marfat.com

ہیں کہ اس پتھر کی خاصیت یہی ہے اس پر جب ان سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا اس ناسمجھ مادہ نے اس پتھر میں وہ مختلف الکیفیت خاصیت رکھی ہے کہ جو بڑے بڑے سمجھ داروں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ تو پھر گھبرا جاتے ہیں اور گھبرا کر کبھی یہ کہنے لگتے ہیں کہ مادہ کے مختلف الشکل ذرات کی خاص ترتیب سے اس پتھر میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی ہے۔

اس پر جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ مادہ کے ذرات کو جب آپ لوگوں نے فقط آنکھ یا خوردبین کے ذریعہ سے نہیں دیکھا تو پھر آپ نے ان ذرات کو مختلف الشکل اور ان کی خاص ترتیب کو کس طرح جان لیا؟ تو اس کا جواب انہیں کچھ بن نہیں آتا لوہے یا فولاد کی سلاخ کے ایک سرے پر مقناطیس لگایا جاوے تو اس سلاخ کے دوسرے سرے پر بھی مقناطیس کی قوت آجاتی ہے مگر اس سلاخ کے بیچ میں وہ قوت نہایت درجہ کم ہوتی ہے اہل سائنس اس کا کچھ سبب نہیں بتلا سکتے کہ سلاخ کے بیچ میں اس قوت کے کم ہو جانے کے بعد پھر وہ کیونکر وہ ایسی قوی ہو گئی جس سے سلاخ کے دوسرے سرے پر اس کا اثر آگیا۔

ان لوگوں کی علم ہیئت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ہر ایک تارے کی خاصیت دوسرے تارے سے بالکل جدا ہے اور علمائے شریعت نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب سب تاروں کا مادہ یکساں ہے تو ان کی خاصیتیں جدا جدا کیونکر ہیں کیا اس ناسمجھ مادہ میں اتنی سمجھ ہے کہ اس نے ہر ایک تارے کی خاصیت جدا ٹھہرادی کسی سائنس کے جاننے والے نے اس اعتراض کا کچھ جواب نہیں دیا تجربہ کی رو سے بہ نسبت زمین کے پہاڑوں پر برف زیادہ پڑتی ہے تاکہ اونچی جگہ سے برف کا پانی گر کر بہ جاوے اور ندی نالوں کے ذریعہ سے وہ پانی مخلوقات کے کام آوے کیا اس ناسمجھ مادہ میں پہاڑوں کو زیادہ برف کی جگہ قرار دینے کی سمجھ ہے۔ بادلوں کی بناوٹ اس حکمت سے رکھی گئی ہے۔ کہ ہوا بادلوں کو اٹھا سکتی ہے لوہے کی کان اور کانوں سے نیچی پیدا کی گئی ہے تاکہ زمین کی اندرونی تاثیر سے لوہا ایسا سخت ہو جاوے کہ چاندی سونا اس کی چوٹ سے بڑھ سکے ماں کے پیٹ میں بچہ کے اعضا ایسے انتظام سے بنتے ہیں جس کو دیکھ کر اہل سائنس کی عقل دنگ ہے۔ شمالی جنوبی مشرقی مغربی ہوا میں ہر ایک کی خاصیت جدا ہے اور اسی طرح بعضے پیڑوں کی جڑ زمین میں ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے وہ زمین میں سے اپنی غذا کے طور پر تری حاصل کرتے ہیں اور بعضے پیڑ بیل کے طور پر دوسرے پیڑوں پر لپٹے ہوئے ہوتے ہیں ان کی جڑ زیادہ زمین میں نہیں ہوتی اس لئے ان کی سرسبزی فقط ہوا کی تری سے ہوتی ہے بعضے پہاڑ گرمی کے موسم میں بھی جاڑے کے موسم کی سی راحت کا سبب ہوتے ہیں اور بعضے پہاڑ کوہ آتش فشاں کہلاتے ہیں جن کی گرمی آدمی سے برداشت نہیں ہو سکتی پہاڑوں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ زیادہ گرم اور سرد ہوا کی آڑ بنے ہوئے ہیں جس سے اہل زمین زیادہ ناموافق ہوا کے صدمہ سے محفوظ رہتے ہیں کیا یہ سب کچھ اس ناسمجھ مادہ کا اثر ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ اثر اسی صاحب حکمت صاحب ارادہ اور حکمت کا ہے جس کی ان صفات کے اثر کو دیکھ کر علمائے پابند شریعت نے اس کو پہچانا ہے۔

نیچر کیا ہے؟

ان لوگوں کے نزدیک مادہ اور اس کی حرکت سے دنیا کی تمام موجودات جو پیدا ہوئی ہے اور اسی موجودات میں طرح طرح کی تاثیرات جو پائی جاتی ہیں ان کو یہ لوگ نیچر یا قانون فطرت اور اُن تاثیرات کے اثر کو نیچر کا اثر کہتے ہیں مثلاً دواؤں میں تاثیرات کا پایا جانا نیچر ہے اور استعمال کے بعد دوا کا فائدہ یہ نیچر کا اثر

Marfat.com

ہے یہ لوگ اس کے قائل ہیں کہ نیچر کے خلاف کوئی کام نہیں ہو سکتا جس کو یہ لوگ نیچر کہتے ہیں علمائے شریعت اس کو عادت الٰہی کہتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ اگرچہ عادت الٰہی کے موافق اکثر کام ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ خرق عادت کے طور پر بعضے کام عادت کے باہر بھی کر سکتا ہے جیسے سورج کی دھوپ میں یہ تاثیر تو نیچری ہے کہ وہ ہر ایک چیز کو سُکھا دیتی ہے چنانچہ اس نیچری تاثیر کے موافق کھیتی کے گیلے پیڑ دھوپ میں سوکھ کر کھیتی کٹنے کے قابل ہو جاتی ہے اور اناج پیسنے اور کھانے کے لائق ہو جاتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی ہے کہ خرق عادت کے طور پر برخلاف نیچر کے اس قادر مطلق نے اسی دھوپ سے یہ کام لیا ہے کہ بجائے سوکھنے کے آم نارنگی گنے وغیرہ میں اس دھوپ سے رس پیدا ہوتا ہے آم نارنگی گنے وغیرہ میں دھوپ سے رس کا پیدا ہو جانا سب کی آنکھوں کے سامنے ہے اس واسطے علمائے شریعت کے نزدیک اہل سائنس کا یہ قول غلط ہے کہ نیچر کے برخلاف کوئی کام نہیں ہو سکتا کیونکہ علمائے شریعت کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ ہر ایک چیز کے پیدا ہونے میں جو اسباب ظاہری انسان کو نظر آتے ہیں ان اسباب میں کوئی ایسی مستقل ذاتی تاثیر نہیں ہے جس کو نیچر اور قانون فطرت قرار دیا جاوے اور یہ کہا جاوے کہ اس نیچر اور قانون فطرت کے برخلاف کوئی کام نہیں ہو سکتا کس لئے کہ مثلاً قحط کے زمانہ میں موسم برسات کا ہونا یا دلوں کا آنا یہ اسباب ظاہری سب موجود ہوتے ہیں لیکن مینہ کے نہ برسنے سے آخر قحط پڑ جاتا ہے جس سے علمائے پابند شریعت کا یہ قول صحیح قرار پاتا ہے کہ قانون فطرت کا چلانے والا وہ قادر مطلق وحدہٗ لاشریک لہ جب تک ان اسباب ظاہری میں تاثیر نہ پیدا کرے تو اسباب ظاہری میں کوئی مستقل ذاتی تاثیر نہیں ہے اور اس قول کے صحیح قرار پانے کے ساتھ ہی یہ قول غلط قرار پاتا ہے کہ قانون فطرت اور نیچر کے برخلاف کوئی کام نہیں ہو سکتا ہاں موجودات میں تاثیر کے پیدا کرنے اور نہ کرنے کو قانون فطرت قرار دیا جا کر موجودات کے پیدا کرنے والے کو اس قانون کا چلانے والا مانا جاوے تو یہ قول صحیح ہے کہ قانون فطرت کے برخلاف کوئی کام نہیں ہو سکتا مگر مثال کے طور پر موجودات میں کی چند ایسی چیزیں جو اوپر ذکر کی گئیں جن میں کمال درجہ کی حکمت کو دخل ہے نہ ان چیزوں کا پیدا کرنے والا اس نا سمجھ مادہ کو کہہ سکتے ہیں نہ قانون فطرت کے چلانے کی تدبیر اور اسباب ظاہری میں تاثیر پیدا کرنے کی قدرت اس مسلوب الارادہ مادہ کے حوالہ کی جا سکتی ہے قانون کے معنے قاعدہ کلیہ کے ہیں اور فطرت کے معنے پیدائش کے اس صورت میں اسباب ظاہری کی تاثیرات کو ذاتی مانا جاوے گا تو اسباب ظاہری پر بطور قاعدہ کلیہ کے قانون فطرت کا لفظ بولنا غلط ٹھہرے گا کیونکہ یہ ابھی اوپر گذر چکا ہے کہ قحط کے زمانہ میں اسباب ظاہری سب پائے جاتے ہیں اور ان میں مینہ کے برسنے کی تاثیر ندارد ہوتی ہے ہاں اوپر کے بیان کے موافق اسباب ظاہری میں تاثیر کے پیدا ہونے اور نہ ہونے کو قانون فطرت قرار دیا جا کر اسباب ظاہری میں تاثیر کے پیدا کرنے والے کو اس قانون کا چلانے والا مانا جاوے گا تو اس صورت میں موجودات کی حالت کو قانون فطرت یا نیچر کہا جا سکتا ہے مگر قانون فطرت کا ایک حصہ تو اُن موجودات کا ہے جو موجودات انسان کی نگاہ سے گذر کر اس کے تجربہ میں آ چکی ہیں اور دوسرا حصہ ان موجودات کا ہے کہ وہ یا تو ابھی تک انسان کی نگاہ سے نہیں گذریں یا نگاہ سے تو گذریں لیکن ان کی حقیقت اور تاثیر انسان کی دریافت سے باہر ہے اس لئے انسان اگرچہ پہلے حصہ کو قانون فطرت کہہ سکتا ہے مگر یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ اس کو قانون فطرت کا پورا علم حاصل ہو گیا چنانچہ اس دعوی کے اہل سائنس بھی مدعی نہیں

Marfat.com

ہو سکتے کیونکہ یہ لوگ اپنی کتابوں میں کہیں تو یہ لکھتے ہیں کہ بہت سی چیزوں کی پوری حقیقت ابھی تک ہمیں معلوم نہیں ہوئی اور کہیں یہ لکھتے ہیں کہ رات دن ہمیں قانون فطرت کی نئی نئی باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں ان میں کے بعض سمجھداروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مرتے دم تک بھی انسان ترقی معلومات کے سلسلہ کو پورا نہیں کرسکتا حقیقت میں بعض باتیں دنیا میں ایسی ہیں کہ اُن کے دریافت سے اہل سائنس عاجز اور ایسے کلمے لکھنے پر مجبور ہیں جن کا ذکر اوپر گزرا اہل سائنس جن باتوں کی دریافت سے عاجز ہیں وہ باتیں ایسی ہیں جیسے مثلاً کوٹھری اور بند دالانوں میں دن کو بغیر دھوپ کے پہنچنے کے جو اجالا ہو جاتا ہے اگرچہ وہ آنکھوں کے سامنے کی ایک چیز ہے لیکن اہل سائنس اس کی صحیح حقیقت نہیں بتلا سکتے۔

بڑے اختلاف کے بعد ان میں کے بعضے متاخرین لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ اجالا اسی زمین اور سورج کے مابین میں پھیلے ہوئے مادہ کی لہر ہے جو مادہ کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے۔

علمائے شریعت نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مادہ کی حرکت یا تو ایسی قوی ہو جاتی ہے کہ دل دار شیشے کے بند کواڑوں کے اندر اجالا سرایت کر کے پہنچ جاتا ہے یا اس کواڑوں کے شیشے پر ملکا سا سیاہی کا ایک دھبہ لگ جاتے تو مادہ کی وہ حرکت ایسی ضعیف کیوں ہو جاتی ہے کہ اس دھبہ کی جگہ پر سرایت کر کے کواڑوں کے اندر اجالا نہیں پہنچا سکتی اہل سائنس نے اس اعتراض کا صحیح جواب اب تک نہیں دیا دیکھنے۔ سننے۔ سونگھنے۔ چکھنے۔ اور چھونے کو حواس خمسہ کہتے ہیں ایک مدت تک اہل سائنس اس قاعدہ کے پابند رہے کہ جو چیز حواس خمسہ کے ذریعہ سے معلوم نہ ہو اس کے موجود ہونے کو تسلیم نہ کیا جاوے لیکن اوپر کے بیان کے موافق جب ان لوگوں نے اجالے کو مادہ کی لہر سمجھا تو یہ لوگ بغیر دیکھے مادہ کے موجود ہونے کے قائل ہو گئے اور اپنے اس قاعدہ کی پابندی کو چھوڑ دیا کہ جو چیز حواس خمسہ کے ذریعہ سے معلوم نہ ہو اس کے موجود ہونے کو تسلیم نہ کیا جاوے علمائے شریعت نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ان اہل سائنس لوگوں نے فرشتوں جنات آسمانوں حشر جنت دوزخ کا انکار اس قاعدہ کی پابندی کے سبب کیا تھا اب جب کہ یہ قاعدہ ان لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرا تو ان کا وہ انکار بھی غلط ہو گیا اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح ایک مدت دراز کی دریافت کے بعد کڑک اور چمک کو ان لوگوں نے کہربائی قوت کا اثر بتلایا ہے اسی طرح کامل دریافت کے بعد ممکن ہے کہ فرشتوں جنات آسمانوں حشر جنت دوزخ کا صحیح حال بھی ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے غرض کسی چیز کی حقیقت کا دریافت طلب ہونا اور بات ہے اور کسی چیز کا انکار کرنا اور بات ہے اگر ان لوگوں کے نزدیک ان دونوں باتوں میں کچھ فرق نہیں ہے تو ان کو اس مادہ اور اس کی حرکت کا بھی انکار کرنا پڑے گا جس کو ان لوگوں نے پیدائش دنیا کا سبب قرار دیا ہے کیونکہ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ مادہ اور اس کی حرکت کے باب میں ابھی تک ان لوگوں کی دریافت ناقص ہے اگرچہ علمائے شریعت نے فلسفہ یونانی اور سائنس کی اُن تمام باتوں کے جوابات تفصیل سے دئے ہیں جو باتیں شریعت کے مخالف تھیں لیکن تفسیر کے اس دیباچہ کو زیادہ طول دینا منظور نہیں تھا اس واسطے اس دیباچہ کے آخر پر ایک فصل میں مثال کے طور پر فلسفہ یونانی اور سائنس کی چند باتوں کا ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ فلسفہ یونانی اور سائنس کی اور باقی باتوں کو ناظرین تفسیر اوپر کی مثال پر قیاس کر کے یہ سمجھ لیں کہ نہ ایسی باتوں کو قرآن کی تفسیر میں کچھ دخل ہے نہ ایسی باتوں سے شریعت کے کسی مسئلہ میں کچھ شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

سائنسی نظریات پر تنقید ایک دوسرے طریقے سے

مامون رشید نے جب یونانی فلسفہ کی کتابیں یونان سے منگوا کر عربی میں ترجمہ کرائیں جس کا ذکر اس تفسیر میں ایک جگہ کر دیا گیا ہے۔ تو ان کتابوں میں سکندر رومی کے سوتیلے بھائی بطلیموس کی تصنیف کی ہوئی ایک کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا جا کر اس کا نام المجسطی رکھا گیا اسی کتاب سے سائنس کے بہت سے مسئلے پہلے عرب میں اور پھر یورپ میں رواج پائے لیکن اب سے ڈھائی تین سو برس پہلے تک یورپ میں شریعت عیسوی کی پابندی کا یہ حال تھا کہ اٹلی کے رہنے والے ایک شخص برونو نے جب انگلستان کے قیام کے زمانہ میں سائنس کے مسئلوں کو پھیلانا شروع کیا تو اس وقت کے پادریوں کے حکم کے موافق حکام نے پہلے اسے چند سال تک قید رکھا اور پھر اس کو زندہ آگ میں جلا دیا یہ قصہ ۱۶۰۰ء کا ہے اس زمانہ کی تاریخ کی کتابوں میں اس قصے کی پوری تفصیل ہے یہ شخص سائنس کا بڑا عالم تھا چنانچہ اس کی تالیف کی چند کتابیں اس فن میں مشہور ہیں اسی طرح کے اور قصے بھی اس وقت کی تاریخ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ اہل سائنس میں سے بعضے علما کو تازیست قید کیا گیا اور پھر ان کے مرجانے کے بعد انہیں عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کئے جانے کی منا ہی کر دی گئی حاصل کلام یہ ہے کہ سائنس والوں کے مسئلے ایسے کھلے کھلے یقینی ہیں جس طرح ان لوگوں کا دعویٰ ہے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پادریوں کے اقتدار کے زمانہ میں سائنس کے بڑے بڑے عالموں نے سخت سخت سزاؤں سے بچنے کے لئے اپنی دلیلوں سے پادریوں کو قائل کیوں نہیں کیا اصل بات یہ ہے کہ پادریوں کے اعتراضوں کے جواب سائنس کے علماء کے پاس نہیں تھے اس واسطے وہ سخت سخت سزاؤں کے قابل ٹھہرے چنانچہ مثلاً پادریوں کا یہ اعتراض تھا کہ دوربین سے زمین پر کی چیزیں تو صحیح طور پر نظر آسکتی ہیں لیکن دوربین سے آسمان پر کی چیزوں کا صحیح حال نہیں معلوم ہو سکتا کیونکہ دوربین سے خاص خاص فاصلے کی چیزوں کو دیکھا جا سکتا ہے آسمان پر کی چیزوں کا فاصلہ دوربین کی حد سے باہر ہے اس اعتراض کی صحت اور قوت سائنس کے مسائل سے اب تک اچھی طرح ثابت ہوتی ہے کس لئے کہ متقدمین اہل سائنس کے نزدیک پہلے زمین اور سورج کا فاصلہ پچاس لاکھ میل کے قریب تھا پھر ایک کروڑ تیس لاکھ میل اور پھر آٹھ کروڑ پچاس لاکھ میل قرار پایا اب ۱۹۰۹ء تک کے متاخرین نو کروڑ اٹھتیس لاکھ میل کا فاصلہ بتاتے ہیں جب دوربینوں کی غلطی کا یہ حال ہے تو آئندہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ کوئی دوربین ایسی نکل آوے جس سے یہ متاخرین کا قائم کیا ہوا فاصلہ بھی صحیح نہ ٹھہرے ان لوگوں کی علم ہیئت کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵۰۷ء تک علم ہیئت کے جو قواعد پہلے سے چلے آتے تھے پروشیا کے رہنے والے ایک مہندس کوپرنیکس نے ان قواعد کو بالکل بدل کر یہ ثابت کیا کہ دوربین سے دیکھنا تو درکنار بعضے تارے زمین سے اس قدر دور ہیں کہ وہاں تک انسان کے وہم و گمان کی بھی رسائی نہیں ہے بطلیموس کے زمانہ سے لے کر ۱۵۰۷ء تک کے قواعد اگر صحیح تھے تو پھر کوپرنیکس کو ان قواعد کے بدلنے کی کیا ضرورت تھی ان کتابوں کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۶۰۸ء تک جو دوربینیں بنائی گئی ہیں ان میں اصلی جسامت سے تیس حصہ بڑھ کر ہر ایک چیز نظر آسکتی ہے مخالفین سائنس اس پر یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ فاصلے کی دوری کے سبب سے مثلاً سا ٹھ حصہ سے بڑھ کر جسامت کے نظر آنے کی دوربین کے بغیر بعضے تارے نظر نہیں آسکتے تو ۱۶۰۸ء تک کی دوربینیں اس اعتراض کے جواب کے لئے کافی نہیں ہیں کوپرنیکس کی وفات کے

Marfat.com

کوئی پچاس برس کے بعد ایک سائنس کے عالم جان کپلر نے پہلے کے آلات رصد میں تبدل و تغیر کیا جس سے کوپرنکس تک کے زمانہ کے اکثر مسئلے بدل گئے اس کے بعد متاخرین نے جان کپلر کے بعضے مسائل کو غلط ٹھہرایا۔

ان لوگوں کے آپس کے اختلاف کا ذکر مختصر طور پر اس لئے کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کے اختلافی مسائل کا تو یہ حال ہے اور ان مسائل کے بھروسہ پر دعویٰ ان کا یہ ہے کہ سورج چاند اور تاروں کی باقاعدہ حرکت ایک غیر متغیر قانون ہے اسی قانون کے موافق دنیا کا تمام انتظام چلتا ہے جس انتظام کا بدل جانا کسی طرح ممکن نہیں ہے لیکن جب متاخرین ہیں کے بڑے بڑے سائنس کے علماء تاروں کی باقاعدہ حرکت کے قانون کو متغیر مانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آخر کو تاروں کی حرکت حرارت سے بدل جاوے گی جس سے مادہ کی حرارت حد سے زیادہ بڑھ کر تمام تارے سورج سے لڑ جاویں گے اور انتظام دنیا خراب ہو کر دنیا بالکل ویران ہو جاوے گی تو متقدمین اور متاخرین کے اس اختلاف کے سبب سے سائنس کا کوئی قاعدہ اور کوئی دعوےٰ قائم نہیں رہ سکتا۔

پابند شریعت علماء نے سائنس کے قاعدوں اور دعوؤں کو بے بنیاد جو ٹھہرایا تھا متقدمین اور متاخرین اہل سائنس کے اختلاف سے وہ بات اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ سورج چاند اور تاروں کی حرکت اسی وقت تک دنیا کے انتظام کا سبب قرار پا سکتی ہے جب تک اللہ تعالےٰ نے اس حرکت میں دنیا کے انتظام کی تاثیر پیدا کی ہے اور جب یہ تاثیر اللہ کے حکم سے باقی نہ رہوے گی تو اہل سائنس کے اقرار کے موافق یہی حرکت حرارت سے بدل کر تمام دنیا کے اجڑ جانے کا سبب بن جاوے گی یہی حال زمین پر کی موجودات کا ہے جیسے مثلاً اللہ کے حکم سے جب تک دواؤں میں شفا کی تاثیر باقی رہتی ہے تو دواؤں کے استعمال سے بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے مرض الموت کے وقت اللہ کے حکم سے دواؤں میں شفا کی تاثیر باقی نہیں رہتی تو مرنے والے بیمار کو کسی دوا سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔

خلاصہ حاصل کلام یہ ہے کہ جب موجودات سماوی و ارضی میں کوئی تاثیر مستقل طور پر نہیں ہے تو غیر مستقل تاثیر کا نام غیر متغیر قانون یا نیچر رکھنا بالکل غلط ہے اگرچہ اب یورپ کے اہل دول مثل پہلے کے پابند مذہب نہیں رہے جس سے آسمانی کتابوں کے برخلاف جو سائنس کے مسائل ہیں ان کی روک ٹوک اٹھ گئی ہے لیکن آسمانی کتابوں کی حمایت میں سائنس پر پادری لوگوں کے جو اعتراضات ہیں ان کے جواب اہل سائنس سے بن نہیں آتے۔

چند علمی اور کار آمد فوائد

متواتر حدیث کی بحث (۱) اس مقدمے کے پہلے باب میں علماء کا یہ قول جو بیان کیا گیا ہے کہ متواتر حدیث کی مثال کا پیش کرنا بہت مشکل ہے یہ قول شیخ الاسلام تقی الدین ابن صلاح دمشقی اور چند علمائے معتبر کا ہے یہ ابن صلاح ۶۴۳ھ کے معتبر علماء میں ہیں ان کی تالیف کی دین کی بہت سی کتابیں ہیں صلوٰۃ الرغائب کے جائز ہونے کا فتویٰ جو انہوں نے دیا ہے البتہ اس پر تو علماء کا اعتراض ہے لیکن سوائے اس کے ان کی اور تالیفات معتبر ہیں ان کی صحیح مسلم کی ناتمام شرح بہت معتبر ہے امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں اکثر جگہ اس کا حوالہ دیا ہے۔

Marfat.com

اصول حدیث و تفسیر ہیں ان کی ایک کتاب مقدمہ ابن صلاح کے نام سے بہت معتبر اور مشہور ہے اس مقدمہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ متواتر حدیث کی مثال کا پیش کرنا بہت مشکل ہے مطلب اس قول کا وہی ہے جو اس دیباچہ کے باب اول میں بیان کیا گیا ہے کہ حدیثوں کے لفظوں کا لکھا جانا تابعیوں کے آخری زمانہ میں شروع ہوا ہے اس لئے اب سے لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کسی حدیث کے لفظ تو متواتر طور پر لکھے ہوئے نہیں پائے جاسکتے ہاں صحیح حدیثوں کے معنے اور مطلب کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مطلب اللہ کے رسول کا فرمایا ہوا ہے ابن صلاح کے اس قول کو حافظ ابن حجرؒ اور بعضے علماء نے نہیں مانا اور متعدد سندوں کی کئی حدیثیں متواتر حدیث کی مثال کے طور پر پیش کیں لیکن اور علماء معتبر نے اسی اوپر کے مطلب کو بیان کرکے اس اختلاف کو اس طرح رفع کیا ہے کہ صحیح حدیثوں کے معنے اور مطلب کو متواتر کہا جاسکتا ہے لفظوں کو متواتر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اب سے لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کسی حدیث کے لفظ متواتر طور پر لکھے ہوئے نہیں پائے جاسکتے برخلاف قرآن شریف کے لفظوں کے کہ وہ ابتدا سے انتہا تک ہر ایک زمانہ میں لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں۔

(۲) اوپر گزر چکا ہے کہ صحیح حدیثوں کا مطلب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک متواتر معنوی کے طور پر پہنچتا ہے اس واسطے عذاب قبر عذاب دوزخ اور اسی طرح کے دل میں عقیدے رکھنے کی اور حرام حلال کی باتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہو سکتی ہیں کیونکہ قرآن کی آیتوں اور صحیح حدیثوں میں فرق فقط اتنا ہی ہے کہ قرآن کی آیتوں کے لفظ اور معنے دونوں متواتر ہیں اور صحیح حدیثوں کے فقط معنے متواتر ہیں اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ صفات الٰہی اور حرام حلال کے احکام صحیح اور حسن حدیثوں سے ثابت ہوسکتے ہیں ضعیف حدیثوں سے نہیں ثابت ہوسکتے جس حدیث کے راوی معتبری میں اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہوں اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور جو کم مرتبہ رکھتے ہوں اس کو حسن اور حسن کے مرتبہ سے بھی کم ہوں تو وہ حدیث ضعیف ہے اور اس قاعدہ کے موافق قرآن میں جو عقیدے کی آیتیں ہیں تمام علمائے امت نے صحیح اور حسن حدیثوں کو ان آیتوں کی تفسیر ٹھہرایا ہے

صحاح ستہ

(۳) صحیح بخاریؒ۔ مسلمؒ۔ ابوداؤدؒ۔ ترمذیؒ۔ نسائیؒ۔ ابن ماجہؒ۔ ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں اگرچہ سوائے صحیح بخاری و مسلم کے باقی چار کتابوں میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں لیکن غلبہ کے طور پر جس طرح ماں اور باپ کو ملا کر والدین کہتے ہیں اسی طرح ان چھ کتابوں کا نام صحاح مشہور ہے اسی واسطے سوائے صحیح بخاری و مسلم کے باقی کے چار کتابوں کی یا ان چار کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب کی جو حدیث خلاصہ کے طور پر اس تفسیر میں بیان کی گئی ہے اس کی صحت اور ضعف کا حال بھی ظاہر کر دیا گیا ہے بعضے علماء نے ان چھ کتابوں میں ابن ماجہ کی جگہ امام مالک کی موطا کو رکھا ہے۔

نابینا راوی معتبر ہے

(۴) حدیث کی صحیح کتابوں میں عورتوں اور عبداللہ بن مکتومؓ نابینا کی روایتیں جو لی گئی ہیں اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایسی صحیح روایتوں کو قرآن شریف کی تفسیر ٹھہرایا جاسکتا ہے جس کے راوی عورتیں اور نابینا ہوں۔

کثرت طرق سے روایت کم ضعف ہو جاتی ہے

(۵) بعضی ضعیف حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ ان کی ایک دو سند کے

Marfat.com

ضعف کو دیکھ کر بعضے علمائے ان حدیثوں کو ضعیف ٹھہرایا تھا لیکن جب ان حدیثوں کے سب طریقے جمع کئے گئے تو وہ ضعف جاتا رہا اس تفسیر میں بعضے قصوں کو اسی قاعدہ کے موافق معتبر ٹھہرایا گیا ہے جیسے مثلاً ہاروت ماروت کے قصہ کو بعضے علمائے نے بے اصل ٹھہرایا تھا پھر حافظ ابن حجرؒ نے اس قصے کی پوری سندیں ایک رسالہ میں جمع کیں تو اس قصہ کی اصل پائی گئی اس لئے[1] اس تفسیر کی سورۂ بقرہ کی تفسیر میں اس قصہ کو معتبر ٹھہرایا گیا ہے کیونکہ سب سندوں کے ملانے سے یہ حدیث حسن کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے۔

راوی کے فقیہ ہونے کی شرط لغو ہے

(۶) فقہ حنفی میں یہ جو ایک مسئلہ مشہور ہے کہ حدیث کی روایت جب کہ بالمعنی درست ہے تو صحابی کا فقیہ ہونا اور غیر فقیہ صحابی کی روایت کا قیاس کے موافق ہونا ضرور ہے کیونکہ غیر فقیہ راوی کو معنے کا لحاظ کم ہوتا ہے متقدمین حنفیہ میں کرخی وغیرہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ فقط متاخرین حنفیہ میں یہ مسئلہ مشہور ہو گیا ہے اور خود امام ابوحنیفہؒ کا تو یہ قول ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے۔

ہر سورت کی فضیلت والی روایت جھوٹی ہے

(۷) جس حدیث کی سندمیں حدیثوں کو اپنی طرف سے بنانے والے ایک یا چند جھوٹے راوی ہوں اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں مثلاً جس طرح ابوعصمہ نوح بن مریم نے قرآن کی سورتوں کی فضیلت میں موضوع حدیثیں بنائیں اور پھر ان کے بنانے کا اقرار کیا جس کا قصہ بڑی کتابوں میں ہے اگرچہ اس قسم کی حدیثیں تفسیر واحدی تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی وغیرہ میں لی گئی ہیں لیکن اس تفسیر میں ایسی کوئی حدیث نہیں لی گئی۔

(۸) اس دیباچہ کے باب اول میں یہ جو ذکر ہے کہ مصحف عثمانی کے لکھے جانے کے وقت تک قرآن شریف کے حرفوں پر زیر زبر پیش جزم و تشدید کے لکھنے کا رواج نہیں تھا اس کی تفصیل احسن الفوائد کے مقدمے میں بیان کر دی گئی ہے کہ بنی امیہ کے چھٹے خلیفہ ابوالعباس ولید بن عبدالملک کی خلافت کے زمانہ ۸۶ھ سے یہ زیر زبر تشدید کا رواج شروع ہوا ہے۔

سخت ضعیف حدیث کی متعدد سندیں بھی بیکار ہوتی ہیں

(۹) بعضی ضعیف حدیثیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کی سندمیں کسی راوی کو جھوٹا قرار دیا جاتا ہے اسی طرح کی چند سندیں بھی جمع کی جاویں تو روایت کو کچھ تقویت نہیں ہو سکتی ہاں جس سندمیں کسی سچے راوی کو ضعیف الحافظ قرار دیا جاوے تو اسی مضمون کی اور روایتوں کی مدد سے روایت میں ضعف حافظہ کے سبب سے غلطی روایت کا جو شبہ تھا وہ جاتا رہتا ہے اور حدیث میں قرآن کی تفسیر ٹھہرانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اس تفسیر میں جہاں کہیں کسی ضعیف حدیث کو دوسری سند یا چند سندوں سے تقویت دی گئی ہے تو اس کو ضعیف حدیث کی پچھلی قسم سمجھنی چاہئے پہلی نہیں۔

حدیث صلوٰۃ الرغائب موضوع ہے

(۱۰) جس صلوٰۃ الرغائب کا ذکر اوپر گزرا رجب کے مہینے میں اول جمعرات کو مغرب اور عشاء کے درمیان میں اس نماز کی بارہ رکعتیں چھ سلام سے اس طرح پڑھی جاتی ہیں کہ ہر ایک رکعت میں الحمد کے بعد انا انزلنا تین دفعہ اور قل ھو اللہ بارہ دفعہ پڑھتے ہیں اور پھر نماز کے بعد ستر دفعہ درود شریف پڑھا کرتے ہیں اس کے بعد جس مقصد کے پورا ہو جانے کی نیت سے یہ نماز

[1] لیکن اس قصہ کا دارومدار کعب احبار پر ہونے کی وجہ سے ایک اسرائیلی قصہ ہی ٹھہرتا ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر کی تحقیق حوالہ مقام پر ذکر کی جائے گی ان شاء اللہ۔

Marfat.com

بڑی جاتی ہے اس مقصد کے حاصل ہو جانے کی دعا کی جاتی ہے سوائے خطیب بغدادی اور ابن صلاح کے اور سب علماء نے اس صلوٰۃ الرغائب کی روایت کو موضوع کہا ہے اوپر گزر چکا ہے کہ جس کلام کو لوگ اپنی طرف سے بنا کر اس کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مشہور کر دیں اسے حدیث موضوع کہتے ہیں یہ تو اوپر گزر چکا ہے کہ اگرچہ بعضی تفسیروں میں اس قسم کی حدیثیں پائی جاتی ہیں لیکن اس تفسیر میں ایسی حدیثوں کے لینے سے پورا پرہیز کیا گیا ہے۔

معتبر حدیث کونسی ہے

(۱۱) علمائے اہل حدیث کبھی تو حدیث کو صحیح یا حسن کہتے ہیں اور کبھی حدیث کی سند کو صحیح یا حسن کہتے ہیں ابن صلاح نے اپنے مقدمے میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ معتبر مصنفوں میں سے کوئی مصنف اگر کسی حدیث کی سند کو معتبر بتلاوے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ سند اور حدیث کا متن دونوں معتبر ہیں حافظ ابو بکر ہیثمی صاحب مجمع الزوائد معتبر مصنفوں میں سے ہیں اور اس تفسیر میں جہاں یہ لکھا گیا ہے کہ یہ حدیث معتبر سند سے آئی ہے وہاں اکثر انہی حافظ ابو بکر ہیثمی کی یہ عادت کے قول کے موافق لکھا گیا ہے اس لئے وہ معتبر سند کی حدیثیں حسن حدیث کے درجہ سے کم نہیں ہیں کس لئے کہ حافظ ابو بکر ہیثمی کی یہ عادت ہے کہ راویوں کی ثقاہت بیان کرنے کے بعد سند یا متن حدیث میں اور کچھ خرابی ہوتی ہے تو وہ اس کو بیان کر دیتے ہیں جس سے ان کا مطلب یہ ہے کہ جہاں کہیں مجمع الزوائد میں فقط راویوں کی ثقاہت بیان کی گئی ہے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہاں سند اور متن دونوں معتبر ہیں کیونکہ جو کچھ خرابی ہوتی ہے وہ سند میں ہوا کرتی ہے متن حدیث میں بہت کم ہوتی ہے پھر جس مصنف کی عادت متن کی خرابی کو جدا بیان کر دینے کی ہے اس کی عادت کے موافق فقط راویوں کی ثقاہت کے بیان کر دینے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسے موقع پر متن اور سند دونوں میں کچھ خرابی نہیں ہے بلکہ متن اور سند دونوں معتبر ہیں شرح الفیہ عراقی میں اس مسئلہ کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا حاصل یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا حاصل کلام یہ ہے کہ جس حدیث کو صحیح یا ضعیف کہا جاتا ہے وہ بھی راویوں کی ثقاہت اور ضعف کے لحاظ سے ہوتا ہے اس لئے راویوں کی ثقاہت کا معتبر مصنف کی طرف سے ظاہر ہو جانا صحت حدیث کا بڑا جز ہے۔

حدیث صحیح کے درجے

(۱۲) اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں وہ ہیں جن کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں مل کر بالاتفاق روایت کرتے ہیں اس کے بعد امام بخاری کی منفرد روایتیں اور اس کے بعد امام مسلم کی منفرد روایتیں پھر اسی سلسلہ سے وہ حدیثیں جن کو اور معتبر مصنفوں نے امام بخاری و مسلم دونوں کی شرط پر یا دونوں میں سے ایک کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اس کے بعد وہ حدیثیں جن کو اور معتبر علماء نے بغیر کسی شرط کے صحیح کہا ہے بخاری اور مسلم کی شرط میں علماء کے چند قول ہیں لیکن صحیح قول یہی ہے کہ امام بخاری اکثر ایسے راویوں کی روایت اپنی کتاب میں لیتے ہیں جو راوی اپنے استاد کے ساتھ سفر اور حضر میں ایک مدت تک رہے ہوں اور امام مسلم اس شرط کے زیادہ پابند نہیں ہیں اسی طرح جو راوی عن کے لفظ سے کسی استاد سے روایت کرے تو امام بخاری ایسی حالت میں استاد اور شاگرد کی ملاقات کا پایا جانا ضروری خیال کرتے ہیں اور امام مسلم یہ کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں شاگرد کی عادت تدلیس کی نہ ہو تو استاد اور شاگرد کی ملاقات کا پایا جانا ضروری نہیں ہے بلکہ دونوں کا ایک زمانہ میں پایا جانا کافی ہے۔

Marfat.com

تدلیس جو راوی اپنے استاد کے عیب چھپانے کے لئے بجائے اپنے استاد کے نام کی جگہ مثلاً استاد کے استاد کا نام سند میں بدل دے تو ایسے راوی کو مدلس اور اس نام کے بدل ڈالنے کی حالت کو تدلیس کہتے ہیں تدلیس کے معنے کسی حالت کے چھپانے کے ہیں علما کا قول ہے کہ ۳۰۰ھ کے بعد تدلیس بہت کم پائی جاتی ہے۔

صحیح بخاری مقدم ہے حاصل کلام یہ ہے کہ بہ نسبت امام مسلم کے امام بخاری کی شرط میں سختی زیادہ ہے اس لئے علما نے امام بخاری کی منفرد روایت کو امام مسلم کی منفرد روایت پر مقدم رکھا ہے جہاں امام بخاری کی منفرد روایت موجود تھی اس تفسیر میں وہاں وہی لی گئی ہے۔

شاذ حدیث اور زیادتی ثقہ کا حکم (۱۳) ایک ثقہ راوی اپنے سے بڑھ کر ثقہ راوی کے برخلاف کچھ لفظ روایت میں بیان کرے تو ان لفظوں کو شاذ کہتے ہیں صحیح حدیث میں یہ شرط ہے کہ اس میں کوئی شاذ لفظ نہیں ہونا چاہئے ہاں اگر کوئی ثقہ راوی ایسے زیادہ لفظوں کی روایت کرے جو کسی دوسرے ثقہ راوی کے برخلاف نہ ہوں تو اس طرح کے زیادہ لفظ گویا جدا صحیح حدیث ہیں اصول حدیث کی کتابوں اور معتبر تفسیروں میں یہ جو لکھا ہے کہ ثقہ کی زیادت مقبول ہے وہ یہی آخری قسم کی زیادت ہے پہلی قسم کی نہیں کیونکہ پہلی قسم کی زیادت صحیح حدیث میں نہیں لی جاسکتی اس تفسیر میں جہاں چند روایتوں کو کسی آیت کی تفسیر ٹھہرایا گیا ہے وہ آخری قسم کے موافق ہے پہلی کے موافق نہیں ہے کوئی غیر ثقہ راوی کسی ثقہ راوی کے برخلاف کچھ لفظ روایت کرے تو ایسی روایت کو اصول حدیث کی کتابوں میں منکر کہتے ہیں منکر روایت بالکل نامقبول ہے اس تفسیر میں کوئی منکر روایت نہیں لی گئی۔

قرآن اور حدیث قدسی میں فرق (۱۴) اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حدیث قدسی اگرچہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے روایت کے طور بیان کرتے ہیں لیکن قرآن شریف کے لفظوں کی طرح حدیث قدسی کے لفظوں کے یاد رکھنے کی تاکید نہیں تھی اس واسطے نہ جبرئیل علیہ السلام حدیث قدسی کے لفظوں کا دور رمضان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے نہ حدیث قدسی کے لفظ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھے گئے اس طریقہ میں حکمت الٰہی یہی تھی کہ حدیث کی روایت بالمعنی کو اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ کے لئے جائز ٹھہرا دیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو تابعیوں کے آخری زمانہ میں حدیث کا جمع ہو جانا دشوار ہو جاتا روایت بالمعنی کے جائز ہو جانے کے سبب سے اکثر صحابہ کی یہ عادت تھی کہ وہ روایت بالمعنی کیا کرتے تھے چنانچہ ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے بعضی بعضی حدیثوں کو چند صحابہ سے سنا تو مطلب سب نے ایک طرح بیان کیا مگر لفظ سب کے مختلف تھے یہی طریقہ تابعین کا اصول حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے ہے۔

تفسیر ہذا میں روایات لانے کا طریقہ حاصل کلام یہ ہے کہ اس تفسیر میں صحیح حدیثوں کا خلاصہ ہر ایک آیت کی تفسیر میں جو بیان کیا گیا ہے وہ اس طریقہ روایت بالمعنی کے طور پر ہے جو کسی شرعی اعتراض کے قابل نہیں ہے قرآن شریف میں انبیاء کے قصے مختلف سورتوں میں مختلف لفظوں سے جو بیان کئے گئے ہیں اس سے بھی روایت بالمعنی کی پوری تائید ہوتی ہے جیسے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں کہیں شہاب قبس فرمایا

Marfat.com

اور کہیں او جذوہ اس روایت بالمعنیٰ کی بنیاد پر قرآن شریف اور حدیث کا ترجمہ مختلف زبانوں میں جاری ہے۔

تفسیر ہذا کی ایک اور خصوصیت

(۱۵) صحیح بخاری اور مسلم کی صحت سند کا حال تو مشہور ہے اور یہ اوپر گذر چکا ہے کہ ان دونوں کتابوں کے علاوہ جس کتاب کی کوئی حدیث اس تفسیر میں لی گئی ہے اس کتاب کا نام صحابی کا نام اور حدیث کی سند کا حال سب وہیں تفسیر میں بیان کر دیا گیا ہے جس سے پوری صحیح سند سے ہر ایک حدیث اس تفسیر میں آگئی ہے کیونکہ پوری سند تو اصل کتاب میں موجود ہے اور صحت سند کا حال اس تفسیر سے معلوم ہو سکتا ہے اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحت سند کی پوری پابندی کے ساتھ اردو کی یہ پہلی تفسیر ہے جو ناظرین کی نظر سے گذرے گی۔

جرح و تعدیل کے بعض مسائل

(۱۶) راویوں کی ثقاہت اور ان کے ضعف کو جن کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے ان کتابوں کو اسماء الرجال کی کتابیں کہتے ہیں سنہ ۳۰۰ھ کے شروع تک علماء کو راویوں کی جو حالت یاد تھی اسی حالت کی بنا پر جرح تعدیل کا دارومدار رہا پھر اس باب میں کتابیں تالیف ہوئیں اسماء الرجال کی کتابوں میں کسی راوی کی ثقاہت پر جو اعتراض کیا جاتا ہے اس کو جرح اور اس اعتراض کے جواب کو تعدیل کہتے ہیں علمائے جرح اور تعدیل کے تین طبقے ہیں ابو حاتم نسائی اور ابن حبان جرح میں بہت سخت شمار کئے جاتے ہیں اور ترمذی و حاکم بہت نرم امام احمد دار قطنی اور ابن عدی کے مزاج میں نہ بہت سختی ہے نہ بہت نرمی اس واسطے ایسے علماء متوسط طبقے میں شمار کئے جاتے ہیں بعضے علماء نے ابن حبان کو تعدیل میں نرم مزاج جو قرار دیا ہے اس کو جلال الدین سیوطی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے صحیح نہیں ٹھہرایا بلکہ انہوں نے ابن حبان کو جرح کے باب میں سخت مزاج لکھا ہے ذہبی نے میزان الاعتدال میں بعضے ایسے راویوں کا ذکر کیا ہے جن کو دار قطنی نے ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے ان راویوں کی ثقاہت پر اعتراض کیا ہے جس سے ابن حبان کا جرح کے باب میں سخت مزاج ہونا اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کیونکہ معتبر علماء نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ نسائی کے بعد جرح اور تعدیل کے باب میں دار قطنی کے قول کا بڑا اعتبار ہے لیکن ابن حبان نے اپنی سخت مزاجی کے سبب سے ان راویوں کی ثقاہت پر بھی اعتراض کیا جن کو دار قطنی نے ثقہ ٹھہرایا تھا اس قصہ سے ان علماء کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جنہوں نے ابن حبان کو جرح میں سخت مزاج ٹھہرایا ہے ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں بعضی حسن حدیثوں کو صحیح کہا ہے اس سے بعضے علماء کو ابن حبان کے جرح اور تعدیل میں نرم مزاج ہونے کا شبہ پڑ گیا ہے حالانکہ یہ جرح و تعدیل کے باب کی نرم مزاجی نہیں ہے کیونکہ ترمذی سے پہلے کے اہل حدیث کا یہی طریقہ تھا کہ وہ صحیح اور حسن حدیث میں کچھ فرق نہیں کرتے تھے بلکہ حسن کو صحیح کا درجہ شمار کرتے تھے اس طریقہ کے موافق صحیحین میں بعضی حسن سند کی روایتیں بھی ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اس تفسیر میں ابن حبان کے ثقہ ٹھہرائے ہوئے راویوں کی ثقاہت پر جو بھروسہ کیا گیا ہے وہ بالکل اصول حدیث کے موافق ہے کس لئے کہ اصول حدیث میں سخت مزاج علماء کی بیان کی ہوئی ثقاہت کو بڑے بھروسہ کی ثقاہت ٹھہرایا گیا ہے۔

جہالت راوی کی بحث

(۱۷) اسماء الرجال کی کتابوں میں کسی راوی کو بعضے علماء نے مجہول جو کہا ہے اس کے دو مطلب ہیں ایک تو یہ کہ سوائے ایک شخص کے اور کوئی دوسرا شخص اس سے روایت نہیں کرتا اس لئے گویا اس راوی کی ذات مجہول ہے جس سے یہ مقصود ہے کہ یہ راوی مشہور راویوں میں نہیں ہے اس مجہولیت کو ذاتی مجہولیت

Marfat.com

کہتے ہیں اس ذاتی مجہولیت کے مقصد سے کسی راوی کو اگر مجہول کہا جاوے اور پھر اس راوی سے دو ثقہ شخصوں کی روایت کا لینا ثابت ہو جاوے تو ایسی صورت میں وہ مجہولیت جاتی رہتی ہے دوسرا مطلب راوی کو مجہول کہنے سے یہ ہوتا ہے کہ اس کی ثقاہت اور ضعف کا کچھ حال معلوم نہ ہو اس کے بعد اگر دو معتبر علماء کے بیان سے ایسے راوی کی ثقاہت ثابت ہو جاوے تو یہ مجہولیت بھی جاتی رہتی ہے ایسی مجہولیت کو صفاتی مجہولیت کہتے ہیں علمائے جرح و تعدیل کے قول راویوں کے باب میں جو مختلف ہیں وہ ایسی ہی صورتوں میں ہیں جیسے مثلاً ابو حاتم رازی نے ایک راوی موسیٰ بن ہلال کو مجہول کہا اور پھر اس کے بعد معلوم ہوا کہ دو شخصوں سے زیادہ لوگوں نے موسیٰ ابن ہلال سے روایتیں کیں ہیں اور ابن عدی وغیرہ نے اس کو معتبر قرار دیا ہے تو موسیٰ بن ہلال کی دونوں طرح کی مجہولیت جاتی رہی اس تفسیر میں جس مجہول راوی کی روایت لی گئی ہے وہ دونوں طرح کی مجہولیت کے رفع ہو جانے کے بعد کی ہے علمائے محدثین کی یہ عادت ہے کہ جس راوی کی ثقاہت میں کوئی ظاہر جرح نہیں ہوتی تو وہ ایسے راوی کے حال کو سکوت کی حالت میں چھوڑ دیتے ہیں ایسی ہی سکوتی حالت کی سندوں کو اس تفسیر میں ناقابل اعتراض سندیں کہا گیا ہے۔

مسئلہ صفات الٰہیہ

(۱۸) جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں الحی القیوم فرما کر اپنی ذات کے لئے حیات کی صفت جتلائی ہے اسی طرح انسان کے حق میں وہ صفت اس طرح جتلائی ہے کہ کنتم امواتا فاحیاکم جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ اور انسان دونوں پر حیات کی صفت صادق آتی ہے لیکن دونوں میں بڑا فرق ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور انسان پہلے بالکل ناپید تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو نیست سے ہست کیا اسی طرح قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کی صفت کا ذکر جگہ جگہ فرمایا ہے اور اسی طرح اور صفات اپنے کلام پاک میں بیان فرما کر پھر آیت لیس کمثلہ شیء سے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اچھی طرح جتلا دیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی اصلی حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہے اسی طرح اس کی صفات کا حال ہے کیونکہ جیسی موصوف کی ذات ہے اسی کی شان کے موافق جب تک اس کی صفات نہ ہوں تو جو مناسبت موصوف اور صفت میں ضروری ہے وہ باقی نہیں رہ سکتی۔

اللہ تعالیٰ کے صفات میں تاویل کرنا صحابہ کے مخالف روش ہے

(۱۹) اوپر کے بیان کے موافق جب اللہ تعالیٰ کی صفات اور مخلوقات کی صفات میں فقط صفات کا نام ملتا جلتا ہے اور در حقیقت دونوں صفتوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے تو جن متاخر مفسروں نے صفات الٰہیہ اور صفات مخلوقات میں مشابہت کا گمان دل میں پیدا کر کے آیات صفات الٰہیہ میں طرح طرح کی تاویلیں کی ہیں یہ طریقہ صحابہ اور تابعین کے طریقہ کے بالکل مخالف ہے چنانچہ اس کی پوری تفصیل سورہ آل عمران کی تفسیر میں بیان کر دی گئی ہے اور یہ جتلا دیا گیا ہے کہ اس اردو کی تفسیر کی بنیاد صحابہ اور تابعین کی تفسیروں پر رکھی گئی ہے اس لئے اس تفسیر میں متاخرین کا طریقہ نہیں اختیار کیا گیا کیونکہ تاویل کی ضرورت اسی حالت میں پائی جا سکتی ہے جب کہ صفات الٰہیہ اور مخلوقات کی صفات میں مشابہت کو فرض کر لیا جاوے اور اس مشابہت کا فرض کرنا آیت لیس کمثلہ شیء کے برخلاف اور شرک فی الصفات کے قریب ہے اس لئے صحابہ اور تابعین نے اس فرض کو غلط ٹھہرایا ہے اور جب یہ فرض غلط ٹھہرا تو تاویل کی کچھ ضرورت باقی نہیں رہی اس دیباچہ کے دوسرے باب میں گزر چکا ہے کہ تاویل کے معنے کسی بات کو ڈھنگ اور کل سے بٹھا دینے کے ہیں ابی بن کعبؓ

Marfat.com

عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ کے صحیح قولوں کے موافق وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر وقف ضروری ہے اس لئے متقدمین مفسرین آیات صفات کی تاویل کو اللہ تعالےٰ کے علم پر سونپتے ہیں کیونکہ جب آیت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کی تعمیل کے طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات صفات کی تاویل کا کوئی طریقہ امت کو نہیں پہنچایا تو اس کو اللہ تعالےٰ کے علم غیب پر سونپنا ایمان کی نشانی ہے کس لئے کہ جب تک اس معاملے کو علم الٰہی پر نہ سونپا جاکر تاویل پر اصرار کیا جاوے گا تو صفات الٰہیہ اور صفات مخلوق میں مشابہت کا دخل باقی رہے گا جو شرک فی الصفات کا ایک خوف ناک دخل ہے جس کا حاصل یہ ٹھہرے گا کہ نعوذ باللہ من ذلک قرآن کے شرکیہ معنوں کی اصلاح عقلی تاویل سے کی گئی ہے۔

آیات واحادیث صفات، ظاہر معنوں پر محمول ہیں

(۲۰) علم عقائد کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ صفات الٰہیہ کی آیتیں اور حدیثوں کو ظاہری معنی پر چھوڑنا اور ان میں کسی طرح کی تاویل کو جائز نہ رکھنا اہل سنت والجماعت کا یہی طریقہ ہے اس کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ جب اللہ تعالےٰ کی صفات اور مخلوقات کی صفات میں درحقیقت کچھ مشابہت نہیں ہے تو آیت لیس کمثلہ شیء کے برخلاف زبردستی مشابہت کا اندیشہ پیدا کرنا اور پھر اس اندیشہ کو طرح طرح کی تاویلوں سے رفع کرنا یہ طریقہ اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے بلکہ ان کا طریقہ اس باب میں یہی ہے کہ جب آیت لیس کمثلہ شیء کے موافق اللہ تعالےٰ کی صفات اور مخلوقات کی صفات میں کچھ مشابہت نہیں ہے تو صفات کی آیتوں اور حدیثوں کو ان کے ظاہری معنی پر چھوڑا جاکر اس کی کیفیت کو اللہ تعالےٰ کے علم پر سونپا جاوے۔

شریعت کی ضرورت

(۲۱) دنیا کے کاموں کی بھلائی برائی کو عقل سے جان سکتا ہے جیسے جلتی آگ میں کود پڑنے کو کوئی اچھا نہیں جانتا اور اس طرح کے ہلاکت کے کاموں سے بچنے کو سب اچھا جانتے ہیں لیکن عقبیٰ کی پوری بھلائی برائی بدوں شریعت کے ذریعہ خالص عقل سے نہیں معلوم ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالےٰ کی مرضی کے موافق کاموں کو شریعت کہتے ہیں اب یہ تو ظاہر ہے کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کی مرضی بغیر جتلانے کے نہیں معلوم ہو سکتی پھر بھلا بغیر ذریعہ شریعت کے خالص عقل سے اللہ تعالےٰ کی مرضی کیونکر معلوم ہو سکتی ہے اس لئے اللہ تعالےٰ کی مرضی جتلانے کو آسمانی کتابیں لے کر رسول آئے صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر عذر کا قبول کرنے والا کون ہو سکتا ہے جس نے لوگوں کی انجانی کا عذر دفع کرنے کے لئے رسولوں کو بھیجا آسمانی کتابیں نازل فرمائیں اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ بغیر رسولوں کے آنے اور آسمانی کتابوں کے نازل ہونے کے اللہ تعالےٰ کی مرضی کے کاموں کو خالص عقل سے کوئی نہیں جان سکتا اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے لوگوں کی انجانی کا عذر رفع کرنے کے لئے رسولوں کو بھیجا آسمانی کتابیں بھی نازل فرمائیں اس مثال سے یہ مطلب خوب صاف ہو جاتا ہے کہ جیسے صدقہ خیرات لوگوں کی نفع رسانی کی چیز ہے اس لئے خالص عقل سے یہ کہا جا سکتا تھا کہ ہر طرح کی خیرات عقبیٰ کی بہبودی اور بھلائی کی چیز ہے لیکن شریعت کے ذریعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو خیرات دنیا کے دکھاوے کی نیت سے ہو وہ عقبیٰ کے حساب سے کچھ بھلائی کی چیز نہیں یا جیسے صلوۃ الرغائب کی مثال اوپر گزری کہ اگرچہ خالص عقل کے موافق وہ ایک عبادت ہے لیکن شریعت میں وہ عبادت ثابت نہیں اس لئے عقبیٰ میں یہ عبادت کچھ بھلائی کی چیز نہیں

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی اور نامرضی کی سب باتیں مختصر طور پر قرآن شریف میں بیان فرما کر ان مختصر باتوں کی تفسیر بیان کر دینے کا حکم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے چنانچہ اس کا ذکر اس دیباچہ میں اوپر گزر چکا ہے اس کے بعد صحابہؓ اور تابعینؒ نے اس تفسیر کو ایک جا جمع کر دیا اور روایتی تفسیروں کے پابند علمائے امت نے اس کو آخری زمانہ کے لوگوں تک پہنچا دیا ہے اس لئے روایتی تفسیروں کے صحیح روایتوں کی مدد سے یہ اردو کی مختصر تفسیر اس ڈھنگ سے لکھی گئی ہے کہ جس سے صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور نامرضی کے احکام ناظرین تفسیر کو معلوم ہو سکتے ہیں۔ ناظرین کا ذہن پریشان نہ ہونے کی غرض سے یہ تفسیر مختصر لکھی گئی تھی اس واسطے اس کے دیباچہ کو بھی زیادہ طول نہیں دیا گیا۔

فرقہ آریہ پر کچھ تنقید

یونانی فلسفی اور اہل سائنس نے اپنی عقل کے موافق جو عقلی قاعدے بنائے ہیں یہ لوگ اپنے ان قاعدوں پر قائم ہیں اور ان قاعدوں کے مخالف قرآن شریف میں جو باتیں ہیں ان کو یہ دونوں فرقہ کے لوگ نہیں مانتے اسی واسطے اس دیباچہ میں ان دونوں فرقوں کے مقررہ قاعدوں کی چند غلطیاں کسی قدر تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں تاکہ ناظرین تفسیر کو یہ معلوم ہو جاوے کہ جن قاعدوں کی بنیاد پر یہ لوگ قرآن کی باتوں کو نہیں مانتے وہ قاعدے صحیح نہیں ہیں۔ فرقہ آریہ کا حال اوپر کے دونوں فرقوں کے حالت کے بالکل برخلاف ہے کیونکہ یہ لوگ اپنے مقررہ قاعدوں کو خود ہی غلط ٹھہرا کر توڑ ڈالتے ہیں جس سے کسی دوسری قوم کو ان کے مقررہ قاعدوں کے غلط ٹھہرانے کی زیادہ ضرورت نہیں ہے چنانچہ ذیل میں چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں جن سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ فرقہ آریہ کے لوگ اپنے مذہب کے مقررہ قاعدوں کو خود ہی غلط ٹھہرا کر کیونکر توڑ ڈالتے ہیں۔

(۱) قرآن شریف میں مریم علیہا السلام کا جو قصہ ہے اس پر فرقہ آریہ کے لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس قصہ میں عورت کی شرمگاہ کا ذکر ہے اس واسطے قرآن کلام الٰہی نہیں ہو سکتا کیونکہ کلام الٰہی میں ایسی فحش باتوں کا ذکر ممکن نہیں ہے۔ فرقہ آریہ کے لوگوں نے اس اعتراض سے اپنے اس مذہبی قاعدہ کو توڑ ڈالا کہ وید کلام الٰہی ہے کس واسطے کہ یجروید کے انیسویں ادھیاء کے ۷۶ منتر اور علاوہ اس کے ویدوں کے اور سینکڑوں منتروں میں مرد اور عورت کی شرمگاہوں کا ذکر ایسے صاف لفظوں میں ہے جس کا کوئی ویدوں کا جاننے والا آریہ شخص انکار نہیں کر سکتا پھر آریہ لوگوں کے جس قول کے موافق قرآن کلام الٰہی نہیں ہو سکتا اسی قول کے موافق وید بھی کلام الٰہی نہیں ہو سکتے۔

(۲) قرآن شریف کی اکثر آیتوں میں قرآن کی جو تعریف آئی ہے اس پر فرقہ آریہ کے لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اپنے منہ سے اپنی کتاب کی تعریف کا بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے اس لئے قرآن کلام الٰہی نہیں ہو سکتا۔ ویدوں کے سینکڑوں منتروں میں ویدوں کی تعریف اس طرح کے صاف لفظوں میں آئی ہے کہ اس میں کسی آریہ شخص کو انکار کی گنجائش نہیں ہے اس واسطے جو نتیجہ پہلی مثال کا ہے وہی اس دوسری مثال کا ہے۔

(۳) ستیارتھ[1] میں ہے کہ اگرچہ پرمیشور کے ہاتھ نہیں لیکن وہ اپنے قدرت کے ہاتھوں سے سب کچھ کر سکتا ہے۔ آریہ لوگوں نے

[1] آریوں کے گرو دیانند کی کتاب ۱۲

Marfat.com

لے گروکے اس قاعدہ کو توڑ کر یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن میں جنت کے ریشمی کپڑوں کا جو ذکر ہے وہ کپڑے کون بنے گا۔

(۴) ستیارتھ میں نطفہ کی مثال بیج کی اور عورت کی مثال کھیتی کی بیان کی گئی ہے۔ آریہ لوگوں نے اپنے گرو کی ان مثالوں کو غلط ٹھہرا کر یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن میں عورت کی مثال کھیتی کی جو بیان کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

(۵) ستیارتھ میں ہے کہ عورتوں اور مردوں کی چار آنکھیں ہونے سے بدکاری پھیلتی ہے۔

اسی کتاب میں ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے مدرسوں میں دو کوس کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ آریہ لوگوں نے اپنے گرو کے اس قاعدہ کو توڑ کر قرآن شریف کی پردہ کی آیتوں پر اعتراض کیا ہے۔ اگرچہ اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں لیکن اس مقدمہ کو زیادہ طول دینا مقصود نہیں تھا۔ اس لئے ناظرین تفسیر کے سمجھانے کے لئے ان پانچ مثالوں پر کفایت کی جاتی ہے۔

یہ ایک بات بھی قابل تذکرہ ہے کہ فرقہ آریہ کے لوگ اپنے مذہب کے مقررہ قاعدوں کو غلط ٹھہرا کر جو توڑ ڈالتے ہیں ان لوگوں میں یہ عادت کچھ نئی نہیں ہے بلکہ ان کے گرو سوامی دیانند نے بھی اسی عادت کا برتاؤ کیا ہے چنانچہ سنسکرت کی معتبر قدیم کتابوں میں فقط تین ویدوں کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ یہ وید برہما دیوتا پر نازل ہوئے اور برہما نے اپنے شاگردوں کو یہ تینوں وید سکھائے۔

سوامی دیانند نے اس قدیمی قاعدہ کو توڑ کر بجائے تین ویدوں کے چار وید قرار دئے اور قدیمی مسئلہ کو غلط ٹھہرا کر یہ نیا مسئلہ مذہب میں بڑھایا کہ چار رشیوں پر یہ چاروں وید نازل ہوئے ہیں اور رگ وید یجروید سام وید ان تین قدیمی ویدوں کے علاوہ اتھربن نام کا چوتھا وید ثابت کرنے کے لئے انگرو نام کا چوتھا رشی بھی پیدا کر لیا۔ جس شخص کو غیب سے الہام ہو اس فرقہ کی زبان میں اس کو رشی کہتے ہیں۔

سوامی دیانند کا یہ اعتقاد ہے کہ برہما نے ان چاروں رشیوں سے وید سیکھے ہیں خود برہما پر چاروں وید نازل نہیں ہوئے اپنے اس اعتقاد کے موافق سوامی دیانند رشیوں کو صاحب الہام کہتے ہیں لیکن قدیم پنڈتوں کے اعتقاد اور قدیم کتابوں کے موافق جب برہما پر ویدوں کا نازل ہونا مانا جاوے گا تو رشیوں کو صاحب الہام کہنا ثابت نہ ہوگا۔ قدیمی کتابوں میں سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور سب چیزوں کو نو پیدا بیان کیا گیا ہے لیکن سوامی دیانند نے اس قاعدہ کو غلط ٹھہرا کر روح اور مادہ کو قدیم قرار دیا ہے جس پر قدیمی کتابوں کے ماننے والے پنڈت طرح طرح سے اعتراض کرتے ہیں اور دیانندی پنڈت ان اعتراضوں کا پورا جواب نہیں دیتے۔

سوامی دیانند کی جن باتوں کا ذکر اوپر گزرا سنسکرت کی قدیمی معتبر کتابوں میں ان باتوں کا کہیں کچھ پتہ و نشان نہیں ہے بلکہ یجروید میں جہاں ویدوں کی پیدائش کا ذکر ہے اس میں بھی چوتھے وید کا تذکرہ نہیں ہے۔

علمائے یورپ نے ویدوں کے حال میں جو کتابیں لکھی ہیں انہوں نے بھی اپنی ان کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ اتھربن نام کا چوتھا وید قدیمی نہیں ہے۔

سوامی دیانند نے اپنی بعضی کتابوں میں اتھرب وید کا ایک منتر چوتھے وید کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ مگر قدیمی

Marfat.com

برہمنوں نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ قدیمی سنسکرت کی کتابوں میں اور یجروید میں اتھرب وید کا ذکر نہیں ہے اس لیئے گم نام وید کے منتر سے چوتھا وید ثابت نہیں ہو سکتا۔

نتیجہ اس تنبیہ کا وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا مگر جس فرقہ کے گرو اور چیلے دونوں کو اپنے مذہب کے قدیمی قاعدوں کے غلط ٹھہرانے کی عادت ہو کسی دوسری قوم کو ان کے کسی قاعدہ کے غلط ٹھہرانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے؛

تفسیر

احسن التفاسیر

منزل اوّل

Marfat.com

Marfat.com

آیاتھا ٧ —— (١) سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ (٥) —— رکوعھا ١

المنزل ١

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○

سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا ۱ بہت ہی مہربان نہایت ہی رحم والا مالک انصاف کے دن کا

بعد حمد و صلوٰۃ کے شائقین تلاوت قرآن کو معلوم ہو کہ معتبر تفسیروں کی روایتوں کے موافق اکثر علماء کے نزدیک قرآن شریف کی قرأت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کا پڑھنا سنت ہے جس کے معنے شیطان مردود کی ہر طرح کی برائی سے اللہ کی پناہ میں آنے کی التجا کے ہیں۔ اس بات پر تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ سورۂ نمل کی آیتوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے وہ قرآن شریف کی ایک آیت ہے لیکن الحمد کی یا کسی اور سورت کی آیتوں میں سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک آیت ہے یا نہیں اس میں سلف کا اختلاف ہے اور حدیثیں دونوں جانب ہیں مگر نماز میں تکبیر اور سورۂ فاتحہ کے مابین پکار کر بسم اللہ نہ پڑھنے کی حدیثیں زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہیں[1]۔ رہی سوا سورۂ فاتحہ کے اور سورتوں کی بحث اس کے باب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے ابوداؤد میں بسند صحیح جو روایت ہے اس کا حاصل اسی قدر ہے کہ قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت ایک سورہ کا ختم اور دوسری سورہ کا شروع معلوم ہو جانے کی غرض سے بسم اللہ نازل ہوا کرتی تھی[2]۔ سورۂ فاتحہ کے مکی یا مدنی ہونے میں سلف کا اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ سورہ مکی ہے۔ اس سورہ سے قرآن شریف کی کتابت شروع ہوتی ہے اور عربی میں افتتاح کے معنی شروع کے ہیں اس لئے اس سورت کو فاتحہ کہتے ہیں۔ اس سورت کے نام اور بھی حدیث میں آئے ہیں مگر یہ نام زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں فاتحہ، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ تین سورتیں نہیں ہیں کیونکہ وہ ان کو قرآن شریف کی سورتوں میں شمار نہیں کرتے۔ مگر اور سب صحابہ اس کے مخالف ہیں۔ صحیح مسلم اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ یکایک انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور یہ کہا کہ آج آسمان کا وہ ایک دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا۔ اتنے میں ایک فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو سورۂ فاتحہ اور آمن الرسول سے سورہ کے آخر تک ان آیتوں کے نازل ہونے کی خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ یہ آیتیں لانے والے ایسے دو نور ہیں کہ آپ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوئے[3]۔ اس سورہ کے اور بھی بہت سے فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں ❊

١-٧۔ الحمد للہ حمد کے معنے زبان سے تعریف کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل فرما کر اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اس طرح کیا کریں رب العالمین رب اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی مربی کے ہیں یہ لفظ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مخلوق کی شان میں بغیر نسبت و اضافت کے نہیں استعمال کیا جا سکتا۔ ہاں مخلوق کی شان میں اضافت کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے مثلاً رب الدار کہہ سکتے ہیں جس کے معنے گھر کے مالک کے ہوں گے العالمین عالم کی جمع ہے۔

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ١٦-١٧۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ١٦۔ [3] تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ١١۔ [4] یعنی بلحاظ نزول یہ پانچویں سورت ہے

Marfat.com

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿۴﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ

تجھی کو ہم بندگی کریں اور تجھی سے مدد چاہیں چلا ہم کو راہ سیدھی راہ ان کی

أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿۶﴾ ع ۱

جن پر تو نے فضل کیا نہ جن پر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے

اللہ تعالٰے کی ذات کے سوا سب مخلوقات کو عالم کہتے ہیں۔ آسمان زمین کی آبادی جنگل و دریا میں اللہ تعالٰے کی طرح طرح کی مخلوقات ہے جن سب کا مربی اور معبود اللہ تعالٰے ہے۔ اس لئے لفظ عالم کو جو خود جمع ہے پھر جمع کر کے فرمایا الرحمٰن الرحیم صاحب رحمت کے معنوں میں یہ دونوں اللہ تعالٰے کے نام ہیں مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کسی چیز کا مالک وہ کہلاتا ہے جس کو اس چیز میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہو۔ قیامت کے دن ہر طرح کی جزا و سزا کا اختیار خاص اللہ تعالٰے کی ذات کو ہے۔ اس واسطے اپنے آپ کو اس دن کا مالک فرمایا ایاك نعبد شروع سورۃ سے یہاں تک حمد و ثنا کا ذکر تھا اور حمد و ثنا ممدوح کی غائبانہ حالت میں اعلیٰ درجہ کی حمد و ثنا کہلاتی ہے اس لئے یہاں تک غائب کے صیغے تھے۔ اس آیت سے دعا کی حالت شروع ہوئی اور دعا میں حاضری مناسب ہے اس واسطے اللہ تعالٰے نے طرز کلام کو بدل دیا اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے معنے اس طرز کلام کے موافق یہ ہوئے کہ یا اللہ سوا تیری ذات کے اور کسی کی عبادت ہم نہیں کرتے کیونکہ تو نے ہی ہم کو پیدا کیا اور تیری ہی ہدایت سے ہم کو عبادت کی توفیق ہوئی وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور یا اللہ ہماری قابل قبول عبادت میں شیطان کا وسوسہ اور خواہش نفسانی ہر طرح سے حارج ہے۔ اس لئے ہم تیری ذات پاک سے قابل قبول عبادت کے ادا ہونے کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ جس عبادت میں وسوسہ شیطانی کا دخل ہوگا اس میں نمائش اور ریاکاری کا اور جس عبادت میں خواہش نفسانی ہوگی اس میں بدعت کا اندیشہ ہے اور عبادت کا یہ اندیشہ اور نقصان بغیر تیری مدد کے رفع نہیں ہو سکتا اھدنا الصراط المستقیم مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بسند معتبر روایت ہے جس میں خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ صراط مستقیم کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے[1]۔ اس لئے اب کسی دوسری تفسیر کی ضرورت نہیں۔ اس تفسیر کی بنا پر آخر سورۃ تک کی دعا کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ جس طرح تو نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام کے راستہ پر لگایا ہے اسی طرح تا قیامت ہم کو اسی راستہ پر قائم اور ثابت قدم رکھ کیونکہ یہ راستہ انبیاء اور ایسے کامل دینداروں کا ہے جن پر تو نے اپنی طرح طرح کی دین اور دنیا کی نعمتیں ختم کی ہیں اور پچھلی امتوں کے جو لوگ راہ راست سے بہک گئے ہیں اور ان کی اسی گمراہی کے سبب سے تو اُن سے ناراض اور اُن پر تیرا غصہ ہے ان کی چال اور روش سے ہم کو بچا۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ حضرت موسٰے اور حضرت عیسٰے کی امت میں کے وہ لوگ ہیں جو اپنے دین پر قائم رہے[2]۔ مسلم وغیرہ کی صحیح حدیثوں کے موافق سورۃ فاتحہ کے ختم کے بعد آمین کہنا سنت ہے[3]۔ امام مالک۔ شافعی۔ اور احمد کے نزدیک سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز کا ایک رکن ہے۔ بغیر اس کے ان کے نزدیک نماز نہیں ہوتی۔

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۱ بحوالہ صحیح بخاری و سنن اربعہ وغیرہا۔ [3] حافظ ابن کثیر نے آمین رباقی بر صفحہ (۹)

Marfat.com

آیاتھا ٢٨٦ ——— (٢) سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (٨٧) ——— رکوعاتھا ٤٠

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ②

اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو

امام ابوحنیفہؒ اس کے مخالف ہیں۔ دلیلیں جانبین کے مذہب کی فقہ کی کتابوں میں ہیں۔ اس سورت کی اول کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور آخر کی آیتوں میں بندوں کی طرف سے بارگاہ الٰہی میں دعا ہے اسی واسطے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ میں اور میرے بندوں میں اس سورت کی نصفا نصفی کی تقسیم ہے یہ حدیث قدسی صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایت سے ہے[٢]۔

سورۂ بقر۔ یہ سورۃ مدنی ہے ہاں اس میں کی ایک آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ (٢: ٢٨١) حجۃ الوداع کے زمانہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ پہلی سورۃ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ آگے اس سورت میں ایک گائے کا قصہ آوے گا اس لئے اس سورت کا نام سورۂ بقر ہے بقر عربی میں گائے کو کہتے ہیں۔ اکثر آیتیں قرآن شریف کی آنحضرت کے زمانہ سفر حج میں اور زمانہ سفر جہاد میں بھی نازل ہوئی ہیں لیکن آیات مکی اور مدنی میں اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ایک اصطلاح قرار پاگئی ہے کہ جو حصہ قرآن شریف کا ہجرت سے پہلے اترا ہے اس کو مکی اور جو ہجرت کے بعد اترا ہے اس کو مدنی کہتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں سورۂ بقر اور سورۂ آل عمران کی بڑی فضیلت آئی ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے پر حشر کے دن سایہ کریں گی[٣] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ سورۂ بقر پڑھا کرو کہ اس کا پڑھنا موجب برکت اور نہ پڑھنا موجب حسرت ہے[٤] مطلب یہ ہے کہ جب عقبیٰ میں اس کے پڑھنے والوں کو بلند درجہ ملے گا تو اس کا نہ پڑھنے والا حسرت سے پچھتاوے گا کہ ہائے میں نے اس کو کیوں نہ پڑھا سوا اس کے اور بھی فضائل ہیں جو بڑی تفسیروں میں ہیں۔

١۔ ٢۔ ق ن ص الٓر طٰسٓ جو یہ سب حروف مقطعات کہلاتے ہیں ان کی تفسیر میں خلفاء اربعہ اور سلف کا یہی قول ہے۔ کہ مثل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٦) کے سنت ہونے پر متعدد حدیثیں دلیل میں ذکر کی ہیں از اں جملہ بحوالہ مسند امام احمد سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی حضرت وائل بن حجرؓ کی یہ حدیث ہے قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فقال آمین مدّ بها صوته وفی روایۃ رفع بها صوته و قال الترمذی ہذا حدیث حسن، حاصل اس روایت کا یہ ہے، کہ نماز میں سورہ فاتحہ ختم کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے (تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ٣١) [١] امام ابوحنیفہؒ سورۃ فاتحہ کو رکن نہیں جانتے لیکن واجب وہ بھی فرماتے ہیں علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار (ص ٢٢٩ — ٢٣٢ ج ٢) میں جانبین کے دلائل پر سیر حاصل بحث کی ہے، تفسیر ابن کثیرؒ میں ائمہ ثلاثہ کی طرف سے مندرجہ ذیل دو حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔ (١) عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (صحیحین)، (٢) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُجْزِئُ صَلٰوۃٌ لَا یُقْرَأُ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ (صحیح ابن خزیمہ و صحیح ابن حبان) دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ بلا سورۂ فاتحہ پڑھے کوئی نماز نہیں ہوتی۔ اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ پیش کی گئی ہے لیکن حافظ ابن القیمؒ اعلام الموقعین (ج ٢ ص ٢٣٠) میں لکھتے ہیں ولیس ذلك فی الصلوۃ وانما ھو بدل عن قیام اللیل اھ کہ یہ آیت قیام اللیل کے بارے میں ہے "نماز میں قرأت" سے اس کا تعلق نہیں)، [٢] صحیح مسلم ج ١ ص ١٧٠، [٣] مشکوٰۃ ص ١٨٤ باب فضائل القرآن [٤] تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ٣٣ بحوالہ مسند امام احمد عن بریدۃ رضی

ـــہ بلحاظ نزول۔

Marfat.com

آیات متشابہات کے ہیں جن کا ذکر آگے آوے گا ان حروف مقطعات کے معنی اور نازل فرمانے کا مطلب خدا ہی کو خوب معلوم ہے نماز روزہ۔ حج زکوٰۃ اور احکام کی آیتوں کے معنے صاف ہیں۔ لیکن یہ متشابہات آیتیں احکام کی آیتوں کے علاوہ ہیں۔ مشرکین مکہ ان متشابہات آیتوں کے معنی بتانے سے بھی باوجود اہل زبان ہونے کے عاجز آگئے۔ اس لئے یہ بھی قرآن شریف کا ایک معجزہ ہے۔ ان آیتوں کا ذکر سورۂ آل عمران میں تفصیل سے آوے گا۔ غرض حروف مقطعات، آیات متشابہات عبادات حج میں شیطانوں کو کنکریاں مارنا وغیرہ دین میں اطاعت الٰہی آزمانے کی باتیں ہیں مسلمان آدمی کو ان میں سوائے اطاعت الٰہی بجا لانے کے زیادہ بحث کی کیا ضرورت ہے۔ ہجرت سے پہلے قرآن شریف کا جو حصہ مکہ میں نازل ہوا اس کی فصاحت و بلاغت نے اہل مکہ کو قائل کر دیا۔ دس برس تک ایک چھوٹی سی سورت بھی قرآن کے مقابلہ میں بنا کر وہ پیش نہ کر سکے اور تورات و انجیل کے تو اکثر مضمون قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور قرآن شریف کے اکثر مضمون ان کتابوں میں جس کا مطلب یہ ہوا کہ کتاب الٰہی ہونے میں ایک دوسرے کا گواہ ہے اسی واسطے اہل مکہ اور اہل کتاب سب کو مخاطب کر کے خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ ان دونوں گروہ میں سے کسی شخص کو اس بات میں شک و شبہ کرنے کا کوئی موقع باقی نہیں ہے کہ یہ قرآن شریف کتاب الٰہی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں ہیں کیونکہ نبی امی پر یہ قرآن نازل ہوا ہے اور باتیں اس قرآن میں وہ ہیں کہ امی شخص تو درکنار اہل کتاب بھی بغیر وحی آسمانی کی مدد کے ہرگز وہ باتیں نہیں کہہ سکتے۔ تو اب اس میں کیا شک باقی رہا کہ قرآن شریف معجزہ نبوی ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کی امت کے ایمان لانے کے موافق ہر نبی کو معجزہ خدا تعالےٰ کی طرف سے دیا گیا ہے اور مجھ کو قرآن شریف کا ایک معجزہ ایسا دیا گیا ہے جس سے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے سب سے زیادہ ہوں گے[1]۔ الغرض انسان تو انسان جنات کا اس قرآن کو سن کر اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ (۷۲: ۲) ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجب سمجھاتا ہے نیک راہ سو ہم اس پر یقین لائے، کہنا اور حکم جہاد کے نازل ہونے سے پہلے ایک جماعت عظیم کا مسلمان ہو جانا حال کے ضعف اسلام کے زمانہ میں غیر قوم کے لوگوں کا مسلمان ہونا واقعی یہ قرآن کا معجزہ ہے اور یہی صاحب معجزہ کے نبی برحق ہونے کی پوری دلیل ہے ھدی للمتقین۔ متقی وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کی ہر طرح کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور اس کی ہر طرح کی اطاعت بجا لاتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے ایک دن پوچھا کہ تقویٰ کے کیا معنے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ کبھی تمہارا گذر ایسے راستہ سے ہوا ہے جس میں ہر طرف کثرت سے خاردار درخت ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ ابی بن کعبؓ نے کہا پھر تم نے وہاں کیا کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہر طرف سے اپنے دامن سمیٹ کر اپنے کپڑوں کو کانٹوں سے بچایا۔ ابی بن کعبؓ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے اسی طرح بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں[2]۔ ترمذی ابن ماجہ میں عطیہ سعدی سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص متقیوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک بے ڈر کی چیز کو ڈر کی چیز دہشت سے نہ چھوڑ دیوے ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[3]۔

---

[1] صحیح بخاری ابواب فضائل القرآن ج ۲ ص ۷۴۴ طبع دہلی [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۱۔
[3] تفسیر ابن کثیر ص ۴۲ ج ۱ و مشکوٰۃ ص ۲۴۲ باب الکسب وطلب الحلال۔

Marfat.com

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۳﴾ وَالَّذِينَ

جو یقین کرتے ہیں بن دیکھے اور درست کرتے ہیں نماز کو اور ہمارا دیا خرچ کرتے ہیں اور جو

يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿۴﴾ أُولٰٓئِكَ

یقین کرتے ہیں جو کچھ اترا تجھ پر اور جو کچھ اترا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں انہوں

عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہنچے وہ جو منکر ہوئے برابر ہے ان کو

ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۶﴾ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۖ

تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانیں گے مہر کردی اللہ نے ان کے دل پر اور ان کے کان پر

ع ۱

وَعَلٰٓى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۷﴾

اور ان کی آنکھوں پر ہے پردہ اور ان کو بڑی مار ہے

۳-۵- ایمان کا لفظ قرآن شریف میں جہاں اعمال کے لفظ کے ساتھ آیا ہے وہاں اس کے معنی دلی یقین کے ہیں اور جہاں بغیر لفظ اعمال کے آیا ہے وہاں اکثر سلف کے نزدیک اس سے اعتقاد قلبی اور قول زبانی اور عمل مراد ہے۔ عذاب قبر حشر۔ پل صراط۔ جنت و دوزخ یہ سب غیب کے معنوں میں ہیں نماز کے قائم رکھنے سے یہ مراد ہے کہ نماز کے ارکان رکوع سجدہ اچھی طرح سے ادا کیا جاوے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ سے فرض زکوٰۃ نفلی اور خیرات دونوں مراد ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ صلوا كما رأيتموني اصلي یعنی تم اس طرح نماز پڑھا کرو جس طرح سے تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے[۱] اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی تفصیل حدیث کی کتابوں کے اردو ترجمہ سے یاد کر لیوے اور اس کے موافق نماز پڑھا کرے۔ حاصل یہ ہے کہ جو شخص قرآن شریف کا کتاب الٰہی ہونے کا دل سے یقین جان کر اس کے حکموں کی پابندی کرے یہ قرآن شریف اس کا ہر طرح سے راہبر ہوگا اور اس کو نیک راہ پر لگا دے گا یہاں تک کہ ایسا شخص جنت میں راحت و آرام سے رہے گا جس سے بڑھ کر انسان کے لئے کوئی فلاح اور کامیابی نہیں۔ آخرت سے مراد روز آخرت یعنی عقبےٰ ہے۔ عقبےٰ پر ایمان لانے اور یقین کرنے کا ذکر قرآن شریف میں جگہ جگہ اس لئے ہے کہ جب تک عقبےٰ کا پورا یقین نہ ہو عقبےٰ کے اجر اور ثواب کے اعتقاد سے نیک عمل کوئی نہیں کر سکتا۔ اور بغیر اس اعتقاد کے دکھاوے اور ریاکاری سے کچھ کیا بھی تو وہ خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں قبول اور قابل اجر نہیں ہو سکتا۔

۶-۷- علماء نے کفر کی چار قسمیں بیان کی ہیں ایک[۱] کفر جیسا فرعون کا کفر تھا کہ وہ اللہ کی ذات کا ہی دل و زبان دونوں سے منکر تھا۔ دوسرا[۲] کفر اللہ تعالےٰ کو دل سے ماننا زبان سے اقرار نہ کرنا جیسے ابلیس کا کفر تیسرا[۳] دل و زبان دونوں سے خدا کو ماننا لیکن اس کا حکم نہ ماننا جیسے ابوطالب اور اہل کتاب کا کفر چوتھا[۴] کفر منافقوں کا کہ زبان سے سب کچھ کہنا اور دل میں کچھ نہیں علی بن ابی طلحہ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت جو تفسیر کے باب میں مفسرین کے نزدیک صحیح مشہور ہے

[۱] صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۸ باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ الخ

Marfat.com

وقف لازم

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ يُخٰدِعُوْنَ

اور ایک لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور ان کو یقین نہیں دغابازی کرتے ہیں

اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

اللہ سے اور ایمان والوں سے اور کسی کو دغا نہیں دیتے مگر آپ کو اور نہیں بوجھتے ان کے دل میں

اس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان آیتوں کے نازل ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رنج تھا کہ باوجود قرآن سنانے اور اس کا مطلب گھڑی گھڑی سمجھانے کے اور باوجود معجزات کے دیکھنے کے اہل مکہ اپنے کفر پر کیوں اڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ سب کے سب ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی تسکین کے لئے یہ آیتیں نازل فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے علم میں جن لوگوں کا حالت کفر پر مرنا ٹھہر چکا ہے ان کے دلوں میں حق بات کے سمجھنے کی اور ان کے کانوں میں حق بات سننے کی کچھ گنجائش نہیں اور معجزات کے دیکھنے سے ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے[1]۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر اس گناہ کی شامت سے ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ اگر اس گناہ سے اس نے توبہ کر لی اور آئندہ گناہوں سے باز رہا تو وہ داغ مٹ گیا اور دل صاف ہو گیا ورنہ یہ داغ روز بروز بڑھتے بڑھتے تمام دل کو گھیر لیتا ہے اسی کو اللہ تعالیٰ نے آیت کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون (۸۳: ۱۴) میں دین سے دل کا زنگ فرمایا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے[2] اور ظاہر بات ہے کہ جب گناہ کی شامت سے دلوں کا یہ حال ہو جاتا ہے تو کفر کی شامت سے دلوں کا یہی حال ہونا چاہئے کہ اللہ کی طرف سے ان پر مہر لگ گئی ہے نہ ایمان ان میں سما سکتا ہے نہ کفر ان میں سے نکل سکتا ہے۔ بعضے مفسروں نے ان آیتوں کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کافر لوگ تکبر سے حق بات کی پرواہ نہیں کرتے لیکن یہ مطلب آیت بل طبع اللہ علیھا بکفرھم اور ابوہریرہؓ کی اس حدیث کے مخالف ہے جس کا ذکر اوپر گذرا۔ دنیا میں ایک آقا اپنے دو غلاموں کو خود مختار کر کے کسی کام پر لگا دے اور ان کی عادت ان کے چال چلن کے لحاظ سے کام کے ظہور میں آنے سے پہلے اپنے تجربہ ذاتی کے سبب سے یہ نتیجہ بتلا دیوے کہ ان دونوں غلاموں میں سے ایک غلام اپنے کام میں کامیاب ہوگا اور دوسرا ناکام تو اس آقا پر کوئی عقلمند شخص یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ اس نے اپنے ایک غلام کو ناکامی پر مجبور کیا۔ اس پاک پروردگار عالم کے پیدا کرنے والے نے انسان کے پیدا کرنے سے پہلے اپنے علم ازلی سے اگر نیک و بد کو جان لیا اور یہی اپنے علم کا نتیجہ لوح محفوظ میں لکھ لیا اور اس کا نام تقدیر رکھا تو جو لوگ اس پاک پروردگار پر مجبور کرنے کا عیب لگاتے ہیں وہ سراپا غلطی پر ہیں ؎

۸-۲۰ شروع سورہ سے یہاں تک چار آیتوں میں خالص مومنوں کا ذکر تھا۔ اور پھر دو آیتوں میں خالص کافروں کا اب ان تیرہ آیتوں میں منافقوں کا ذکر ہے۔ منافق وہ ہے جو زبان سے اچھی بات کہے اور دل میں اس کے بدی ہو منافقوں کا ذکر قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں آنے کے بعد شروع ہوا ہے۔ ہجرت سے پہلے جس قدر حصہ قرآن شریف کا مکہ میں اترا ہے اس میں

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶

Marfat.com

مَرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ⑩ وَاِذَا قِيْلَ

آزار ہے پھر زیادہ دیا اللہ نے ان کو آزار اور ان کو دکھ کی مار ہے اس پر کہ جھوٹ کہتے تھے اور جب کہئے

لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ

ان کو فساد نہ ڈالو ملک میں کہیں ہمارا کام تو سنوار ہے سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے

لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ⑫ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ

پر نہیں سمجھتے اور جب کہئے ان کو ایمان میں لاؤ جس طرح ایمان میں لائے سب لوگ کہیں کیا ہم اس طرح مسلمان ہوں

السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ⑬ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ

جیسے مسلمان ہوئے بیوقوف سنتا ہے وہی ہیں بیوقوف پر نہیں جانتے اور جب ملاقات کریں مسلمانوں سے کہیں ہم مسلمان ہوئے

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ⑭ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ

اور جب اکیلے جاویں اپنے شیطانوں پاس کہیں ہم ساتھ ہیں تمہارے ہم تو ہنسی کرتے ہیں اور اللہ ہنسی کرتا ہے

بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑮ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى

ان سے اور بڑھاتا ہے ان کو ان کی شرارت میں بہکے ہوئے وہی ہیں جنہوں نے خرید کی راہ کے بدلے گمراہی

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ⑯ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ

سو نہ نفع لائی ان کی سوداگری اور نہ راہ پائی ان کی مثال جیسے ایک شخص نے سلگائی آگ پھر

اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ⑰ صُمٌّۢ

جب روشن کیا اس کے گردکو لے گیا اللہ روشنی اور چھوڑا ان کو اندھیروں میں نظر نہیں آتا بہرے ہیں

منافقوں کا ذکر اس واسطے نہیں ہے کہ مکہ میں یا کھلم کھلا مسلمان تھے یا کافر منافق لوگ وہاں نہیں تھے کیونکہ مکہ میں کفار کا غلبہ تھا جس کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا۔ اس اپنے غلبہ کے سبب سے وہاں کے کافر اپنی اصلی حالت پر تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے آئے اور اہل اسلام کی جماعت اور قوت بڑھی تو اہل مدینہ میں سے جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام لکھا تھا وہ تو خالص مسلمان ہو گئے لیکن ایک جماعت اہل مدینہ کی ان یہود سے میل جول رکھتی تھی جو مدینہ کے گرد و نواح میں رہتے تھے ان یہود کے بہکانے سے یہ اہل مدینہ میں کے کچھ لوگ مسلمانوں کی قوت اور شوکت دیکھ کر جب مسلمانوں سے ملتے تو اپنا جان و مال بچانے کے لئے مسلمانوں کے روبرو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور جب اپنے ساتھیوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو دل لگی کے طور پر اپنا اوپری اسلام ظاہر کر دیتے ہیں۔ انہیں لوگوں کی دغا بازی ظاہر کرنے کو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور فرما دیا کہ یہ لوگ دغا باز ہیں اور ان کی دغا بازی انہیں کی عقلیں خراب کرے گی اور مسلمانوں کو یہ کیا کم عقل بتاتے ہیں انہیں کی عقلوں میں فتور ہے کہ اپنی عقلیں خراب کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی شوکت کی ترقی روز بروز دیکھ کر ان کے دلوں میں دورنگی اور نفاق کا مرض جو روز بروز بڑھتا جاتا ہے وہ انہیں کو آخر کار دوزخ دکھا دے گا۔ اور کسی کا اس سے کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ اور یہ لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ ہم تو یہود سے اس غرض سے ملتے ہیں

Marfat.com

يَكُوعُمۡيٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُونَ ﴿۱۸﴾ أَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمَٰتٌ وَرَعۡدٌ وَبَرۡقٌ

گونگے ہیں اندھے سو وہ نہیں پھریں گے یا جیسے مینہ پڑتا آسمان سے اس میں ہیں اندھیرے اور گرج اور بجلی

يَجۡعَلُونَ أَصَٰبِعَهُمۡ فِيٓ ءَاذَانِهِم مِّنَ الصَّوَٰعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِۚ وَاللَّهُ مُحِيطُۢ بِالۡكَٰفِرِينَ ﴿۱۹﴾

ڈالتے انگلیاں اپنی کانوں میں مارے کڑک کے ڈر سے موت کے اور اللہ گھیر رہا ہے منکروں کو

يَكَادُ الۡبَرۡقُ يَخۡطَفُ أَبۡصَٰرَهُمۡۖ كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُم مَّشَوۡاْ فِيهِ وَإِذَآ أَظۡلَمَ عَلَيۡهِمۡ قَامُواْۚ

قریب ہے بجلی کہ اچک لے ان کی آنکھیں جس بار چمکتی ہے ان پر چلتے ہیں اس میں اور جب اندھیرا پڑا کھڑے رہے

وَلَوۡ شَآءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمۡعِهِمۡ وَأَبۡصَٰرِهِمۡۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ﴿۲۰﴾ ع ۲

اور اگر چاہے اللہ لے جاوے ان کے کان اور آنکھیں بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کہ آپس میں ایک طرح کا میل ملاپ رہے۔ کسی فساد کی نیت سے ہم یہ کام نہیں کرتے یہ بالکل جھوٹ ہے۔ دین کے مخالف لوگوں سے میل جول رکھنا ہی ایسی بات ہے کہ اس سے ایک نہ ایک دن ضرور کوئی فساد کھڑا ہو جاوے گا غرض یہ لوگ خرابی عقبےٰ کا جو سودا کر رہے ہیں اس تجارت میں ان کو سراپا نقصان ہے نفع کچھ نہیں۔ پھر ان لوگوں کے حق میں اللہ تعالےٰ نے دو مثالیں بیان فرمائیں۔ صحابہ کی ایک جماعت نے فرمایا کہ پہلی مثال منافقوں کے حال سے اس طرح مطابق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں آنے کے وقت پہلے پہل ان لوگوں نے کچھ نور ایمانی کما لیا تھا پھر نفاق کے سبب سے اسی کفر کی تاریکی میں یہ لوگ پھنس گئے۔ دوسری مثال کی مطابقت صحابہ نے منافقوں کے حال سے اس طرح بیان کی ہے کہ بجلی کی آناً فاناً چمک کی طرح مسلمانوں کے دباؤ سے کبھی ان لوگوں میں ایمان کی عارضی جھلک آجاتی ہے اور جس طرح کڑک کی آواز کے ڈر سے کوئی شخص کانوں میں انگلیاں دے کر اپنا ڈر رفع کر لیتا ہے اسی طرح اس عارضی ایمانی جھلک سے مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کی جان و مال کی خیر ہو جاتی ہے لیکن اس عارضی ایمان سے کیا ہوتا ہے۔ ان کے دلوں پر تو وہی کفر و نفاق کی گھٹا چھائی ہوئی ہے جس کے سبب سے ان کا انجام برا اور عاقبت برباد ہے۔ نفاق دو طرح کا ہے ایک تو اعتقادی جیسے اسلام کے زور کے وقت ان لوگوں میں تھا دوسرا عملی۔ صحیح حدیثوں میں اس کی نشانیاں جھوٹ بولنا۔ خیانت۔ وعدہ خلافی۔ گالیاں بکنا۔ عہد شکنی آئی ہیں[۱]۔ اخیر کو اللہ تعالےٰ نے ان منافقوں کو یہ بھی جتلا دیا کہ اپنے جن اعضا کے بھروسہ پر یہ منافق چالاکیاں اور دغابازیاں کرتے ہیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہے تو ان کے اعضا کو بالکل بیکار کر دیوے۔ پھر یہ اپنے گھروں میں بالکل اپاہج بن کر بیٹھ جاویں۔ اور ان کی چالاکیاں اور دغابازیاں ان کے آگے آجاویں۔ ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں کو ہانکتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہے۔ بادلوں کے ہانکنے میں اس کوڑے کا کوئی کس جو جھڑجاتا ہے وہ بجلی ہے اور کڑک اس فرشتے کی آواز ہے جو بادلوں کو ہانکنے کے وقت اس کے منہ سے نکلتی ہے[۲]۔ اس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے لیکن اکثر علماء مفسرین نے رعد و کڑک و بجلی کی تفسیر اسی حدیث کے موافق کی ہے ؏

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۶ [۲] ترمذی مطبع مجتبائی دہلی تفسیر سورۃ الرعد ج ۲ ص ۱۴۰۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور اگلوں کو شاید تم پرہیزگاری کرو

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ

جس نے بنا دیا تم کو زمین بچھونا اور آسمان چھت اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے

مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ

میوے کھانا تمہارا سو نہ ٹھہراؤ اللہ کے برابر کسی کو اور تم جانتے ہو اور اگر ہو تم

رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ

شک میں اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اسی قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے

اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا

اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرو گے تو بچو اس آگ سے جس کی چھپٹیاں ہیں

۲۱-۲۲- حاصل یہ ہے کہ جب خالق رازق وہی ایک ذات وحدہٗ لاشریک ہے تو اس کو چھوڑ کر دوسرے کو پوجنا اس کی تعظیم اور عبادت میں دوسرے کو شریک کرنا بڑی نادانی اور ناشکر گذاری ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی نافرمانی اور گناہ دنیا میں نہیں ہے صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے اس کی تعظیم اور عبادت میں کسی کو شریک کرنا اس سے بڑھ کر کوئی گناہ دنیا میں نہیں ہے۔ اسی واسطے اللہ چاہے تو اور گناہوں کو بغیر توبہ کے معاف کر دیوے لیکن شرک بغیر خالص توبہ اور بغیر خالص عبادت الٰہی کے ہرگز نہیں معاف ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعود اور سلف نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکہ کے بُت پرستوں منافقوں اور اہل کتاب سب کو ملا کر خالص عبادت الٰہی کی اور جس خالص توحید الٰہی کی ترغیب نبی آخر الزمان دلاتے تھے اس کے اتباع کی تاکید ان سب کو فرمائی ہے وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ ذرا غور کریں تو ان کو خود معلوم ہو جاوے گا کہ انسان اور اس کی راحت کا سامان سب کچھ جب خدا تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے تو خالص اس کی بندگی انسان کو لازم ہے۔

۲۳-۲۴- اسلام کے بڑے دو ہی جزء ہیں۔ ایک توحید دوسرے تسلیم رسالت اول آیت میں توحید الٰہی کا ذکر تھا اس آیت میں اللہ کے رسول کی رسالت کی تسلیم کا حکم ہے اور رسول کے سچے ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ قرآن قریش کی زبان میں اترا ہے اور مکہ میں دس برس تک برابر قرآن اترتا رہا۔ اور قریش کو اپنی فصاحت و بلاغت کا بھی بڑا دعوے تھا اور ان کو دس سے لے کر ایک سورۃ قرآن کی مانند بنا کر لانے کو کہا بھی گیا مگر سوا عاجز ہو جانے کے اور کچھ ان سے نہ ہو سکا جس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ نبی برحق ہیں۔ اور جو کلام ان پر اترتا ہے وہ بے شک کلام الٰہی ہے کیوں کہ انسان اور جنات سب مل کر اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہیں۔ اس پر بھی ان نبی کے برحق ہونے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے جو شخص شک و شبہ میں رہے گا تو اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کی وہ فکر کر لیوے مسند امام احمد اور

ؔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۷۔

Marfat.com

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖۚ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ

آدمی اور پتھر تیار ہے منکروں کے واسطے اور خوشی سنا ان کو جو یقین لائے اور کئے کام نیک کہ ان

لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ

کے لئے ہیں باغ بہتی ہیں نیچے ان کے ندیاں جس بار ملے ان کو وہاں کا کوئی میوہ کھانے کو کہیں یہ وہی ہے

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥﴾

جو ملا تھا ہم کو آگے اور ان کے ہیں وہاں عورتیں ستھری اور آوے گا میوہ ان کے پاس ایک طرح کا اور ان کو وہاں ہمیشہ رہنا ہے

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ دوزخ کی آگ کی حرارت دنیا کی آگ سے انہتر[1] حصہ بڑھ کر ہے کسی جیتے آدمی کو دنیا کی آگ میں ڈال دیا جاوے تو ایک دم بھر بھی اس کی برداشت نہ ہوگی۔ جو لوگ توحید الٰہی اور تسلیم رسالت میں کوتاہی کرتے ہیں معلوم نہیں پورے ستر حصے حرارت والی آگ کی برداشت کروڑوں برس ان سے کیوں کر ہوگی۔ نعوذ باللہ منہا یہ جو فرمایا کہ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ یعنے آگ منکروں کے لئے تیار کی جا چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ اس وقت تیار موجود ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوزخ کو خاص قیامت کے دن پیدا کیا جاوے گا وہ غلطی پر ہیں۔ سوا اس آیت کے ان کی غلطی اور آیتوں اور حدیثوں[2] سے بھی نکلتی ہے ؎

۲۵۔ قرآن شریف میں جہاں کافروں کا ذکر آتا ہے اس سے پہلے یا اس کے بعد مومنوں کا ذکر ضرور آتا ہے تاکہ عقبےٰ کی راحت و کلفت کا حال ساتھ کے ساتھ معلوم ہو جاوے۔ ایک حال کے مقابلہ کی آیتیں دوسری جگہ ڈھونڈنی نہ پڑیں۔ قرآن شریف کے بیان کی اور خوبیوں میں سے یہ بھی ایک بیان مطلب کی خوبی ہے۔ اسی طرز بیان کے موافق اوپر کافروں کے انجام کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں مومنوں کا ذکر فرمایا ہے جنت کی راحتوں دوزخ کے عذابوں کے بیان میں اس قدر کثرت سے صحیح حدیثیں ہیں کہ ان کو بیان کرنا مشکل ہے۔ اسی واسطے صحیح حدیث قدسی میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جنت کی نعمتیں نہ کبھی آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سنیں۔ نہ کسی کے دل پر اُن کا تصور گذر سکتا[3] ہے یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے آئی ہے۔ بھلا جو نعمتیں دیکھنے سننے اور وہم و گمان سے باہر ہوں کسی زبان یا قلم کی کیا طاقت کہ ان کو تفصیل وار بیان کر سکے۔ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو جنت نصیب کرے اُس وقت اُن راحتوں اور نعمتوں کی تفصیل معلوم ہوگی۔ ایمان کے ساتھ نیک کاموں کے ذکر سے معلوم ہوا کہ جنت جب ملے گی کہ ایمان اور نیک عمل دونوں ہوں۔ جنت کی نہروں کے کنارے نہیں ہیں۔ برابر زمین پر جاری ہیں۔ ان میں سے پانی دودھ شہد شراب جنتی لوگ بلا وقت لے سکیں گے۔ جنت کی بیبیاں حیض اور نفاس سے پاک ہوں گی اس لئے اُن کو ستھری فرمایا جنت کے میوے دنیا کے میووں سے مزہ میں بالکل الگ ہوں گے فقط۔ اُن کے نام دنیا کے میووں جیسے ہوں گے۔ اس لئے جنتی لوگ اُن کو پہلے پہل دنیا کے میووں کے مشابہ سمجھیں گے۔ صحیحین وغیرہ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جا چکیں گے تو خدا تعالےٰ کی طرف سے

---

[1] صحیح بخاری باب صفۃ النار وانہا مخلوقۃ ج ۱ ص ۴۶۲ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶۱ میں یہ احادیث مذکور ہیں۔ [3] صحیح بخاری باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ ج ۱ ص ۴۶۰ ؎

Marfat.com

وقف لازم

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ

اللہ کچھ شرماتا نہیں کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر کی یا اس سے اوپر پھر جو یقین رکھتے ہیں سو جانتے ہیں

أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ

کہ وہ ٹھیک ہے ان کے رب کا کہا اور جو منکر ہیں سو کہتے ہیں کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے گمراہ کرتا ہے

بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ

اس سے بہتیرے اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے اور گمراہ کرتا ہے انہیں کو جو بے حکم ہیں جو توڑتے ہیں

عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ

قرار اللہ کا مضبوط کئے پیچھے اور توڑتے ہیں جو چیز اللہ نے فرمائی جوڑنی اور فساد کرتے ہیں

فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٢٧﴾

ملک میں انہیں کو آیا نقصان

ایک فرشتہ یہ آواز دیوے گا کہ اب موت نہیں جو شخص جس حال میں ہے ہمیشہ اسی حال میں رہے گا۔ دنیا کی ہر نعمت کو ہر دم زوال لگا ہوا ہے۔ جنت کی نعمتوں میں یہ کتنی بڑی خوبی ہے کہ ان کو زوال نہیں۔

۲۶-۲۷- اس مدنی سورت میں منافقین اور ان کے ساتھی یہود کے ذکر کے بعد پھر اللہ تعالٰے نے دو مثالیں بیان فرمائیں تھیں۔ ایک جنگل اور اندھیرے میں آگ سلگانے کی دوسری کڑک اور بجلی کی۔ اور اس سورت سے پہلے مکہ میں جو قرآن کا حصہ نازل ہوا تھا اس میں مکھی مکڑی اور مکڑی کے گھر کی مثالیں تھیں۔ قرآن شریف کے منکر لوگ اس پر یہ طعن کرتے تھے کہ جس کلام میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر ہو وہ کلام الٰہی کیونکر ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالٰے نے اس آیت میں ان کا جواب دیا ہے کہ مخلوق ہونے میں حقیر اور صاحب شان چیزیں سب برابر ہیں۔ اللہ تعالٰے اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے مثال بیان کرے اس پر طعن نافہمی ہے۔ ترمذی میں سہل بن سعد سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساری دنیا کی قدر اللہ تعالٰے کے نزدیک اگر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا دنیا میں نہ ملتا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا ہے[2]۔ ترمذی کے اس قول کا یہ مطلب ہے کہ یہ حدیث کئی طریق سے آئی ہے جس میں ایک طریق غریب بھی ہے مگر حسن اور صحیح طریق سے اس غریب طریق کو بھی قوت ہو جاتی ہے۔ محدثین کے نزدیک غریب حدیث وہ ہے جس کو کسی ثقہ سے ایک منفرد شخص روایت کرے۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰے کے نزدیک تمام دنیا کی مخلوقات مچھر کے پر سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ اہل دنیا کے نزدیک کوئی چیز دنیا کی صاحب شان ہوئی تو اللہ تعالٰے کے نزدیک اس کی کیا حقیقت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن کے کلام الٰہی نہ ہونے کا شبہ جو ان قرآن کے منکر لوگوں کو تھا اس کو تو اللہ تعالٰے نے یوں رفع فرما دیا کہ تم سب لوگ اگر اس قرآن کو انسان کا کلام جانتے ہو تو تم بھی ایسا کچھ بنا کر لے آؤ اس میں تو یہ لوگ بالکل عاجز اور لاجواب ہو گئے۔ اب جو نافہمی کے سبب سے

[1] صحیح بخاری طبع اصح المطابع باب صفۃ الجنۃ والنار ج ۲ ص ۹۶۹۔ [2] جامع ترمذی مجتبائی ج ۲ ص ۵۶ باب ما جاء فی ہوان الدنیا علی اللہ تعالٰے۔

Marfat.com

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ
تم کس طرح منکر ہو اللہ سے اور تھے تم مردے پھر اس نے تم کو جلایا پھر تم کو مارتا ہے پھر جلاوے گا پھر اس پاس

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ
الٹے جاؤ گے وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب پھر چڑھ گیا آسمان کو تو ٹھیک کیا ان کو

ان لوگوں کی یہ باتیں تھیں ان کا جواب بھی اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں دے دیا۔ اور فرمادیا کہ جو لوگ راستہ پر آگئے ہیں اور قرآن کو وحی آسمانی اور جن پر یہ وحی اتری ہے ان کو اللہ کا سچا رسول جانتے ہیں ان کو تو اللہ تعالےٰ کی ہر ایک مثال سے ایک ہدایت ہوتی ہے۔ مثلاً اندھیرے میں آگ سلگانے اور اس کے پھر بجھ جانے کی مثال سے ان کو یہ ہدایت ہوئی کہ منافقوں کا زور چند روز میں گھٹ جائے گا اور مکڑی اور اس کے ناپائدار گھر کی مثال سے یہ کہ خانہ کعبہ بلکہ جزیرۂ عرب بت پرستی سے جلد پاک وصاف ہو جائے گا۔ اور اخیر کو ایسا ہی ہوا۔ جو لوگ اغوائے شیطانی سے کجی پر ہیں ان کی کجی اور گمراہی اس طرح کی مثالوں سے اور بڑھتی ہے۔ مثلاً یہی ان کی گمراہی ہے کہ کہتے ہیں کہ اس طرح کی مثالیں کلام الٰہی میں نہیں ہو سکتیں اور یہ نہیں بتلاتے کہ کیوں نہیں ہو سکتیں۔ غرض ان لوگوں کی کج روی اور گمراہی قرآن شریف کی مثالوں کے باب میں محض سرکشی اور نافرمانی کے سبب سے تھی۔ اس لئے ان لوگوں کو بے حکم فرمایا۔ کیوں کہ قرآن کو کلام الٰہی، جاننے میں تو ان کو ایک سیدھی بات اللہ تعالےٰ نے بتلادی تھی کہ تم لوگ اگر اس کو کلام انسانی جانتے ہو تو تم بھی ایسا کچھ بنا لاؤ۔ جب اس میں یہ سب عاجز رہے تو قرآن شریف کو کلام الٰہی جاننے اور اس کی مثالوں سے عبرت پکڑنے میں کسی کو کوئی عذر کا موقع باقی نہیں رہا تھا۔ بدعہد لوگوں سے مراد یہود لوگ ہیں کہ تورات میں ان سے نبی آخر الزمان کی اطاعت کا عہد لیا گیا تھا انہوں نے اس عہد کو پورا نہیں کیا۔ اور منافقوں کو بھی بہکا کر اپنے ساتھ کر لیا کہ مسلمانوں کی مجلس میں وہ مسلمان ہونے کا عہد کرتے ہیں اور مسلمانوں کی مجلس سے الگ ہوتے ہی وہ عہد توڑ ڈالتے ہیں صلہ رحمی سے مراد قرابت داری کا سلوک ہے۔ لیکن اس میں سے اہل مکہ کی ایک طرح کی مذمت نکلتی ہے کہ باوجود قرابت داری کے انہوں نے وہ قطع رحمی کی کہ اللہ کے نبی اور ان کے ساتھیوں کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ ان لوگوں کی یہی باتیں تھیں جس سے اللہ کی زمین میں طرح طرح کے فساد برپا ہوتے اور ان فسادات کے رفع کرنے کی غرض سے آخر جہاد کا حکم نازل ہوا۔ اخیر کو اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ان باتوں سے اور کسی کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ان کی ان باتوں سے انہیں کو نقصان پہنچے گا۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ ان باتوں سے یہ لوگ دین و دنیا کے نقصان میں پڑ گئے۔ ان کا دنیا کا نقصان تو اس زمانہ کے مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اکثر کج روی والے لوگ قتل ہو گئے ان کے جورو، بچے لونڈی غلام بن گئے۔ ان کے مال غارت ہو گئے۔ اور جلاوطن ہو گئے۔ اسی طرح ان کا عاقبت کا نقصان بھی قیامت میں سب کی آنکھوں کے سامنے آجاوے گا؛

۲۸-۲۹۔ اوپر یہود اور منافقوں کی بدعہدی کا ذکر تھا کہ کفر عنادی کے سبب سے یہود نے تورات کے عہد کو پورا نہیں کیا بلکہ نبی آخر الزمان کے اوصاف کو چھپا کر منافقوں کو طرح طرح سے بہکایا اور ان کو بھی یہ بدعہدی سکھائی کہ مسلمانوں

Marfat.com

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾ ع وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی

سات آسمان اور وہ ہر چیز سے واقف ہے اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو مجھ کو بنانا ہے

الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ

زمین میں ایک نائب بولے کیا تو مقرر کرے گا اس میں جو شخص فساد کرے وہاں اور کرے خون اور ہم پڑھتے ہیں

بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری ذات پاک کو فرمایا مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

کے روبرو وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور اپنی خاص مجلسوں میں اس زبانی عہد سے بھی پھر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمانوں سے دل لگی کرتے تھے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فرقوں کو جتلایا کہ پیدا ہونے سے پہلے یہ لوگ مٹی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ان کی راحت کی چیزیں جو کچھ دنیا میں ہیں اُن سب کو پیدا کیا سب چیز کا ذرا ذرا حال اس کو معلوم ہے۔ اپنے علم میں جس قدر عمر اُن لوگوں کی اس نے لکھی ہے اس کے ختم ہو جانے کے بعد ان کو مارے گا اور پھر حشر کے دن ان کو زندہ کر کے ذرہ ذرہ کا ان سے حساب لیوے گا۔ غرض لوگوں سے اپنے دل کی کفر و نفاق کی باتیں چھپا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اُس سے ان کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے صحیح بخاری میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ بعضی آیتوں میں آسمان کے پیدا کرنے کا ذکر زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور بعضی آیتوں میں زمین کے پیدا کرنے کے بعد اس کا کیا سبب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ زمین ایک تودہ کے طور پر آسمان سے پہلے پیدا ہوئی ہے اور اس کا پھیلانا آسمان کے پیدا کرنے کے بعد ہوا ہے[1]۔ سوائے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اور سلف نے بھی یہی فرمایا ہے اور اسی قول سے مختلف آیات قرآنی میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔ سورہ حٰمٓ السجدہ اور سورۂ والنازعات میں اس کی تفصیل اور زیادہ آوے گی۔

۳۰۔ حضرت عبداللہ بن[2] مسعودؓ اور اور سلف سے اس قصہ کی روایات جو آئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے زمین پر جنات رہتے تھے انہوں نے زمین پر طرح طرح کے فساد کئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ایک گروہ کو جنات کی تنبیہ اور سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اُن فرشتوں نے جنات کو مار کر دریا کے ٹاپوؤں اور جزیروں میں نکال دیا[3]۔ اب بنی آدم کی پیدائش کا حال سن کر فرشتوں نے اسی قیاس پر یہ بات کہی تھی کہ جنات کی طرح بنی آدم بھی زمین میں فساد پھیلاویں گے لیکن فرشتوں کی یہ بات کچھ اعتراض کے طور پر نہیں تھی کیونکہ خلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے وہ کوئی بات منہ سے نکالنے میں معصوم ہیں۔ صرف پیدائش بنی آدم کی حکمت دریافت کرنے کو انہوں نے یہ بات کہی تھی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں کوئی خفگی ظاہر نہیں فرمائی بلکہ اتنا ہی فرمایا کہ بنی آدم کی پیدائش کی حکمت جو مجھ کو معلوم ہے اس کو تم نہیں جانتے جس کا مطلب یہ تھا کہ بنی آدم کی پیدائش سے زمین میں فقط فساد ہی نہیں پھیلے گا بلکہ اُن میں انبیاء صدیق شہید صلحا بھی ہوں گے جن سے زمین میں اللہ کا دین

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶۸ ۔ [2] تفسیر ابن کثیر میں بحوالہ ابن ابی حاتم عبداللہ بن عمرؓ ہے واللہ اعلم۔ ع [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷۰۔

Marfat.com

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ

اور سکھائے آدم کو نام سارے پھر وہ دکھائے فرشتوں کو کہا بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٢﴾

ہو تم سچے وہ بولے تو سب سے نرالا ہے نہیں معلوم ہم کو مگر جتنا تو نے سکھایا۔ تو ہی ہے اصل دانا پختہ کار

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ

کہا اے آدم بتادے ان کو نام ان کے پھر جب اس نے بتادئے نام ان کے فرمایا میں نے نہ کہا تھا تم کو مجھ کو معلوم ہیں

غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَاِذْ قُلْنَا

پردے آسمان اور زمین کے اور معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہو اور جب ہم نے کہا

لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ڭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٤﴾

فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے قبول نہ رکھا اور تکبر کیا اور وہ تھا منکروں میں کا

پھیلے گا اور پھر اخیر کو اللہ کی جنت آباد ہو گی۔

۳۱-۳۳- آیت فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ (۱۵-۲۹) سے اور شفاعت کی انس بن مالکؓ کی بخاری و مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے جس میں یہ ذکر ہے کہ میدان محشر میں لوگ حضرت آدم کے پاس سب انبیاء سے پہلے جاکر یہ کہیں گے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ عزت دی ہے کہ فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا ہے اور آسمان وزمین کی سب چیزوں کے نام آپ کو سکھائے ہیں اس عزت کے سبب سے اللہ تعالےٰ آپ کی شفاعت منظور فرماویگا[1]۔ اور اسی طرح کی اور آیات و احادیث کے سبب سے اس پر تو سب مفسرین سلف کا اتفاق ہے کہ حضرت آدم کے اصل قصہ میں ملائکہ کے سجدہ کے بعد حضرت آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے گئے ہیں مگر تلاوت قرآن میں یہ دونوں آیتیں آگے پیچھے اس واسطے اللہ تعالےٰ نے رکھی ہیں انی اعلم مالا تعلمون اور وعلم آدم الاسماء کلہا یہ دونوں آیتیں مل کر علم الٰہی کی آیتیں ایک سلسلہ میں ہو جاویں اسی شفاعت کی حدیث میں ہے وعلمک اسماء کل شئ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو اللہ تعالےٰ نے ساری مخلوقات کے نام سکھائے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ما تبدون سے مراد فرشتوں کا وہی قول ہے کہ بنی آدم کے پیدا کرنے سے خون ریزی ہو گی اور طرح طرح کا فساد زمین میں پھیلے گا اور تکتمون سے ابلیس کا وہ تکبر مقصود ہے جو اس نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا۔

۳۴- صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے[2] اور انسان کی پیدائش تو تم لوگوں کو خود معلوم ہے یعنی مٹی اور پھر منی سے ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ تم لوگ اُلٹے ہاتھ سے مت کھایا کرو اور پانی بھی اُلٹے ہاتھ سے نہ پیا کرو کہ اُلٹے ہاتھ سے کھانے پینے کی عادت شیطان کی ہے[3]۔ سوا ان حدیثوں کے اور

۱ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۷، وصحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱ باب صفۃ الجنۃ والنار وغیرہ ۲ صحیح مسلم طبع اصح المطابع ج ۲ ص ۴۱۳ ۳ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۷۲ باب آداب الطعام

Marfat.com

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا

اور کہا ہم نے اے آدم بس تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس میں سے محظوظ ہو کر جس جگہ چاہو اور نزدیک نہ جاؤ

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪

اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہو گے پھر ڈگایا اُن کو شیطان نے اس سے پھر نکالا ان کو وہاں سے جس آرام میں تھے

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

اور کہا ہم نے تم سب اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور تم کو زمین میں ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک مدت تک

بھی صحیح حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس کی پیدائش فرشتوں کی پیدائش سے بالکل الگ ہے۔ کھانا، پینا مباشرت ان باتوں سے فرشتے پاک ہیں اور شیطان میں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے سلف میں سے جس جماعت نے یہ کہا ہے کہ ابلیس ملائکہ کی طرح نوری جسم کا نہیں بلکہ جنات کی طرح ناری جسم کا ہے[1] یہی قول صحیح ہے اور اللہ تعالٰے کے قول كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (۱۸: ۵۰) کے اور صحیح حدیثوں کے موافق ہے۔ اس قول کے سوا جو کچھ اقوال ہیں وہ بنی اسرائیل سے لئے گئے ہیں جن کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ وہ ملعون خود خدا تعالٰے کے روبرو کہہ چکا ہے خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (۷: ۱۲) جس طرح کا سجدہ ملائکہ نے اللہ کے حکم سے حضرت آدمؑ کو کیا اسی طرح سلام کی طرح کا سجدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ سورۂ یوسف میں حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا حضرت یوسف کو سجدہ کرنے کا ذکر ہے مگر اب شریعت محمدی میں سوا اللہ تعالٰے کے اور کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ علم الٰہی میں یہ امر پہلے ہی قرار پا چکا تھا کہ اگرچہ اپنی عبادت کے سبب سے ابلیس گروہ جنات میں سے نکل کر وہ ملائکہ میں چندے داخل ہو جاوے گا لیکن انجام اس کا نافرمانی کے سبب سے کفر پر ہوگا ؛

۳۵ ۔ ۳۶۔ ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ کے جنت میں جانے سے پہلے حوا پیدا ہوئی ہیں اور پھر دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا ہے لیکن حضرت عبد اللہ بن عباسؓ عبد اللہ بن مسعودؓ اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے کہ پہلے تن تنہا حضرت آدم کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا تھا۔ حضرت آدم جنت میں رہتے تھے مگر تنہائی کے سبب سے اکثر گھبرایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت آدم جب سو رہے تھے تو اُن کی نیند کی حالت میں اللہ تعالٰے نے حضرت حوا کو حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کر دیا[2]۔ اور ان دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم دیا۔ بخاری مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پسلی کی ہڈی سے پیدا ہونے کے سبب سے پسلی کی ہڈی کی طرح ہر عورت کے مزاج میں ایک کجی ہے جو کوئی اس کجی کو جھیل کر عورت کو نرمی سے رکھے گا اس کی تو گذر ہو جاوے گی ورنہ گذر مشکل ہوگی[3] مفسروں نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ جس جنت میں حضرت آدم و حوا کو رہنے کا حکم ہوا تھا وہ وہی آسمان پر کی جنت ہے جس میں نیک لوگ قیامت کے دن جاویں گے۔ یا زمین پر کوئی اور باغ اللہ تعالٰے نے پیدا کیا تھا۔ سلف کی بڑی جماعت کا یہی قول ہے کہ وہی آسمان پر کی جنت تھی جس درخت کے پھل کے کھانے سے

[1] کما رواہ ابن جریر عن الحسن تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷۷ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷۹ [3] صحیح بخاری طبع اصح المطابع ج ۲ ص ۷۷۹ باب مداراۃ مع النساء الخ

Marfat.com

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا

پس سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں پھر متوجہ ہوا اس پر بیشک وہی ہے معاف کرنے والا مہربان ہم نے کہا تم اترو

مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

یہاں سے سارے پھر کبھی پہنچے تم کو میری طرف سے راہ کی خبر تو جو کوئی چلا میرے بتائے پر نہ ڈر ہوگا ان کو اور نہ ان کو

يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع ۱۰/۴

غم اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری نشانیاں وہ ہیں دوزخ کے لوگ وہ اسی میں رہ پڑے

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا کو منع کیا تھا اس میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ وہ کونسا درخت تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا[1]۔ شیطان نے حضرت آدم و حوا کو کیونکر بہکایا اس کی کیفیت اور سانپ کا ذکر یہ سب تفصیل سورۂ اعراف میں آوے گی۔ حاکم کی روایت میں جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت آدم جنت میں عصر سے مغرب تک رہے[2]۔ مگر ہزار برس کے دن کے حساب سے یہ دنیا کے ایک سو تیس دن ہوئے۔ بعضے لوگوں نے یہ شبہ کیا ہے کہ اللہ کی خفگی کے بعد شیطان کو آسمان پر جنت میں جانا منع تھا پھر وہاں تک حضرت آدمؑ کو بہکانے کیوں کر گیا اس کا جواب سلف نے یہ دیا ہے کہ جس طرح خفگی سے پہلے شیطان آسمان پر عزت حرمت سے رہتا تھا اس طرح سے خفگی کے بعد وہاں جانا منع ہے جب تک انسان کے دم میں دم ہے بہکانے کے لئے شیطان کو وہاں جانے کی ممانعت نہ تھی۔

۳۷۔ اکثر سلف کے نزدیک وہ کلمات یہ تھے رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ[3] توبہ کا وقت زیست کی ناامیدی سے پہلے ہے۔ توبہ میں تین باتیں ضروری ہیں۔ ایک تو جو گناہ ہوگیا ہے اس پر سچے دل سے نادم اور پشیمان ہونا۔ دوسرے توبہ کے وقت دل میں خوب یہ ٹھان لینا کہ آیندہ گناہ سے باز رہوں گا۔ تیسرے توبہ کے بعد دل میں گناہ سے ایک نفرت کا پیدا ہو جانا۔

۳۸-۳۹۔ جو علماء حضرت آدم کے قصہ میں سانپ کی شراکت کو صحیح کہتے ہیں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ جو فرشتے جنت کے دروازے پر تعینات ہیں وہ شیطان کو جنت میں نہیں جانے دیتے تھے۔ اس لئے شیطان سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا اور حضرت آدم و حوا کو بہکایا۔ ان کا یہ قول ہے کہ حضرت آدمؑ حوا ابلیس سانپ ان چاروں کو اِهْبِطُوْا مِنْهَا فرمایا ہے اور جو علماء سانپ کی شراکت قرار نہیں دیتے وہ آیت میں سانپ کے ذکر کو شامل نہیں رکھتے۔ اس باب کی روایات کا پورا ذکر سورۂ اعراف میں آوے گا کیوں کہ وہاں شیطان کا پورا قصہ ہے۔ اخیر آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو جو قیامت تک پیدا ہوگی یہ جتلا دیا ہے کہ ان کو نیک راستہ پر لگانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام لے کر اللہ کے رسول آویں گے۔ جس کسی نے اللہ کے رسولوں کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے موافق عمل کیا اگرچہ قیامت کے دن میدان محشر کی گرمی۔ پیاس۔ حساب۔ پل صراط پر گذرنا۔ نامۂ اعمال کا تولا جانا یہ بڑے بڑے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷۹۔ [2] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۴۲ طبع حیدرآباد دکن [3] جیسا کہ سورہ اعراف (۷-۲۳) میں ان کلمات کا ذکر آئے گا۔ ع

يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ اُوۡفِ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے کیا تم پر اور پورا کرو قرار میرا تو میں پورا کروں گا

بِعَهۡدِكُمۡ ۚ وَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ وَلَا تَكُوۡنُوۡٓا

قرار تمہارا اور میرا ہی ڈر رکھو اور مانو جو کچھ اتارا میں نے سچ بتاتا تمہارے پاس والی کتاب کو اور مت ہو تم

اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ۡ وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۴۱﴾

پہلے منکر اس کے اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور مجھی سے بچتے رہو

خوف ناک مقام ہیں مگر دل سے رسول کی اطاعت کرنے والے لوگوں کو یہ سب مقام اللہ تعالیٰ آسان کر دیوے گا۔ اور آخرت میں ان کو کچھ خوف و غم نہ ہوگا۔ بلکہ جنت میں وہ اپنی عقبےٰ کی زندگی بڑے عیش سے بسر کریں گے۔ ہاں جو لوگ دنیا میں اللہ کے رسول کی اطاعت سے منحرف اور اللہ کے احکام کے منکر رہویں گے عقبےٰ میں ہمیشہ کے لئے اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا حال مختصر طور پر ذکر فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ اور منفرد اور حدیث کی کتابوں کی صحیح روایتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس باب میں جو فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ پل صراط پر سے گذر کر قیامت کے دن لوگ جنت میں جاویں گے اور اپنے اپنے عمل کے موافق کچھ لوگ پلک جھپکانے میں اور کچھ بجلی کی طرح اور کچھ لوگ ہوا اور پرند جانوروں یا تیز گھوڑوں کی طرح پل صراط پر سے گذر جاویں گے[1] اس آیت میں اس قسم کے اہل جنت کا ذکر ہے۔ لیکن ان حدیثوں کے موافق اس دن بعضے گنہ گار اہل کلمہ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے گناہوں کی شامت سے پل صراط سے دوزخ میں جا پڑیں گے اور جو لوگ شرک کی حالت میں نہیں مرے وہ شفاعت کے سبب سے آخر کو دوزخ سے نکل کر جنت میں جاویں گے۔ پُل صراط کی آیتوں میں پل صراط کا اور شفاعت کی آیتوں میں ان لوگوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ آوے گا۔

۴۰-۴۱- اسرائیل حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیمؑ کا نام ہے۔ بنی اسرائیل اور یہود حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ۔ اِن آیتوں میں ان یہود کا ذکر ہے جو مدینہ کے اطراف میں رہتے تھے جن سے مدینہ کے منافق لوگ سازش رکھتے تھے۔ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے چھڑایا اور ملک شام میں ان کو آباد کیا یہی ملک حضرت یعقوبؑ کا وطن ہے جب حضرت یوسف مصر کو گئے تھے تو ان کے سبب سے اور اولاد یعقوب کا بھی مصر کو جانا ہوا تھا پھر حضرت یوسف کی وفات کے بعد یہ لوگ فرعون کی قید میں پھنس گئے۔ فرعون ان سے قیدیوں کی طرح ذلیل کام لیتا تھا۔ اور نہایت ذلت سے ان کو رکھتا۔ آخر حضرت موسیٰ کے عہد نبوت میں فرعون اور اس کا لشکر سب غرق ہو کر مر گئے اور بنی اسرائیل کو اس بلا سے نجات ہوئی پھر حضرت موسیٰ پر توراۃ نازل ہوئی جس میں نبی آخر الزمان کی نشانیاں تھیں اور نبی آخر الزمان کی اطاعت کا عہد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کو مخاطب ٹھہرا کر اپنی نعمتوں کے یاد دلانے کے بعد اسی عہد کا ذکر ان آیتوں میں کیا ہے

[1] مشکوٰۃ ص ۴۹۰ باب الحوض والشفاعۃ۔

Marfat.com

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۴۲) وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ

اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر اور کھڑی کرو نماز

وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ (۴۳)

اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو ساتھ جھکنے والوں کے

مکہ کے اطراف میں یہود نہیں تھے اس لئے جو حصہ قرآن کا مکہ میں نازل ہوا ہے اس میں یہود کا ذکر نہیں ہے۔ ہجرت کے بعد یہ پہلا فرقہ یہود کا ہے جس کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مخاطب ٹھہرایا ہے اس لئے ان کو پہلا کافر فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے جس طرح ان کو قرآن پر ایمان لانے کو کہا گیا ہے ان کو اس پر ایمان لانا چاہئے کیونکہ اس قرآن کی تصدیق خود تورات میں موجود ہے اور اگر یہ لوگ قرآن کے منکر ہوئے تو ان کے دیکھا دیکھی ان کے بعد شام کے ملک کے اور بھی یہود لوگ قرآن کے منکر ہوں گے مگر اول کافر بھی کہلائیں گے کس لئے کہ جو لوگ ان کے بعد منکر ہوں گے وہ ان کے ہی پیرو ہوں گے اور کعب بن اشرف وغیرہ علماء اور رؤسا یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں جو تورات میں تھیں ان کو اس لئے چھپاتے تھے کہ جاہل یہود لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان جان لیویں گے تو آپ کی طرف ان کا میلان طبع ہو جاوے گا اور اس جاہل فرقہ یہود سے علمائے یہود کو جو کچھ منفعت دنیوی ہے وہ بند ہو جاوے گی۔ اسی تھوڑے سے لالچ کو اللہ تعالیٰ نے تورات کی آیتوں کا تھوڑا مول فرمایا ہے اور اس لالچ کے سبب سے جو وبال ان پر پڑ جاوے گا اس سے ان کو ڈرایا ہے۔ صحیحین میں ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص دنیا میں ایسے ہیں جن کو دوہرا اجر ملے گا۔ ایک اہل کتاب میں کا وہ شخص جس نے اپنے نبی اور کتاب کو بھی مانا اور قرآن کو اللہ کا کلام اور مجھ کو بھی اللہ کا رسول جانا۔ دوسرا وہ غلام جس نے اپنے آقا کو خوش رکھا اور اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کیا۔ تیسرا وہ شخص جس نے اپنی لونڈی کو اچھی طرح تربیت کیا اور پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا[۱]۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہود تورات کے عہد پر قائم رہتے تو اللہ تعالیٰ دوہرے اجر کا اپنا عہد ان سے پورا کرتا لیکن وہ اپنے عہد پر قائم نہیں رہے۔ اس واسطے وہ دین دنیا کی رسوائی میں پھنس گئے۔ دنیا میں اکثر ان میں کے جلاوطن کئے گئے اور کچھ قتل ہو گئے دین میں تو کھلا ٹھکانا ان کا دوزخ ہے۔

۴۲، ۴۳۔ تورات میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کی جو آیتیں تھیں ان کو یہود نے بدل ڈالا تھا اور بعضے مفسروں کا قول ہے کہ یہود لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ اخیر زمانہ میں دجال جو آوے گا وہ نبی آخر الزمان ہوگا۔ تورات کی آیتیں اس کی شان میں ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے کلام میں اپنی طرف سے جھوٹی باتیں نہ ملاؤ۔ اور دنیا کے تھوڑے سے لالچ کے لئے حق بات کو نہ چھپاؤ کہ جان بوجھ کر حق بات کا چھپانا بڑے وبال کی بات ہے۔ پھر فرمایا کہ تورات کے معاہدہ کے موافق نبی آخر الزمان کی اطاعت قبول کر کے قرآن کے حکم کے موافق نماز اور زکوٰۃ ادا کرو کہ تورات کے نماز اور زکوٰۃ کے احکام شریعت محمدی سے اب منسوخ ہیں ان احکام کے موافق نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے اب تم کو کچھ عقبیٰ کا فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ شریعت موسوی کی نماز میں رکوع نہیں ہے اور شریعت موسوی میں زکوٰۃ مال کا

[۱] صحیح بخاری اصح المطابع ج ۱ ص ۲۰ باب تعلیم الرجل امتہ۔

Marfat.com

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ط أَفَلَا

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو آپ کو اور تم پڑھتے ہو کتاب کیا پھر نہیں

تَعْقِلُونَ ﴿۴۴﴾

بوجھتے -

چہارم حصہ ہے۔ یہ احکام اب قائم نہیں ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دجال کے ساتھ اصفہان کے یہود کا ستر ہزار کا لشکر ہوگا۔[۱] اس سے معلوم ہوا کہ بعضے مفسروں کے قول کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے یہود نے تورات کی آیتوں کے معنے میں یہ جو غلطی ڈال دی ہے۔ کہ تورات میں جو نبی آخرالزمان کے اوصاف کی آیتیں ہیں وہ دجال کے شان میں ہیں۔ یہ غلطی یہود میں دجال کے وقت تک قائم رہے گی۔ حالانکہ آخری کو دجال کا دعوئے خدائی کا ہوگا۔ نبوت کا دعویٰ وہ اس وقت نہیں کرے گا۔ مگر شیطان کے بہکانے سے جو غلط بات کسی قوم میں جم جاتی ہے پھر وہ مشکل سے جاتی ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس کو ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص عالم کو کوئی دین کا مسئلہ معلوم ہو اور وہ اس کو چھپاوے تو ایسے شخص کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام دی جاوے گی۔[۲]

۴۴۔ علمائے یہود اپنی قوم کے جاہل لوگوں کو نیک کام کرنے کی نصیحت تورات کے موافق کرتے تھے اور خود آپ اُسی نیک کام کے کرنے کے پابند نہ ہوتے تھے۔ اُن میں یہ بات بھی تھی کہ یوں کہنے کو تو تورات کی آیتوں کے موافق عمل کرنے کو اپنی قوم کے لوگوں سے کہتے تھے مگر تورات میں نبی آخرالزمان کی نشانیوں کی جو آیتیں تھیں ان کو چھپاتے تھے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے ان کو یہ تنبیہ فرمائی۔ صحیحین میں اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک شخص کی انتڑیاں باہر نکلی ہوئی پڑی ہوں گی اور وہ اپنی انتڑیوں کے گرد پھرتا ہوگا اور عذاب میں مبتلا ہوگا۔ دوزخی لوگ اُس سے کہویں گے کہ اے شخص تو تو ہم کو نیک کاموں کی نصیحت کیا کرتا تھا۔ وہ کہوے گا ہاں یہ تو سچ ہے مگر میں اس نصیحت کے موافق عمل نہیں کرتا تھا۔[۳] مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹھ آگ کی قینچیوں سے دوزخ کے فرشتے کاٹ رہے ہیں۔ آپ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرائیل نے جواب دیا یہ آپ کی امت کے وہ عالم ہیں جو لوگوں کو تو نیک کام کرنے کی نصیحت کرتے تھے اور خود نیک کام کرنے میں غفلت کرتے تھے۔[۴] ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے علماء پر طرح طرح کا عذاب ہوگا۔ اللہ تعالےٰ امت محمدیہ کے علماء کو اس بلا سے بچنے کی توفیق دیوے۔ آمین ؛

۱؎ صحیح مسلم طبع اصح المطابع دہلی ج ۲ ص ۴۰۵ باب فی بقیۃ من احادیث الدجال ۲؎ جامع ترمذی طبع مجتبائی باب ماجاء فی کتمان العلم ج ۲ ص ۸۶

۳؎ صحیح بخاری طبع اصح المطابع دہلی ج ۱ ص ۴۶۲ باب صفۃ النار وانہا مخلوقۃ ۴؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۸۶

Marfat.com

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَي الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ

اور قوت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہیں پر جن کے دل پگھلے ہیں۔ جن کو خیال ہے

اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ ع ۵

کہ ان کو ملنا ہے اپنے رب سے اور ان کو اسی طرف اُلٹے جانا اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو

اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾

میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے تم کو بڑا کیا جہان کے لوگوں پر

۴۵-۴۶- اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالٰے نے یہود کو ان کی چند بُری خصلتوں سے روکا تھا۔ اب اس آیت میں عام طور پر ارشاد ہے کہ انسان کو اپنی بُری خصلتوں سے باز رہنے کے لئے دو چیزوں سے مدد لینی چاہئے۔ اول تو صبر یعنی شریعت میں جو باتیں منع ہیں ان کے کرنے سے اپنے جی کو روکنا۔ دوسری چیز نماز ہے کہ آدمی کی بُری خصلتیں چھوڑا دیتی ہے۔ دل کی پریشانی دور کر دیتی ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اس طرح پر آیا کہ وہ رات کو تو نماز پڑھتا ہے اور دن کو چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کی چوری کی عادت چھوڑا دیوے گی[1]۔ مسند امام احمد اور ابو داؤد میں حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل جب کسی بات سے پریشان ہوتا تو آپ نماز پڑھا کرتے تھے[2]۔ پھر فرمایا کہ اس طرح کی نماز جس سے بُری خصلت چھوٹ جاوے اور دل کی پریشانی رفع ہو جاوے اُن ہی لوگوں کی ہے جو نماز پڑھتے وقت خدا کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور یہ اعتقاد ان کے دل میں جما ہوا ہوتا ہے کہ ان کو ایک روز خدا کے روبرو جانا ہے اور یہ نماز ان کے نامہ اعمال میں لکھی جا کر اس روز خدا کے روبرو تولی جاوے گی جس تول میں اس کا عیب و صواب سب کھل جاوے گا۔ اور جو لوگ اوپری دل سے نماز پڑھتے ہیں ان کی نمازیں یہ خصلتیں تو کجا اُن پر تو نماز بار ہو جاتی ہے۔ نہ وقت کی پابندی ان سے ہو سکتی ہے نہ رکوع سجود کے لئے ان کو وقت ملتا ہے۔ اور نہ ایسی نماز سے ان کو کچھ فائدہ ہے۔ صحابہ کا قول ہے کہ جس شخص کی نماز اس کو بدی سے نہ روکے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ ایسے شخص نے گویا نماز ہی نہیں پڑھی کیوں کہ بجائے قربت الٰہی کے ایسی نماز کے سبب سے ایسے شخص کو اللہ تعالٰے سے اور دوری نصیب ہو گی۔ اور ایسے ثواب عذاب کے مسئلہ میں صحابہ نے جو کچھ کہا ہے وہ اللہ کے رسول سے سُن کر کہا ہے ؛

۴۷- ایک مدت تک اولاد یعقوب میں نبوت بادشاہت اور بڑی بڑی نعمتیں اللہ تعالٰے کی رہی ہیں حال کے بنی اسرائیل کو جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے گردو نواح میں رہتے تھے ان کے بزرگوں کی حالت یاد دلانے کے لئے اور اس حالت سے ان حال کے یہود کو قائل کرنے کے لئے اللہ تعالٰے نے یہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ یہ لوگ ذرا اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ اللہ جس نے آج ان کو نبی زادے اور بادشاہزادے ہونے کا فخر عنایت فرمایا

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۱۵ تفسیر آیت ان الصلوٰة تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر الآیۃ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۸۷ و مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۸ طبع قدیم مصر

Marfat.com

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا

اور بچو اس دن سے کہ کام نہ آوے کوئی شخص کسی کے ایک ذرہ بھر اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیں اس کے

عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

بدلہ میں کچھ اور نہ ان کو مدد پہنچے

اس فخر کی شکر گذاری کیا یہی ہے کہ اللہ کے رسول سے طرح طرح کی مخالفتیں کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں یہ لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ کیا اپنے بزرگوں کے قصہ میں کی یہ بات ان کو یاد نہیں کہ فرعون جیسے صاحب حشمت مصر کے بادشاہ کو رسول وقت کی مخالفت نے کیا دن دکھایا۔ ان کی کیا اصل ہے کہ رسول وقت کی مخالفت کر کے یہ دنیا میں شاد و آباد رہ سکتے ہیں۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ سورہ حشر کی تفسیر میں معلوم ہو جاوے گا کہ رسول وقت کی مخالفت نے اِن لوگوں کو بھی وہی دن دکھایا جس سے فرعون کا قصہ یاد دلا کر اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈرایا تھا۔ تاریخی پچھلے کسی واقعہ کو حال کے کسی واقعہ کا نتیجہ جتلانے کے لئے پیش کرنا یہ ثبوت مطلب کا ایک عمدہ طریقہ ہے قرآن شریف میں پچھلے قصے اکثر ایسے محل پر ذکر کئے گئے ہیں۔ مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں بسند معتبر جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی سوائے شریعت محمدی کی تابعداری کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا[1]۔ اور ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پچھلی سب امتوں سے بہتر ہے[2]۔ اس لئے اس آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حضرت موسیٰ حضرت آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابراہیم سے افضل ہیں یا حضرت موسیٰ کی امت نبی آخر الزمان کی امت سے افضل ہے بلکہ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ کے یہ معنی ہیں کہ اس زمانہ کے صاحب فضیلت بنی اسرائیل تھے۔ کیوں کہ نبوت بادشاہت سب کچھ اُن کے ہی گھر میں تھا۔

۴۸۔ بنی اسرائیل تورات کی آیتیں بدلنے اور چھپانے میں اللہ تعالیٰ کے رسول کو نہ جاننے میں اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی نافرمانی کرتے تھے اور اس پر یہ کہتے تھے کہ ہم لوگ نبی زادے ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی بُرا کام ہم سے ہو بھی جائے گا تو ہمارے بڑے قیامت کے دن اللہ کی جناب میں ہماری شفاعت کر کے ہم کو دوزخ سے بچا لیویں گے۔ بنی اسرائیل کی اس بے بنیاد توقع کو جڑ سے اکھیڑ دینے کی تنبیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرما دیا کہ اس دن بے مرضی اللہ تعالیٰ کے کوئی کسی کی کسی طرح کی مدد یا سفارش نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ ان کے بڑوں کے بڑے ابراہیم علیہ السلام خود اپنے باپ کی شفاعت نہ کر سکیں گے۔ پھر ان کا تو کیا ذکر ہے۔ ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ سوائے شرک کے اور کبیرہ گناہ کر کے بغیر توبہ کے مرجاویں گے قیامت کے دن ان کی شفاعت ہوگی[3]۔ رہا شرک اس کو تو اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ

[1] مشکوۃ بروایت جابر باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۳۰ [2] ترمذی مجتبائی فی تفسیر آیۃ کنتم خیر امۃ اخرجت ج ۲ ص ۱۲۵ وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۱ [3] ترمذی طبع مجتبائی ج ۲ ص ۶۷

Marfat.com

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ

اور جب چھڑا دیا ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے دیتے تم کو بڑی تکلیف ذبح کرتے تمہارے بیٹے

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ

اور جیتی رکھتے تمہاری عورتیں اور اس میں مدد ہوئی تمہارے رب کی بڑی اور جب ہم نے چیرا تمہارے پیٹھنے کے ساتھ

فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

دریا کو پھر بچا دیا تم کو اور ڈبو دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھتے تھے۔

لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (۴-۱۱۶) جو لوگ قبر پرستی پیر پرستی ریا کاری کے سبب سے کسی طرح کے شرک جلی یا خفی میں گرفتار ہیں ان کو اپنے عقیدے اور عمل کی اصلاح جلدی بلکہ بہت جلدی کرنی چاہئے۔ ورنہ قیامت کے دن سوا پچھتاوے کے اور ان کو کچھ چارہ نہ ہوگا۔ اور اس دن کا پچھتانا کچھ کام نہ آوے گا ۔

۴۹-۵۰۔ یہ پورا قصہ تو سورۂ طٰہٰ سورہ شعراء اور قصص میں آوے گا۔ ان آیتوں کا مطلب سمجھنے کے قابل اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی ہے جس سے سوا بنی اسرائیل کے محلہ کے اور مصر کے سب گھر جل گئے۔ اس نے نجومیوں سے اپنے اس خواب کی تعبیر پوچھی انہوں نے یہ تعبیر بتلائی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے اس کے سبب سے فرعون کی سلطنت کو زوال ہو جاوے گا۔ فرعون نے اس تعبیر سے بچنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ اس تاریخ سے بنی اسرائیل میں جس قدر لڑکے پیدا ہوں ان کے مار ڈالنے کا اور جس قدر لڑکیاں پیدا ہوں ان کو چھوڑ دینے کا حکم دیا مگر تقدیر الٰہی کے آگے آدمی کی کیا تدبیر چل سکتی ہے۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور خود فرعون کے گھر میں انہوں نے پرورش پائی اور حضرت موسیٰ کے نبی ہونے کے بعد فرعون کی ظلم و زیادتی سے بچنے کے لئے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو یہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے ان کے اصلی وطن ملک شام کو لے جاؤ تو حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے موافق ایک رات بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے کوچ کر دیا اور فرعون نے اس خبر کو سنتے ہی کئی لاکھ آدمیوں کا لشکر لے کر ان کا پیچھا کیا اور دریائے قلزم پر بنی اسرائیل سے آ ملا۔ حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنا عصا دریا کے پانی پر مارو۔ اس کے موافق حضرت موسیٰؑ نے عمل کیا اور اس سے دریا میں خشک راستہ پیدا ہو گیا۔ اس راستہ سے حضرت موسیٰؑ تو مع بنی اسرائیل کے دریا پار ہو گئے۔ فرعون نے اس راستہ سے جب دریا پار ہونے کا قصد کیا تو اس کے بیچ دریا میں پہنچ جانے کے بعد دریا کا پاٹ مل گیا اور فرعون اپنے لشکر سمیت ڈوب کر ہلاک ہو گیا اور فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو نجات ہو گئی۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو ان آیتوں میں یہ پچھلا قصہ اس لئے یاد دلایا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بجا لاویں اور رسول وقت کی مخالفت چھوڑ کر ان کی اطاعت پر قائم ہو جاویں گے تو اطاعت رسول وقت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہر وقت ان کے بزرگوں کی مدد کی ہے اسی طرح ان کی مدد کی جاوے گی۔ اور اگر اسی مخالفت رسول اور نافرمانی الٰہی پر یہ لوگ اڑے رہے تو ایک دن فرعون اور فرعونیوں کا سا نتیجہ ان کی آنکھوں کے سامنے آ جاوے گا۔ حضرت یعقوب کا اصلی وطن ملک شام ہے۔

Marfat.com

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ

اور جب ہم نے وعدہ کیا موسےٰ سے چالیس رات کا پھر تم نے بنالیا بچھڑا اس کے پیچھے اور تم بے انصاف ہو پھر

عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ

معاف کیا ہم نے تم کو اس پر بھی شاید تم احسان مانو اور جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور چکوتی

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ

شاید کہ تم راہ پاؤ اور جب کہا موسےٰ نے اپنی قوم کو اے قوم تم نے نقصان کیا اپنا یہ بچھڑا

الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْ ؕ

بنا لے کر اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان یہ بہتر ہے تم کو اپنے خالق کے پاس پھر متوجہ ہوا تم پر

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً

بےشک وہی ہے معاف کرنے والا مہربان اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم یقین نہ کریں گے تیرا جب تک نہ دیکھیں اللہ کو سامنے

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

پھر لیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھتے تھے پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مرے پیچھے شاید تم احسان مانو

حضرت یوسفؑ جب مصر میں تھے اس وقت حضرت یعقوبؑ کے کنبے میں سے اور لوگ بھی مصر میں جا کر رہے۔ حضرت یوسفؑ کی وفات کے بعد فرعون کی عملداری میں یہ لوگ عام رعیت کی طرح مصر میں رہتے تھے اور جب سے فرعون نے وہ خواب دیکھا تھا اس وقت سے جھنجھلا کر بنی اسرائیل پر طرح طرح کی سختیاں شروع کر دی تھیں۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰ کو حکم دیا تھا کہ تم بنی اسرائیل کو ان کے اصلی وطن ملک شام کو پہنچاؤ۔ قرآن شریف میں پچھلے قصے جس طرح کسی حال کے مطلب کے ثابت کرنے کے لئے ذکر کئے جاتے ہیں اسی طرح یہ ہر ایک قصہ نبی آخرالزمان کی نبوت کے ثبوت میں ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ باوجود اُمی ہونے کے یہ آپ کو پچھلی کتابوں کے قصے بغیر غیبی مدد کے نہیں آسکتے تھے۔ مسند امام احمدؒ بخاری مسلم نسائی و ابن ماجہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ مدینے کے گردو نواح میں جو یہود لوگ رہتے ہیں وہ عاشورے کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ نے اس روزہ کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آج ہی کے دن فرعون ڈوب کر ہلاک ہوا۔ اور اس کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو اس دن سے نجات ہوئی اللہ تعالےٰ کی اس نعمت کے شکریہ میں حضرت موسےٰ علیہ السلام نے آج کے روز روزہ رکھا تھا اس لئے یہ لوگ بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں سے مجھ کو حضرت موسےٰ کے شریک حال ہونے کا زیادہ حق ہے۔ یہ فرما کر خود آپ نے بھی عاشورے کے دن کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا[1]؛

۵۱-۵۶۔ پورا قصہ تو سورۂ اعراف اور طٰہٰ میں آوے گا۔ ان آیتوں کا مطلب سمجھنے کے لئے اس قصے کا حاصل یہ ہے کہ جب فرعون

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۹۱ و صحیح بخاری ص ۲۶۸ ج ۱ باب صیام یوم عاشوراء۔

Marfat.com

کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو نجات ہو گئی تو بنی اسرائیل کو راہ راست پر چلانے کے لئے اللہ تعالٰے نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ کوہ
طور پر آن کر چالیس راتیں رہیں اور اللہ تعالٰے کی عبادت کریں تو پھر ان پر توارت نازل کی جاوے گی۔ اس حکم کے موافق حضرت موسٰے
حضرت ہارون کو اپنے خلیفہ کے طور پر بنی اسرائیل کی نگرانی کے لئے چھوڑ کر خود کوہ طور پر چلے گئے۔ بنی اسرائیل جس رات مصر سے نکلے
اس رات فرعونیوں سے ایک شادی کا بہانہ کر کے تمام رات سفر کی تیاری کے لئے جاگتے رہے اور اس شادی کے حیلہ سے
انہوں نے فرعونیوں سے کچھ گہنا پاتا بھی مانگے کو لیا تاکہ فرعونیوں کو شادی کا یقین ہو جاوے اور خلاف عادت رات بھر جاگنے کا
سبب کسی فرعونی کو معلوم نہ ہو سکے۔ اسی رات کی صبح کو فرعون اور فرعونی تو سب ہلاک ہو گئے۔ اس لئے اس زیور کا کوئی طلب
گار باقی نہ رہا۔ اور زیور جوں کا توں بنی اسرائیل کے پاس رہا۔ حضرت موسٰے کے کوہ طور پر جانے کے بعد حضرت
ہارون کو جو اس زیور کا خیال آیا تو انہوں نے بنی اسرائیل سے کہا یہ زیور پرائی امانت ہے اس کا تم لوگوں
کے پاس رہنا مناسب نہیں ہے۔ حضرت موسٰے کے واپس آنے تک تم زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس
زیور کو دبا دو۔ حضرت موسٰے کے آنے پر اس زیور کا کچھ فیصلہ ہو جاوے گا۔ بنی اسرائیل نے ایسا ہی کیا لیکن
بنی اسرائیل میں سامری نام کا جو ایک سنار تھا اس نے اس زیور کو اس گڑھے میں سے نکال کر گلا دیا اور اس کا ایک
بچھڑا گھڑ ڈالا اور فرعون کے ڈوبنے کے وقت یا حضرت موسٰے کے کوہ طور بلائے جانے کے وقت حضرت جبرائیل کے
گھوڑے کے سُم کے نیچے کی ذراسی مٹی جو اس نے اٹھا رکھی تھی وہ اس بچھڑے کے منہ میں ڈال دی جس سے وہ بچھڑا بولنے لگا
اور آٹھ ہزار بنی اسرائیل نے اس بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ سامری نے یہ مٹی اس لئے اٹھالی تھی کہ اس کی نظر پڑ گئی تھی۔
کہ حضرت جبرئیل کے گھوڑے کا سُم جہاں پڑتا تھا وہاں ہری گھاس نکل آتی تھی اس نے یہ سوچ کر کہ اس مٹی کو جہاں ڈالا
جاوے گا ضرور کچھ نہ کچھ اثر دکھاوے گی۔ یہ مٹی بچھڑے کے منہ میں ڈال دی اور علم ازلی میں جو واقعہ ٹھہر چکا تھا وہ اس
مٹی کے ڈالنے سے پیش آیا۔ حضرت موسٰے علیہ السلام نے کوہ طور پر سے واپس آکر جب یہ حال دیکھا تو حضرت
ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل اور سامری پر بہت خفا ہوئے۔ اور اس بچھڑے کو توڑ کر چورا چورا کر ڈالا اور دریا میں پھینک دیا
اور بنی اسرائیل میں کے ستر آدمی اچھے نیک چھانٹ کر پھر کوہ طور پر بنی اسرائیل کی توبہ کی سفارش کے لئے گئے اور جب اللہ
تعالٰے سے حضرت موسٰے کی ہم کلامی ہوئی تو ان ستر آدمیوں نے اللہ تعالٰے کے دیدار کی خواہش کی۔ اور اس ناممکن
خواہش کی گستاخی کی سزا میں ان پر بجلی گری اور مر گئے اور پھر حضرت موسیٰ کی دعا سے زندہ ہوئے اور بچھڑا پوجنے والوں کی سزا یہ
قرار پائی کہ ان کو قتل کیا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توراۃ کے لئے جانے میں اور ضمنی قصے جو پیدا ہوئے تھے آیتوں کا مطلب
اچھی طرح سمجھ میں آجانے کی غرض سے اُن سب کو ایک جگہ بیان کر دیا گیا ہے۔ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ کی تفسیر
میں اس پر تو سلف کا اتفاق ہے کہ مراد کتاب سے اس آیت میں توراۃ ہے۔ لیکن فرقان کی تفسیر میں علماء سلف کے چند قول ہیں ادنےٰ یہی
قول ہے کہ فرقان سے مراد عصا ید بیضاء وغیرہ حضرت موسیٰ کے معجزات ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ مثل اور انبیاء کے اللہ تعالٰے نے علاوہ
کتاب آسمانی کے اور معجزات بھی موسٰے کو دئے کہ معجزات کو دیکھ کر ان کے نبی برحق ہونے کا جلدی یقین ہو جاوے۔ جیسا کہ عصا کا
معجزہ دیکھ کر حضرت موسیٰ کو نبی جان لینے کا۔ جادوگروں کا حال آگے آوے گا ؛

Marfat.com

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۖ كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۖ وَمَا

اور سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور اتارا تم پر من اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزیں جو دیں ہم نے تم کو اور

ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۵۷﴾ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ

ہمارا کچھ نقصان نہ کیا پر اپنا ہی نقصان کرتے رہے اور جب کہا ہم نے داخل ہو اس شہر میں اور کھاتے پھرو اس میں جہاں

شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۸﴾

چاہو محظوظ ہو کر اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کر کر اور کہو گناہ اترے تو بخشیں ہم تم کو تقصیریں تمہاری اور زیادہ بھی دیں گے نیکی کرنے والوں کو

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ

پھر بدل لی بے انصافوں نے اور بات سوائے اس کے جو کہہ دی تھی ان کو پھر اتارا ہم نے بے انصافوں پر عذاب آسمان سے

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۵۹﴾ وَإِذِ اسْتَسْقٰى مُوسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْفَجَرَتْ ع ۶ ۱۳

ان کی بے حکمی پر اور جب پانی مانگا موسےٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو کہا ہم نے مار اپنے عصا سے پتھر کو پھر بہ نکلے

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللّٰهِ وَلَا

اس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے گھاٹ اپنا کھاؤ اور پیو روزی اللہ کی اور نہ

تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۶۰﴾ وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نَصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ

پھرو ملک میں فساد مچاتے اور جب کہا تم نے اے موسےٰ ہم نہ ٹھہریں گے ایک کھانے پر سو پکار

لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ

ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ نکال دے ہم کو جو اگتا ہے زمین سے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز

قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنٰى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ ۗ

بولا کیا تم لیا چاہتے ہو ایک چیز جو ادنیٰ ہے بدلے ایک چیز کے جو بہتر ہے اترو کسی شہر میں تو تم کو ملے جو مانگتے ہو

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا

اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور کما لائے غصہ اللہ کا یہ اس پر کہ وہ تھے

يَكْفُرُونَ بِآيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۶۱﴾ ع ۷

نہ مانتے حکم اللہ کے اور خون کرتے نبیوں کا ناحق یہ اس سے کہ بے حکم تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

۵۷-۶۱۔ پورا قصہ تو سورۂ مائدہ میں آئے گا مگر ان آیتوں کا مطلب اس قصہ کے اس قدر خلاصہ سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ بیت المقدس میں اس زمانہ میں جب کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تھے قوم عاد کے بقیہ لوگ بستے تھے جو عمالقہ قوم کے نام سے مشہور تھے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر عمالقہ قوم سے لڑو۔ اللہ کے حکم سے یہ بستی فتح ہو جائے گی اور اس میں بنی اسرائیل بس جائیں گے۔ یہ کنعانی عمالقہ نام کے لوگ قوی اور صاحب جسامت تھے ان کا حال سن کر بنی اسرائیل نے ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کیا۔ اس شرارت اور گستاخی کی سزا میں ملک شام اور مصر کے درمیان

Marfat.com

کے ایک جنگل میں چالیس برس تک بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے قید کر دیا۔ دھوپ کے وقت اس جنگل میں ان پر ایک ابر کا سایہ ہوتا تھا من وسلویٰ ان کی غذا تھی۔ حضرت موسیٰ کے معجزہ سے ایک پتھر پر عصا مارنے سے آدمیوں اور جانوروں کی ضرورت کے موافق پانی نکلتا تھا۔ اس جنگل میں من اور سلویٰ کھاتے کھاتے اکتا کر بنی اسرائیل نے پیاز و لہسن وغیرہ کھانے کی چیزوں کی خواہش کی تھی۔ بعضے مفسروں کا قول ہے کہ یہ ابر کا سایہ قید کے جنگل میں نہیں تھا بلکہ مصر سے نکل کر بنی اسرائیل جب ملک شام کو جا رہے تھے یہ سایہ اس وقت تھا مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی نسائی کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابر کا سایہ قید کے جنگل میں تھا[1]۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ من تو ترنجبین کا نام ہے اور سلویٰ ایک قسم کے جانور تھے جو بنی اسرائیل کے پڑاؤ کی جگہ آجاتے تھے۔ اور بنی اسرائیل بلا وقت ان کو پکڑ لیتے اور ذبح کر کے کھا لیتے تھے۔ سوائے ابوداؤد کے صحاح ستہ میں جو روایت ہے کہ کھنبی من کی قسم سے ہے[2]۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح بنی اسرائیل کو وہ کھانا بلا دقت ہم پہنچ جاتا تھا اسی طرح کھنبی بغیر کسی کے بونے کے پیدا ہو جاتی ہے۔

سورۂ رعد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ (۱۳:۱۱) جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس قوم پر اپنی کرمی سے کچھ انعام واحسان کرتا ہے تو جب تک اس قوم کے لوگ خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔ اس وقت تک وہ انعام واحسان الٰہی قائم رہتا ہے۔ آخر رکوع تک ان آیتوں کا حاصل مطلب بھی یہی ہے کہ باوجود اللہ تعالیٰ کے طرح طرح کے احسانات کے جب کہ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے ساتھ حد سے زیادہ بدسلوکی کی یہاں تک کہ ان کو شہید کر ڈالا اور عمالقہ کی بستی جب فتح ہو گئی تو جس طرح سے ان کو اس بستی میں داخل ہونے کا حکم تھا اس حکم کے بجا لانے میں انہوں نے نافرمانی کی اور من وسلویٰ جو بغیر محنت ومشقت کے ان کو کھانے کو ملتا تھا اس کی ناشکری کر کے انہوں نے یہ کہا کہ اس ایک کھانے سے ہمارا دل نہیں بھرتا۔ غرض اس طرح کی ان کی نافرمانیوں سے اللہ تعالیٰ کا ان پر غصہ ہوا اور وہ بے محنت ومشقت کا کھانا بند ہو کر ہمیشہ کی ذلت وخواری ان کے پیچھے لگ گئی۔ چنانچہ اب یہود لوگ جہاں نظر آتے ہیں ان میں خوشحال بہت کم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق قیامت تک اس قوم کا یہی حال رہے گا۔ اسی مضمون کو مختصر طور پر اس آیت میں فرمایا ہے کہ انہوں نے ہمارا کچھ نہیں کیا پر اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔ مسند امام احمد میں بسند معتبر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے بڑھ کر عذاب اس شخص پر ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کو قتل کرے۔ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اس کو قتل کرے[3]۔ اس سے معلوم ہوا کہ علاوہ دنیا کے مواخذہ کے قیامت کے دن حضرت زکریاؑ و یحییٰؑ اور اور انبیاء کے قتل کے مؤاخذہ میں یہود پر بڑا عذاب ہو گا۔ ان آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہوں کے سبب سے اللہ تعالیٰ کا طرح طرح کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو گناہ سے بچاوے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک طرح کی بلا سے دنیا میں امن رہے۔ جب عمالقہ کی بستی فتح ہوئی تو حکم تھا کہ اس بستی کے دروازہ میں شکریہ کا سجدہ کر کے جاؤ اور حطۃ کا لفظ کہو جس کے معنے گناہوں کے زائل ہو جانے کے ہیں۔ بنی اسرائیل نے یہ شرارت کی کہ بجائے سجدہ کے تو چوتڑوں کے بل گھسکنے لگے اور بجائے حطۃ کے حنطۃ کہا جس کے معنے "گیہوں" کے ہیں۔ اس شرارت کے وبال سے

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۹۴ و ۹۵ [2] ترمذی ابواب الطب ج ۲ ص ۲۸ و تفسیر ابن کثیر ص ۹۵-۹۶ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۲-۱۰۳

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

بات یوں ہے کہ جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصرانی اور صابئین جو کوئی یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

اور کام کیا نیک تو ان کو ہے ان کی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو ڈر ہے اور نہ وہ غم کھائیں

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ

اور جب لیا ہم نے قرار تم سے اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہم نے دیا زور سے اور یاد کرتے رہو جو اس میں ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ

شاید تم کو ڈر ہو پھر تم پھر گئے اس کے بعد سو اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی مہر

لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٦٤﴾

تو تم خراب ہوتے

ان میں طاعون پھیلا اور دو پہر کے عرصہ میں ستر ہزار کے قریب آدمی ہلاک ہو گئے۔

۶۲۔ یہود اپنے آپ کو حق پر بتلاتے تھے اور نصاریٰ اپنے آپ کو اور صابی لوگ کسی رسول کے پیرو نہیں وہ اپنے آپ کو حق پر کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حق پر وہی ہے اور اسی کو اللہ کے نزدیک اجر پانے کا حق ہے اور وہی قیامت کے دن اجر پاوے گا۔ جو اللہ پر ایمان لاوے اور اللہ پر ایمان لانا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر وقت کے مناسب حال جو اللہ کی شریعت ہر ایک اللہ کے رسول لاتے ہیں اس شریعت کی پیروی کی جاوے۔ صحیحین میں حضرت جبرئیل کے قصہ کی جو حدیث ہے اس میں حضرت جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سائل بن کر پوچھا ہے کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے جو جواب دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے سب رسولوں اور آسمانی کتابوں کے یقین کو ایمان کہتے ہیں[1]۔ اس آیت میں جو لفظ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ کا آیا ہے اس کی یہ حدیث تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں نبی آخر الزمان اور قرآن پر ایمان لانے کے بغیر کسی دین والے شخص کی نجات نہیں ہو سکتی۔ اسی واسطے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت جو مسلم میں ہے اس میں آپ نے صاف فرمایا ہے کہ کوئی شخص خواہ یہودی ہو یا نصرانی میرا حال سن کر مجھ پر ایمان نہ لائے گا تو ایسے شخص کا ٹھکانا دوزخ ہے[2]۔

۶۳-۶۴۔ یہ پورا قصہ تو سورہ اعراف میں آئے گا حاصل اس کا یہ ہے کہ فرعون کے ہلاک ہو جانے کے بعد پہلے تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ احکام اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طریقے بتلانے کے ہم پر نازل ہو جائیں تو اپنے دشمن فرعون سے نجات پانے کے شکریہ میں ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت ان احکام الٰہی کے موافق خوب دل لگا کر کریں گے۔ جب تورات نازل ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ احکام سخت ہیں۔ ان کے موافق تو ہم سے عمل نہیں ہو سکتا اس پر حضرت جبرئیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پہاڑ جڑ سے اکھیڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر

[1] صحیح بخاری طبع دہلی ج ۱ ص ۱۲۔ [2] مشکوۃ جلد اول کتاب الایمان ج ۱ ص ۱۲ و صحیح مسلم ص ۸۶ ج ۱ باب وجوب الایمان الخ

Marfat.com

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۶۵﴾

اور جان چکے ہو جنہوں نے تم میں زیادتی کی ہفتے کے دن میں تو ہم نے کہا ہو جاؤ بندر پھٹکارے

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى

پھر ہم نے وہ دہشت رکھی اس شہر کے روبرو والوں کو اور پیچھے والوں کو اور نصیحت رکھی ڈر والوں کو اور جب کہا موسیٰ نے

لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ

اپنی قوم کو اللہ فرماتا ہے تم کو کہ ذبح کرو ایک گائے بولے کیا تو ہم کو پکڑتا ہے ٹھٹھے میں کہا پناہ اللہ کی

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾

اس بات سے میں ہوں نادانوں میں

اس کا سایہ ڈالا اور یہ کہا کہ اگر تم لوگ کتاب الٰہی کے موافق عمل کرنے سے انکار کرو گے تو یہ پہاڑ تمہارے سروں پر پٹخ دیا جائے گا۔ حضرت جبرئیل کے اس ڈرانے سے آخر بنی اسرائیل نے تورات پر عمل کرنے کا عہد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو وہ بات یاد دلائی ہے کہ جس تورات پر ایسی سختی سے عمل کرنے کا عہد تمہارے بڑوں سے لیا جا چکا ہے اسی تورات میں نبی آخر الزمان کے اوصاف اور ان پر ایمان لانے کا عہد موجود ہے۔ تم لوگ جو اس عہد کے پورا کرنے میں طرح طرح کے فریب حیلے اور بدعہدی کرتے ہو اس کا وبال ایک نہ ایک دن تمہارے اوپر پڑنے والا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ یہ وبال آخر کو اُن لوگوں پر پڑا جس کا ذکر سورہ حشر میں آئے گا ؏

۶۵-۶۶- یہ ایک دوسرا قصہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو یاد دلایا گیا ہے۔ یہ قصہ بھی سارا تو سورہ اعراف میں آئے گا۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ دریا کے کنارے ایک بستی ایلہ نام کی تھی جس میں کچھ یہود رہتے تھے۔ ہفتہ کے دن یہود کو سوائے عبادت کے اور سب کام حرام ہیں۔ اس لئے ان یہود کو جو ایلہ میں دریا کے کنارے رہتے تھے ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑنی حرام تھیں لیکن انہوں نے طرح طرح کے حیلے نکال کر آخر ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑیں اور اسی نافرمانی کی سزا میں اُن پر یہ عذاب آیا کہ وہ آدمی سے بندر ہو گئے تاکہ اس بستی کے آس پاس جو یہود رہتے تھے ان بندروں کا حال دیکھ کر ان کو عبرت اور اللہ سے ڈرنے والوں کو نصیحت ہو۔ حال کے یہود جو تورات کی آیتوں کے عمل کرنے میں طرح طرح کے حیلے اور فریب گانٹھ رہے تھے ان کو اس قصہ کے انجام سے ڈرایا گیا تھا مگر ان کو سورہ حشر کا انجام آخر کو ان کے ڈھیٹ پنے نے دکھایا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے صحیح روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو تم اُس طرح کے حیلوں میں نہ پڑو جس طرح یہود نے بعضے حیلوں سے حرام کو حلال کر لیا۱؎۔ اس حدیث میں حیلوں کی ممانعت ہے ؏

۶۷- سلف کی تفسیروں میں یہ قصہ مختلف لفظوں سے نقل کیا گیا ہے مگر تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا مال دار تھا۔ اس کے کوئی اولاد نہیں تھی فقط ایک اس کا بھتیجا غریب سا تھا۔ اس لئے اس شخص کے مرنے کے بعد یہی اس کا بھتیجا اس کا وارث ٹھہرتا تھا۔ مال کے جلدی سے ہاتھ آ جانے

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۷

Marfat.com

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ

بولے پکار ہمارے واسطے رب اپنے کو کہ بیان کر دے ہم کو وہ کیسی ہے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی نہ بن بیاہی میانہ ہے

بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ

ان کے بیچ اب کرو جو تم کو حکم ہے بولے کہ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کر دے ہم کو کیسا ہے رنگ اس کا کہا وہ فرماتا ہے

إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ

وہ ایک گائے ہے زرد ڈاڈہا اس کا رنگ خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو بولے پکار ہمارے واسطے رب اپنے کو بیان کر دے ہم کو کس قسم میں ہے وہ گائے۔

کے لالچ سے اس کے اس بھتیجے نے موقع دیکھ کر اپنے چچا کو مار ڈالا۔ اور پاس کے ایک گاؤں کے دروازہ پر لاش ڈال دی۔ اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آن کر اپنے چچا کے خون کا دعوےٰ کیا۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے ایک گائے کے ذبح کرنے کا اور اس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس مقتول شخص کے جسم پر مارنے کا حکم دیا۔[1] پہلے تو بنی اسرائیل نے یہ سمجھا کہ گائے کے ذبح کرنے کا ذکر حضرت موسیٰ نے دل لگی سے کیا ہے کیونکہ مقتول شخص کے قاتل کا حال دریافت کرنے اور گائے ذبح کرنے میں کچھ تعلق نہیں پایا جاتا لیکن ان کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کا یہی حکم ہے تو انہوں نے بڑے جھگڑے اس گائے کی صفتیں دریافت کرنے میں نکالے جن سے وہ گائے خالص صفتوں کی ایک گائے ہو گئی آخر ان صفتوں کی ایک گائے بہم پہنچی اور وہ ذبح کی گئی اور اس کا ایک ٹکڑا اس مقتول شخص کے جسم پر مارا جس سے تھوڑی دیر کے لئے وہ مقتول شخص زندہ ہوا اور اس نے اپنے بھتیجے کو اپنا قاتل بتلایا اور پھر مر گیا۔ اس ٹکڑے کا حال کہ وہ کس جگہ کا ٹکڑا تھا کسی صحیح روایت میں نہیں ہے اس لئے جن تفسیروں میں اس ٹکڑے کو خصوصیت کے نام سے کہ ذکر کیا ہے وہ اہل کتاب کی روایتوں کی بنا پر ہے جن روایتوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو یہ قصہ اس لئے یاد دلایا گیا ہے کہ گائے کے ذبح کے حکم میں طرح طرح کے جھگڑے نکالنے سے جس طرح ان کے بڑے ایک سختی اور مشکل میں پھنس گئے اسی طرح نبی آخر الزماں کی فرماں برداری کے حکم میں یہ لوگ طرح طرح کے جھگڑے جو نکالتے ہیں یہ بات ان کے حق میں مضر ہے اور آخر کو یہ لوگ اس سے کسی نہ کسی سختی میں پھنس جائیں گے۔ اور نبی آخر الزماں کے اوصاف کی آیتوں کے چھپانے میں یہ لوگ طرح طرح کے حیلے جو کر رہے ہیں یہ ان کے حیلے چھپ نہیں سکتے۔ بلکہ ایک دن یہ حیلے اسی طرح کھل جائیں گے جس طرح آخر کو ان کے بڑوں میں اس قاتل کا حیلہ کھل گیا۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے گائے کے ذبح کا ذکر پہلے اور مقتول کے قتل کا ذکر بعد کو فرمایا ہے تاکہ قصہ میں جو تنبیہ کا ذکر ہے وہ پہلے آ جاوے۔ مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک ٹھوس پتھر کے اندر گھس کر بھی کوئی کام کرے تو اس کا وہ کام ایک نہ ایک دن لوگوں پر کھل جائے گا۔[2] حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔[3]

۶۸۔۱۷۔ تفسیر ابن جریر میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے جھگڑوں سے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۸۔۱۰۹ [2] مشکوٰۃ ص ۴۵۶ باب الریاء والسمعۃ الفصل الثالث [3] مستدرک حاکم ص ۳۱۴ ج ۴ کتاب الرقاق بروایت ابی سعید الخدریؓ

Marfat.com

إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۖ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝٧٠ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا

گایوں میں شبہ پڑا ہے ہم کو اور ہم اللہ نے چاہا تو راہ پالیں گے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک گائے ہے

ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ

محنت والی نہیں کہ باہتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیت کو بدن سے پوری ہے داغ کچھ نہیں اس میں بولے اب لایا تو

بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝٧١ وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ

ٹھیک بات پھر اس کو ذبح کیا اور لگتے نہ تھے کہ کریں گے اور جب تم نے مار ڈالا تھا ایک شخص پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو نکالنا ہے

مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۝٧٢ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ

جو تم چھپاتے تھے پھر ہم نے کہا مارو اس مردہ کو اس گائے کا ایک ٹکڑا اسی طرح جلاوے گا اللہ مردے اور دکھاتا ہے تم کو اپنے نمونے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝٧٣ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ

شاید کہ تم سمجھو پھر تمہارے دل سخت ہو گئے اس سبب کے بعد سو وہ ہیں جیسے پتھر یا اس سے بھی سخت

وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ

اور پتھروں میں تو وہ بھی ہیں جن سے پھوٹتی ہیں نہریں اور ان میں تو وہ بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی اور ان میں

مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝٧٤

تو وہ بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

ع ۸ | ۸

اس گائے کے اوصاف سخت ہو گئے۔ اگر وہ لوگ بغیر ان جھگڑوں کے ایک معمولی گائے ذبح کر لیتے تو یہ مشکل پیش نہ آتی۔ اس گائے کی بیش قیمتی کی جو روایتیں ہیں وہ اہل کتاب سے لی گئی ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ عکرمہ سے بسند صحیح جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین اشرفی کو یہ گائے خریدی گئی تھی۔

۱۷-۳ سے۔ شروع قصہ کا یہی ہے مگر جس تنبیہ کے لئے قصے کی ترتیب بدل گئی ہے اس کا ذکر اوپر گزر چکا۔ اس سورت میں مردہ کے زندہ ہونے کا ذکر پانچ آیتوں میں جگہ جگہ آیا ہے تاکہ منکرین حشر کے دل میں اچھی طرح یہ جم جائے کہ جس طرح ان مردوں کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اسی طرح سب مردے حشر کے دن زندہ کئے جائیں گے اور یہود لوگ اگرچہ حشر کے منکر نہیں ہیں لیکن حشر کے ذکر سے ان کے دل میں یہ بات جم جاوے کہ آخر حشر نیک و بد کے حساب و سزا و جزا کے لئے ہے۔ پھر حشر کی اصلی غرض کو بھول کر عقبے کے مضر کام کرنا بڑی نادانی کی بات ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر قادر رہ کر دنیا میں موت کے مابعد کاموں میں لگا رہے اور نادان وہ ہے جو نفس کے تابع ہو کر دنیا میں موت کے مابعد کی باتوں کو بھول جائے[۲] ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے[۳]۔

۷۴ تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب اس شخص نے تھوڑی دیر

[۱] تفسیر ابن کثیر ج اص ۱۱۰ [۲] مشکوۃ جلد ثانی باب استحباب المال والعمر والطاعۃ ص ۴۵۱ [۳] جامع ترمذی ص ۶۹ ج ۲

Marfat.com

کے لئے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلا دیا اور پھر وہ مر گیا تو اس کے قاتل اور اس کے ساتھیوں نے اس پر بھی اس شخص کے قول کو جھٹلا دیا۔ اور اس کے قتل سے صاف انکار کر دیا۔[1] اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان یہود لوگوں کے دل بالکل پتھر یا پتھر سے بھی زیادہ ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ پتھر میں جو نرمی کی باتیں کچھ پائی جاتی ہیں اس قدر نرمی بھی ان کے دلوں میں باقی نہیں رہی۔ ابن کثیر میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تیرہ برس کا عرصہ قرآن شریف کو نازل ہوتے ہوتے ہو گیا اور مسلمانوں کے دل پر قرآن شریف کی نصیحتوں کا اثر کامل طور سے خدا تعالیٰ نے نہیں دیکھا تو سورہ حدید کی آیت وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ (۵۷:۱۶) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔[2] امد کے معنے مدت کے ہیں۔ اور حاصل مطلب اس سورہ حدید کی آیت کا یہ ہے کہ اہل کتاب میں تو مدت سے کوئی نبی نہیں ہے۔ جدید وحی کے ذریعہ سے اب کوئی نصیحت ان پر نازل نہیں ہوتی۔ نبی آخر الزمان پر قرآن شریف کے ذریعہ سے جو نصیحتیں نازل ہوتی ہیں ان کو یہ اہل کتاب مانتے نہیں اس لئے ان کے دل سخت ہو گئے۔ لیکن اے مسلمانو! تم میں تو نبی موجود ہے روز جدید نصیحتیں قرآن شریف کے ذریعہ سے نازل ہوتی ہیں۔ تم کو اہل کتاب کی طرح سخت دل نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا زمانہ دور ہو جانے سے امت کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے آپ نے خیر القرون قرنی فرمایا۔ یہ دوری نبوت اور نزدیکی قیامت کا زمانہ اب ہم لوگوں کا ہے۔ ہم کو چاہئے کہ قرآن شریف اور حدیث کی پرانی نصیحتوں کو نیا خیال کریں۔ اور پڑھنے سے سننے سے جس طرح ممکن ہو ان نصیحتوں کے اثر سے اپنے دلوں کو نرم کرتے رہیں۔ ورنہ بڑی خرابی ہے۔ ترمذی اور مؤطا میں جو روایتیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ باتیں کرنے سے آدمی کا دل سخت ہو جاتا ہے۔[3] اس لئے بہت سی صحیح حدیثوں میں خاموشی کی بڑی تعریف اور فضیلت آئی ہے۔ پتھروں کی کچھ حالتیں جو ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں بعضے مفسروں نے طرح طرح کی تاویلیں کی ہیں۔ لیکن ان تاویلوں کی کچھ ضرورت نہیں ہے آیت وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (۱۷:۴۴) اور صحیح مسلم کی اس روایت سے جس میں آپ نے فرمایا ہے میں اس پتھر کو خوب پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھ سے سلام علیک کیا کرتا تھا۔[4] اور اس قسم کی اور آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے پتھر اور پتھر جیسی اور بے جان چیزوں میں ایک طرح کی سمجھ دی ہے جو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ یہ جو چیز ہماری سمجھ سے باہر ہے اس کی صحیح تاویل ہم کیا کر سکتے ہیں آخر آیتوں پر اللہ تعالیٰ نے یہود کو یہ تنبیہ کی ہے کہ اپنی سخت دلی کے سبب سے جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اس کو سب خبر ہے۔ وہ وقت مقررہ آنے والا ہے کہ ایک دن ان کی پوری خبر لی جائے گی۔ سورہ حشر کی تفسیر میں معلوم ہو گا کہ دنیا میں تو وہ وقت آچکا عقبٰے کا مؤاخذہ ابھی ان سے باقی ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہو گا۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۳ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۱۰ تفسیر سورۃ الحدید [3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۴ ج ۱ و جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۳ باب ما جاء فی حفظ اللسان [4] ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۳ و صحیح مسلم ص ۲۴۵ ج ۲

Marfat.com

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ

اب کیا تم اے مسلمان توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات اور ایک لوگ تھے ان میں کے کہ سنتے تھے کلام اللہ کا پھر اس کو بدل ڈالتے تھے

مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۵﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا

بعد سمجھ لینے کے اور وہ اس کو جانتے تھے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں مسلمان ہوئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں

بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا

ایک دوسرے پاس کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو ان سے جو کھولا ہے اللہ نے تم پر کہ جھٹلاویں تم کو اس سے تمہارے رب کے آگے کیا تم کو

تَعْقِلُونَ ﴿۷۶﴾ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۷۷﴾

عقل نہیں کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں

۷۵۔۷۷۔ اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سخت دلی کا ذکر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ مدینے کی اطراف میں جو یہود رہتے ہیں ان کے بڑوں سے یہ بات چلی آتی ہے کہ جوں جوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں یہ لوگ دیکھتے ہیں ان کے دل اور سخت ہوتے جاتے ہیں۔ اب مدینہ کے اطراف کے یہود لوگ صحابہ سے اکثر ملتے جلتے رہتے تھے جس سے صحابہ کو یہ توقع ہوتی تھی کہ ملنے جلنے کا اثر شاید یہ ہو کہ رفتہ رفتہ حق بات ان کے دل میں گھر کر جاوے اور راہ راست پر آن کر یہ لوگ شرع محمدی کے تابع ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ان یہود لوگوں سے شرع محمدی کے تابع ہو جانے کی توقع بالکل بے سود ہے۔ انہوں نے تو شریعت موسوی کا بھی یہ کھوج کھو دیا ہے کہ تورات کی اکثر آیتیں بدل کر حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرا رکھا ہے۔ اور ان میں کے بعض لوگ مسلمانوں سے میل جول کے وقت شرع محمدی کے حق ہونے کا اقرار جو کرتے ہیں وہ منافق ہیں۔ ان کے اس اقرار زبانی کا اثر ان کے دل پر کچھ نہیں ہے۔ یہاں مسلمانوں کے روبرو تو یہ لوگ کچھ باتیں ایسی کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کو ان کے راہ راست پر آجانے کا دھوکہ ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو وہاں ان کے علماء ان کے سرداران کو یہ پٹی پڑھاتے ہیں کہ مسلمانوں سے میل جول کے وقت اپنے دین موسوی کے بھید کی کوئی ایسی بات مسلمانوں سے مت کہا کرو جس سے ان کو ہمیں قائل کرنے کا موقع ملے۔ اس پٹی پڑھانے کے بعد یہ لوگ اپنے زبانی اقرار پر پچھتاتے ہیں اتحدثونھم بما فتح اللہ علیکم کی تفسیر میں مجاہد نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یہود بنی قریظہ کو سوروں اور بندروں کے اور بچھڑا پوجنے والوں کے بھائی کہا تھا[۱]۔ یہود کے علماء اور سرداروں نے اپنی قوم کے ان لوگوں سے جو مدینہ میں آنے جانے اور مسلمانوں سے ملتے رہتے تھے اس لئے یہ کہا تھا کہ اپنے دین کے بھید کی کوئی بات مسلمانوں سے مت کہا کرو مسلمانوں کو یہ کیا معلوم تھا کہ یہودیوں کے کچھ لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر سابق کے زمانہ میں بندر اور سور ہو گئے ہیں۔ یا یہود میں کچھ لوگوں نے بچھڑے کی پوجا بھی کسی زمانے میں کی تھی۔ آخر تم ہی لوگوں کے منہ سے یہ بات کبھی نہ کبھی نکلی ہو گی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہود کے علماء کو قائل کرنے

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۰

Marfat.com

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

اور ایک ان میں سے اَن پڑھ ہیں خبر نہیں رکھتے کتاب کی مگر باندھ لیں اپنی آرزوئیں اور اُن پاس نہیں مگر اپنے خیال سو خرابی ہے ان کی جو

يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا

لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے کہ لیویں اس پر مول تھوڑا

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ

سو خرابی ان کو اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کو اپنی کمائی سے اور کہتے ہیں ہم کو آگ نہ لگے گی

إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ أَمْ

مگر گنتی کے دن تو کہہ کیا لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار تو البتہ خلاف نہ کرے گا اللہ اپنا قرار یا

تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٠﴾

جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم نہیں رکھتے۔

کے لئے یہ فرمایا کہ یہ لوگ یہود کے علماء کہلاتے ہیں اُن کو اتنا بھی شعور نہیں کہ ان کی اس ایک بات پر کیا منحصر ہے تورات کے بھید کی سینکڑوں باتیں مسلمانوں کو اُن کے نبی کے ذریعہ سے اور نبی کو وحی الٰہی کے ذریعہ سے روزانہ معلوم ہوتی جاتی ہیں۔ یہ ایک بات یہود میں کا کوئی شخص مسلمانوں سے کہہ دیتا تو اس کی یہ سینکڑوں باتیں کہاں سے بن جائیں مگر یہ شعور ان لوگوں کو ہوتا تو کیوں کم ہوتا۔ بدبختی اصلی کے سبب سے ان کی عقل ان کا شعور سب کچھ زائل ہو گیا ہے ؎

۷۸-۷۹۔ ان آیتوں میں یہود کے اَن پڑھ اور علماء دونوں فرقوں کا حال ہے۔ اَن پڑھ فرقہ کا تو یہ کہ انہوں نے اپنے گروہ کے علماء سے جو کچھ گھڑی گھڑائی باتیں سن لی ہیں وہی ان کا دین و ایمان ہے سوا اُن باتوں کے ان کو کچھ معلوم نہیں کہ تورات کیا ہے اور اس میں کیا احکام الٰہی ہیں۔ دوسرا فرقہ ان کے علماء کا ہے جنہوں نے اپنی طرف سے اپنے ہاتھوں سے کچھ جھوٹ مصنوعی باتیں جعل سازی سے کتاب الٰہی میں لکھ دی ہیں اور ان باتوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم بتاتے ہیں اور جاہل لوگوں کو بہکا کر اس ذریعہ سے کچھ کما کھاتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ جھوٹ اور یہ لقمہ حرام ایک دن ان کو خرابی میں ڈالے گا ؎

۸۰۔ علماء یہود میں دو باتیں زیادہ مشہور تھیں ایک تو یہ کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے۔ اگر ہم کو عذاب ہوا بھی تو فی ہزار ایک دن کا عذاب ہوگا۔ اور آٹھویں دن ہم سب جنت میں چلے جائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر سات دن سے بڑھ کر ہم کو عذاب ہوا تو چالیس دن سے بڑھ کر کسی طرح نہ ہوگا۔ کیوں کہ یہ وہ مدت ہے جس میں ہمارے بڑوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ کم شہرت کی تیسری یہ بات بھی یہود کی زبان پر تھی کہ دوزخ کے منہ کی چوڑائی چالیس برس کے راستہ کی ہے۔ زیادہ عذاب ہم کو ہوا تو اسی مدت تک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تم ان یہود کے جھوٹے علماء سے

Marfat.com

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے سو وہی ہیں لوگ دوزخ کے وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا

رہ پڑے اور جو یقین لائے اور عمل کئے نیک وہ لوگ ہیں جنت کے وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿٨٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ ع ٩

رہ پڑے اور جب ہم نے لیا اقرار بنی اسرائیل کا بندگی نہ کریو مگر اللہ کی اور ماں باپ سے

اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

سلوک نیک اور قرابت والے سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے اور کہیو لوگوں کو نیک بات اور کھڑی رکھیو نماز کو اور دیتے ہو

الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾

زکوٰۃ پھر پھر گئے تم مگر تھوڑے تم میں سے اور تم منہ پھیرنے والے ہو

دریافت کرو کہ ان کے پاس ان جھوٹی باتوں کی کیا سند ہے اور سند نہ بتلائیں گے۔ تو اللہ کے دین میں ایسی جھوٹی باتیں بنانے کا وبال ایک دن ان پر آنے والا ہے۔

٨١-٨٢ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان آیتوں میں گناہ کے معنے شرک کے لئے ہیں[1] اور آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ جو شخص یہود کی طرح کے شرک اور کفر اور گناہوں میں ہمیشہ مبتلا رہ کر بغیر توبہ کے مر جائے گا، تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ یہ تفسیر بہت سی صحیح حدیثوں کے موافق ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ جو مومن گنہ گار بغیر توبہ کے مر جائے گا وہ اخیر کو جنت میں جائے گا۔ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا[2]۔

٨٣- یہ تو اوپر گذر چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے سر پر پہاڑ کھڑا کر کے ان سے تورات کے مسئلوں پر عمل کرنے کا عہد لیا گیا ہے۔ یہود کے قائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں تورات کے آٹھ مسئلے ذکر کر کے فرمایا ہے کہ باوجود ایسے سخت عہد کے سوا چند آدمیوں کے تم سب ان مسئلوں پر عمل نہیں کرتے اور اپنے عہد سے پھر گئے ہو۔ اور پھر آگے جا کر فرمایا کہ جو کوئی ایسے کام کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں وہ طرح طرح سے رسوا ہو گا اور عقبےٰ میں سخت عذاب بھگتے گا۔ ان مسئلوں میں پہلا مسئلہ توحید کا ہے کہ اللہ کو وحدہ لاشریک لہ جاننا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے ہر ایک رسول کی امت کو دیا ہے چنانچہ سورہ نحل میں فرمایا ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (٣٦:١٦) جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا بھر کی تمام امتوں میں جو رسول اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں ان کی امتوں کو یہی بات سمجھانے کو بھیجے ہیں کہ اللہ ہی کی خالص عبادت کریں اور شرک سے دور رہیں۔ سوا اللہ تعالیٰ کے جس چیز کی پوجا کی جاوے اس کو عربی میں طاغوت کہتے ہیں۔ صحیحین میں حضرت معاذؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا حق اس کے بندوں پر یہ ہے کہ

[1] تفسیر ابن کثیر ص ١١٩ ج ١ [2] بشرطیکہ شرک سے مجتنب رہا ہو۔

Marfat.com

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ

جب لیا ہم نے اقرار تمہارا کہ نہ کرو گے خون آپس میں اور نہ نکال دو گے اپنوں کو اپنے وطن سے پھر

أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ

تم نے اقرار کیا اور تم مانتے ہو پھر تم ویسے ہی خون کرتے ہو آپس میں اور نکال دیتے ہو اپنے ایک فرقے کو

مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ

ان کے وطن سے چڑھا کرتے ہو اُن پہ گناہ سے اور ظلم سے اور اگر وہی آویں تمہارے پاس کسی کی قید میں پڑے تو اُن کی

وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اور اللہ تعالے کے اس حق کے ادا ہونے کے بعد بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے ایسے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے بچائے[1]۔ شرک ایک تو ظاہری ہے کہ آدمی سوا اللہ کے کسی چیز کی پوجا کرے۔ دوسرا چھپا ہوا چھوٹا شرک ریاکاری ہے کہ لوگوں کے دکھاوے کے لئے آدمی اللہ کی عبادت کرے۔ قیامت کے دن اللہ تعالے کے عذاب سے بچنے کا حق پیدا کرنے کے لئے انسان کو دونوں طرح کے شرک سے بچنا چاہئے مسند امام احمدؒ میں محمود بن لبید کی صحیح سند سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اپنی امت کے چھوٹے شرک کا بڑا خوف ہے۔ صحابہ نے پوچھا چھوٹا شرک کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ریاکاری[2]۔ یہود میں سے جب تورات ضائع ہو گئی تو حضرت جبرئیل نے حضرت عزیر کو تورات یاد کرا دی اور حضرت عزیر نے بنی اسرائیل کو اپنی یاد سے ساری تورات لکھوا دی اس پر یہود حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے اور ایسے بڑے توحید کے عہد پر قائم نہیں رہے جس کا مفصل ذکر سورہ توبہ میں آئے گا۔ اسی طرح اور مسئلوں کا عمل انہوں نے چھوڑ دیا۔ اللہ تعالے نے انسان کو پیدا کیا اور ماں باپ کے سبب سے ہر ایک انسان پرورش پاتا ہے اس لئے اللہ تعالے نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کے حق کا ذکر کیا ہے۔ مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ کو یا فقط ماں یا فقط باپ کو ان کے بڑھاپے کی حالت میں زندہ پایا اور پھر بھی ان کی خدمت کے اجر میں اس شخص نے جنت حاصل نہ کی تو ایسا شخص بڑا بدنصیب ہے[3]۔ لوگوں سے نیک بات کہنے میں وعظ و نصیحت بھی داخل ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص ہاتھ یا زبان سے خلاف شرع بات کو منع نہ کر سکے تو ضعیف درجہ ایمان کا یہ ہے کہ دل سے اس خلاف شرع بات کو بُرا جانے[4]۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے نیک بات کہنے میں وعظ نصیحت کا خیال رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔

۸۴-۸۵- مدینہ میں اوس و خزرج دو بڑے قبیلے رہتے تھے۔ اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں میں سخت عداوت تھی

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۲ کتاب اللباس [2] مشکوۃ ص ۴۵۶ باب الریاء، فصل تیسری [3] صحیح مسلم باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام ونحوہما ج ۲ ص ۳۱۴ طبع دہلی [4] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۱ ؎

Marfat.com

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ط أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَاءُ

حالانکہ حرام ہے تم پر ان کا نکال دینا پھر کیا مانتے ہو تھوڑی کتاب اور منکر ہو تھوڑی کے پھر کچھ سزا نہیں

مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ إِلٰٓى أَشَدِّ

اس کی جو کوئی تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت

الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

عذاب میں اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے وہی ہیں جنہوں نے خرید کی دنیا کی زندگی

بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع ۱۰ ۱۰

آخرت دے کر سو نہ ہلکا ہوگا اُن پر عذاب اور نہ ان کو مدد پہنچے گی ۔

اور مدینہ کے اطراف میں یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ رہتے تھے ۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر کی عرب کے خزرج قبیلہ سے دوستی تھی اور بنی قریظہ کی اوس قبیلہ سے ۔ جب یہ دونوں قبیلے عرب کے آپس میں لڑتے تو یہود بھی اپنے اپنے دوست قبیلہ کے ساتھ ہو کر لڑتے اور ایک طرف کے یہودیوں کے ہاتھ سے دوسری طرف کے یہودی مارے جاتے اور اگر ایک طرف کے یہودی دوسری طرف گرفتار ہو جاتے تو تورات کے حکم کے موافق چھوڑوائی کی رقم دے کر اپنے قیدیوں کو ضرور یہودی چھڑا لیتے ۔ اللہ تعالےٰ نے ان آیتوں میں یہود کو قائل کیا کہ تورات میں جس طرح ایک یہودی کا دوسرے یہودی قیدی کی چھڑوائی دے کر چھوڑانے کا حکم ہے اسی طرح یہودیوں کی آپس کی لڑائی آپس کی جلا وطنی حرام ہے ۔ پھر تورات کی بعض آیتوں پر اپنی مرضی کے موافق عمل کرنا اور بعض آیتوں پر عمل نہ کرنا یہ کونسی دینداری ہے ۔ پھر فرمایا جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے ۔ بلکہ دنیا کی رسوائی عقبےٰ کا عذاب تمہاری سزا اللہ تعالےٰ کے نزدیک قرار پا چکی ہے دنیا کی رسوائی تو ہو چکی بنی قریظہ قتل ہوئے ۔ بنی نضیر بنی قینقاع جلا وطن کئے گئے ۔ عقبےٰ کا عذاب باقی ہے جس کا ذکر آگے کی آیت میں ہے ؛

۸۶ ۔ اس آیت میں یہود اپنے اعمال کے سبب سے جس ٹوٹے میں پڑ گئے اس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنی عاقبت ہاتھ سے دے کر دنیا حاصل کی جو چند روزہ ہے ۔ لیکن اس بداعمالی کے سبب سے عقبےٰ میں ان لوگوں پر ایسا عذاب ہوگا جس کی سختی میں کبھی کچھ کمی نہ ہوگی ۔ اور وہاں ان کا کوئی مددگار بھی پیدا نہ ہوگا ۔ صحیحین میں نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سب دوزخیوں سے کم عذاب جس شخص پر ہوگا اس کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اس کا بھیجا کھول جائے گا[1] ۔ پھر جن لوگوں کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ان کو سخت عذاب ہوگا اور ان کے عذاب میں کبھی کچھ تخفیف نہ ہوگی ۔ ان کا کیا حال ہوگا ۔ خدا اپنے عذاب کی بلا سے سب کو محفوظ رکھے اور ایسے اعمال کی توفیق دے جس سے اس کے عذاب سے محفوظ رہنے کا حق ہم کو حاصل ہو ؛

[1] صحیح بخاری باب صفۃ الجنۃ والنار ج ۲ ص ۹۷۱ ؛

Marfat.com

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ

اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور پے درپے بھیجے پیچھے اس کے رسول اور دئے عیسےٰ مریم کے بیٹے کو

الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ

معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح پاک سے پھر بھلا جب تم پاس لایا کوئی رسول جو نہ چاہا تمہارے جی نے

اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ لَعَنَهُمُ

تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو مار ڈالتے اور کہتے ہیں ہمارے دل پر غلاف ہیں یوں نہیں لعنت کی ہے

اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾

اللہ نے ان کے انکار سے سو کم یقین لاتے ہیں

٨٧۔ حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ کے مابین ایک ہزار نوسو پچیس[١٩٢٥] برس کے زمانہ میں کتاب تو وہی تورات ہی رہی مگر حضرت زکریا یونس یحییٰ داؤد سلیمان علیہم السلام اور اور نبی اللہ تعالےٰ نے تورات کے احکام قائم رکھنے کے لیے متواتر بھیجے۔ اور ان انبیاء نے جب کبھی بنی اسرائیل کو تورات کے احکام کی پابندی پہ زیادہ مجبور کیا اور برخلاف کتاب الٰہی کے جو باتیں یہود نے رائج کر رکھی تھیں ان سے ان کو منع کا تو انہوں نے ان کے ساتھ بدسلوکی کر کے بعضوں کو ان میں سے شہید کیا اور بعضوں کے ساتھ سخت مخالفت سے پیش آئے۔ روح القدس کی تفسیر میں صحیح قول یہی ہے کہ روح القدس سے مراد یہاں حضرت جبرئیل ہیں[١] کہ وہ ہر وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے اور سورہ آل عمران میں آئے گا کہ حضرت عیسےٰ نے تورات کے کچھ احکام مثلاً چربی اور اونٹ کے گوشت کے حرام ہونے کو اللہ کے حکم سے منسوخ بھی کیا۔ یہود کا تو یہ عقیدہ تھا کہ تورات کے احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہیں ہوں گے۔ حضرت عیسےٰ کے جدید معجزات سے اور تورات کے بعض احکام کی منسوخی سے انہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے سخت مخالفت شروع کی یہاں تک کہ آخر ان کے شہید کرنے پر مستعد ہوئے جس کا تفصیلی قصہ سورہ النساء میں آئے گا۔

٨٨۔ سورہ حم السجدہ میں یہود کے اس قول کی طرح اہل مکہ کا قول اللہ تعالےٰ نے یوں فرمایا ہے وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ (٤١: ٥) جس کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد تم اپنے دین پر ہو ہم اپنے دین پر رہیں گے کیونکہ غیر دین کی بات نہ ہمارے دل سمجھ سکتے ہیں نہ ہمارے کان سن سکتے ہیں۔ نہ ہم میں اور غیر دین میں جو پردہ حائل ہے وہ اٹھ سکتا ہے۔ حاصل مطلب ان دونوں قولوں کا یہ ہے کہ غیر دین کی بات ہم پر کسی طرح اثر نہیں کرتی۔ اللہ تعالےٰ نے اہل مکہ کے قول کا تو یہ جواب دیا کہ یہ لوگ عقبےٰ کے منکر ہیں۔ اس سبب سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اور یہاں یہود کے اس قول کا جو جواب اللہ تعالےٰ نے دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اہل کتاب اور عقبےٰ کے قائل ہو کر جو منکرین حشر کی سی باتیں کرنے میں تو ان پر

[١] صحیح بخاری طبع دہلی ج ١ ص ٥٦ ہم ٥٧ ہم وابوداؤد وترمذی صحیح ابن حبان بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ١٢٢–١٢٣

Marfat.com

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ

اور جب ان کو پہنچی کتاب اللہ کی طرف سے سچا بتاتی ان پاس والوں کو اور پہلے سے فتح مانگتے تھے

عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا

کافروں پر پھر جب پہنچا ان کو جو پہچان رکھا تھا اس سے منکر ہوئے سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر بُرے مول

اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ

خرید کیا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اتارے کلام سے اس ضد پر کہ اتارے اللہ اپنے فضل سے جس پر

يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

چاہے اپنے بندوں میں سے سو کما لائے غصہ پر غصہ اور منکروں پر عذاب ہے ذلت کا

خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے جس پھٹکار کا اثر یہ ہے کہ اہل مکہ میں کی تو ایک جماعت راہ راست پر آ گئی ہے اور ان میں کے ابھی تھوڑے سے لوگ راہ راست پر آئے ہیں ؛

۸۹ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف تورات میں دیکھ کر یہود لوگ اللہ تعالےٰ سے نبی آخرالزمان کے جلد پیدا ہونے کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اور جن مشرکوں سے ان کی مخالفت تھی اُن سے یہ کہا بھی کرتے تھے کہ بہت جلد نبی آخرالزمان کا زمانہ آنے والا ہے اس وقت ہم اُن نبی کے ساتھ ہو کر تم سے دل کھول کر لڑیں گے اور تم کو خوب قتل کریں گے۔ اور آگے آئے گا کہ یہ لوگ نبی آخرالزمان کے پیدا ہونے سے پہلے ان کو ایسا پہچانتے تھے جس طرح ہر ایک باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے۔ کیونکہ نبی آخرالزمان کے اوصاف اُن کی کتاب تورات میں صاف صاف تفصیل سے موجود تھے۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے اور ان یہود نے قرآن کی آیتیں بھی سنیں جن میں تورات کی تصدیق بھی موجود تھی۔ تو فقط اس حسد سے کہ یہ نبی ہم میں سے کیوں نہیں پیدا ہوئے جان بوجھ کر آپ کی نبوت سے منکر ہو گئے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو شخص جان بوجھ کر حق بات کا منکر ہو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص دین کی کوئی بات جان بوجھ کر چھپائے گا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی[۱]۔

۹۰ - اللہ تعالےٰ کا غصہ پر غصہ اس لئے ہوا کہ ایک تو ان یہود لوگوں نے اللہ کی کتاب تورات کی آیتوں کو بدل ڈالا دوسرے انجیل کے کتاب الٰہی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا انکار کیا۔ تیسرے نبی آخرالزمان کو نبی برحق اور قرآن کو کتاب الٰہی جان کر محض اس حسد سے ان کے منکر ہوئے کہ ہماری قوم میں مدت سے نبوت چلی آتی تھی غیر قوم بنی اسمٰعیل میں یہ نبوت کیوں گئی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ان باتوں سے انہوں نے اور کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ خود آپ ہی ذلت کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ ذلت کا عذاب اس لئے فرمایا کہ یہود نے اس تکبر نخوت اور خود پسندی کے سبب سے نبی آخرالزمان کی نبوت کا انکار کیا کہ وہ نخوت کی راہ سے اپنے آپ کو اپنی قوم

[۱] مشکوٰۃ کتاب العلم ج ۱ ص ۳۴ و ابن ماجہ ص ۲۳

Marfat.com

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ

اور جب کہیے ان کو مانو اللہ کا اتارا کلام کہیں ہم مانتے ہیں جو اترا ہم پر اور وہ نہیں مانتے جو پیچھے آیا اس سے اور

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللَّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم

وہ اصل تحقیق ہے سچ بتاتا ان پاس والے کو کہہ پھر کیوں مارتے رہے ہو نبی اللہ کے پہلے سے اگر تم

مُّؤْمِنِينَ (۹۱) وَلَقَدْ جَاءَكُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ

ایمان رکھتے تھے۔ اور آ چکا تم پاس موسیٰ صریح معجزے لے کر پھر تم نے بنالیا بچھڑا اس کے پیچھے اور تم

ظَالِمُونَ (۹۲) وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ

ظالم ہو اور جب ہم نے لیا قرار تمہارا اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہم نے دیا تم کو زور سے

وَاسْمَعُوا ۖ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا

اور سنو بولے سنا ہم نے اور نہ مانا ہم نے اور رچ رہا ان کے دلوں میں وہ بچھڑا مارے کفر کے تو کہہ برا کچھ

يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (۹۳)

سکھاتا ہے تم کو ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو

کو بنی اسمٰعیل سے عالی درجہ سمجھتے تھے۔ ان کے اس تکبر نے اجازت نہیں دی کہ وہ غیر قوم کے نبی کی فرمانبرداری کریں اور یہ بات علم الٰہی میں قرار پاچکی ہے کہ قیامت کے دن ہر صاحب نخوت آدمی کو اس طرح کا عذاب ہوگا جس میں اس کی ذلت ہو چنانچہ مسند امام احمد نسائی اور ترمذی میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کے جسم کے برابر آدمی کی صورت میں اٹھیں گے۔ اور تمام مخلوقات کی روندن میں آئیں گے تاکہ سب مخلوقات میں ان کی ذلت ہو۵

۹۱-۹۳- اس آیت میں یہود نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہمارا ایمان حضرت موسیٰ اور تورات پر ایسا مضبوط ہے کہ غیر دین کے انکار پر ہم مجبور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس دعوے کو کئی طرح جھٹلایا۔ ایک تو یہ کہ جب قرآن میں تورات کی تصدیق موجود ہے تو جس کا ایمان تورات پر مضبوط ہوگا وہ قرآن کا منکر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قرآن کا انکار اس صورت میں تورات کے سچے ہونے کا گویا انکار ہے۔ دوسرے یہ کہ جس کا ایمان تورات پر مضبوط تھا اس نے ان انبیاء کو کیوں شہید کیا جو تورات کے احکام کی مضبوطی کے لئے آئے تھے تیسرے یہ کہ جس کا ایمان موسیٰ علیہ السلام پر مضبوط تھا تو اس نے بچھڑے کی پوجا کیوں کی۔ کیا موسیٰ نے ان کو اس پوجا کے لئے کہا تھا چوتھے یہ کہ جس وقت پہاڑ سر پر لایا گیا کہ تورات کے موافق عمل کرنے کا عہد لیا گیا تھا اس وقت تمہارے بڑوں نے چپکے سے وَعَصَيْنَا کہا تھا پھر تمہارا ایمان تورات پر کیونکر مضبوط ہوسکتا ہے۔ حاصل یہ کہ تم کو تو تورات پر مضبوط ایمان کا لانا کیا نصیب ہوگا تمہارے بڑے بھی اس سے محروم تھے۔ پھر فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنے دعویٰ کے موافق ایمان دار ہو اور تمہارا ایمان تم کو یہی سکھاتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو تو تمہارے ایمان کی

۵ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۵ و مشکوٰۃ ص ۴۳۳ باب الغضب والکبر۔

Marfat.com

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

تو کہہ اگر تم کو ملنا ہے گھر آخرت کا اللہ کے یہاں الگ سوائے اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

اگر سچ کہتے ہو اور یہ آرزو کبھی نہ کریں گے جس واسطے آگے بھیج چکے ہیں ہاتھ ان کے اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ

اور تو دیکھے ان کو سب لوگوں سے زیادہ حریص جینے کے اور شریک پکڑنے والوں سے بھی ایک ایک چاہتا ہے کہ عمر پاوے

اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع ۱۱

ہزار برس اور کچھ اس کو سرکا نہ دے گا عذاب سے اتنا جینا اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہیں

تعلیم نہایت نالائق تعلیم ہے بلکہ ایمانداری کیا یہ تو عین بے ایمانی ہے۔ ابن ماجہ اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہدایت کے بعد گمراہ وہی قوم ہوتی ہے جو دین میں زبردستی کے جھگڑوں میں پڑ جائے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے[۱]۔ زبردستی کے جھگڑے اسی طرح کے ہوتے ہیں جس طرح حق بات کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی یہود لوگ زبردستی کے روز کے جھگڑے حق بات کے ٹالنے کی غرض سے نکالتے تھے۔ امت محمدیہ کے علماء کو اس طرح کے جھگڑوں سے پرہیز کرنا چاہیے:

۹۴-۹۶۔ اس سورت میں آگے آئے گا کہ یہود کہتے تھے لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اور سورہ مائدہ میں آئے گا کہ تورات کی آیت کو بدل ڈالا تھا اور کہتے تھے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ان کے ان قولوں کا مطلب یہ تھا کہ ہم اللہ کے پیارے ہیں سوا ہمارے اور کوئی جنت میں ہرگز نہیں جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود سے موت کی بددعا کا مباہلہ کرنے کو تیار ہوئے۔ لیکن یہود تو اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ مباہلہ کریں گے تو اپنے جھوٹ کے سبب سے غارت ہو جائیں گے۔ مباہلہ کی صورت یہ ہے کہ جب دو فریق میں زبانی بحث سے کوئی بات طے نہ ہو تو ہر ایک فریق جھوٹے فریق پر بددعا کرتا ہے۔ سورہ آل عمران میں مباہلہ کی آیت آئے گی جو نجران کے نصاریٰ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کرنا چاہا تھا لیکن وہ نصرانی لوگ مباہلہ پر راضی نہیں ہوئے۔ جس طرح اس آیت میں یہود لوگ جھوٹے فریق کی موت کی بددعا پر راضی نہیں ہوئے مباہلہ کو تمنا کے لفظ سے اس آیت میں اس لئے ذکر فرمایا ہے کہ ہر فریق جھوٹے فریق کی ہلاکت کی تمنا کرتا ہے۔ مشرکین سے مراد اس آیت میں پارسی لوگ ہیں کہ ان کی قوم میں ہزار برس کے جینے کی دعا کا رواج ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی بداعمالی کے سبب سے موت کے مباہلہ پر تو ہرگز راضی نہ ہوں گے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ ان کے عیش کا مدار دنیا کی زندگی پر ہے لیکن شیطان کی طرح اگر ہزار ہا برس بھی یہ لوگ جی گئے تو ایک دن آخر مریں گے اور عذاب عقبےٰ میں گرفتار ہوں گے۔ اور عذاب عقبےٰ کے جو کام یہ لوگ کر رہے ہیں اللہ کو سب معلوم ہیں:

[۱] الترغیب ص ۴۰ ج ۱

Marfat.com

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

تو کہہ جو کوئی ہوگا دشمن جبریل کا سو اس نے تو اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے سچ بتاتا ہے اس کلام کو جو اس کے آگے ہے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

اور راہ دکھاتا اور خوشی سناتا ایمان والوں کو جو کوئی ہوگا دشمن اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل

وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ

اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا اور ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں واضح اور منکر نہ ہوں گے ان سے

اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

مگر وہی جو بے حکم ہیں کیا اور جس بار باندھیں گے ایک قرار پھینک دے گی اس کو ایک جماعت ان میں سے بلکہ وہ اکثر یقین نہیں کرتے

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور جب پہنچا ان کو رسول اللہ کی طرف سے سچ بتاتا ان پاس والی کتاب کو پھینک دی ایک جماعت نے کتاب پانے والوں

الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ

میں کتاب اللہ کی اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا کہ ان کو معلوم نہیں اور پیچھے لگے اس علم کے جو پڑھتے شیطان

۹۷-۹۸۔ جب سے حضرت عیسٰے علیہ السلام پر تورات کے چند احکام کے منسوخ ہونے کی وحی حضرت جبرئیل لائے اور ہر وقت مدد کے طور پر حضرت عیسٰے علیہ السلام کے ساتھ رہنے لگے اس وقت سے یہود لوگ حضرت جبرئیل کو اپنا دشمن جانتے تھے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو یہود نے چند باتیں آپ سے پوچھیں ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ پر وحی کون سا فرشتہ لاتا ہے اس کا جواب آپ نے دیا کہ جس طرح اور انبیاء پر حضرت جبرئیل وحی لاتے رہے اسی طرح مجھ پر بھی وہی وحی لاتے ہیں۔ یہ سنکر یہود نے کہا کہ حضرت جبرئیل کو ہم لوگ پہلے سے اپنا دشمن جانتے ہیں۔ اس لئے ہم اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ اگر اور کوئی فرشتہ آپ کا رفیق ہوتا تو ہم آپ پر ایمان لاتے۔ اس پر اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ جبرئیل کا وحی لانا اللہ کے حکم سے ہے کہ وہ ملائکہ میں اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر بھی جو کوئی اللہ کے فرشتوں اور رسولوں کا دشمن ہوگا اللہ اس کا دشمن ہے ؛

۹۹-۱۰۳۔ بعضے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ حضرت موسٰی کے عصا اور ید بیضا کی طرح آپ کو کوئی صریح اور صادق معجزہ نہیں ملا۔ پھر ہم آپ کو کیونکر اللہ کا رسول جان لیویں۔ اسی گفتگو میں بعضے یہود نے یہ بھی کہا تھا کہ تورات میں ایسا کوئی عہد نہیں ہے جس سے ہم لوگوں پر نبی آخرالزمان کی مدد لازم ہو۔ اس پر اللہ تعالٰے نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور یہود کی پہلی بات کا جواب تو یہ دیا کہ ان لوگوں کی وہ باتیں جو سوا ان کے علماء کے دوسرے کسی کو معلوم نہیں جب کہ نبی آخرالزمان پر قرآن کے ذریعہ سے روزانہ نازل ہوتی ہیں اور نبی آخرالزمان باوجود اُمّی ہونے کے ان باتوں کی ایسی صحیح اطلاع اُن لوگوں کو دیتے ہیں جن کو یہ لوگ اپنی کتاب آسمانی کے مطابق پاتے ہیں تو پھر نبی آخرالزمان کے نبی اور قرآن کے کتاب آسمانی ہونے کے لئے ان لوگوں کو اور کیا معجزہ درکار ہے۔ اور دوسری بات کا جواب یہ دیا

Marfat.com

عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

سلطنت میں سلیمان کی اور کفر نہیں کیا سلیمان نے لیکن شیطانوں نے کفر کیا لوگوں کو سکھاتے تھے جادو

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ

جو اترا دو فرشتوں پر بابل میں ہاروت اور ماروت پر اور وہ نہ سکھاتے کسی کو جب تک نہ کہتے

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا

کہ ہم تو ہیں آزمانے کو سو تو مت کافر ہو پھر ان سے سیکھتے جس چیز سے جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اس کی عورت میں اور وہ

هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ

اس سے کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے بغیر اذن اللہ کے اور سیکھتے ہیں جس سے ان کو نقصان ہے اور نفع نہیں اور جان

عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۛ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا

چکے کہ جو کوئی اس کا خریدار ہو اس کو آخرت میں نہیں کچھ حصہ اور بہت بری چیز ہے جس پر بیچا اپنی جان کو اور اگر

يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٣﴾ ع ١٢

ان کو سمجھ ہوتی اور اگر وہ یقین لاتے اور پرہیز رکھتے تو بدلا تھا اللہ کے یہاں سے بہتر اگر ان کو سمجھ ہوتی

کہ نبی آخرالزمان کی فرماں برداری اور مدد کے عہد کو یہ لوگ خوب جانتے ہیں لیکن یہ ان لوگوں کی عادت ہے کہ اپنے عہد پر یہ لوگ قائم نہیں رہتے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ عہد تورات میں موجود ہے جس کا ذکر سورہ اعراف کی آیت اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (۷:۱۵۷) میں ہے پھر فرمایا کہ ان کی بدعہدی کا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی کتاب تورات کو تو بالکل ایسا چھوڑ دیا ہے کہ اس سے جان بوجھ کر انجان بن گئے ہیں۔ اور سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جن و انس کے میل جول سے جادو کی جو دھت لگ گئی تھی اسی کو انہوں نے اپنا دین سمجھ رکھا ہے۔ اور جادو کے رواج کو یہ لوگ سلیمان علیہ السلام کی طرف جو منسوب کرتے ہیں یہ بات ان لوگوں کی بالکل غلط ہے۔ یہ جادو تو شیاطین اور ہاروت ماروت کے سبب سے پھیلا ہے ہاروت ماروت کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ بنی آدم کے طرح طرح کے گناہ دیکھ کر ملائکہ نے خدا تعالیٰ کے روبرو بنی آدم پر کچھ طعن کی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر بنی آدم کی سی خواہشیں نفسانی تم میں ہوتیں تو تمہارا بھی گناہوں سے بچنا دشوار تھا۔ ملائکہ نے جواب دیا کہ ہم تو یا اللہ تیری نافرمانی ایسی کبھی نہ کریں گے جیسی نافرمانی بنی آدم کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں کے بڑے عابد دو فرشتے جن کا نام ہاروت ماروت تھا چھانٹے اور انسان کی سب خواہشیں ان میں پیدا کر کے کوفہ کی سرزمین پر جو ایک جگہ بابل ہے وہاں ان کو بھیجا اور وہاں وہ ایک عورت زہرہ نام پارسن کی الفت میں مبتلا ہو کر اس کے کہنے سے شراب پی گئے۔ اور شراب کے نشہ میں زنا کے علاوہ شرک اور قتل نفس کا گناہ بھی ان سے سرزد ہوا۔ اور ان گناہوں کی سزا میں قیامت تک ان پر طرح طرح کا عذاب ہوتا رہے گا۔ یہی دونوں فرشتے لوگوں میں پابندی شریعت کے جانچنے کو پہلے جادو کے سیکھنے سے منع کرتے ہیں۔ پھر جب کوئی شخص زیادہ اصرار کرتا ہے تو اس کو جادو سکھاتے ہیں

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۰۴)

اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور منکروں کو دکھ کی مار ہے

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ

دل نہیں چاہتا ان لوگوں کا جو منکر ہیں کتاب والوں میں اور شرک والوں میں یہ کہ اترے تم پر کچھ نیک بات

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۱۰۵)

تمہارے رب سے اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہر سے جسے چاہے۔ اور اللہ بڑا فضل رکھتا ہے ؛

ہاروت ماروت کے اس قصہ کے صحیح ہونے کا اکثر علمائے مفسرین نے انکار کیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس قصہ کی روایتیں ایک رسالہ میں جمع کی ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کی روایت درجہ صحت تک پہنچتی ہے۔ اور اس قصہ کی اصل ہے[1]۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ قصہ حضرت ادریسؑ کے زمانہ میں ہوا ہے اور اسی زمانہ میں ایک عورت زہرہ ایسی خوبصورت تھی جیسے تاروں میں زہرہ تارہ خوبصورت ہے۔ فرقہ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ سرے سے دنیا میں جادو کا وجود ہی نہیں ہے۔ لیکن قرآن شریف میں چند جگہ جو جادو کا ذکر ہے وہ اور صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث جس میں لبید بن عاصم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کا قصہ ہے[2]۔ اہل سنت کے مذہب کی تائید کے لئے کافی ہے۔ رہا جادو کا سیکھنا اس میں امام ابوحنیفہ و مالک و احمد کا یہ مذہب ہے کہ جادو کا سیکھنا کفر اور سیکھنے کے بعد جو شخص جادو کا ایک دفعہ بھی عمل کرے اس کی سزا قتل ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کے عمل سے نہیں بلکہ عادت کے طور پر چند دفعہ جادو کا عمل کرنے سے ایسا شخص واجب القتل ٹھہرتا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ سے جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جادو کا سیکھنا کبیرہ گناہ ہے[3]۔ اور ترمذی کی جندب کی روایت میں آپ نے جادوگر کی حد قتل قرار دی ہے[4]۔ ان حدیثوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے علماء نے کہا ہے کہ اگر بغیر دخل تقدیر الٰہی کے کوئی شخص جادو میں مستقل تاثیر کا اعتقاد رکھے تو کفر ہے ورنہ کبیرہ گناہ ہے۔ امام رازی نے معجزہ اور جادو کا فرق پہچاننے کی غرض سے جادو کے سیکھنے کو واجب لکھا ہے اور علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ ضرور جادو سیکھتے[5]۔ آیۃ الکرسی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس میں رد سحر کا ایک خاص اثر اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

۱۰۴-۱۰۵۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان لوگوں کو راعنا کے لفظ کے کہنے سے منع کیا کیونکہ ظاہری معنی تو اس لفظ کے یہ ہیں کہ اے نبی اللہ کے ہماری طرف بھی متوجہ ہو جس وقت صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سے دوبارہ کوئی بات پوچھنی چاہتے تھے۔

---

[1] حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (کتاب الطب۔ باب السحر) میں ایسے ہی لکھا ہے (ص ۲۳۴ ج ۵ طبع دہلی) لیکن اس بارے میں درست تحقیق حافظ ابن کثیر کی ہے کہ یہ مرفوع حدیث نہیں بلکہ اسرائیلی روایت ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دراصل یہ روایت کعب احبار سے اخذ کی ہے۔ چنانچہ ایک سند میں اس کا ذکر بھی ہے جس کو ذکر کرکے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں، فھذا اصح واثبت الی عبداللہ بن عمر... فدار الحدیث ورجع الی نقل کعب الاحبار عن کتب بنی اسرائیل (ص ۱۳۸ ج ۱) بنابریں زہرہ والی کہانی بے اصل ہے۔

[2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۴۷ و صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۷

[3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۸

[4] ترمذی ج ۱ ص ۱۷۰ ابواب الحدود۔

[5] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۴۵ ؛

Marfat.com

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

جو موقوف کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو پہنچاتے ہیں اس سے بہتر یا اسکی برابر کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر

قَدِیْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

قادر ہے۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمان اور زمین کی اور نہیں تمہارا سوا اللہ کے

مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۰۷﴾

کوئی حمایتی اور مدد والا

اس وقت آپ کی توجہ اپنی طرف مصروف کرنے کے لئے یہ لفظ کہا کرتے تھے لیکن یہود نے اس لفظ کو جب مسلمانوں سے سُنا تو خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کرتے وقت اس لفظ کو کہنا شروع کردیا مگر یہ لوگ زبان کو دانتوں میں دبا کر عداوت کے سبب سے اس طرح اس لفظ کو بولتے تھے جس کے معنے نبی کی شان کے مخالف تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تو آئندہ اس لفظ کے بولنے سے روک دیا اور فرمایا کہ یہود لوگ اپنے کفر کے سبب سے ایسی باتیں کرتے ہیں جن کے سبب سے ایک دن سخت عذاب میں پکڑے جائیں گے اور اللہ نے جب تک چاہا نبوت کو بنی اسرائیل میں رکھا اور اب وہ نبوت بنی اسمٰعیل میں آگئی۔ ان کو اس پر عداوت کا کچھ حق نہیں ہے یہ تو اللہ کی نعمت ہے وہ جس کو چاہے دے دے۔ و

۱۰۶۔۱۰۷۔ یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ تورات کے احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہیں ہوں گے۔ اسی اعتقاد کی وجہ سے انہوں نے انجیل کا کتاب الٰہی ہونا تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس سے ان کو تورات کے بعضے احکام کا منسوخ ہوجانا تسلیم کرنا پڑتا تھا اب جبکہ قرآن شریف کی بعضی آیتیں بعضی آیتوں سے منسوخ ہوئیں تو یہود لوگ مسلمانوں سے طرح طرح کی حجتیں اس باب میں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کلام الٰہی کبھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے سو کرے۔ اپنے بندوں کے حالات کی مصلحت سے جو احکام اس کو مناسب معلوم ہوئے اس نے سب سے پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح سے لے کر حضرت موسے علیہ السلام تک وہ احکام نازل فرمائے اور پھر مصلحت وقت کے موافق ان احکام میں ترمیم کرکے تورات نازل فرمائی۔ اگر یہود کا یہ اعتقاد صحیح ہوتا کہ کلام الٰہی کبھی منسوخ نہیں ہوتا تو پچھلی شریعتوں کے احکام منسوخ ہو کر تورات کیوں کر نازل ہوتی۔ غرض یہود کا یہ اعتقاد ان کا گھڑا ہوا ایک اعتقاد ہے کسی حکم الٰہی کے موافق نہیں ہے اسی غلط اعتقاد نے عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان بدنصیبوں کو انجیل پر عمل نہیں کرنے دیا اور یہی غلط اعتقاد قرآن پر عمل کرنے سے ان کو روک رہا ہے یہ کام بندوں کا نہیں ہے کہ اللہ کی ہر وقت کی مصلحت میں دخل دیویں کیونکہ بندوں کو ہر وقت کی مصلحت کا علم نہیں ہے۔ پھر نامعلوم بات میں کوئی کیا دخل دے سکتا اور اگر دخل دیا بھی تو وہ صحیح کیسے ہو سکتا ہے بلکہ بے جا دخل کا یہ نتیجہ ہوتا ہے جو ان لوگوں کا ہوا کہ وہ شریعتوں سے منکر ہوگئے اور طرح طرح کے عذاب میں اس انکار کے سبب سے پھنس گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوئی تبدیل امر دینی میں ہو جاوے تو اس کو ناسخ و منسوخ کہتے ہیں جو پہلے کا حکم دوسرے جدید حکم سے بدل جاوے ان میں پہلے حکم کو منسوخ

Marfat.com

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْــَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ

کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کر دو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسے سے پہلے اور جو کوئی انکار لیوے

بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾

بدلے یقین کے وہ بھولا سیدھی راہ سے

اور جدید دوسرے حکم کو ناسخ کہا جاتا ہے مثلاً اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ منسوخ ہے اور لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اس کا ناسخ ہے۔ اب منسوخ آیتوں میں بعضی آیتیں تو ایسی ہیں کہ جن کا حکم منسوخ ہو گیا ہے اور قرآن شریف میں ان کی تلاوت باقی ہے جیسے وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اور بعضی آیتیں ایسی ہیں جن کی تلاوت باقی نہیں ہے مگر حکم باقی ہے جیسے اذا زنی الشیخ والشیخۃ فارجموھما۔ ناسخ و منسوخ کی یہ سب قسمیں اور ان کی مثالیں اصول تفسیر اور اصول فقہ کی کتابوں میں بالتفصیل ہیں اور بھولی ہوئی آیتیں وہی ہیں جن کی تلاوت کا حکم کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو موسے اشعری رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم لوگ سورہ براءۃ کی برابر کی ایک سورت قرآن شریف کی سورتوں میں پڑھا کرتے تھے مگر وہ اب یاد نہیں رہی [۱] ناسخ آیت کبھی تو محنت و مشقت کے کم ہو جانے میں منسوخ آیت سے بہتر ہوتی ہے۔ جیسے تہجد کی نماز فرض ہونے کی منسوخی اور کبھی ثواب کے بڑھ جانے میں بہتر ہوتی ہے جیسے عاشورے کے دن کے روزے کے بدلے میں رمضان کے روزے۔ اور کبھی ناسخ و منسوخ دونوں برابر کے درجہ میں ہوتے ہیں جیسے بیت المقدس کی جانب کا قبلہ منسوخ ہو کر کعبہ کی جانب قبلہ کا قرار پانا کہ ثواب اور مشقت میں دونوں برابر ہیں۔ اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ صحیح حدیث سے قرآن شریف کی آیت منسوخ ہو سکتی ہے۔ تفصیل اس مسئلہ کی اصول فقہ کی کتابوں میں ہے۔ اگرچہ بعضے علماء نے منسوخ آیتوں کی تعداد بیس آیتوں کی بتلائی ہے۔ لیکن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے الفوز الکبیر میں بڑی بحث کے بعد صرف پانچ آیتیں منسوخ قرار دی ہیں جن کی تفصیل احسن الفوائد کے مقدمہ میں اور اس تفسیر کے مقدمہ میں بتلادی گئی ہے۔

۱۰۸۔ یہود کے بہکانے سے بعضے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر ضروری باتیں پوچھتے تھے اور قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ میں جو کچھ کوئی پوچھتا تھا اس کا جواب قرآن شریف کی کسی آیت کے ذریعہ سے ضرور نازل ہوتا تھا اور غیر ضروری سوال کی صورت میں کوئی سخت حکم اگر ایسا نازل ہو جاتا جس کی تعمیل میں کوئی دشواری پیش آتی یا کوئی حلال چیز مسلمانوں پر حرام ہو جاتی تو بڑی خرابی کی بات تھی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو اس کثرت سوال سے روکا اور فرمایا کہ کیا تمہارا ارادہ یہ ہے کہ تم بھی بنی اسرائیل کی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر گھڑی غیر ضروری باتیں پوچھنے کی عادت ڈال لو۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل کی ہر گھڑی کی پوچھ گچھ سے ان پر بعضے احکام ایسے نازل ہو گئے کہ ان کی تعمیل میں پھر انہوں نے تساہل کیا جس کے سبب سے وہ گمراہی میں پڑ گئے۔ صحیحین میں مغیرہ بن شعبہ رضؓ سے روایت ہے

[۱] تفسیر اتقان طبع مصر ج ۲ ص ۲۵

Marfat.com

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ

دل چاہتا ہے بہت کتاب والوں کا کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر کریں حسد کر کر اپنی

اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ

اندر سے بعد اس کے کہ کھل چکا ان پر حق سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو آگے بھیجوگے اپنے واسطے

مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ

بھلائی وہ پاؤگے اللہ کے پاس اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے اور کہتے ہیں ہرگز نہ جاویں گے جنت میں

اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

مگر جو ہوں گے یہود یا نصاریٰ یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے تو کہہ لے آؤ سند اپنی اگر تم سچے ہو

بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

کیوں نہیں جس نے تابع کیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیکی پر ہے اسی کے لئے ہے مزدوری اس کی اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو

جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر ضروری کثرت سوال سے منع کیا اور فرمایا کہ پچھلی امتوں کے لوگ کثرت سوال سے طرح طرح کی ہلاکت میں پڑ گئے ہیں[1]۔

۱۰۹ تا ۱۱۰۔ باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود کو ایسی باتوں کی خبر دیتے تھے جو اُن کی تورات کے بالکل موافق ہوتی تھیں اور دنیا کے لالچ سے اگرچہ انہوں نے تورات کی ان آیتوں کو بدل ڈالا تھا جن میں نبی آخر الزمان کے اوصاف کا ذکر تھا لیکن اپنے دل میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزمان ہونے کے قائل تھے۔ فقط اس حسد سے کہ نبی آخر الزمان اُن کی قوم بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے۔ جہاں تک ان کا بس چلتا تھا مسلمانوں کو اُن کے دین سے بہکانے میں کمی نہ کرتے تھے۔ اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرما کر یہ فرمایا ہے کہ یہود کی ہر طرح کی عداوت کی باتوں پر اس وقت تک صبر اور درگذر کرو جب تک اللہ کا کوئی حکم اخیر نازل ہو اور ہر حال میں نماز زکوٰۃ اس طرح کے نیک کاموں میں لگے رہو کہ اللہ اپنے بندوں کے عملوں کو دیکھتا ہے اور ایک دن سب عملوں کی سزا جزا دے گا۔ یہود کے حق میں حسب وعدہ اللہ کا حکم اخیر اپنے وقت مقررہ پر نازل ہوا جس سے مدینہ کے گرد و نواح کے سب یہود برباد ہو گئے کیونکہ کچھ قتل کر دئے گئے اور کچھ مدینہ کے نواح میں سے نکال دئے گئے۔ درگذر کی سب آیتیں ایک وقت معین تک عمل کرنے کی غرض سے نازل ہوئی تھیں۔ اس لئے صحیح مذہب یہی ہے کہ جہاد کے حکم سے کوئی درگذر کا حکم منسوخ نہیں ہے۔

۱۱۱ تا ۱۱۲۔ باوجود طرح طرح کی نافرمانیوں میں گرفتار ہونے کے اہل کتاب کا یہ دعویٰ تھا کہ یہود اپنے آپ کو جنتی اور سب کو دوزخی کہتے تھے۔ اور یہی دعویٰ نصرانیوں کا اپنی قوم کے حق میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کے غلط دعوے کو بے سند

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۲ ج ۱۔

Marfat.com

يَحْزَنُونَ ﴿١١٢﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ

غم ہے اور یہود نے کہا نصاریٰ نہیں کچھ راہ پر اور نصاریٰ نے کہا یہود نہیں

الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ

کچھ راہ پر اور وہ سب پڑھتے ہیں کتاب اسی طرح کہی ان لوگوں نے جن پاس علم نہیں انہیں کی

قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ

سی بات اب اللہ حکم کریگا ان میں قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے اور اس سے ظالم کون ہے

مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ

جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ پڑھئے وہاں نام اس کا اور دوڑا اس کے اجاڑنے کو ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ وہ

لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

اللہ کی مسجدوں میں قدم رکھ سکیں مگر ڈرتے ہوئے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو آخرت میں بڑی

عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾

مار ہے

قرار دے کر فرمایا کہ جنت میں جانے اور حشر کے دغدغہ سے بے خوف رہنے کے قابل وہی شخص ہے جس کا عمل حکم الٰہی کے موافق اور خالص لوجہ اللہ ہوگا جس کے عمل میں یہ دو شرطیں نہیں وہ جنت میں کیا جا سکتا ہے۔ جنت خدا کی ہے کسی کی میراث نہیں کہ بغیر مرضی خدا کے زبردستی جنت میں گھس جاوے۔

۱۱۳۔ نجران ایک جگہ ہے وہاں کے کچھ نصاریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے ان کے آنے کی خبر سن کر یہود کے کچھ عالم لوگ اس مجلس میں آئے اور دونوں فریق میں کچھ جھگڑا ہو کر ایک نے دوسرے کے دین کو بے بنیاد بتایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ لوگ اہل کتاب ہیں اور ایک فریق کی کتاب میں دوسرے فریق کے دین کی تصدیق موجود ہے پھر بھی عرب کے امی لوگوں کی سی باتیں یہ لوگ اس لئے کرتے ہیں کہ شیطان کے بہکانے سے حق بات کے نہ ماننے میں ان سب کے دل ایک سے ہو گئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حق ناحق کے فیصلہ کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے اس دن ان سب کا فیصلہ ہو جائے گا۔

۱۱۴۔ ہجرت کے بعد ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ذی قعدہ میں عمرہ کے قصد سے مکہ کا ارادہ کیا اور مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ کے اندر نہ جانے دیا بلکہ راستہ میں ایک مقام جس کا نام حدیبیہ ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی جماعت کو روک دیا جس کا قصہ سورت انا فتحنا میں آئے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ اسی قصہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور مسجد الحرام میں ذکر الٰہی سے حج والوں یا عمرہ والوں کو روکنا بھی مسجدوں کو اجاڑنا ہے کیونکہ مسجدوں کی آبادی یہی ذکر الٰہی ہے۔ سورہ توبہ میں آئے گا۔ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ الخ (۹) جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ مسجدیں ان ہی لوگوں سے آباد ہیں جو مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں

Marfat.com

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۱۱۵

اور اللہ ہی کی ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہ وہاں ہی متوجہ ہے اللہ برحق اللہ گنجائش رکھنے والا ہے سب خبر رکھتا ہے۔

جس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ مسجدوں میں کسی کو ذکر الٰہی سے روکتے ہیں وہ گویا مسجدوں کے اجاڑنے کے درپے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ بعضے مفسروں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اہل مکہ نے قصہ حدیبیہ کے وقت مسجد الحرام کے اجاڑنے کا کوئی کام نہیں کیا فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مکہ کے اندر جانے سے روکا تھا سورہ توبہ کی اس آیت کے مطلب سے ان مفسروں کا یہ اعتراض صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اور ترجمہ کے اس جملہ کا کہ ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں میں قدم رکھ سکیں مگر ڈرتے ہوئے یہ مطلب ہے کہ اب تو ان مشرکین مکہ نے رسول اور ان کے ساتھ والوں کو عمرہ سے روکا ہے قریب وہ وقت آتا ہے۔ کہ یہ مشرک لوگ مسجد الحرام میں ڈرتے ہوئے گھسا کریں گے۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد مکہ فتح ہو گیا اور مسجد الحرام میں جانے اور طواف کرنے سے مشرک لوگ روک دئے گئے۔ اور صلح والے مشرکوں میں سے کوئی شخص فتح مکہ کے بعد اگر مسجد الحرام میں جاتا بھی تھا تو اس کو یہ خوف لگا رہتا تھا کہ کسی سبب سے اس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کوئی ضرر نہ پہنچ جاوے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو یہ بشارت تھی جس کا ظہور فتح مکہ کے وقت ہوا اس سے بھی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ یہ آیت مشرکین مکہ کی شان میں ہے۔ دنیا کی ذلت تو فتح مکہ کے وقت ان مشرکوں نے دیکھ لی کہ جن بتوں کو یہ لوگ خدا کا شریک گنتے تھے وہ توڑے جا کر مسلمانوں کے پیروں میں روندے گئے عقبٰے کا عذاب جو مشرکوں پر ہوگا وہ بھی قیامت کے دن سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔

۱۱۵۔ ہجرت کے بعد جب اللہ تعالٰے کے حکم سے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی جاتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو مکہ کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھنے کا کسی قدر رنج رہتا تھا۔ اللہ تعالٰے نے اپنے رسول اور مسلمانوں کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ اللہ کے حکم سے جدھر نماز پڑھی جائے ثواب میں سب برابر ہے۔ بیت المقدس ہوا تو کیا مکہ ہوا تو کیا۔ کعبہ کو قبلہ ٹھہرانے کا وقت جو علم الٰہی میں مقرر تھا جب وہ آگیا تو کعبہ کو قبلہ ٹھہرانے کا حکم جو نازل ہوا۔ وہ آگے آئے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے یوں بھی روایت ہے کہ جب کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آیا۔ اور ادھر منہ کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے نماز پڑھنی شروع کی تو بیت المقدس کی طرف کا قبلہ قائم نہ رکھنے پر یہود طرح طرح کا اعتراض کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ مشرق اور مغرب سارے جہان کا مالک ہے اس کے حکم سے جدھر نماز پڑھی جاوے وہ قبول کرے گا۔ اور اجر دیوے گا۔ مسلم ترمذی وغیرہ میں جو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل نماز سفر میں سواری پر آدمی پڑھے تو یہ آیت اس باب میں نازل ہوئی ہے کہ اس طرح کی نفلی نماز سواری کے جانور کا جدھر منہ ہو ادھر ہو سکتی ہے احسن الفوائد کے مقدمہ میں اور اسی تفسیر کے مقدمہ میں یہ امر بیان کر دیا گیا ہے کہ کبھی چند سبب جمع ہو کر ان

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۵۸ بحوالہ صحیح مسلم وغیرہ۔

Marfat.com

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

اور کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد وہ سب سے نرالا بلکہ اس کا مال ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں سب اس کے آگے ادب سے ہیں

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

نیا بنانے والا آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے ایک کام کا تو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو وہ ہوتا ہے

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ

کہنے لگے جن کو علم نہیں کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا ہم کو آوے کوئی آیت اسی طرح کہہ چکے ہیں ان سے

قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

اگلے انہیں کی سی بات ایک سے ہیں دل بھی ان کے ہم نے بیان کردیں نشانیاں واسطے ان لوگوں کے جن کو یقین ہے۔

سبب کے حکم کے طور پر ایک آیت نازل ہوتی ہے اور ایسی آیتوں کی شانِ نزول میں سلف کی چند روایتیں ہوتی ہیں۔ کسی روایت میں ایک سبب نزول کا ہوتا ہے اور کسی میں دوسرا۔ یہ آیت بھی اسی قسم کی ہے۔

۱۱۶۔۱۱۷۔ یہود حضرت عزیر کو نصاریٰ حضرت عیسےٰ کو اللہ کا بیٹا اور مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ان سب کو جھٹلایا۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ باپ اور اولاد میں کچھ مناسبت ضرور ہے۔ اللہ کی ذات پاک تو نرالی ہے۔ زمین آسمان۔ عزیر۔ مسیح۔ ملائکہ سب کچھ اس کا پیدا کیا ہوا عالم ہے۔ خالق اور مخلوق میں کیا مناسبت ہے جو مخلوقات میں سے کسی کو اس ذات پاک کی بی بی اور کسی کو اولاد قرار دیا جاوے اس طرح کی بات کا منہ سے نکالنا اس طرح کا ایک بہتان ہے جس سے آسمان پھٹ کر گر پڑے تو گر سکتا ہے پہاڑ جگہ سے ہل جاویں تو ہل سکتے ہیں۔ صحیحین اور صحیح بخاری وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ انسان نے مجھ کو جھٹلایا اور مجھ کو گالیاں دیں جھٹلایا تو یوں کہ میں اپنے کلام میں اس کو ایک دفعہ مار کر پھر جلانے کی خبر دیتا ہوں اور وہ اس بات کو جھٹلاتا ہے اور گالیاں یہ دیں کہ وہ مجھ کو صاحب اولاد قرار دیتا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ بڑا بردبار ہے۔ لوگ اس کے بیٹا بیٹی ٹھہراتے ہیں اور وہ ان کو رزق اور تندرستی دیتا ہے[۱]۔

۱۱۸۔ قتادہ کے قول کے موافق یہ آیت مشرکین مکہ کی شان میں ہے اور آیت وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا (۲۵-۲۱) سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہے کیونکہ اس مکی سورت سورۂ فرقان کی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکین مکہ جن کو حشر کا اقرار امید نہیں ہے یہ کہتے ہیں کہ اے محمد تمہاری نبوت کی تصدیق کوئی فرشتہ یا خود خدا ہمارے پاس آن کر کیوں نہیں کہہ دیتے۔ اس صورت میں ان سے اگلوں سے مراد اہل کتاب ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ مشرکین عرب اور اہل کتاب ان سب کا بہکانے والا ابلیس علیہ اللعنۃ ہے جو ایک سی باتیں ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اس لئے یہ سب ایک سی باتیں کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کی یہ باتیں محض جہل اور عناد کے سبب سے ہیں ورنہ تصدیق

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶۰ و صحیح بخاری ص ۷۴۳ ج ۲ کتاب التفسیر

Marfat.com

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۙ وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ تَرْضَىٰ

ہم نے بھیجا ہے تجھ کو ٹھیک بات لیکر خوشی اور ڈر سنانے کو اور تجھ سے پوچھ نہیں دوزخ والوں کی ہرگز راضی نہ ہوں گے

عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ

تجھ سے یہود اور نصاریٰ جب تک تابع نہ ہو توان کے دین کا تو کہہ جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ

کبھی تو چلا ان کی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے

وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۲۰﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ

حمایت کرنیوالا اور نہ مددگار جن کو ہم نے دی ہے کتاب وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے پڑھنے کا وہ اس پر یقین لاتے ہیں

وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۱۲۱﴾

اور جو کوئی منکر ہوگا اس سے سو انہیں کو نقصان ہے ؞

رسول ہیں صاحب یقین کے لئے اللہ تعالٰے نے اپنے کلام میں نشانیاں تو کافی بیان کردی ہیں۔ مثلاً قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کی یہ نشانی ان سب کے لئے کیا کم ہے کہ قریش باوجود تقاضے کے ایسا کلام بنانے سے عاجز ہیں۔ اور اہل کتاب جن کتابوں کو کتاب الٰہی جانتے ہیں ان کی پوری تصدیق قرآن میں موجود ہے اور ان نشانیوں سے قرآن جب کلام الٰہی ہے تو جس اللہ کے رسول پر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس کے رسول برحق ہونے میں کوئی صاحب عقل شک و شبہ نہیں کرسکتا ؞

۱۱۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی اس بات کا رنج ہوتا تھا کہ باوجود کامل فہمائش اور کافی دلیلوں کے اہل عرب اور اہل کتاب میں کے بہکے ہوئے لوگ راہ راست پر کیوں نہیں آتے اللہ تعالٰے نے اپنے رسول کا یہ رنج رفع کرنے کو یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ باوجود فہمائش کے جو لوگ راہ راست پر نہیں آتے ان کے باب میں قیامت کے دن تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ راہ راست پر کیوں نہیں آئے۔ راہ راست پر لانا خدا کا کام ہے تمہارا کام صرف اتنا ہی ہے کہ راہ راست والوں کو نجات اخروی کی خوش خبری کی اور گمراہوں کو خرابی عقبےٰ کی آیتیں سنانے کی کوشش کرتے رہو۔ اس کے بعد علم الٰہی میں جن لوگوں کا راہ راست پر نہ آنا اور ان سے دوزخ بھرا جانا قرار پاچکا ہے وہ تو آخر ہو کر رہے گا ؞

۱۲۰۔۱۲۱۔ اہل کتاب ملنے جلنے کے وقت کبھی کبھی مسلمانوں سے ایسی باتیں ظاہر کرتے تھے جن سے توقع ہوتی تھی کہ شاید وہ راہ راست پر آجائیں گے۔ اللہ تعالٰے نے اہل کتاب کے دل کا حال اپنے رسول کو جتلایا کہ وہ لوگ اپنے ہی دین کو راہ راست سمجھتے ہیں۔ اس لئے جب تک انسان ان جیسا نہ ہو جاوے وہ لوگ ہرگز رضامند نہیں ہو سکتے اس واسطے ان لوگوں کی ظاہری باتیں دل سے نہیں ہیں محض اوپری ہیں اور یہ تو معلوم ہے کہ ان لوگوں نے اپنے دین کے اکثر احکام کو بدل ڈالا ہے اور کچھ احکام ان کے دین کے منسوخ ہو گئے ہیں۔ اس بات کے معلوم ہو جانے کے بعد

Marfat.com

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے تم پر کیا اور وہ کہ بڑا کیا تم کو سارے جہان پر

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا

اور بچو اس دن سے نہ کام آوے کوئی شخص کسی شخص کو ایک ذرہ اور نہ قبول ہو اس کی طرف سے بدلا اور نہ کام آوے اس کے

شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ

سفارش اور نہ ان کو مدد پہنچے جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری کیں فرمایا

اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾

میں تجھ کو کروں گا سب لوگوں کا پیشوا بولا اور میری اولاد میں کہا نہیں پہنچتا میرا اقرار بے انصافوں کو ؂

بھی اُن جیسا جو کوئی ہو جائے گا اس سے اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے گا۔ اور اللہ کے مؤاخذہ سے اس کو کوئی نہ بچا سکے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر امت کے لوگوں کو یہ بات سُنائی ہے۔ آخر آیت میں جو اہل کتاب راہ راست پر آ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا کہ وہ کتاب الٰہی کو اس طرح پڑھتے ہیں جو پڑھنے کا حق ہے۔ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اس کی آیتوں میں کچھ ردوبدل نہیں کرتے بلکہ اس کے احکام کے پورے پابند ہیں۔ پھر فرمایا جو لوگ اس ڈھنگ پر نہیں وہ ٹوٹے میں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چند روزہ دنیا کے لئے انہوں نے اپنی عقبیٰ برباد کی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ٹوٹا ہوگا۔

۱۲۲-۱۲۳- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود ان نعمتوں کو بھول گئے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بڑوں پر کی تھیں جن کے سبب سے وہ نبی زادے اور بادشاہزادے کہلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ان کو ہوشیار کرنے کے لئے پہلے یا بنی اسرائیل کے لفظ سے ان کو مخاطب کیا ہے اور پھر اپنی نعمتوں کو یاد دلایا ہے تاکہ وہ سمجھ جائیں کہ جو اللہ نعمتوں کے دینے پر قادر ہے وہ ایک دم میں اپنی نعمتیں چھین لینے پر بھی قادر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تو اللہ کے رسول ہیں جن بات کو ان کے دل خوب ہی جانتے ہیں کیونکہ اس پر ان کی کتاب پوری گواہی دیتی ہے۔ دوسرے وہ ان کے چچازاد بھائی بھی ہیں۔ اتنی مدت اولاد اسحاق میں نبوت رہی اب اگر بنی اسمٰعیل میں ایک نبی ہوئے تو اس پر ان کو اس قدر حسد کیوں ہے جس کے سبب سے اللہ کی نافرمانی اور اس سے اپنی بربادی کے یہ لوگ دن بدن درپے ہوتے جاتے ہیں۔ باوجود اللہ کی اس قدر فہمائش کے یہود نے اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو نہ مانا۔

۱۲۴- مشرکین مکہ اہل کتاب سب کا سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ سب مانتے تھے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر ان میں سے کوئی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال اور ملت ابراہیمی کا حال بیان فرمایا کہ یہ سب لوگ قائل ہوں۔ بنی اسرائیل کو یہ دعویٰ تھا کہ ہم اولاد ابراہیم میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ نبوت اُن کے ہی گھر میں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ وعدہ الٰہی کے موافق نبوت تو اب بھی ابراہیم علیہ السلام کے گھرانہ میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے

Marfat.com

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

جب ٹھہرایا ہم نے یہ گھر کعبہ اجتماع کی جگہ لوگوں کے لئے اور پناہ اور کر رکھو جہاں کھڑا ہوا ابراہیم نماز کی جگہ

اسحٰق و اسمٰعیل اپنے دونوں بیٹوں کے حق میں نبوت کی دعا کی تھی وہ قبول ہوئی اور ایک مدت تک اولاد اسحاق میں اس دعا کے اثر سے نبوت رہی۔ اب بنی اسمٰعیل میں آئی۔ یہ کیا بے انصافی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے اس دعائے ابراہیمی کا اثر باقی رہے۔ اور ایک بیٹے کی اولاد ہمیشہ کے لئے اُس دعا کے اثر سے محروم رہے۔ اس طرح کی بے انصافی سے تو استحقاق نبوت ہو تو بھی زائل ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا ہے خود اس میں یہ موجود ہے کہ اولاد ابراہیمی میں بے انصافوں کو اللہ کا عہد نبوت نہیں پہنچ سکتا۔ مشرکین مکہ کو یہ دعوے تھا کہ ہم اولاد ابراہیم علیہ السلام ہونے کے علاوہ اُس گھر کے خدمت گار ہیں جو ہمارے دادا ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اور ملت ابراہیمی اس طریقہ کا نام ہے جس پر ہم ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اُس کے جواب میں فرمایا وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنے گھر کو ہر طرح کی نجاست سے پاک و صاف رکھنے کا عہد ابراہیم و اسمٰعیل دونوں سے لے لیا تھا اور اس خاندان میں۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کی وصیت بھی اس عہد کے موافق چلی آتی تھی۔ تم نے اللہ کے گھر میں بت پرستی کے شرک کی نجاست پھیلا رکھی تھی۔ جن دادا کے یہ لوگ اپنے آپ کو پوتے کہتے ہیں اُن دادا کا حال کیا ان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو نمرود کے بتوں کو توڑا اور اپنے آپ کو اس پر آگ میں ڈالے جانے کا مستحق ٹھہرایا۔ دادا وہ بتوں کے دشمن پوتے وہ بتوں کے غلام خانہ زاد۔ غرض عہد ابراہیمی وصیت ابراہیمی طریقہ ابراہیمی سب کو بالائے طاق رکھ کر تم کو اولاد ابراہیم ہونے کا کیا فخر ہے پوتا وہ ہے جو دادا کے طریقہ پر ہو نہ وہ جو دادا کے طریقہ کو مٹاوے۔ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ میں کلمات سے مراد امامت نبوت اور ملت ابراہیمی کے وہ سب احکام ہیں جو دس صحیفوں کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے۔

مثابۃً للناس کے معنے لوگوں کے اکٹھے ہونے کی جگہ امن سے مراد بے کھٹکے رہنا لوٹ کھسوٹ دشمن کی چڑھائی کسی بات کا کچھ اندیشہ نہیں۔ بعضے علماء نے اس آیت سے یہ مطلب نکالا ہے کہ اگر کوئی مجرم حرم میں امن کے ارادہ سے جا بیٹھے تو اس پر حد قائم نہیں ہو سکتی لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کو کھانے پینے سے یہاں تک تنگ کیا جاوے کہ وہ حرم سے باہر آجاوے پھر اس پر حد شرعی قائم کی جاوے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی حرم کی یہ عظمت تھی کہ وہاں کوئی کسی کو نہیں ستاتا تھا صحیحین وغیرہ میں جو صحیح حدیثیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں اور بھی امن کی باتیں ہیں وہاں حرم کی حد میں شکار حرام ہے۔ وہاں کی گری پڑی چیز وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو اس کو مالک تک پہنچا دے وہاں کی گھاس تک نہیں کاٹی جاتی۔ فتح مکہ کے وقت خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں کچھ تھوڑی دیر کے لئے لڑائی اور قتل کی اجازت خدا تعالےٰ کی طرف سے مل گئی تھی۔ پھر قیامت تک وہی بات قائم ہو گئی[۱] مکہ کی یہ عظمت دنیا کے

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۵ کتاب المغازی۔

Marfat.com

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ

کہہ دیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک رکھو گھر میرا واسطے طواف والوں اعتکاف والوں رکوع

السُّجُودِ ﴿۱۲۵﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ

سجدہ کرنے والوں کے جب کہا ابراہیم نے اے رب کر اس کو شہر امن کا رزق دے اس کے لوگوں کو

الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ

میوے جو کوئی ان میں یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اس کو بھی فائدہ دونگا تھوڑے دنوں پھر

أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۱۲۶﴾ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ

اس کو قید کر بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں اور بری جگہ ہے پہنچے ہے اور جب اٹھانے لگا ابراہیم بنیادیں اس

الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا

گھر کی اور اسمٰعیل اے رب قبول کر ہم سے تو ہی ہے اصل سنتا جانتا اے رب کر ہم کو

مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ

حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار اپنی اور جتا ہم کو دستور حج کرنے کے اور معاف کر ہم کو

إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾

تو ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان

پیدا ہونے کے وقت سے ہے۔ مگر ابراہیم علیہ السلام نے یہ عظمت لوگوں کو دوبارہ جتلائی ہے۔ ہجرت کے بعد یہی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ کے دونوں پہاڑوں کے مابین جتنی زمین ہے اس کی فرمائی ہے[1] جس کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں حد حرم کے اندر جائز نہیں ہیں وہ مدینہ منورہ کی اس قدر زمین پر بھی ناجائز ہیں۔ رہی یہ بات کہ ان دونوں متبرک مقاموں میں مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ جمہور کے نزدیک مکہ افضل ہے لیکن امام مالک کا اس میں اختلاف ہے مگر بات یہی ہے کہ مکہ اللہ کا گھر ہے اور مدینہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ مقام ابراہیم اس پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی ہے۔[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں یہ پتھر کعبہ کی ایک دیوار میں لگا ہوا تھا حضرت عمرؓ نے اس کو وہاں سے نکال کر اس جگہ رکھ دیا جہاں اب وہ موجود ہے۔ حج کے وقت طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو نفل کا پڑھنا سنت ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایتوں میں ان نفلوں کا ذکر ہے۔[4] حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق جو آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں ان میں یہ آیت بھی داخل ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے مقام ابراہیم کو مصلیٰ ٹھہرانے کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بخاری اور مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں یہ شان نزول بیان کی گئی ہے۔[5]

۱۲۵-۱۲۸ | حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ کے گھر کو پاک رکھنے سے یہ مراد ہے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۳-۱۷۴ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۰ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶۹ [4] صحیح بخاری ص ۵۸ ج ۱

Marfat.com

کہ شرک کی باتوں بُت پرستی وغیرہ سے اس کو پاک رکھا جاوے[1]۔ سورہ حج کی آیت وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا (۲۲/۲۶) سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہے کیوں کہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ بنانے کے لئے وہ خالی جگہ اس ہدایت سے بتلائی گئی تھی کہ وہ اس گھر کو ایسی خالص توحید کی نیت سے بناویں کہ یہ گھر بُت پرستی سے پاک رہے اور جب خالی جگہ پر کعبہ بن گیا اور آیندہ نسل ابراہیمی سے بستی بڑھ کر وہاں ایک شہر آباد ہونے کی امید حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہو گئی تو اس ہدایت الٰہی کے موافق وہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی جس کا ذکر سورہ ابراہیم میں ان لفظوں سے ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (۱۴/۳۵) مطلب اس دعا کا یہ ہے کہ یا اللہ اس جگہ کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھ کو اور میری اولاد کو بُت پرستی کی بلا سے بچا جو بلا اس جگہ کے گرد و نواح میں کثرت سے پھیل رہی ہے جس نے بہتوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اس تفسیر میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ قرآن شریف میں پچھلے قصے محض قصہ کے طور پر نہیں ذکر کئے جاتے بلکہ اُن کے ذکر سے زمانہ نزول قرآن کا کوئی مطلب تاریخی دلیل سے ثابت کیا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ذکر مشرکین مکہ کی اس تنبیہ کے لئے ہے کہ اگرچہ بنائے کعبہ کے وقت سے ہی مکہ میں شرک نہ پھیلنے کا اہتمام تھا مگر اغوائے شیطانی سے وہاں بُت پرستی پھیل گئی ہے اور اس شرک کے دفع کرنے کے ارادے سے اللہ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا ہے اور خواہ نرمی سے ہو خواہ سختی سے اللہ کا یہ ارادہ وقت مقررہ پر ضرور پورا ہو گا اور دعائے ابراہیمی کا اثر مکہ میں جس طرح پہلے تھا وہی پھر قائم ہو جائے گا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے آخر کو مکہ کیا کل جزیرۂ عرب سے بُت پرستی ایسی گئی کہ جس کے آنے کا خوف اب قیامت تک جاتا رہا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان جزیرۂ عرب کی بُت پرستی سے تو اب مایوس ہو گیا ہاں جزیرۂ عرب میں اس کا اسی قدر کام باقی رہ گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑائے گا[2]۔ قسطلانی میں ہے کہ کعبہ دس دفعہ بنایا گیا ہے پہلے دفعہ فرشتوں نے بنایا پھر حضرت آدم نے پھر شیث نے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر قوم عمالقہ کے لوگوں نے پھر قوم جرہم کے ایک شخص نے جس کا نام حارث بن مضاض تھا پھر قصی نے جو پانچویں پیڑی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا تھا پھر قریش نے پھر ابن زبیر نے پھر حجاج نے یہی عمارت اخیر تک رہے گی[3]۔ صحیحین وغیرہ میں روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد جب حج عمرہ موقوف ہو جائے گا تو ایک سوکھی پنڈلیوں والا حبشی اس کو ڈھا دے گا[4]۔ نبوت کی دعا میں اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منع کیا تھا کہ ظالم نا انصاف اولاد کے لئے نبوت کی دعا نہ مانگی جائے۔ اسی خیال سے یہاں کشائش رزق کی دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فقط ایماندار اولاد کے لئے کشائش رزق کی دعا کی اللہ تعالےٰ نے فرمایا نہیں کشائش رزق دنیوی

[1] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۱۷۱ [2] مشکوۃ باب فی الوسوسۃ ج ا ص ۱۹ [3] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۱۷۲-۱۷۳ [4] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۱۸۳

Marfat.com

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

اے رب ہمارے اٹھا ان میں ایک رسول انہیں میں کا پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھاوے ان کو کتاب اور پکی باتیں ۱۵

وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ ع ۸ ۱۵

اور سنوارے ان کو تو ہے اصل زبردست حکمت والا کون پسند نہ رکھے دین ابراہیم کا مگر جو بے وقوف ہو

نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٣٠﴾ إِذْ قَالَ

اپنے جی سے ہم نے اس کو خاص کیا دنیا میں اور وہ آخرت میں نیک ہے جب کہا

لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣١﴾ وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ

اس کو اس کے رب نے حکم بردار ہو بولا میں حکم میں آیا جہان کے صاحب کے یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب

ہیں اس قید کے لگانے کی ضرورت نہیں۔ اس دعا کے مستحق رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور امت مسلمہ آپ کی امت اور حکمت آپ کی سنت۔ مسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء کے گروہ میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنی دعا میں کیا ہے پھر اور نبیوں نے آپ کے پیدا ہونے اور نبی آخرالزمان ہونے کی خبر دی ہے[1]۔

۱۲۹۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا یہ خاتمہ ہے جو انہوں نے اپنی اس اولاد اور اولاد الاولاد کے لئے کی تھی جو مکہ میں سکونت کرنے والی تھی ابو العالیہ قتادہ وغیرہ سلف نے کہا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اہل حرم میں سے ایک رسول کے پیدا ہونے کی دعا کی تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ تمہاری دعا تو قبول ہوگئی لیکن اس دعا کے اثر کا ظہور آخری زمانہ میں ہوگا۔ اور سلف کے اس قول کی تائید عرباض بن ساریہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد ابن ماجہ اور بیہقی نے سند معتبر سے روایت کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم کے پیدا ہونے سے پہلے اگرچہ میرا نام لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا لیکن انبیاء کے گروہ میں میرے نام کی شہرت پانے کی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے[2]۔ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ نوشتہ لوح محفوظ کے موافق حضرت ابراہیم کی دعا کے جواب میں پہلے پہل اللہ تعالے نے نبی آخرالزمان کے پیدا ہونے کی بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی اور پھر تورات اور انجیل کے نازل ہونے کے بعد یہ بشارت انبیائے بنی اسرائیل میں متواتر ہو گئی آیت میں کتاب کے معنے قرآن ہیں اور حکمت کے معنے سنت رسول کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ ہے کہ وہ رسول ایسا ہو کہ کتاب و حکمت لوگوں کو سکھاوے اور یہ ظاہر بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن و سنت یہی دو چیزیں صحابہ کو سکھائی ہیں۔

۱۳۰۔۱۳۲ سورہ نحل میں آوے گا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ جس کا مطلب یہ ہے کہ ملت ابراہیمی میں پوری توحید تھی اس لئے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۴۔
[2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۴۔

Marfat.com

يٰبَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ

اے بیٹو اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین پھر نہ مریو تم مگر مسلمانی پر کیا تم حاضر تھے

إِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ

جس وقت پہنچی یعقوب کو موت جب کہا اپنے بیٹوں کو تم کیا پوجوگے بعد میرے بولے ہم بندگی کریں گے

إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ اٰبَآئِكَ إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

تیرے اور تیرے باپ دادوں کے رب کو ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق وہی ایک رب ہے اور ہم اسی کے حکم پر ہیں

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

وہ ایک جماعت تھی گزر گئی ان کا ہے جو کما گئے تمہارا ہے جو تم کماؤ گے اور تم سے پوچھ نہیں ان کے کام کی ؎

ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اہل مکہ کا سا یا حال کے یہود و نصاریٰ کا سا ہرگز نہیں تھا کیوں کہ اہل مکہ تو صریح صریح بُت پرست ہیں اور اہل کتاب نے بھی طرح طرح کی شرک اور بدعت کی باتیں نکال رکھی ہیں حالانکہ ابراہیم علیہ السلام تو ابتدائے عمر سے شرک سے بیزار رہے اس شرک کی بیزاری کے سبب سے انہوں نے اپنے باپ اور قوم کو چھوڑ دیا اور صاف کہہ دیا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (۶-۷۸) جس کا پورا قصہ سورہ انعام میں آئے گا۔ غرض شرک میں مبتلا ہو کر جو یہ لوگ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا پیرو بتلاتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ یہ لوگ ملت ابراہیمی پر تو کسی طرح نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ تو ملت ابراہیمی کے مخالف اور اس سے پھرے ہوئے ہیں اور جس ملت کو یہ لوگ قابل پیروی جانتے ہیں اور پھر اعمال ایسے کرتے ہیں جو اس کے بالکل خلاف ہیں تو یہ ان کی کم عقلی اور بے وقوفی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے دین دنیا میں عالی مرتبہ ہونے کا اور اُن کی فرماں برداری کا اور انہوں نے اپنی اولاد کو توحید پر مرتے دم تک قائم رہنے کی جو وصیت کی تھی اس کا ذکر فرمایا تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کی فرماں برداری اور وصیت کے مخالف ہیں ؎

۱۳۳-۱۳۴- اوپر کی آیت میں حضرت ابراہیمؑ کی وصیت کا ذکر تھا اور اس آیت میں حضرت یعقوبؑ نے اپنے آخری وقت پر اپنی اولاد سے توحید پر رہنے کا اقرار جو بطور وصیت کے لیا تھا اور اس اقرار میں حضرت یعقوبؑ کے چچا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اسی توحید پر قائم رہنے کا ذکر ہے جس سے اولاد یعقوبؑ اور اولاد اسمٰعیلؑ دونوں کو قائل کرنا مقصود ہے کہ ان دونوں میں سے ایک بھی اپنے بڑوں کے طریقہ پر نہیں ہے اور جب تک یہ لوگ اپنے بڑوں کے طریقہ پر نہ ہوں قیامت کے دن بڑوں کے نیک عمل ان کے کام نہیں آسکتے اس دن تو ہر ایک کو اپنے اپنے عمل کی جدا جدا جواب دہی کرنی پڑے گی۔ چنانچہ معاذ بن جبلؓ سے ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار باتوں کی جواب دہی کے لئے ہر ایک شخص کو قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے روبرو ضرور کھڑا رہنا پڑے گا ایک تو یہ کہ نیک عمل دنیا میں کیا کیا دوسرے یہ کہ عمر کن کن کاموں میں صرف کی۔ تیسرے جوانی میں کیا کیا۔ چوتھے روپیہ پیسہ کس کس طریقہ سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا[1]۔ یہود نے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۹۷ طبع مصر ۱۳۲۴ھ۔

Marfat.com

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ

کہتے ہیں ہو جاؤ یہود یا نصاریٰ تو راہ پر آؤ تو کہہ نہیں ہم نے پکڑی ہے راہ ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ

شریک کرنے والوں میں تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ کو اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم و

اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ

اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسےٰ کو اور جو ملا

سے کہا تھا کہ یعقوب علیہ السلام نے ہم کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی ہے اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آیت کے مضمون سے اہل مکہ اہل کتاب دونوں کو قائل کیا عرب میں چچا کو باپ کہنے کا دستور ہے اس لئے حضرت یعقوبؑ کی اولاد نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنا باپ کہا۔

۱۳۵۔ یہود اپنے دین کو راہ راست بتلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہمارے دین کو اختیار کر لو کہ دنیا میں نجات کا طریقہ ہے تو یہی ہے اسی طرح نصاریٰ بھی کہتے تھے اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا ان کو جواب دیا جاوے کہ ہم تو ملت ابراہیمی کے پیرو ہیں جس میں کسی طرح کے شرک کا لگاؤ نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ تم دونوں فرقوں نے اپنے دین کو بگاڑ کر شرکی دین کر رکھا ہے اس لئے تمہارا دین ابراہیمی ملت نہیں ہے ملت ابراہیمی تو حنیفی ہے جس کے معنے شرک کو چھوڑ کر توحید اور خالص اطاعت الٰہی کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ بت پرستی سے بیزار ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے وطن کو باپ کو قوم کو سب کچھ چھوڑا اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۶-۷۹) کہہ کر توحید اور خالص اطاعت الٰہی کو اختیار کیا اس لئے حضرت ابراہیم کو حنیف اور ملت ابراہیمی کو ملت حنیفی کہتے ہیں۔ پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں اور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں شریعت اعتقادی میں سب انبیاء ایک ہیں شریعت اعتقادی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو وحدہٗ لاشریک لہٗ جاننا اور اس کی ذات صفات اور عبادت میں کسی کو اس اعتقاد کے موافق شریک نہ کرنا۔ ہاں ہر امت کے حال کے موافق شریعت عملی جس کے معنے طریقہ عبادت کے ہیں وہ ہر نبی کا جدا ہے۔ سورہ الشوریٰ میں اس شریعت اعتقادی اور شریعت عملی کا ذکر آئے گا۔ بخاری وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم سب انبیاء علاتی بھائی ہیں[1] جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب انبیاء کے اصول توحیدی ایک ہیں البتہ تفصیلی شریعت مختلف ہیں جس سے حلال و حرام وغیرہ امور تفصیلی ہر وقت کی مصلحت سے بدلتے رہتے ہیں۔ اصول توحیدی کبھی نہیں بدلے گئے اصول توحیدی وہی شریعت اعتقادی ہے جس کا ذکر اوپر گذرا۔ اور سورہ شوریٰ۔ حم۔ عسق میں تفصیل سے آئے گا۔

۱۳۶۔ یہود و نصاریٰ کے دین میں ایک یہ بھی عیب تھا اور اب بھی موجود ہے کہ وہ سب انبیاء کو نہیں مانتے یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور نبی آخر الزمان کے منکر ہیں نصاریٰ نبی آخر الزمان کے منکر ہیں اس لئے اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ کو فرمایا

[1] مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء ج ۲ ص ۵۰۹ و صحیح بخاری ص ۴۹۰ ج ۱ کتاب الانبیاءؑ

Marfat.com

النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ

سب پیغمبروں کو اپنے رب سے ہم فرق نہیں کرتے ایک میں ان سب سے اور ہم اسی کے حکم پر ہیں پھر اگر

اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ

وہ بھی یقین لاویں جس طرح پر تم یقین لائے ہو تو راہ پاویں اور اگر پھر جاویں تو اب وہی ہیں ضد پر

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ

سو اب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وہی ہے سنتا جانتا ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ اللہ سے بہتر

صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ

اور ہم اسی کی بندگی پر ہیں کہہ کیا اب تم جھگڑتے ہو ہم سے اللہ میں اور وہی رب ہمارا اور رب تمہارا

کہ تم پر جو قرآن اُترا ہے اس پر ایمان لا کر عمل بھی اس کے موافق کرو اور اعتقاد میں سب انبیاء کو حق پر جانو یہود اور نصاریٰ کی طرح بعضے انبیاء کو ماننا اور بعضے کو نہ ماننا کسی طرح ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ توحید ہر نبی کے دین میں ہے اس سبب سے ایک نبی کے انکار سے بھی توحید کا انکار لازم آجاتا ہے جو عین کفر کا عقیدہ ہے جس طرح بنی اسمٰعیل میں قبائل ہیں اسی طرح بنی اسرائیل میں بھی اسباط ہیں سوائے حضرت نوح، ہود، صالح، شعیب، لوط، ابراہیم، اسحاق، یعقوب، اسمٰعیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سب صاحب شریعت نبی اسباط بنی اسرائیل میں سے ہوئے ہیں ❊

۱۳۷-۱۳۸- اوپر ملت ابراہیمی کا ذکر فرما کر اس آیت میں مسلمانوں کو یہ فہمایش ہے کہ اگر تمہاری طرح اہل کتاب بھی راہ راست پر آن کر سب کتب آسمانی اور انبیاء پر ایمان لاویں اور ملت ابراہیمی کے پورے پابند ہو جاویں تو جان لینا کہ انہوں نے ہدایت الٰہی کا راستہ پا لیا اور اگر ایسا نہ ہو تو اُن کی ہٹ دھرمی ہے اور اس ہٹ دھرمی کے سبب سے وہ تم سے مخالفت کریں تو کچھ خوف نہ کرو تمہاری مدد کے لئے اللہ کافی ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے ان اہل کتاب میں سے کچھ تو قتل کئے گئے اور کچھ جلاوطن ہوئے اور بعضوں کو جزیہ دینا پڑا۔ نافع کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کا خون اسی آیت فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ پر گرا تھا[۱]۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رنگ سے مراد اس آیت میں اللہ کا دین ہے[۲] اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ نصاریٰ نے اگرچہ یہ طریقہ نکالا ہے کہ وہ جس کو عیسائی کرتے ہیں تو زرد رنگ میں اس کو نہلاتے ہیں لیکن اے مسلمانو! تم کو اللہ کی توحید کا رنگ ہاتھ سے نہ دینا چاہئے کہ یہ اللہ کا رنگ ہے اور اللہ سے بہتر کسی کا رنگ نہیں ہے اور اہل کتاب سے کہہ دو کہ ہم تو ملت ابراہیمی کے موافق خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اس لئے ہم کو اسی کا رنگ کافی ہے ❊

۱۳۹-۱۴۱- اہل کتاب کی اس بات کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جو انہوں نے کہی تھی کہ كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم تم سب ایک خدا کے بندے اور فرمانبردار ہیں پھر تم جو اپنے آپ کو صاحب ہدایت اور اوروں کو گمراہ سمجھتے ہو اس کی دلیل تمہارے پاس کیا ہے رہی ہماری دلیل وہ خود تمہاری کتابیں ہیں جن میں یہ

[۱ و ۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۸ ❊

Marfat.com

وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ج وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ

اور ہم کو ہے عمل ہمارا اور تم کو ہے عمل تمہارا اور ہم اسی کے ہیں نرے کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم

اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ط قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ

اسمٰعیل اسحاق یعقوب اور اس کی اولاد یہود تھے یا نصاریٰ کہہ تم کو خبر زیادہ ہے

اَمِ اللّٰهُ ط وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

یا اللہ کو اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے چھپائی گواہی جو تھی پاس اس کے اللہ سے اور اللہ بے خبر نہیں

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ج لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ج وَلَا تُسْئَلُوْنَ

تمہارے کام سے وہ ایک جماعت تھی گذر گئی ان کا ہوا جو وہ کما گئے تمہارا ہے جو تم کماؤ گے اور تم سے پوچھ نہیں

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع

ان کے کام کی

موجود ہے کہ نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے اور نبی ہو جانے کے بعد اور کوئی دین قائم نہیں رہ سکتا اگرچہ تم نے اپنی کتابوں کی وہ آیتیں بدل ڈالی ہیں لیکن تمہارے علماء میں کے عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ جو اسلام لے آئے ہیں وہ تم کو ہر وقت قائل کرتے ہیں اس پر بھی تم کو کچھ حجت ہے۔ تو ہمارا کیا ہمارے آگے آئے گا اور تمہارا تمہارے آگے مگر اتنی بات ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی خالص عبادت کرتے ہیں اور تم شرک کرتے ہو اور تم یہ جو کہتے ہو کہ ابراہیم اسمٰعیل، اسحٰق، و یعقوب تمہارے دین پر تھے یہ بالکل خدا تعالیٰ کے نزدیک غلط ہے جس کی تفصیل اوپر گذر چکی کہ یہ لوگ ملت ابراہیمی پر تھے اور خود تمہاری کتابوں میں بھی اس بات کی گواہی موجود ہے کہ یہ لوگ ملت ابراہیمی پر تھے اب تم جان بوجھ کر خدا تعالیٰ کے دین کی اس گواہی کو چھپاتے ہو یہ تمہاری بڑی بے انصافی ہے۔ ہاں اب یہ تو بتاؤ کہ تم اہل کتاب ہو کر جس بات کی خبر خود خدا تعالیٰ نے جب دے دی اس کو جو جھٹلاتے رہتے ہو تو کیا تمہارا علم کچھ خدا سے بھی بڑھا ہوا ہے پھر یہ فرمایا کہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے وہ اس سے غافل نہیں ہے ایک دن اس کا مؤاخذہ ہونے والا ہے اور پھر دوبارہ اس بات کو یاد دلایا جو اوپر کی آیتوں میں فرمائی تھی کہ قیامت کے دن ہر ایک کے اعمال اس کے ساتھ ہوں گے پچھلے لوگوں کے اعمال کے گھڑی گھڑی کے حوالہ سے ان کو کیا فائدہ ہے اور پھر وہ حوالہ بھی غلط جو اور وبال کا سبب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی صحیح مسلم کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی جو کوئی نبی آخر الزمان کے زمانہ میں ہوگا اور نبی آخر الزمان پر ایمان نہ لائے گا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے[1] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی آخر الزمان کے نبی ہو جانے کے بعد اہل کتاب کو سوائے پیروی شریعت محمدی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ اس حدیث کی تائید سورہ آل عمران کی آیت وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶۴ و صحیح مسلم ص ۸۶ ج ۱ کتاب الایمان

Marfat.com

مِن الخاسِرِین ۔ دسہ ۔ ۵۵ سے ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مصلحت الٰہی کے موافق دین اسلام کے مقابلہ میں اور کوئی
دین اس آخر زمانہ میں قابل قبول الٰہی نہیں ہے سب کو یہی دین اب اختیار کرنا چاہئے جو کوئی اس کے خلاف کرے
گا وہ عقبےٰ میں نقصان اٹھائے گا ۔ کیوں کہ عقبےٰ میں وہی شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو مرضیٔ الٰہی کے موافق کام
کرے حاکم کے خلافِ مرضی اور خلافِ قانون کوئی کام کرنا اسی کا نام جُرم ہے ؁

Marfat.com

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ

اب کہیں گے بیوقوف لوگ کاہے پر پھر گئے مسلمان اپنے قبلے سے جس پر تھے تو کہہ اللہ کی ہے مشرق

وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٤٢﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً

اور مغرب چلاوے جس کو چاہے سیدھی راہ اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت

وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا

معتدل کہ تم ہو بتانے والے لوگوں پر اور رسول ہو تم پر بتانے والا اور وہ

الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ

قبلہ جو ہم نے ٹھہرایا جس پر تو تھا، نہیں مگر اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جاوے گا الٹے پاؤں

وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ

اور یہ بات بھاری ہوئی مگر ان پر جن کو راہ دی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارا یقین لانا

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١٤٣﴾

البتہ اللہ لوگوں پر شفقت رکھتا ہے مہربان

۱۴۲-۱۴۳- صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی سے روایت ہے[1] جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ سترہ مہینے تک اللہ تعالےٰ کے حکم سے بیت المقدس کو قبلہ ٹھہرا کر نماز پڑھی لیکن آپ کو اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم جلدی سے ہو جاوے کیونکہ آپ ملت ابراہیمی پر تھے اس لئے اس ملت کے قبلہ کی آپ کو آرزو تھی۔ اور اس سولہ سترہ مہینے میں دس مہینے کے قریب مدینہ منورہ کے قیام کے ہیں۔ باقی مکہ کے کیونکہ قریش کے طرح طرح کے جھگڑوں کے سبب سے آپ کے قیام مکہ ہی کے زمانہ میں آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہو گیا تھا۔ اب حکم تبدیل قبلہ سے پہلے اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا کہ تبدیل قبلہ کے بعد مخالف لوگ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔ لیکن ان کی باتوں کا کچھ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ مشرق مغرب سب جہتیں اللہ کی ہیں جس امت کا جدھر وہ چاہے قبلہ ٹھہرا سکتا ہے۔ پھر فرمایا جس طرح وسط زمین کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کا قبلہ ٹھہرایا ہے اسی طرح اس امت کو اس نے سب امتوں میں معتدل ٹھہرایا ہے۔ تاکہ یہ امت سب انبیاء کے ساتھ ایک اعتدال کا درجہ رکھے اور قیامت کے دن اور انبیاء کی تائید میں ان کی امتوں کے مقابلہ میں شہادت ادا کرے۔ مسند امام احمد بخاری ترمذی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نبیوں کی امتیں اپنے نبیوں کو قیامت کے دن خدا تعالےٰ کے روبرو جھٹلائیں گی۔ اور یہ کہیں گے کہ ہم کو کسی نبی نے خدا کا حکم نہیں پہنچایا ورنہ ہم ضرور اس کے موافق چلتے، انبیاء کہیں گے کہ یا اللہ ہم نے ان کو تیرا حکم پہنچا دیا۔ لیکن انہوں نے اس کو نہیں مانا اب یہ جھوٹ بولتے ہیں اگرچہ خدا تعالےٰ عالم الغیب ہے۔

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۶۴۵ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۹ -

Marfat.com

اس سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ لیکن ان منکر امتوں کو قائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے فرمائے گا کہ تم اپنے بیان کی تائید میں کوئی شہادت پیش کر سکتے ہو وہ امت محمدیہ کو اپنا گواہ قرار دیں گے۔ وہ پہلی امتیں کہیں گی یا اللہ یہ لوگ تو ہم سے بہت پیچھے دنیا میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کو ہمارے حال کی کیا خبر ہے امت محمدیہ کے لوگ کہیں گے کہ یا اللہ تو نے ہمارے نبی آخر الزمان پر جو قرآن اتارا تھا اس میں پہلے نبیوں کا اور پہلی امتوں کا سب ذکر ہے اس واسطے ہم تیرے کلام کی اور تیرے رسولوں کے سچے ہونے کی گواہی دیتے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امت کی بیان کی تصدیق فرمائیں گے[1]۔ اور اس طرح کی شہادت پر یہ معاملہ تصفیہ پائے گا۔ اس معاملہ اور اس شہادت کا ذکر اس آیت میں ہے پھر فرمایا کہ اس تبدیل قبلہ میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس سے جو لوگ اطاعت رسول میں پکے اور ثابت قدم ہیں ان کا اور جو لوگ کچے ہیں ان کا حال کھل جائے گا کیونکہ ثابت قدم لوگوں کو تو ہر طرح فرماں برداری حکم الٰہی اور اطاعت رسول سے کام رہتا ہے۔ کسی حکم الٰہی کا ردوبدل اگر خدا کی طرف سے ہو تو ان کا یقین اللہ کے رسول کے سچے ہونے کا اور بڑھ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایک نور ہدایت جو ڑے رکھا ہے اس سے وہ سمجھ لیتے ہیں کہ جو شخص اپنی طرف سے کوئی بات کہتا ہے تو اس کو اکثر اپنی بات کی پچ ہوتی ہے یہ بلاشک اللہ کے رسول ہیں بیچ میں کچھ دخل نہیں دیتے۔ اللہ کا جیسا حکم آتا ہے وہ ہم کو سنا دیتے ہیں۔ ہاں جو لوگ کچے ہیں ان کو ایسے موقع پر طرح طرح کے شک و شبہے پیدا ہو جاتے ہیں سلف نے اپنی تفسیروں میں لکھا ہے کہ کچھ لوگ اس تبدیل قبلہ کے حکم سے شک و شبہہ میں پڑ کر صاف مرتد ہو گئے۔ ترمذی وغیرہ میں صحیح روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف قبلہ بدل جانے سے پہلے جن چند صحابہ کا انتقال ہو گیا تھا ان کی نماز کے قبول ہونے اور افضل ہونے نہ ہونے کا ذکر صحابہ میں اکثر ہوا کرتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ آیت کا ٹکڑا نازل فرمایا[2]۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے کعبہ کے قبلہ قرار پانے سے پہلے بیت المقدس کی طرف اللہ کے حکم سے نماز پڑھی ہے۔ ان کی نماز کا اجر پورا ملے گا۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہود کے قبلہ کا ذکر تورات اور نصاریٰ کے قبلہ کا ذکر انجیل میں نہیں ہے بلکہ دونوں گروہ کا قبلہ ان کے علماء کا ٹھہرایا ہوا ہے۔ امت محمدیہ کو ایک فخر یہ بھی ہے کہ ان کا قبلہ خود خدا کا ٹھہرایا ہوا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کی ابتدا سے قیامت تک جو کچھ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے موافق ہونے والا تھا اس کو دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے[3]۔ اس لئے اس آیت میں یہ جو فرمایا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے علم ازلی کے موافق مطیع اور مرتد کا ظہور دنیا میں ہو جاوے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے علم ازلی میں تو سب کچھ ازل سے ٹھہرا ہوا ہے اور دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب کچھ لکھا بھی جا چکا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سزا جزا کا

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۵ کتاب التفسیر۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۰ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۲ [3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۵ کتاب القدر

Marfat.com

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ

ہم دیکھتے ہیں پھر جانا تیرے منہ کا آسمان میں سو البتہ پھیریں گے تجھ کو جس قبلے کی طرف تو راضی ہے اب پھیر منہ اپنا

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہ اسی کی طرف جن کو

اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ

ملی ہے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہی بات ٹھیک ہے ان کے رب کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو کرتے ہیں اور

لَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ

اگر تو لا دے کتاب والوں پاس ساری نشانیاں نہ چلیں گے تیرے قبلے پر اور تو بھی نہ مانے ان کا

قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

قبلہ اور نہ ان میں ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ اور کبھی تو چلا ان کی پسند پر بعد اس علم کے

مدار ہر چیز کے دنیوی ظہور پر رکھا ہے اپنے علم غیب پر نہیں رکھا آیات قرآنی میں جہاں کہیں علم الٰہی کا ذکر ایسے موقع پر آوے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے تو اس کے یہی معنے ہوں گے جو یہاں بیان کئے گئے ہیں۔

۱۴۴۔ شطر کے معنے جہت کے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خاص کعبہ مسجد الحرام میں نماز پڑھنے والوں کا قبلہ ہے اور حد حرم کے اندر رہنے والوں کا قبلہ مسجد الحرام ہے اور جہت حرم سب روئے زمین کے رہنے والوں کا قبلہ ہے[1]۔ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مذہب اسی حدیث کے موافق ہے۔ بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی سند کو ضعیف بتلایا ہے۔ لیکن یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی گئی جس سے ایک سند کو دوسری سند سے قوت ہو جاتی ہے۔ اس لئے تینوں اماموں نے اپنے مذہب کا مدار اس حدیث پر رکھا ہے صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ حالت سفر میں نفل نماز سواری پر جدھر سواری کا منہ ہو اُدھر ہو جاتی ہے[2]۔ اسی طرح فرض نماز حالت خوف میں اور حالت سفر میں قبلہ کے مشتبہ ہو جانے کی صورت میں بغیر جہت کعبہ کے ہو جاتی ہے پھر فرمایا کہ ان اہل کتاب کو یہ تبدیل قبلہ کا مسئلہ تو اچھی طرح معلوم ہے کیونکہ صفات نبی آخر الزمان کی آیتوں میں یہ مسئلہ ان کی کتابوں میں موجود ہے لیکن فقط اس حسد سے کہ نبی آخر الزمان ان کی قوم بنی اسرائیل میں سے کیوں نہیں ہوئے۔ انہوں نے اُن آیتوں کو جو بدل ڈالا ہے اس کو اور اُن کے اس طرح کے اور سب کاموں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ وقت مقررہ کی دیر ہے اس کے آتے ہی ان کی پوری خبر لی جائے گی۔

۱۴۵۔ جو شخص حقیقت میں حق پسند ہوتا ہے مگر کبھی کسی حق بات کے سمجھنے میں اس کو کوئی شبہ پڑ جاتا ہے۔ تو جب اس کا وہ شبہ رفع ہو جاتا ہے تو پھر وہ شخص فوراً راہ راست پر آجاتا ہے۔ لیکن جب کوئی شخص ضد یا حسد سے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۳ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۸ باب توجہ نحو القبلة حیث کان۔

Marfat.com

وقف لازم

مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ

جو تجھ کو پہنچا تو بے شک تو بھی ہے بے انصافوں میں جن کو دی ہے ہم نے کتاب وہ پہچانتے ہیں

كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ

معانقۃ / منزل / وقف

یہ بات جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور ایک فرقہ ان میں کا چھپاتا ہے حق کو جان کر حق

مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

۱۷ ع ۱

وہی ہے جو تیرا رب کہے سو نہ ہو تو شک لانے والوں میں

حق بات کے سمجھنے کا سرے سے قصد ہی نہیں کرتا تو اس کا راہ راست پر آنا مشکل ہے۔ اہل کتاب کا کفر کسی شک و شبہ کے سبب سے نہیں تھا بلکہ وہ جس طرح غیر کی اولاد میں سے اپنی اولاد کو پہچان سکتے تھے اسی طرح ان اوصاف سے جو ان کی کتابوں میں تھے نبی آخرالزماں کو پہچانتے تھے۔ لیکن انہوں نے اس حسد سے کہ نبی آخرالزمان ان کی قوم میں کیوں نہیں پیدا ہوئے اللہ کی کتاب کی آیتوں کو بدل ڈالا اور اسی ضد و حسد سے وہ باوجود نبی کے معجزات کے دیکھنے کے راہ راست پر نہیں آتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تسکین کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ ان لوگوں کا کفر عنادی ہے ان کو سینکڑوں معجزے بھی دکھلائے جائیں تو کچھ فائدہ نہیں کیونکہ جب تک یہ لوگ اپنے عناد کو نہ چھوڑیں گے وہ عناد کبھی ان کو نہ چھوڑے گا کہ یہ حق بات کو سمجھیں اور راہ راست پر آجائیں اور کعبہ کو قبلہ تسلیم کریں پھر فرمایا کہ تمہارا قبلہ خدا کی طرف سے ٹھہر چکا ہے اس واسطے تم بھی مثل سابق کے اب بیت المقدس کو قبلہ نہیں بنا سکتے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ٹھہرا کر امت کے لوگوں کو بطور تنبیہ کے یہ سنایا کہ اللہ کی طرف سے ایک حکم آجانے کے بعد اب اگر کوئی مسلمان شخص اہل کتاب کے بہکانے میں آجاوے گا تو وہ بڑا ناانصاف ہے اگرچہ اس تنبیہ کا تعلق عام مسلمانوں سے ہے۔ لیکن تبدیل قبلہ کے حکم سے چند مسلمان بہک کر جو مرتد ہو گئے ان سے اس تنبیہ کا تعلق زیادہ ہے ✦

۱۴۶ ـ ۱۴۷ پہلی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علامتیں بہت صراحت سے تھیں اس لئے اہل کتاب ان علامتوں سے آپ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے تھے۔ لیکن نبی آخرالزمان کے بنی اسرائیل میں پیدا نہ ہونے سے ان لوگوں کو حضرت سے ایک دشمنی سی ہو گئی تھی جس کے سبب سے ان لوگوں نے وہ علامتیں بدل ڈالی تھیں اور اور آپ کی نبوت کے انکار کرنے پر کمر باندھ لی تھی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر فرمایا کہ اگرچہ اصل کتابیں تو ان لوگوں نے بدل ڈالی ہیں۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جتلا دیا ہے تو کسی مسلمان کو اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کرنا چاہئے کہ نبی آخرالزمان کی پوری علامتیں اہل کتاب کی کتابوں میں موجود ہیں مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان، مسند ابی یعلیٰ ابن ماجہ میں صحیح روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص دین کی کوئی بات جان بوجھ کر چھپائے گا اور اس کے نفع سے لوگوں کو محروم رکھے گا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی[1]

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۰ و مستدرک حاکم ص ۱۰۱ ج ۱ کتاب العلم و ابن ماجہ ص ۲۱ منزل ۱

Marfat.com

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ

ہر کسی کو ایک طرف ہے جدھر وہ منہ کرتا ہے سو تم سبقت چاہو نیکیوں میں جس جگہ تم رہو گے اللہ تم کو

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

اکٹھا کر لاوے گا بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ۔

۱۴۸۔ قبلہ کی تبدیلی کے بعد اہل کتاب اور اہل مکہ طرح طرح کی باتیں بناتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ہر ایک امت کا ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ لوگ منہ کرتے ہیں یہود کا قبلہ مثلاً بیت المقدس ہے نصاریٰ کا مشرق اور مسلمانوں کا قبلہ جب تک حکم تھا بیت المقدس رہا اب ان کا قبلہ کعبہ قرار پایا ہے قبلہ کا مسئلہ اس قدر بڑھانا اور اس میں ہر وقت بحث کرتا کچھ فائدہ کی بات نہیں ہے۔ دین کی بڑی بڑی باتیں مثلاً اہل مکہ کا شرک کو چھوڑ کر اسلام لانا اہل کتاب کا اپنی کتابوں پر پورا عمل کر کے نبی آخر الزمان پہ ایمان لانا ان باتوں میں سبقت کرنی چاہئے کہ یہ باتیں نجات عقبیٰ کا موجب اور اصل دین ہیں۔ اصل دین سے بے خبر رہ کر قبلہ کے مسئلہ کی طرح طرح چھوٹی چھوٹی باتوں میں بحث اور ان کی پابندی سے عقیدہ شرکیہ کی یا انکار کتاب الٰہی کی کیا اصلاح ہو سکتی ہے سورہ فرقان میں فرمایا وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (۲۵:۲۳) جس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر اصلاح عقیدہ کے مشرکین مکہ یا اہل کتاب چھوٹے چھوٹے سے کچھ نیک عمل کریں گے تو ان کا کچھ اجر نہ پاویں گے بلکہ ان کے وہ نیک عمل قیامت کے دن اس طرح اڑ جائیں گے جس طرح تیز ہوا میں غبار اڑ جاتا ہے۔ صحیحین کی حضرت معاذؓ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اور اللہ کے اس حق کے ادا ہو جانے کے بعد بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہوگا کہ وہ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائے[1]۔ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر اصلاح عقیدہ شرکیہ کے بندہ اپنا کوئی حق اللہ کی بارگاہ سے نہیں پا سکتا۔ اسی واسطے آخر آیت میں فرمایا کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ ہر طرح کے عقیدہ اور عمل والوں کو سب کو ایک دن جہاں وہ ہوں وہاں سے اکٹھا کرے تاکہ ہر ایک گروہ کے عقیدے اور عمل کا نتیجہ اس کے سامنے آجائے۔ حضرت معاذؓ کی دوسری روایت معتبر سند سے مستدرک حاکم میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کا دین خالص اور عقیدہ اچھا ہے اس کو نیک عمل تھوڑا سا بھی کافی ہے[2]۔ مطلب یہ ہے کہ توحید کے ساتھ تھوڑا عمل بھی بہت کام دے گا۔ ورنہ بہت سے اعمال بھی ہوا میں اڑ جائیں گے۔ حاصل یہ کہ اس دن کے پیش آنے سے پہلے جس طرح حکم دیا گیا ہے دین کی اصولی اعتقادی باتوں میں ہر ایک گروہ کو سبقت کرنی چاہئے۔ کیونکہ بغیر اس سبقت کے چھوٹی باتوں کا اجر اس دن ہوا میں اڑ جائے گا یہ اعتقادی باتیں وہ ہیں جن کا ذکر آیت لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ میں آئے گا۔

۱؎ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۲ کتاب اللباس ۔ ۲؎ الترغیب والترہیب طبع مصر سنہ ۱۳۲۴ھ ج ۱ ص ۱۳ باب الترغیب فی الاخلاص والصدق والنیۃ الصالحۃ ۔

Marfat.com

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۗ

اور جس جگہ سے تو نکلے منہ کر طرف مسجد الحرام کے اور یہی تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝۱۴۹ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے جہاں سے تو نکلے منہ کر طرف مسجد

الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ

الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو منہ کرو اسی کی طرف تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم سے جھگڑنے کی جگہ

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

مگر جو ان میں بے انصاف ہیں سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اس واسطے کہ پورا کروں میں تم پر فضل اپنا شاید

تَهْتَدُونَ ۝۱۵۰

تم راہ پاؤ

۱۴۹-۱۵۰۔ قرآن شریف میں یہ پہلا حکم ناسخ ہے جس سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم منسوخ ہوا ہے۔ یہ اوپر گذر چکا ہے کہ یہود میں جہاں اور غلط باتیں رواج پکڑ گئی تھیں ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ احکام الٰہی میں سے کوئی حکم کبھی منسوخ نہیں ہوتا اپنے اس غلط اعتقاد کی وجہ سے تبدیل قبلہ کے باب میں وہ لوگ طرح طرح سے مسلمانوں کو بہکاتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے نازل فرمانے میں یہ اہتمام فرمایا کہ تمہید کے طور پر پہلے آیت سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ نازل فرما کر مسلمانوں کو ہوشیار کر دیا اور اب حکم تبدیل قبلہ کو بھی تاکید کے طور پر دو دفعہ فرمایا تورات میں جہاں نبی آخر الزمان کی اور علامتوں اور نشانیوں کا ذکر تھا وہاں ایک علامت تبدیل قبلہ کی بھی تھی اس واسطے فرمایا کہ تبدیل قبلہ کے بعد نا انصافی سے اہل کتاب کو باتیں بنانے کے سوا تورات کے حوالہ سے کچھ بحث کرنے کا موقع باقی نہیں رہا پھر فرمایا اگر ان میں سے کوئی شخص کچھ غلط حجت کرے بھی تو اس کا کچھ خوف نہیں کرنا چاہئے بلکہ خوف تو ہر مسلمان کو اس بات کا چاہئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی مخالفت نہ ہو جائے۔ کہ اس کا عذاب بھگتنا پڑے حالانکہ اس کا عذاب انسان کی برداشت سے باہر اور بہت سخت ہے ترمذی وغیرہ کی روایت سے حضرت ابوذر کی حدیث مشہور ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے یہ فرمایا کہ عذاب الٰہی کا جو حال مجھ کو معلوم ہے اگر وہ حال تم لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو تمہاری ہنسی بالکل کم ہو جائے اور تم اپنے گھروں اور اہل و عیال کو چھوڑ کر جنگل کو نکل جاؤ۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے[۱] جو لائق عمل ہے اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کو بہ نسبت اور کسی کی مخالفت کے خوف کے اللہ کے حکم کی مخالفت سے اس کے عذاب کا بڑا خوف کرنا چاہئے نعمت الٰہی کے پورا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح

۱؎ جامع ترمذی (مجتبائی) ج ۲ ص ۵۵ کتاب الزہد۔

Marfat.com

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ

جیسا بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا پڑھتا ہے تمہارے پاس آیتیں ہماری اور تم کو سنوارتا ہے اور سکھاتا ہے کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ

اور حکمت اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں گا تم کو اور احسان مانو میرا

وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿١٥٢﴾ ع

اور ناشکری مت کرو ۔

سے تم لوگ ملت ابراہیمی کی نعمت پر تھے جو شرک سے بالکل پاک وصاف ہے اسی طرح قبلہ ابراہیمی کا حکم نازل ہوجانے سے وہ نعمت اب پوری ہوگئی ۔

۱۵۱-۱۵۲- یہ آیت پہلی آیت کے متعلق ہے اور معنے آیت کے یہ ہیں کہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے ملت ابراہیمی کی نعمت تم کو عطا کی اسی طرح اس کی یہ بھی نعمت ہے کہ وہ ملت تمہاری قوم بنی اسمٰعیل میں کی نبی کی معرفت تم کو عطا ہوئی تاکہ غیر قوم کی اطاعت کا روکاؤ باقی نہ رہے ۔

قرآن شریف میں جہاں کتاب وحکمت کے دونو لفظ ایک جگہ آئے ہیں ان کی تفسیر سلف نے قرآن۔ اور حدیث سے کی ہے اور اس تفسیر کی تائید مقدام بن معدیکرب رضؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسند امام احمد اور ابوداؤد و ابن ماجہ میں معتبر سند سے آئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو قرآن اور قرآن کے ساتھ ہی قرآن کی مانند حدیث اللہ کی طرف سے دی گئی ہے[1] معنی اس حدیث کے علماء نے یہ بیان کئے ہیں کہ فقط قرآن کے سیکھ لینے سے مسلمان آدمی کو دین کی طرف سے بے پرواہی نہیں ہوسکتی۔ جب تک اللہ کی رسول کی حدیث کو آدمی نہ سیکھے کیونکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ارکان دین کے اکثر مسئلے قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے مختصر طور پر ذکر فرما کر ان کا تفصیلی بیان اپنے رسول کے سپرد کیا چنانچہ سورہ نحل میں فرمایا وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۱۶: ۴۴) مطلب آیت کا یہ ہے کہ قرآن کی جو آیتیں ایسی ہوں کہ ان میں تفصیل کی ضرورت ہو تو تم اے نبی اللہ کے ان آیتوں کی تفصیل قول سے فعل سے اچھی طرح امت کے لوگوں کو سمجھا دو تاکہ وہ لوگ قرآن کی آیتوں کے معنے میں فکر اور غور کرسکیں اس حکم کے موافق اللہ کے رسول نے قول کے موقع پر قول سے اور فعل کے موقع پر فعل سے قرآن کا مطلب بخوبی اپنے صحابہ کو اور صحابہ نے تابعیوں کو سمجھا دیا جو سلسلہ بہ سلسلہ آج تک چلا آتا ہے اور اسی کو قرآن کی تفسیر کہتے ہیں تفسیر قولی کی مثال مثلاً جب سورہ الانعام کی یہ آیت اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (۶: ۸۲) نازل ہوئی تو آپ نے فرمادیا کہ ظلم سے مراد اس آیت میں شرک ہے[2] بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں اس تفسیر کی روایتیں ہیں تفسیر فعلی کی مثال مثلاً ایک شخص نے اوقات نماز کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے اس کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

[1] مشکوٰۃ ص ۲۹ باب الاعتصام الخ و ابوداؤد ج ۲ ص ۶۳۲ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۳

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُولُوا۟

اے ایمان والو قوت پکڑو ثابت رہنے سے اور نماز سے بے شک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے نہ کہو

لِمَن يُقْتَلُ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتٌۢ ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٤﴾

جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ وہ مردے ہیں بلکہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں ہے۔

پوچھی آپ نے اس سائل کو زبانی کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اس کو دو روز تک اپنے ساتھ نماز میں شریک رکھ کر پہلے دن پنج گانہ نماز اول وقت پڑھی اور دوسرے دن آخری وقت پر اور پھر اس سائل کو سمجھا دیا کہ نماز کا وقت دونوں دن کے وقتوں کے مابین ہے یہ روایت صحیح مسلم وغیرہ میں ہے[۱] یہ جو فرمایا کہ تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو اس کی تفسیر اس حدیث قدسی میں آئی ہے جس کو بخاری مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے جس میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں اگر وہ مجھ کو اپنے دل میں یاد کرے گا تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کروں گا اور اگر وہ مجھ کو انسانوں کی مجلس میں یاد کرے گا تو میں اس کو ملائکہ کی مجلس میں یاد کروں گا جو انسانوں کی مجلس سے بہتر ہے اور جس قدر وہ مجھ سے قریب ہوگا میں اس سے زیادہ قریب ہوں گا اور وہ میری راہ میں پاؤں چل کر آوے گا تو میں اس کی مدد کے لئے دوڑ کر آنے کو تیار ہوں[۲] جو نعمت خدا نے اس کو خدا کی مرضی کے موافق کام میں لانا اس نعمت کا شکر ہے اور خلاف مرضی کفران نعمت ؁

۱۵۳-۱۵۴- صحیح مسلم میں صہیب رومی سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آدمی کو ہر طرح بھلائی پہنچ سکتی ہے اگر وہ نعمت کے وقت شکر اور مصیبت کے وقت صبر کرے[۳] پہلی آیت میں شکر نعمت کا ارشاد تھا اور اس آیت میں مصیبت کے وقت صبر کا ارشاد ہے اس لئے کہ انسان کی دو ہی حالتیں ہیں یا وہ صاحب نعمت ہوگا یا صاحب مصیبت ان دونوں حالتوں کے باہمی تعلق کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے صبر کا ذکر شکر نعمت کے بعد فرمایا تاکہ یہ آیت پہلی آیت کا ایک جز قرار پا کر شکر اور صبر کا حکم ایک جگہ ہو جائے۔ مسند امام احمدؒ ابو داؤد وغیرہ میں جو معتبر سند سے روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی رنج و غم کا موقع پیش آتا تھا تو آپ اس رنج و غم کو ٹالنے کے لئے نماز پڑھنے میں مصروف ہو جاتے تھے[۴]۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح صبر کرنے سے مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ نے نماز میں ایک اثر مصیبت کے ہلکا کر دینے کا رکھا ہے اور اسی مناسبت کے سبب سے اپنے کلام پاک میں نماز کو صبر کے ساتھ ذکر فرمایا ہے مصیبت کے وقت صبر کرنے کی فضیلت میں اور صبر کے اجر میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ مصیبت کے وقت صبر کے علاوہ مامور شرعی کے ادا کرنے اور ممنوع شرعی سے بچنے میں بھی خواہش انسانی کو روکنا اور صبر کرنا پڑتا ہے اس لئے صبر ہر عبادت کا گویا ایک جز ہے۔ جہاد میں طرح طرح کی تکلیفات پر آخری درجہ جان دینے کی تکلیف پر

[۱] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۳ باب اوقات الصلوۃ [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۶ و مشکوۃ ص ۱۹۶ باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ ؁
[۳] صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۳ باب فی احادیث متفرقہ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۶ [۴] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۶۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ

اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو کچھ ایک ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

اور خوشی سنا صبر کرنے والوں کو جب پہونچے ان کو کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ کے مال ہیں ہم کو اسکی طرف پھر جانا ہے

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ایسے لوگ انہیں پر شاباشیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں راہ پر

صبر درکار ہوتا ہے شہید لوگ اس صبر کے متحمل ہوئے اور خدا کی راہ میں اپنی جان دی اسی تعلق اور مناسبت کے لحاظ سے صبر کی آیت میں شہیدوں کا ذکر فرمایا تاکہ اور لوگ بھی اس قدر صبر کا تحمل اختیار کریں کہ خدا کی راہ میں درجہ شہادت کا حاصل کر کے شہیدوں کے مرتبہ کو پہونچیں صحیح بخاری صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں حضرت انس رض سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی جنت کی نعمتوں کو چھوڑ کر جنت سے نکلنا اور پھر دنیا میں آنا پسند نہ کرے گا۔ مگر شہید لوگوں کی یہ تمنا ہوگی کہ اگر وہ دس دفعہ دنیا میں آن کر خدا کی راہ میں شہید ہوں تو بھی ان کی آرزو پوری نہ ہو[1] شہادت کے سبب سے بڑے بڑے درجہ بارگاہ الٰہی سے جو شہیدوں کو ملیں گے ان کے بڑھانے کی حرص میں شہیدوں کو دوبارہ دنیا میں آنے اور پھر شہید ہونے کی تمنا ہوگی صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ اب قیامت سے پہلے ہر ایک شہید کی روح ایک خوبصورت سبز جانور کے پوٹے میں ہے وہ سبز جانور جنت میں سارا دن جہاں چاہتے ہیں طرح طرح کے جنت کے میوے کھاتے پھرتے ہیں اور شام کو عرش کے نیچے ایک قسم کی قندیلیں لٹک رہی ہیں ان میں بسیرا لیتے ہیں[2] چودہ صحابہ بدر کی لڑائی میں جو شہید ہو گئے تھے موافق لوگ ان کا افسوس کرتے تھے اور مخالف لوگ کہتے تھے کہ ان مرنے والوں نے مفت اپنی جانیں کھوئیں اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرما دیا کہ مرنا تو ایک نہ ایک دن سب کو ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی راہ میں جان کا دینا ہمیشہ کی زندگی کا حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ شہداء عند اللہ اب بھی زندہ ہیں اچھی سے اچھی غذا پاتے ہیں۔ لیکن تم لوگوں کو ان کی زندگی کا حال معلوم نہیں کیونکہ وہ تم سے جدا ہو گئے ہیں اور علاوہ حال کے زندگی کے جنت میں بھی پھر اپنے اصلی جسم سے داخل ہو کر ہمیشہ زندہ رہیں گے ؂

۱۵۵-۱۵۷- اوپر کی آیت میں مصیبت کے وقت صبر اور نماز سے مدد لینے کا ذکر فرما کر اسی کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں جو اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے جو شخص مصیبت کے وقت صبر کرے گا اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ کے موافق اس کو پورا اجر دے گا سورہ الزمر میں آئے گا اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰-۳۹﴾ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر نیکی کا اجر دس درجہ سے لے کر سات سو تک ہے

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۵ باب تمنی المجاہد ان یرجع الی الدنیا [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۷

Marfat.com

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ

صفا اور مروہ جو ہیں نشان ہیں اللہ کے پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت تو گناہ نہیں اس کو

أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿۱۵۸﴾

کہ طواف کرے ان دونوں میں اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدر دان ہے سب جانتا ۞

مگر صبر جیسی مشکل چیز ہے اسی طرح اس کا ثواب بھی اندازہ سے باہر ہے صحیح ابن حبان وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے بسند معتبر روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بعضے بندوں کو عقبےٰ میں بڑا درجہ دینا چاہتا ہے لیکن ان بندوں کے اعمال اس درجہ کے قابل نہیں ہوتے اس لئے ان کو بعضی مصیبتوں سے آزماتا ہے اور جب وہ بندے ان مصیبتوں کے وقت صابر رہتے ہیں تو ان کے صبر کے اجر میں اللہ تعالےٰ ان اپنے بندوں کو عقبےٰ کے اس بڑے درجہ کے قابل کر دیتا ہے[۱]۔ اسی طرح مصیبت کے وقت صبر کرنے سے گناہوں کے معاف ہونے کی حدیثیں بہت سی ہیں[۲]۔ حاصل یہ ہے کہ دنیا میں اکثر اچھے لوگ مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تاکہ مصیبت کے وقت صبر کرنے سے ان کا درجہ بڑھے ان کے گناہ معاف ہوں۔ اس لئے مسلمان آدمی کو مصیبت سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ ایسے وقت پر صبر اور نماز سے مدد لینی چاہئے۔ مال کا نقصان یہ ہے کہ مثلاً کسی تجارت میں گھاٹا آجاوے یا کوئی چوری ہوجاوے جان کا نقصان رشتہ داروں یا دوستوں کا مرجانا خوف سے مراد دشمنوں کا خوف ہے بھوک سے مراد محتاجی و قحط میوہ کا نقصان باغ کے پیڑوں میں پھل کا نہ آنا یا کم آنا یا اولاد کی موت کیونکہ اولاد کو بھی پھل کہتے ہیں۔ چنانچہ ترمذی وغیرہ میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی مسلمان شخص کی اولاد کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالےٰ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ جس وقت تو نے میرے بندے کے دل کے پھل کو اس سے چھین لیا تو اس میرے بندہ نے کیا کہا فرشتہ جواب دیتا ہے یا اللہ اس وقت تیرے بندہ نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور تیری تعریف کی نہ کچھ بےصبری کی نہ کوئی ناجائز کلمہ منہ سے نکالا اس پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اچھا ایسے بندہ کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کردو اور اس کا نام اللہ کی تعریف کا گھر رکھو ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے[۳]۔ جو قابل اعتبار ہے اور مسند امام احمد کی روایت سے ترمذی کی روایت کو ایک طرح کی تقویت بھی حاصل ہوگئی ہے۔ غرض صابروں کو بڑا اجر عقبےٰ میں ملنے والا ہے۔ اسی واسطے آخر آیت میں فرمایا کہ ان لوگوں پر اللہ کی رحمت پر رحمت ہے اور انہیں لوگوں نے عقبےٰ کی نجات کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے ۞

۱۵۸۔ اساف و نائلہ دو شخص تھے انہوں نے کعبہ کے اندر زنا کیا اللہ تعالےٰ نے ان کو پتھر کا کردیا اس وقت کے لوگوں نے ان دونوں پتھروں کی مورتوں کو کعبہ کے باہر رکھ دیا تھا تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر عبرت پکڑیں پھر رفتہ رفتہ وہ صفا مروہ

---

[۱] الترغیب والترہیب ص ۲۶۵ ج ۲ سنہ ۱۳۲۴ھ مصر [۲] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۶۵ طبع مصر ۞
[۳] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۸ ۞

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي

جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارا صاف اور راہ کے نشان بعد اس کے کہ ہم ان کو کھول چکے لوگوں کیواسطے

الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا

کتاب میں ان کو لعنت دیتا ہے اللہ اور لعنت دیتے ہیں سب لعنت کرنیوالے مگر جنھوں نے توبہ کی اور سنوارا اور بیان کردیا

فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ

تو ان کو معاف کرتا ہوں اور میں ہوں معاف کرنے والا مہربان جو لوگ منکر ہوئے اور منکر ہی مر گئے ان پر

كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ

ہے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی رہ پڑے اس میں

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾

نہ ہلکا ہوگا ان پر عذاب اور نہ ان کو فرصت ملے گی

پر اس طرح سے رکھ دیئے گئے کہ صفا پر اساف کو رکھ دیا اور مروہ پر نائلہ کو اور مثل اور بتوں کے ان کی بھی پوجا ہونے لگی اسلام کے بعد لوگوں کو اس وجہ سے صفا و مروہ کے مابین دوڑنے میں تامل ہوا اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کو عبادات حج جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے سکھائے گئے ہیں صفا و مروہ کا دوڑنا بھی انہیں میں سے ہے کیونکہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کی تلاش میں ان پہاڑوں کے مابین زمزم کا چشمہ نکلنے سے پہلے دوڑی تھیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے اس فعل کو حج کی عبادت میں داخل کر دیا ہے۔ بیچ کے دنوں میں جو وہاں بت رکھ دئے گئے تھے تو اس سے اصل عبادت کی ادائے میں ان بتوں کے اٹھ جانے کے بعد کوئی حرج واقع نہیں ہوسکتا۔ صفا مروہ کے دوڑنے کو بعضے علماء نے حج کا رکن قرار دیا ہے۔ اور بعضوں نے اس کو مستحب کہا ہے حجۃ الوداع میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفا و مروہ کے مابین دوڑے اور عبادات حج کو ادا کرتے وقت آپ نے صحابہ سے یہ فرمایا تھا خذوا عنی مناسککم[1] جس کا مطلب یہ ہے کہ عبادات حج کو تفصیل وار تمہارے سامنے میں نے اس لئے ادا کیا ہے کہ تم لوگ بھی ان کو مجھ سے سیکھ لو اس صورت میں صفا و مروہ کے مابین دوڑنے کی سنت فعلی ہونے میں تو کسی طرح شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا لیکن بعض روایتوں میں یوں آیا ہے ان اللہ کتب علیکم السعی[2] جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے ذمہ ڈالے صفا و مروہ دوڑنے کی لکھ دی ہے ان روایتوں سے ان علماء سلف کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جو صفا و مروہ کے مابین دوڑنے کو حج کا ایک رکن کہتے ہیں ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم کے یہ معنے ہیں کہ صفا و مروہ کے مابین کے دوڑنے پر کچھ منحصر نہیں ہے حکم شرع کے موافق جو نیک کام جس نیک نیت سے کیا جاتا ہے وہ اللہ تم کو سب معلوم ہے اور ایک دن بارگاہ الٰہی سے اس کا اجر تم کو ملنے والا ہے ٭

۱۵۹-۱۶۲۔ یہ آیت ان اہل کتاب کی شان میں ہے جنہوں نے توراۃ و انجیل کی آیتیں چھپائیں اور نبی آخر الزمان کی نشانیوں

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۹ [2] ایضاً

Marfat.com

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ

اور تمہارا رب اکیلا رب ہے کسی کو اس کے سوا پوجنا نہیں بڑا مہربان ہے رحم والا آسمان اور

الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ

زمین کا بنانا اور رات دن کا بدلتے آنا کشتی جو لے کر چلتی ہے دریا میں جو چیزیں کام آویں لوگوں کو اور

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ

وہ جو اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر جلایا اس سے زمین کو مر گئے پیچھے اور بکھیرے اس میں سب قسم

دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

کے جانور اور پھیرنا ہواؤں کا اور ابر جو حکم کا تابع ہے درمیان آسمان اور زمین کے ان میں نمونے ہیں عقلمند لوگوں کو

اور صفتوں کو عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیا اب ان میں سے جو لوگ اس حال پر بغیر توبہ کے مر گئے فرمایا وہ تو ملعون ہیں ہاں جنہوں نے توبہ کر لی ان کی توبہ اللہ تعالے نے قبول کر لی حدیث میں آیا ہے کہ عالم کے حق میں زمین و آسمان اور ملائکہ مغفرت کی دعا کرتے ہیں[1]۔ یہ اس لئے ہے کہ عالم علم پڑھ کر خود بھی راستہ پر آئے گا۔ اور لوگوں کو بھی نیک راہ سکھائے گا۔ جس عالم نے علم پڑھ کر پھر جاہلوں کے سے کام کئے اور اسی حال میں بغیر توبہ کے مر گیا تو یہی مخلوق اللہ کی اس پر لعنت کرے گی کیوں کہ ایسے عالم نے ان کی دعا مغفرت بالکل رائگاں کر دی اور جن مغفرت کے کاموں کی اس عالم سے توقع تھی مرتے دم تک اس نے وہ کام نہیں کئے۔ لیکن آیت میں علماء اہل کتاب کا ذکر ہے جن میں سوائے بدعملی کے کفر بھی تھا۔ مسلمان گنہگار پر بالخصوص معین طرح سے تو لعنت جائز نہیں ہے ہاں عام طور پر جیسے حدیث میں عام چوری کر لے، سود کھانے والے پر لعنت آئی وہ عام لعنت جائز ہے یہ تو دنیا کی لعنت ہوئی یہ بھی آیا ہے کہ دوزخ میں جانے سے پہلے اللہ تعالے اور ملائکہ اور مخلوق الٰہی سب کافر پر لعنت کریں گے ؛

۱۶۳- مشرکین نے اللہ تعالے کی صفت پوچھی تھی اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی اور حدیث میں آیا ہے کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی و مسند امام احمد و ابن ماجہ میں ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ لیکن اس کی سند میں ایک راوی شہر بن حوشب ہے جس کو اکثر علماء نے ضعیف بتایا ہے مگر امام احمد اور یحییٰ بن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے[2]۔ معنے آیت کے یہ ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں ہے ؛

۱۶۴- تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں معتبر سند سے ان آیتوں کی شان نزول جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے لکھی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قریش نے ایک دفعہ آنحضرتؐ سے کہا کہ آپ کی دعا سے اگر یہ مکہ کا صفا پہاڑ سونے کا

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۳ باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ بروایت قیس بن کثیر عن ابی الدرداء۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۲ ؛

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

بعضے لوگ ہیں جو پکڑتے اللہ کے سوا اوروں کو دوست ان کی محبت رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ کی اور ایمان والوں کو

اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

اس سے زیادہ ہے محبت اللہ کی اور کبھی دیکھیں بے انصاف اس وقت کو جب دیکھیں گے عذاب کہ سارا زور اللہ کو ہے۔

ہوجاوے تو ہم لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے اور اس سونے سے ہتھیار اور گھوڑے خرید کرکے آپ کے ساتھ جہاد کریں گے اس پر آپ نے قریش سے مضبوط وعدہ ایمان کا لیا اور اللہ تعالےٰ سے صفا پہاڑ کے سونے کے ہوجانے کی دعا کی حضرت جبرئیل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اللہ تعالےٰ کا یہ پیغام پہنچایا کہ صفا پہاڑ کے سونے کے ہوجانے کے بعد اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے تو ان پر بہت سخت عذاب نازل کیا جائے گا اگر یہ شرط ان کو منظور ہے تو صفا پہاڑ کو ابھی سونے کا کر دیا جائے گا اس پر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ ان لوگوں کو اور مجھ کو اسی حال پر چھوڑ دیا جائے رفتہ رفتہ میں ان کو دعوت اسلام پہنچاتا رہوں گا اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1] مضمون آیت میں جو تنبیہ ہے اس کا حاصل یہ ہے صفا پہاڑ کا سونے کا ہوجانا دور از عقل خیال کرکے ان لوگوں نے اپنے ایمان لانے کو جو اس پر منحصر رکھا ہے عقل مند کے لئے اس سے بڑھ کر دور از عقل نشانیاں اللہ تعالےٰ کی قدرت کی دنیا میں موجود ہیں۔ مثلاً آسمان کا بلا ستون قائم ہونا اور تاروں کا اس خوبی کے ساتھ اس میں معلق ہونا ہوا کا بادلوں کو اکٹھا کرنا اور موسم پر ہر سال ضرورت کے موافق مینہ کا برسنا اور اس سے طرح طرح کی پیداوار کا زمین سے حاصل ہونا زمین کی خاصیت تو یہ ہے کہ اس میں جو چیز دبائی جائے وہ خاک ہوجاتی ہے یہاں تک کہ لوہا جیسی سخت چیز کا بھی زمین میں وہی حال ہے۔ لیکن بحکم خدا جب بیج اس میں دبایا جائے تو بجائے خاک ہوجانے کے وہ اُگتا ہے پھلتا ہے پھولتا ہے کیا یہ بات زمین کی خاصیت میں اللہ تعالےٰ نے نہیں رکھی ہے کہ اس خاصیت کے سبب سے زمین کے اندر ہی اندر مٹی اور پتھر سونا ہوجاتے ہیں اور جگہ جگہ زمین میں سونے کی کان نکلتی ہے جو سونا دنیا بھر میں برتا جاتا ہے اس خاصیت کے اثر سے ایک صفا پہاڑ سونے کا ہوجائے تو کیا اچنبے کی بات ہے اور اس پر ایمان کا لانا کیا منحصر ہو سکتا ہے بلکہ وہ تو اتنی بات ہے کہ جس طرح اور سونے کی کانیں زمین میں ہیں اسی طرح یہ بھی ایک کان گنی جائے گی اگر یہ لوگ اللہ کی قدرت کے نمونے دیکھ کر اس کو پہچاننا اور اس پر ایمان لانا چاہتے ہیں تو ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں نمونے اللہ کی قدرت کے عقل مند کے لئے ایسے دنیا میں موجود ہیں جس طرح کی چند باتیں اس آیت میں ذکر کی گئیں ہیں۔

۱۶۵–۱۶۷۔ اوپر کی آیت میں اللہ تعالےٰ نے جو اپنی قدرت اور وحدانیت کی نشانیاں بتائیں ان نشانیوں کو دیکھ کر قریش

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۲۔

Marfat.com

وَاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ

اور اللہ کی مار سخت ہے جب الگ ہوجائیں جن کے ساتھ ہوئے تھے اپنے ساتھ والوں سے اور دیکھیں عذاب

وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا

اور ٹوٹ جائیں ان کے سب طرف کے علاقے اور کہیں گے ساتھ پکڑنے والے کاش کہ ہم کو دوسری بار زندگی ہو تو ہم الگ ہوجائیں ان سے

تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ

جیسے یہ الگ ہوگئے ہم سے اس طرح دکھاتا ہے اللہ ان کو کام ان کے افسوس دلانے کو اور ان کو نکلنا نہیں

النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ ٢٠ ع

آگ سے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو حلال ہے ستھرا اور نہ چلو قدموں پر شیطان کے

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا

وہ تمہارا دشمن ہے صریح وہ تو یہی حکم کرے گا تم کو برے کام اور بے حیائی کا اور یہ کہ جھوٹ بولو اللہ پر جو تم کو

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

معلوم نہیں

ایمان نہ لاسکے اور اپنے شرک پر اڑے رہے تو ان کے شرک کا دنیا اور آخرت میں جو انجام ہے اس کی حالت فرمانے کی غرض سے یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ دنیا میں ان کے شرک کے سبب سے بدر کی لڑائی میں وہ رسوائی اُن کی ہوئی جس کی تفصیل جنگ بدر کے قصہ میں آئے گی کہ بڑے لوگ اُن میں کے کچھ قتل ہوگئے اور کچھ قید، سب عزت خاک میں مل گئی اور آخرت میں اس شرک کی بدولت ان کے لئے وہ عذاب مہیا ہو رہا ہے کہ اگر وہ عذاب دنیا میں نظر آجاوے تو سب شرک و کفر بھول جائیں اور اللہ کو ہی معبود حقیقی جاننے لگیں دنیا میں مجبوری کا ایمان اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اس لئے وہ عذاب اللہ نے آخرت پر منحصر رکھا ہے اور دنیا میں اس عذاب کی یاد دہی اُن کو کردی ہے تاکہ اس عذاب کے حال سے وہ بے خبر اور غافل نہ رہیں آخرت میں سوا اس عذاب کے یہ اور شرمندگی ہے کہ اللہ کے سوا جن کو انہوں نے معبود ٹھہرایا تھا۔ وہ ان سے بیزاری ظاہر کریں گے اور اس بیزاری سے ان کا دل یہاں تک جلے گا کہ ان کو یہ کہنا پڑے گا کہ کاش ایک دفعہ دنیا میں ہم پھر جاتے اور ہم بھی اپنے جھوٹے معبودوں سے بیزاری ظاہر کرکے اُن کو ایسا ذلیل اور رسوا کرتے جس طرح انہوں نے ہم کو ذلیل اور رسوا کیا ہے آخرت میں ان مشرکوں کے جھوٹے معبود اور سب جھوٹے معبودوں کا سرگروہ شیطان جس طرح اپنے ہوا خواہوں سے بیزاری ظاہر کریں گے اس کو اللہ تعالیٰ نے سورہ سبا اور سورہ ابراہیم میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے دونوں سورتوں میں یہ ذکر آئے گا۔

۱۶۸-۱۶۹۔ اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے معبود حقیقی اور خالق مخلوقات ہونے کا ذکر فرما کر اس آیت میں اپنے رازق مطلق ہونے کا ذکر فرمایا ہے مشرکین مکہ نے اپنے رسم و رواج کے طور پر بعضے جانوروں کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا تھا

Marfat.com

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ

اور جب ان کو کہیئے چلو اس پر جو نازل کیا اللہ نے کہیں نہیں ہم چلیں گے اس پر جس پر دیکھا اپنے باپ دادوں کو بھلا اگرچہ

آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ (۱۷۰) وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي

ان کے باپ دادے نہ عقل رکھتے ہوں کچھ نہ راہ کی خبر اور مثال ان منکروں کی جیسے مثال ایک شخص

يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (۱۷۱)

کی کہ چلاتا ہے ایک چیز کو جو سنتی نہیں مگر پکارنا اور چلانا بہرے گونگے اندھے ہیں سو ان کو عقل نہیں

مثلاً وہ جانور جن کو وہ سانڈ کے طور پر یا اُس کے کان چیر کر چھوڑ دیتے تھے یا وہ اونٹ جس کے نطفہ سے دس جھول بچوں کے پیدا ہو چکے ہوں یا اونٹنی کے پیٹ میں بعضے بچوں کو مردوں کے لئے مخصوص ٹھہراتے تھے عورتوں کو وہ گوشت نہیں کھانے دیتے تھے سورہ مائدہ اور انعام میں اس کا ذکر تفصیل سے آئے گا۔ اصل تو ان کی تنبیہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ لیکن اب بھی جو شخص جان دار یا غیر جان دار حلال چیز کو قسم یا نذر مان کر اپنے اوپر حرام ٹھہرائے یا حرام چیز کو حلال چیز کی طرح کام میں لائے تو وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے چنانچہ ایک شخص نے مسروق تابعی کے زمانہ میں اپنے لڑکے کی قربانی کرنے کی نذر مانی تو انہوں نے بجائے اس لڑکے کے ایک بکری ذبح کرنے کا فتویٰ دیا اور کہا کہ شیطان کی پیروی جس کا ذکر اس آیت میں ہے ایسی ہی نذر ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک روز پیوسی کا جما ہوا دودھ نمک سے کھا رہے تھے ایک شخص اور آ گیا انہوں نے اس کی بھی صلاح کھانے کی کی اس نے انکار کیا۔ آپ نے پوچھا کیا تیرا روزہ ہے اس نے کہا نہیں میں نے اپنے جی سے عہد کر لیا ہے کہ میں پیوسی نہ کھاؤں گا آپ نے فرمایا جس شیطان کی پیروی کا آیت میں ذکر ہے وہ اسی طرح کی پیروی ہے صحیح مسلم میں عیاض بن حمارؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو چیزیں میں نے اپنے بندوں پر حلال کی تھیں شیطان کے بہکانے سے وہ انہوں نے اپنے اوپر حرام کر لیں ہیں[1]۔

۱۷۰-۱۷۱- یہود اور مشرکین سے جب اسلام لانے اور قرآن شریف کے موافق چلنے کو کہا جاتا تھا تو وہ یہ جواب دیتے تھے کہ ہم تو اپنے بڑوں کے قدم بقدم چلیں گے ان کی تنبیہ میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جانوروں کی سی ہے جس طرح ان کا چرواہا ان کو آواز دیتا ہے تو وہ اس آواز کے مطلب کو تو کچھ سمجھتے نہیں صرف آواز ہی آواز سُن لیتے ہیں اسی طرح ان لوگوں کے کانوں میں یہ آواز ہی بسی ہوئی ہے کہ جس طریقہ پر یہ لوگ ہیں وہ اُن کے باپ دادا کا طریقہ ہے نیک و بد اور حق ناحق کے امتیاز سے انہوں نے جانوروں کی طرح اپنی زبان آنکھ کان کو بیکار کر رکھا ہے یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ دین کی کوئی حق بات معلوم ہو جانے کے بعد کوئی شخص قومی رسم و رواج پر اڑا رہے گا تو وہ شیوہ انسانیت سے باہر ہے انسان کا کام ہمیشہ حق بات کا دریافت کرنا اور اس دریافت میں اپنے حواس صرف کرنا

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۳۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

اے ایمان والو کھاؤ ستھری چیزیں جو تم کو روزی دی ہم نے اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کے بندے ہو

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ

یہی حرام کیا ہے تم پر مردار اور خون اور گوشت سور کا اور جس پر پکارا اللہ کے سوا کا پھر جو کوئی

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

بے بس ہو نہ بے حکمی کرتا ہے نہ زیادتی تو اس پر نہیں گناہ تحقیق اللہ بخشنے والا ہے مہربان

ہے نہ کہ حیوانوں کی طرح ایک ناحق بات پر بلا دریافت اڑے رہنا ۔

۱۷۲۔ اکل حلال دنیا میں ہر مسلمان کے لئے بڑی چیز ہے کوئی عبادت اور کوئی دعا بغیر غذائے حلال کے قبول نہیں ہوتی مسند امام احمد بن حنبل اور مسلم اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پاک ہے بدون پاک چیز کے اور کوئی چیز اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی[۱] بعضے لوگ رات دن یا اللہ یا اللہ کہہ کر گڑگڑا کر طرح طرح کی دعائیں اللہ کی جناب میں کرتے ہیں اور طرح طرح کی حاجتوں کا روا ہونا اس کی بارگاہ سے چاہتے ہیں اور جب ان کی حاجت روا نہیں ہوتی تو مایوس ہو کر دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی حالانکہ ان کی قوت بسری رزق حلال سے جب تک نہ ہو ان کی دعا کیا عبادت بھی اللہ کی بارگاہ میں ہرگز قبول نہ ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے جس طرح اپنے رسولوں کو قد افلح المؤمنون کی آیت یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات (۲۳:۵۱) میں غذائے حلال کی تاکید اور حکم فرمایا ہے اسی طرح اس آیت میں عام مسلمان لوگوں کو اس کی تاکید اور اس کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ غذائے حلال سے رسولوں کے کلام میں تو یہ اثر پیدا ہو کہ امت کو جو کچھ وہ نصیحت کریں وہ باتاثیر ہو اور مسلمان لوگوں کے کلام میں غذائے حلال سے یہ اثر ہو کہ بطور دعا یا بطور عبادت کے جو بات ان کے منہ سے نکلے وہ مقبول اور رائگاں نہ جائے ۔

۱۷۳۔ اس سے اوپر کی آیت میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہ فرمایا تھا کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے وہ کھاؤ اور شکر کرو اس آیت میں اس دی ہوئی چیزیں میں سے جو کچھ دنیا دار الامتحان میں امتحان کے طور پر اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر حرام کیا ہے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں فقط مردار کا لفظ فرمایا ہے اور سورہ مائدہ میں مردار کی تفصیل فرمائی ہے کہ مردار خواہ اپنی موت سے ہو یا گلا گھونٹنے سے یا لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے یا اوپر سے گر پڑنے سے یا ایک جانور کے دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے یا کسی درندہ جانور کے کھا جانے سے سورہ مائدہ میں اس کی تفصیل زیادہ آئے گی۔ اور قرآن شریف میں تو مردار اور خون کو مطلق طور پر حرام فرمایا ہے۔ مگر حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے کہ مرداریں میں سے دو مردار۔ مچھلی۔ اور ٹڈی۔ اور خون میں سے دو خون کلیجی اور تلی

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۵

Marfat.com

حلال ہیں مسند امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ اور حاکم کی مستدرک۔ اور مسند امام شافعی اور دار قطنی میں بسند معتبر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت آئی ہے[۱]۔ اور لہو کو یہاں اس آیت میں تو مطلق فرمایا ہے۔ مگر سورہ الانعام میں اس کی یہ صراحت فرما دی ہے کہ وہ لہو حرام ہے جو ذبح کے وقت رگوں میں سے نکل کر بہتا ہے[۲]۔ اور صحیح حدیثوں میں صاف آچکا ہے کہ گوشت میں مخلوط خون حلال ہے اور یہ جو فرمایا "جو کچھ پکارا جائے اوپر اس کے سوا خدا کے" اس سے مراد یہ ہے کہ کسی جانور کے ذبح کے وقت سوا اللہ کے اور کسی کا نام لے کر اس کو ذبح کیا جائے جس طرح مشرکین مکہ بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے یا ذبح سے پہلے سوا اللہ کے کسی اور شخص کی تعظیم کی غرض سے کسی جانور کو اس شخص کے نام کا ٹھہرا کر ذبح کیا جائے اور ذبح کے وقت بطور عادت اور رسم کے اللہ کا نام لیا جائے یہ سب حرام ہے[۳]۔ صحابہ اور تابعین نے اس آیت کی تفسیر اس طرح سمجھی ہے جس طرح کا مطلب اوپر بیان ہوا ہے اور اسی طرح صحابہ نے فتوے دئے ہیں چنانچہ حضرت عائشہؓ سے کسی شخص نے مسئلہ پوچھا کہ عجمی لوگ اپنی عیدوں میں جو جانور ذبح کرتے ہیں اور اُن جانوروں کا گوشت مسلمانوں کو تحفہ کے طور پر بھیجتے ہیں وہ گوشت کھانا چاہیئے یا نہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں[۴]۔ اہل کتاب کے ذبیحہ کا ذکر اور اس میں علماء کا جو کچھ اختلاف ہے اس کا ذکر تفصیل سے سورہ مائدہ میں آئے گا۔ لیکن حاصل کلام اس بارہ میں حضرت علی رضؓ کا یہ فتویٰ ہے کہ اگر معلوم ہو جائے کہ کسی اہل کتاب نے اللہ کے نام کے سوا جانور کو مثلاً مسیح کے نام پر ذبح کیا ہے تو بموجب اس آیت کے حرام ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اہل کتاب نے کس کے نام سے یہ جانور ذبح کیا ہے تو وہ گوشت مسلمان کو بموجب آیت وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم (۵:۵) کے جائز ہے۔ یہ ذکر اس وقت کے اہل کتاب کے ذبیحہ کا تھا جب کہ معلوم ہو گیا ہے کہ اب گلا گھونٹ کر بھی اہل کتاب لوگ جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں تو منخنقہ کی صاف حرمت سورہ مائدہ میں مذکور ہونے سے وہ گوشت قطعی حرام ہے یہ جو فرمایا کہ جو کوئی بے بس ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اس بے بسی کی حالت میں جس سے بے بسی سے جان کا خوف ہو حرام چیزوں کی حرمت بقدر جان بچانے کے اُٹھ جاتی ہے اسی واسطے علماء نے کہا ہے کہ اس طرح کا بے بس آدمی مردار چیز کو بھون کر یا پکا کر نہ کھائے تاکہ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ سے حد سے زیادہ مردار کا کھانا جو منع ہے بھنے ہوئے یا پکے ہوئے حرام گوشت کو مزہ دار ہونے کی وجہ سے آدمی زیادہ نہ کھا جائے۔ اور اس منع کی وعید میں داخل نہ ہو جائے علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ایسی حالت میں جان بچانے کے لئے تین لقموں کی حد ہے اس حد سے نہیں بڑھنا چاہیے مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی طبقہ تابعین کے ایک بڑے عالم ہیں انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ بے بسی کی حالت میں جو کوئی حرام چیز نہ کھائے گا اور اس نہ کھانے کے سبب سے اپنی جان کو ضائع کرے گا تو وہ شخص دوزخی ہے یہ جو فرمایا "نہ بے حکمی کرتا نہ زیادتی" تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ

[۱و۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۵ [۳] اس مسئلہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ نے تفسیر عزیزی عنبائی جلد ۱ ص ۶۱۰ و ۶۱۱ میں بڑی تفصیلی اور مدلل بحث کی ہے [۴] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۵۔

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ

جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب لیتے ہیں اس پر مول تھوڑا وہ

مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ

نہیں کھاتے اپنے پیٹ میں مگر آگ نہ بات کرے گا ان سے اللہ دن قیامت کے اور نہ سنوارے گا اور ان کے

عَذَابٌ أَلِيمٌ (۱۷۴) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ

لئے ہے دکھ کی مار وہی ہیں جنہوں نے خریدی گمراہی بدلے راہ کے اور مار بدلے مہر کے

فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (۱۷۵) ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِينَ

سو کیا سہار ہے ان کو آگ پر یہ اس واسطے کہ اللہ نے اتاری کتاب سچی اور جنہوں نے

اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ (۱۷۶) ع ۲۱ ۹ ۵

کئی راہیں نکالیں کتاب میں وہ ضد میں دور پڑے ہیں

نے فرمایا ہے حلال چیز کے ملتے ہوئے جو حرام چیز کی طرف دوڑے یا جو حرام کو بے بسی میں حلال کی طرح پیٹ بھر کے کھائے۔ آخر آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بخشنے والا اس لئے فرمایا کہ ضرورت کے وقت حرام چیز کے مؤاخذہ کو اس نے بخش دیا اور مہربان اس لئے فرمایا کہ براہ مہربانی اس نے ضرورت کے وقت حرام کو جائز فرمایا۔

۱۷۴-۱۷۶۔ یہود لوگ آنحضرت کے زمانہ سے پہلے بڑے عالم وقت کہلاتے تھے اور ان کی قوم کے جاہل لوگوں نے ان کے نقد اور غلے کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے اور عرب بھی یہود کے بزرگوں کی تعظیم کرتے تھے اور اس تعظیم کے سبب سے ہمیشہ تحفے یہود کو بھیجتے رہتے تھے آنحضرت کے نبی ہونے کے بعد یہود نے آپ کے ان اصلی اوصاف کو جو تورات میں مذکور تھے اس خوف سے چھپا ڈالا کہ آپ کے اصلی اوصاف لوگوں پر کھل جائیں گے تو لوگ آپ کو نبی برحق جان کر آپ کی طرف رجوع کریں گے اور ہم کو پھر کوئی نہیں پوچھنے کا اور ہماری آمدنی بالکل بند ہو جائے گی یہود کی اس حرکت کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتیں قرآن شریف میں نازل فرمائی ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ایک آیت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تھوڑے لالچ کے مقابل میں انہوں نے حق بات کو چھپا کر اپنے پیٹ میں آگ بھری ہے اور اللہ ان سے ایسا ناخوش ہے کہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا اور لوگ بھی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت گنہگار ہیں ان کی نسبت بھی حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کرے گا۔ چنانچہ صحیح مسلم نسائی تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدکار بڈھے اور جھوٹ بولنے والے بادشاہ اور فقیر مغرور سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کرے گا۔[1]

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۶۔

Marfat.com

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

نیکی یہی نہیں کہ منہ کرو اپنے مشرق یا مغرب کی طرف لیکن نیکی وہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي

پر اور پچھلے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور دے مال اس کی محبت پر ناتے

الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ

والوں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور راہ کے مسافر کو اور مانگنے والوں کو اور گردن چھوڑانے میں اور کھڑی

الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي

رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب قول کریں اور ٹھہرنے والے

الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۱۷۷﴾

سختی میں اور تکلیف میں اور وقت لڑائی کے۔ وہی لوگ ہیں جو سچے ہوئے اور وہی بچاؤ میں آئے ۞

مطلب اس سے یہ ہے کہ اس قسم کی کوئی بات اللہ تعالیٰ ان گنہ گاروں سے نہ کرے گا جس سے ان کی نجات ہو ورنہ گنہ گاروں سے اللہ کا جھڑک کر بولنا تو قرآن اور حدیث میں اکثر جگہ آیا ہے یہ آیت اور اس قسم کی اور آیتیں علمائے یہود کی شان میں نازل ہوئی ہیں مگر اب بھی اس امت میں سے کوئی مفتی لالچ یا رعایت کے سبب سے خلاف شریعت فتویٰ دے گا یا کوئی حاکم ایسا فیصلہ کرے گا تو وہ اس حکم میں داخل ہے ۞

۱۷۷۔ جب قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف بدلا تو کچھ مسلمان اس بدل سدل قبلہ سے متردد ہو کر آپس میں قبلہ کی بابت چرچے کرتے تھے کہ دونوں قبلوں میں کونسا قبلہ بہتر تھا۔ اور یہود اور نصاریٰ بھی اپنے اپنے قبلہ کے اچھے ہونے کی بحثیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قبلہ تو فقط سجدہ کرنے کا ایک واسطہ ہے یہ واسطہ جس زمانہ میں جو کچھ اللہ کی طرف سے ٹھہرا دیا گیا وہی کافی ہے اس واسطے پر بھلائی منحصر نہیں ہے۔ اصل بھلائی کی باتیں یہ ہیں کہ اللہ پر اور پیغمبروں پر اور اللہ کے فرشتوں پر اور کتابوں پر پورا ایمان ہو نہ یہ کہ جیسے یہود نصاریٰ ہیں کہ ایک تورات کو نہیں مانتے اور دوسرے انجیل کو۔ اور قرآن اور نبی آخر الزمان کے دونوں منکر ہیں اور ملائکہ پر ایمان کا یہ حال ہے کہ یہود لوگ جبرئیل کو اپنا دشمن بتلاتے ہیں اور مسلمانوں کو عہد کا ذکر فرما کر گویا یہ ہدایت کی کہ تم اللہ پر ایمان لا کر اس کے حکم کی اطاعت کرنے کا جب عہد کر چکے تو جس قبلہ کی طرف منہ کرنے کا اس کا حکم ہو اس کی بلا تردد اطاعت کرو اور پھر تکمیل ایمان کی اور باتوں کی ہدایت فرمائی جیسے نماز، زکوٰۃ، نفلی صدقہ ایفائے عہد۔ عَلٰی حُبِّہٖ میں دو مطلب نکلتے ہیں یا تو یہ خالص اللہ کی محبت میں مال خرچ کیا جائے ریا کا اس میں کچھ دخل نہ ہو۔ اس صورت میں حُبِّہٖ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ٹھہرے گا یا یہ کہ صدقہ میں ایسی چیز دی جائے جس چیز کی محبت صدقہ دینے والے کے دل میں ہو پڑی گری دل سے اتری ہوئی چیز نہ دی جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کچھ محتاج نہیں ہے۔

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى ۖ ٱلْحُرُّ بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَ

اے ایمان والو حکم ہوا تم پر برابر بدلا لینے کا مارے گیوں میں صاحب کے بدلے صاحب غلام کے بدلے غلام اور

ٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِىَ لَهُۥ مِنْ أَخِيهِ شَىْءٌ فَٱتِّبَاعٌۢ بِٱلْمَعْرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ

عورت کے بدلے عورت پھر جس کو معاف ہوا اس کے بھائی کی طرف سے کچھ تو چاہیے مرضی پر چلنا موافق دستور کے اور پہنچانا اس کو

بِإِحْسَٰنٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ ٱعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ

نیکی سے یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو کوئی زیادتی کرے بعد اس کے تو اس کو دکھ کی

أَلِيمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِى ٱلْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَٰٓأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۷۹﴾

مار ہے اور تم کو قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندو شاید تم بچتے رہو

دنیا میں سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے وہ تو فقط دل کے خلوص کو آزماتا ہے اور دل کا خلوص اللہ کے ساتھ جب ہی ہوگا کہ اللہ کی راہ میں اچھی سے اچھی چیز کو آدمی عزیز نہ جانے یہاں تک کہ جان کو بھی اللہ کی راہ میں فدا کرنے میں دریغ نہ کرے مال تو کیا چیز ہے یہ خلوص قلب کا درجہ آدمی کو پورا ایمان حاصل ہونے کے بعد عطا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابی ذرؓ نے ایک روز آنحضرت سے پوچھا کہ حضرت ایمان کیا چیز ہے آپ نے اوپر کی آیت پڑھ دی پھر ایک روز انہوں نے حضرت سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ چیز ہے کہ جب آدمی ایمان دار کوئی نیک کام کرے تو اس نیک کام کے ادا ہو جانے پر اندر سے اس کا دل شاد ہو جائے اور برے کام پر دل اندر سے ناراض ہووے[1]۔ اگرچہ ابوذرؓ کی اس حدیث کی سند میں کلام ہے مگر ابو امامہؓ کی روایت مسند امام احمد وغیرہ میں اس کے قریب ہے دونوں روایتیں مل کر ایک قوی روایت بن جاتی ہے اب آپ کے اُن دونوں ارشادوں سے یہ مطلب نکلا کہ اس آیت میں جو باتیں مذکور ہیں وہ تکمیل ایمان کی باتیں ہیں اور خلوص ایمان کی یہ نشانی ہے کہ دین کا کام ادا تو ہاتھ پیر سے ہو مگر اثر اس کا دل پر پیدا ہونے لگے ہر ایک آدمی کا دل اس کے پہلو میں ہے مخبر صادق نے خلوص ایمان کی یہ ایسی اچھی نشانی بتائی ہے کہ ہر ایک آدمی جب چاہے اپنے دل کا حال غور کر کے اپنے ایمان کے کامل اور ناکامل ہونے کا اندازہ کر سکتا ہے عہد کو پورا کرنا جس طرح متقی کی علامت اس آیت میں ہے اسی طرح صحیح حدیثوں میں منافق کی علامت عہد شکنی ہے[2]

۱۷۸-۱۷۹۔ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے طرح طرح کی بے عنوانیاں قصاص اور خون بہا میں رائج تھیں چنانچہ مدینہ منورہ کے گرد نواح میں دو قبیلے بنی قریظہ اور بنی نضیر تھے ان دونوں میں لڑائی ہوئی۔ بنی نضیر اس لڑائی میں غالب آئے انہوں نے اس دن سے یہ قرارداد قبیلہ مغلوب سے ٹھہرائی تھی کہ اگر قبیلہ غالب کا کوئی شخص نرغہ مغلوب کے لوگوں کے ہاتھ سے مارا جائے تو اس کا خون بہا قبیلہ مغلوب کو دوگنا دینا پڑے گا۔

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۷ تفسیر ابن کثیر میں جو روایت درج ہے اس میں حضرت ابوذرؓ نے حضور علیہ السلام سے خود نہیں بلکہ ان کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص نے سوال کیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۹

Marfat.com

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ

حکم ہوا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں سے موت اگر کچھ مال چھوڑے کہ دلوا مرے ماں باپ کو اور

الْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا

ناتے والوں کو دستور سے ضرور ہے پرہیزگاروں کو پھر جو کوئی اس کو بدلے بعد اس کے کہ سن چکا تو اس کا

اور فرقہ غالب کے لوگوں کے ہاتھ سے فرقہ مغلوب کا کوئی مارا جاوے تو خود اکہرا خون بہا فرقہ مغلوب کو دیں گے۔ اور اپنے قبیلہ کے مقتول کا قصاص بھی جائز رکھا تھا اور قبیلہ مغلوب میں فقط خون بہا جائز رکھا تھا اور بعضے قبیلوں میں یہ عہد تھا کہ اپنے غلام کے قصاص میں آزاد شخص کو قتل کرتے تھے اور عورت کے قصاص میں مرد کو قتل کرتے تھے اور مقابل کے قبیلہ کو ان حقوق سے محروم رکھتے تھے ان بے عنوانیوں کو روکنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور سورہ مائدہ میں النفس بالنفس کی آیت سے اس آیت کا حکم منسوخ ہے اس آیت کے حکم سے عورت کے معاوضہ میں مرد قاتل کا اور غلام کے معاوضہ میں آزاد شخص قاتل کا قصاص کیا جاسکتا ہے صرف اس قدر مسئلہ اجماعی ہے کہ خود آقا کو اس کے غلام کے معاوضہ میں قصاص نہیں کیا جاتا اس اجماع کی دلیلیں قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں بالتفصیل بیان کی ہیں[1]۔ اور کافر شخص مقتول کے معاوضہ میں مسلمان کا قصاص یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ بخاری میں حضرت علی رض کی جو یہ روایت ہے کہ مسلمان کو کافر شخص کے معاوضہ میں نہ قتل کیا جاوے[2]۔ اس کی بنا پر جمہور کا مذہب اس حدیث کے موافق ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ رح اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ سورہ مائدہ کی آیت میں النفس بالنفس عام ہے اس واسطے مسلمان کو کافر کے معاوضہ میں قتل کیا جا سکتا ہے اور علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آیت مجمل ہے اور حدیث لا یقتل مسلم بکافر میں جس کو بخاری وغیرہ نے حضرت علی رض سے روایت کیا ہے اس مجمل کی صراحت آئی ہے اس لئے اس صراحت کا ماننا ضرور ہے[3]۔ اسی طرح شخص کو کئی شخص مل کر مار ڈالیں تو ایک شخص کے معاوضہ میں کئی شخصوں کو قتل کرنا یہ مسئلہ بھی صحابہ کا اختلافی ہے جس کی تفصیل حدیث کی شرح کی کتابوں میں ہے۔ اس آیت میں یہ جو ارشاد ہے کہ حکم قصاص باعث زندگی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قصاص کا حکم لوگوں کو قتل سے روکے گا اور اپنی جان کے خوف سے کسی کو کوئی بے جا قتل نہ کرے گا اور اس آیت میں تخفیف کا حکم یہ ہے کہ اور امتوں میں دیت کا حکم قتل عمد میں نہیں تھا اب دیت لینے کے بعد جو شخص قاتل کو قتل کرے تو فرمایا کہ اس کو عذاب ہوگا بأساء کے معنے محتاجگی کے ہیں ضراء کے معنے بیماری کے اور حین البأس کے معنے جہاد کے ؛

۱۸۰-۱۸۲۔ اسلام سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ اہل قرابت کو چھوڑ کر اپنے نام نمود کے لئے مرتے وقت وصیت کر جاتے تھے کہ ان کا مال غیروں کو ملے ابتدائے اسلام میں اللہ تعالےٰ نے اس طریقہ کو روکنے کے لئے یہ

[1] نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۵۶-۱۶۰ طبع منیریہ مصر [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۰ [3] نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۵۳ و صحیح بخاری ص ۱۰۲۱ ج ۲

Marfat.com

إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۸۱) فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا

گناہ انہیں پر ہے جنھوں نے بدلا بے شک اللہ ہے سنتا جانتا پھر جو کوئی ڈرا دلانے والے کی طرف داری سے

أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۱۸۲) ع ۲۲

یا گناہ سے پھر ان میں صلح کروادی تو اس پر گناہ نہیں البتہ اللہ بخشنے والا ہے مہربان ؛

آیت نازل فرمائی جس سے ماں باپ اور قرابت داروں کے لئے وصیت فرض تھی پھر سورہ نساء میں میراث کا حکم نازل ہو کر وصیت کے فرض ہونے کا حکم اب منسوخ ہے مستحب کے طور پر جو شخص چاہے اپنے مال کے تیسرے حصہ تک وصیت کر سکتا ہے تیسرے حصہ سے زیادہ مال کی وصیت منع ہے تاکہ وارثوں کے حصے جو اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں ٹھہرائے ہیں ان میں وصیت کے سبب سے کمی نہ پڑ جائے۔ صحیحین میں سعد بن ابی وقاص کا قصہ[1] جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال کے تیسرے حصہ سے زیادہ مال کی وصیت سے روکا ہے[1]۔ اسی طرح مسند امام احمد نسائی ابو داؤد میں معتبر سند سے ابو زید انصاری کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سب مال کی وصیت کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حال سنا تو فرمایا کہ اگر اس شخص کے دفن سے پہلے مجھ کو خبر ہوتی تو میں اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیتا[2]۔ اس واسطے اکثر علمائے دین کا یہ قول ہے کہ جس شخص کا کوئی وارث موجود ہو اس کو ثلث مال سے زیادہ مال کی وصیت کسی طرح جائز نہیں ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وصیت کرنے والے شخص اور اوپر والوں کو ہدایت کر دی ہے وصیت کرنے والے کو یہ کہ وصیت اچھی طرح کرے کسی کو کم کسی کو زیادہ مال نہ وصیت کر جائے اوپر والوں کو یہ کہ اگر وصیت کرنے والا چوک جائے یا جان بوجھ کر حق تلفی کرے تو اوپر والے اس کی اصلاح کر دیں۔ وصیت میں حق تلفی کرنا بڑا گناہ ہے ابو داؤد اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعضے مسلمان مرد اور عورتیں عمر بھر نیک کام کرتے ہیں اور مرتے وقت وصیت میں حق تلفی کر کے اپنی عاقبت خراب کر لیتے ہیں ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے[3]۔ شاید غریب اس لئے کہا ہے کہ اس کی سند میں شہر بن حوشب ضعیف ہے لیکن اوپر گذر چکا ہے کہ امام احمد اور یحییٰ بن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے[4]۔ غرض غیروں کے نام وصیت کرنے کا جو رواج اور دستور اہل عرب میں تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت سے توڑ کر اہل قرابت کا حق رفتہ رفتہ جمایا پہلے اہل قرابت کے نام وصیت کرنے کا حکم دیا پھر اس کو منسوخ فرما کر اہل قرابت کے حصے سورہ نساء میں ٹھہرا دئیے تاکہ قدیم دستور کو ایک دفعہ ہی چھوڑنا لوگوں کو شاق نہ گذرے اسی طرح پہلے حکم کی منسوخی میں خواہ وہ ایک آیت کی دوسری آیت سے منسوخی ہو یا ایک شریعت کی دوسری شریعت سے بہت بڑی حکمت اور وقتی مصلحت ہوتی ہے جو غور کرنے سے کھلتی ہے ؛

[1] صحیح بخاری ص ۹۹۶ جلد ۲ باب میراث البنات و تفسیر ابن کثیر ص ۲۱۲ جلد ۱ [2] ابو داؤد ص ۲ ۵۵ کتاب العتق۔

[3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۳ و جامع ترمذی ص ۳۳ ج ۲ ابواب الوصایا [4] تہذیب التہذیب ص ۳۷ ج ۴

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو حکم ہوا تم پر روزے کا جیسے حکم ہوا تم سے اگلوں پر شاید تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ

پرہیزگار ہو جاؤ۔ کئی دن ہیں گنتی کے پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر میں تو گنتی چاہیے اور دنوں

اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَ

سے اور جن کو طاقت ہے تو بدلا چاہیے ایک فقیر کا کھانا پھر جو کوئی شوق سے کرے نیکی تو اس کو بہتر ہے اور

اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ

روزہ رکھو تو تمہارا بھلا ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو مہینہ رمضان کا جس میں اترا قرآن

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور کھلی نشانیاں راہ کی اور فیصلے پھر جو کوئی پاوے تم میں سے یہ مہینہ

فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ

روزہ رکھے اس مہینے کا اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں تو گنتی چاہیے اور دنوں سے اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی

وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

نہیں چاہتا ہے تم پر مشکل اور اس واسطے کہ پوری کرو گنتی اور بڑائی کرو اللہ کی اس پر کہ تم کو راہ بتائی شاید تم احسان مانو

۱۸۳-۱۸۵۔ ارکان دین میں سے روزہ دوسرا رکن ہے دوسرا رکن اس سبب سے اس کو کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور آپ کو معراج ہوئی تھی جس کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں آئے گا تو نماز اسی رات فرض ہو چکی تھی جس کی تفصیل صحیحین کی حدیث میں ہے کہ پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور حضرت موسیٰ کی صلاح سے آنحضرت نے اللہ تعالےٰ سے تخفیف کی خواہش کی اور آخر کو رات دن میں یہ پانچ وقت کی نمازیں باقی رہیں[1] اب روزہ اس آیت سے ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوا ابتدائے اسلام میں اختیار دیا گیا تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے ہر روزہ کے عوض میں دونوں وقت ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ پھر اس حکم سے کہ پھر جو پائے تم میں یہ مہینہ تو روزہ رکھے فدیہ کا حکم منسوخ ہو گیا مریض اور مسافر کا ذکر اس آیت میں دو دفعہ اس واسطے ہوا ہے کہ پہلی دفعہ فدیہ کے حکم کے ساتھ مریض اور مسافر کا ذکر ہو کر جب وہ فدیہ کا حکم منسوخ ہو گیا تو یہ شبہ پڑتا تھا کہ شاید فدیہ کے حکم کی منسوخی کے ساتھ مریض اور مسافر کا بھی حکم منسوخ ہو گیا اس لئے اللہ تعالےٰ نے دوسری دفعہ مریض اور مسافر کا ذکر فرما کر صراحت فرما دی کہ مریض اور مسافر کی قضا کا حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ باقی ہے۔ روزہ کی فضیلت میں بہت حدیثیں آئی ہیں مسند امام احمد بن حنبل صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضہ کی روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اور نیکیوں کا ثواب دس درجہ سے سات سو تک لکھنے کا فرشتوں کو حکم ہے مگر روزہ کے

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱ باب کیف فرضت الصلوٰۃ۔

Marfat.com

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ

اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجھ کو تو میں نزدیک ہوں پہنچتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جس وقت پکارتا ہے

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (۱۸۶)

تو چاہیئے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لاویں مجھ پر شاید نیک راہ پر آئیں ؏

ثواب کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہہ دیا ہے کہ تم کوئی درجہ ثواب کا روزہ کے اجر میں نہ قائم کرنا روزہ کا ثواب میں خود اپنی ذات سے قیامت کے دن دوں گا[۱]۔ اور رمضان کے مہینے کی بزرگی میں بھی بہت حدیثیں وارد ہیں یہاں تک کہ ساری آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ نے بوجہ بزرگی اس مہینے کے اسی مہینے میں نازل فرمائیں ہیں[۲] مسند امام احمد بن حنبل اور طبرانی اور بیہقی میں معتبر سند سے یہ روایت رمضان کی فضیلت میں آئی ہے اس لئے آدمی کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے رمضان کے روزے اسی مہینے میں رکھے ورنہ قضا کی صورت میں خود مہینہ رمضان کی جو فضیلت ہے وہ ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ بہت عمر رسیدہ آدمی جو روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو ہر روزہ کے عوض میں کسی محتاج کو کھانا کھلا دے اور روزہ نہ رکھے تو جائز ہے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا بھی یہی حکم بعض علماء کے نزدیک ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے ذمہ قضا ہی ہے۔ اللہ کی بڑائی کرنے کے یہ معنے ہیں کہ عبادت سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کا ذکر کرے جیسے بعد ختم رمضان کے عید کے دن تکبیر کا حکم حدیث میں آیا ہے ؏

۱۸۶۔ بعضے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ پاس ہے یا دور اگر وہ پاس ہو تو ہم چپکے چپکے اس سے دعا مانگا کریں اور اگر دور ہو تو چلا کر دعا مانگا کریں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ہدایت فرما دی کہ جو کوئی اللہ کی اطاعت پوری کرے گا اور اللہ کے حکم کو مانے گا اللہ اس سے قریب ہے۔ اور اس کی ہر خواہش کا جواب دینے اور اس کی دعا قبول کرنے کو موجود ہے اوپر سے یہ آیت روزہ کے ذکر میں تھی ابھی روزہ کا ذکر پورا نہیں ہوا تھا کہ بیچ میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعا کا ذکر فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا کو روزہ کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے جس کی وجہ سے روزہ دار کی دعا بہ نسبت بے روزہ دار کے زیادہ قبول ہوتی ہے۔ ترمذی ابن ماجہ نسائی اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تین شخص حاکم عادل اور روزہ دار اور مظلوم کی دعا رائیگاں نہیں جاتی بلکہ ان کے دعا کے لئے فوراً آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میں تمہاری ضرور مدد کروں گا فقط وقت مقررہ کے آنے کی دیر ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے[۳]۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قبولیت دعا کے لئے شرط ٹھہرائی ہے کہ دعا کرنے والا اللہ کا مطیع اور احکام الٰہی کا پابند ہو اسی طرح حدیث میں تفصیل سے مقبولیت دعا کے شرائط وارد ہوئے ہیں مثلاً اکل حلال

[۱] صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۳ [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۶ [۳] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۹ ؏

Marfat.com

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ

حلال ہوا تم کو روزے کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو ان کی اللہ نے

اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَ

معلوم کیا کہ تم اپنی چوری کرتے تھے سو معاف کیا تم کو اور در گزر کی تم سے پھر اب ملو ان سے اور

ابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ

چاہو جو لکھ دیا اللہ نے تم کو اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آوے تم کو دھاری سفید جدی دھاری

الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ

سیاہ سے فجر کے پھر پورا کرو روزہ رات تک اور نہ لگو ان سے جب کہ

قبولیت میں دیر ہونے سے مایوس نہ ہونا کیوں کہ تقدیر الٰہی میں ہر کام کا وقت مقرر ہے اور دعا کے پہلے اللہ کی حمد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کا ہونا حضور قلب سے دعا کا مانگنا ممنوعات شرعیہ کی دعا نہ مانگنا ان شرائط کے ساتھ جو دعا ہو اس کی نسبت سند معتبر سے جو مسند امام احمد مستدرک حاکم مسند ابی یعلی وغیرہ میں روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ ایسی دعا یا تو فوراً قبول ہو جاتی ہے اور اگر مصلحت الٰہی میں وہ دعا اس شخص کے لئے فائدہ مند نہیں ہے تو کوئی برائی اس شخص سے ٹل جاتی ہے اور آخرت میں اس شخص کے لئے ایک اجر اس دعا کا مقرر ہو جاتا ہے[1]۔ انسان اپنے نیک و بد کے انجام کے جاننے سے ایسا بے خبر اور غافل ہے کہ بہت سی چیزیں یہ اپنے حق میں بہتر جان کر ان کے ظہور کی آرزو کرتا ہے۔ مگر علم الٰہی میں ان چیزوں کا ظہور اس شخص کے لئے مضر ہوتا ہے۔ اس لئے مصلحت الٰہی میں اس کی آرزو پوری کرنے کے قابل نہیں ہوتی مثلاً ایک شخص کی دوسرے شخص سے دشمنی ہوتی ہے اس دشمنی کی وجہ سے یہ شخص اپنے دشمن کی ہلاکت کی دعا مانگتا ہے اور علم الٰہی میں یہ بات قرار پائی ہوئی ہوتی ہے کہ یہی دشمن دوست ہو جائے گا اور اس بد دعا کرنے والے شخص کو بہت بڑا نفع پہونچائے گا۔ اس واسطے مصلحت الٰہی میں اس شخص کی دعا قبول کرنے کے قابل نہیں قرار پاتی دعا کی فضیلت میں بہت سی صحیح حدیثیں آئی ہیں بعض صحیح روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آدمی کی تقدیر میں جو بُرائی لکھی ہے وہ دعا کے اثر سے ٹل سکتی ہے[2]۔

۱۸۷۔ جب رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے تو ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ عشاء کی نماز سے پہلے جس کسی کو جو کچھ کھانا پینا ہوتا تھا وہ کھا پی لیتا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد پھر کھانا پینا مباشرت سب کچھ حرام ہو جاتا تھا۔ اسی طرح عشاء کی نماز سے پہلے اگر کسی کی آنکھ لگ جاتی تو عشاء کی نماز سے پہلے ہی یہ سب چیزیں حرام ہو جاتی تھیں۔ یہ حکم صحابہ کرام پر بہت شاق ہوا اور اس حکم کی پابندی میں رخنہ پڑنے لگا۔

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۸ [2] مشکوٰۃ ص ۱۹۵ کتاب الدعوات۔

Marfat.com

عٰكِفُونَ فِي الْمَسٰجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ

اعتکاف بیٹھے ہو مسجدوں میں یہ حدیں باندھی ہیں اللہ کی سو اُن کے نزدیک نہ جاؤ اس طرح بیان کرتا ہے اللہ اپنی آیتیں

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (۱۸۷)

لوگوں کو شاید وہ بچتے رہیں ۔

قیس بن حرمہؓ ایک صحابی تھے وہ روزہ کھول کر بغیر کھانا کھانے کے ایک دفعہ سو گئے اور دوسرے دن روزہ پر روزہ رکھنے کے سبب سے دوپہر کے وقت ان کو غش آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب صحابہ نے ان کے حال پر بڑا تاسف کیا اور بعضے صحابہ سو جانے کے بعد پھر رات کو اٹھ کر مباشرت کی جرأت کر بیٹھے اس رخنہ کے رفع کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور صبح صادق کے شروع تک یہ چیزیں حلال فرما دیں۔ جس میں سحری کا کھانا بھی داخل ہے حدیث شریف میں سحری کے کھانے کی بہت فضیلت آئی ہے کہ سحری کے کھانے والوں کے لئے فرشتے رحمت کی دعا مانگتے ہیں[۲]۔ اور صحیح مسلم کی عمرو بن عاصؓ کی روایت میں یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب کے روزوں میں اور ہمارے روزوں میں اتنا ہی فرق ہے کہ ان کے روزوں میں سحری نہ تھی[۲] اور اس کھانے کا نام آپ نے غذائے مبارک رکھا تھا[۳]۔ اور فرماتے تھے کہ جو کوئی سحری کو کھانا نہ کھائے تو فقط پانی ہی پی لیا کرے تا کہ سحری کی برکت سے محروم نہ رہے[۴] افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں دیر کرنا یہ بھی سنت ہے[۵]۔ صحابہ کا مقولہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سحری کرنے کے بعد پچاس آیتیں قرآن شریف کی پڑھنے میں صبح کی نماز کا وقت ہو جاتا تھا[۶]۔ ایک اجالا آسمان پر صبح کاذب کا بہت رات سے ہو جاتا ہے اس پر سحری کا کھانا بند نہیں ہوتا یہ اجالا آسمان کے طول میں ایک لمبے ستون کی طرح ہوتا ہے سحری کا کھانا صبح صادق پر بند ہوتا ہے جو آسمان کے کنارے پر آسمان کے عرض کی طرف پیدا ہوتی ہے۔ پھیلتی جاتی ہے۔ اور اونچی جگہ پر اس کی روشنی کا عکس پڑتا ہے اور اس میں کسی قدر سرخی بھی ہوتی ہے اور صبح صادق تک اللہ تعالیٰ نے مباشرت کی جو اجازت دی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مباشرت کے بعد فوراً صبح صادق ہو جائے اور حالت ناپاکی میں روزہ کی نیت کر کے کوئی شخص روزہ رکھے اور پھر صبح کو نہائے تو اس کے روزہ میں کوئی فتور نہیں پڑتا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سے صحیحین میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مباشرت کی وجہ سے نہانے کی حاجت ہوتی تھی اور صبح کو آپ نہا کر روزہ رکھا کرتے تھے[۷] اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھ کو ناپاکی کی حالت میں صبح ہو جاتی ہے۔ اور پھر میں روزہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں بھی تو ایسا کیا کرتا ہوں اس شخص نے کہا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ اللہ معاف

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۱ [۲] صحیح مسلم ص ۳۵۰ ج ۱ باب فضل السحور الخ [۳] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۲ [۴] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۱ [۵] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۲ [۶] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۱ ۔ [۷] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۲ و صحیح مسلم ص ۳۵۲ ج ۱ باب صحۃ الصوم الخ۔

Marfat.com

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ

اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگوں کے

ع ۲۳ ۷ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ

مال میں سے مارے گناہ کے اور تم کو معلوم ہے تجھ سے پوچھتے ہیں نیا چاند کا نکلنا تو کہہ یہ وقت

مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ

ٹھہرے ہیں واسطے لوگوں کے اور واسطے حج کے اور نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ چھت پر سے لیکن

الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۸۹﴾

نیکی وہی جو کوئی بچتا رہے اور گھروں میں آؤ دروازوں سے اور اللہ سے ڈرتے رہو شاید تم مراد کو پہنچو

کہہ چکا ہے آپ کو ہم لوگوں سے کیا نسبت ہے آپ نے جواب دیا کہ میں بہ نسبت تمہارے خدا سے زیادہ ڈرتا ہوں[ع] اور اس حدیث کے مخالف حضرت ابوہریرہؓ کی ایک یہ حدیث کہ جب صبح کی اذان ہو جاتے اور کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں ہو تو وہ شخص اس دن روزہ نہ رکھے اس فتوے سے آخرت کو حضرت ابوہریرہؓ نے رجوع کیا ہے اور پہلے حدیث کے موافق اجماع منعقد ہو چکا ہے[۱]۔ اعتکاف کی حالت میں مباشرت منع ہے اعتکاف میں بعض کے نزدیک روزہ شرط ہے اور سنت یہ ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف ہو[۲] روزوں کے آخر پر اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کسی خاص جگہ میں بیٹھنے کو شرع میں اعتکاف کہتے ہیں۔ جامع مسجد میں اعتکاف اولیٰ ہے ؎

۱۸۸۔ اوپر کی آیت میں کھانے پینے کا ذکر آیا تھا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قید لگا دی کہ اسی مال کے کھانے پینے کی اجازت تم کو دی گئی ہے جو حق طور پر ہو اور شریعت نے اس کا کھانا پینا اور برتنا تمہارے لئے جائز رکھا ہو اور آپس میں ایک شخص دوسرے کا مال آپس کی خیانت یا حاکموں سے خلاف واقع کرا کے ہرگز نہ کھائے آپس کی خیانت کی صورتیں یہ ہیں کہ مثلاً کسی کی امانت لے کر مکر جائے یا جوئے میں کسی کا مال جیت لیوے یا حاکم ہو کر کسی محکوم سے رشوت لے لیوے اور حاکموں سے خلاف واقع فیصلہ کرانے کی صورتیں یہ ہیں کہ جھوٹی قسم یا جھوٹی گواہی دے کر یا دلا کر یا چرب زبانی سے ناحق بات کو حق جتلا کر فیصلہ کرا لیا جائے صحیحین میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں بشریت کے سبب سے کسی شخص کی چرب زبانی پر اس شخص کو کچھ مال یا کوئی چیز دلانے کا فیصلہ اگر میں کر دوں گا تو یہ یاد رہے کہ وہ مال اور وہ چیز آخرت میں اس شخص کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے[۳]۔ اس حدیث اور اس آیت کے مطلب سے معلوم ہوا کہ حاکم کا ظاہر کا فیصلہ باطن کے ناحق کو حق نہیں کرتا[۴] ؎

۱۸۹۔ بعضے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ حضرت چاند کا یہ کیا حال ہے کہ شروع مہینے میں بالکل پتلا ہوتا ہے پھر

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۳ [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۴ [۳] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۵ [ع] صحیح مسلم ص ۳۵۴ ج ۱ باب صحۃ الصوم الخ

Marfat.com

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو لڑتے ہیں تم سے اور نہ زیادتی کرو اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ

اور مارو ان کو جہاں پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا اور دین سے بچلانا

مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ

مارنے سے زیادہ ہے نہ لڑو ان سے مسجد الحرام پاس جب تک وہ نہ لڑیں تم سے پھر اگر وہ لڑیں

فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٩٢﴾ وَقَاتِلُوهُمْ

تو ان کو مارو یہی سزا ہے منکروں کی پھر اگر وہ باز آویں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے لڑو ان سے

حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٩٣﴾

جب تک نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ کا پھر اگر وہ باز آویں تو زیادتی نہیں مگر بے انصافوں پر

بڑھتا جاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا پھر آخر مہینہ میں کبھی ایک رات کبھی دو راتیں بالکل نکلتا ہی نہیں اس پر اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل آیت کا یہ ہے کہ چاند کی اس حالت میں بڑی حکمت ہے اٹھائیس منزلیں اور بارہ برج جن کے علیحدہ نام ہیں چاند کے لئے مقرر کئے گئے ہیں جن کی تفصیل سورہ یونس اور یٰسین میں آئے گی۔ ان میں سے چاند ایک منزل جب طے کرتا ہے تو ایک رات ہوتی ہے اور دو منزلیں اور ایک منزل کا تیسرا حصہ جب طے کرتا ہے تو ایک شبانہ روز ہوتا ہے اور پوری منزلیں اور برج طے کرتا ہے تو ایک مہینہ ہوتا ہے اور سب برجوں کے باراں پھیرے جب کرتا ہے تو ایک سال ہوتا ہے۔ اس مہینہ اور سال پر لوگوں کے ہزارہا دین دنیا کے کام مثلاً لین دین۔ تجارت کے وعدے۔ عمر۔ حیض و عدت کا حساب۔ موسم حج منحصر ہیں۔ حج کا ذکر خاص کر اللہ تعالٰے نے دو وجہ سے فرمایا ایک تو یہ کہ اہل مکہ نے چاند کا یہ حساب چھوڑ کر حج کے لئے ایک اپنا فرضی حساب نکال رکھا تھا۔ اس حساب سے کبھی سوا ذوالحجہ کے اور مہینے میں حج کا موسم ٹھہرا لیتے تھے جس کا ذکر سورہ توبہ میں آئے گا۔ چاند کا حساب بتلا کر اللہ تعالٰے نے اس فرضی حساب کو باطل کر دیا۔ دوسرے اہل مدینہ میں یہ دستور تھا کہ احرام باندھنے کے بعد حالت احرام میں گھر کے دروازہ سے گھر میں نہیں آتے تھے۔ بلکہ یا دیوار پر سے سیڑھی لگا کر یا گھر کی پچھلی دیوار میں نقب لگا کر آیا کرتے تھے اس کو بھی اللہ تعالٰے نے فرما دیا کہ یہ کوئی شرعی بات اور نیک بات نہیں اس سے معلوم ہوا کہ دین میں جب تک کوئی بات کسی دلیل شرعی سے نہ ثابت ہو وہ نیک بات نہیں قرار پا سکتی اور اللہ اس کو پسند نہیں فرماتا۔ بلکہ وہ بدعت ہے۔ اور ہر مسلمان پر اس کا چھوڑ دینا لازم ہے ؏

۱۹۰-۱۹۳- ہجرت سے پہلے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو قوت اسلام نہ ہونے سے اور مسلمانوں کی جماعت تھوڑی ہونے سے جہاد کا حکم نہ تھا۔ ہجرت کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور انصار

Marfat.com

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا

حرمت کا مہینہ مقابل حرمت کے مہینے کے اور ادب رکھنے میں بدلا ہے پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو

عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

جیسے اس نے زیادتی کی تم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے جان رکھو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے ؛

لوگوں کے سبب سے مسلمانوں کی جماعت کو غلبہ ہو گیا تو اس آیت میں جہاد کا حکم اترا۔ اور مکہ میں درگذر کرنے کی جتنی آیتیں تھیں وہ سب اس حکم سے منسوخ ہو گئیں۔ اس آیت میں یہ جو ارشاد فرمایا کہ جو تم سے لڑیں ان سے لڑو۔ علماء مفسرین کے نزدیک اس کے دو معنے ہیں ایک تو یہ کہ عورتیں بچے۔ بوڑھے جو تم سے لڑنے کے قابل نہیں ان سے مت لڑو اور ان کو مت مارو۔ اس صورت میں یہ آیت کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہے۔ دوسرے معنے یہ کہ عورتوں اور بچوں اور بڈھوں کے سوا بھی جو جوان مرد تم سے لڑیں اور مقابلہ کریں ان سے ہی لڑو۔ بلا مقابلہ کرنے والے سے مت لڑو اس صورت میں یہ آیت آگے کی اس آیت سے کہ لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے کفر منسوخ ہے اور مسجد حرام کے نزدیک لڑائی کرنے میں بھی بعضے علماء مفسرین نے اس شرط کو کہ فقط مقابلہ کرنے والے سے ہی حرم کی حد میں رفع شر کی غرض سے لڑو، منسوخ کہا ہے اور ان کے نزدیک حرم کی حد میں بھی مشرکین سے محض ان کے شرک کی وجہ سے لڑائی جائز ہے خواہ مشرک لوگ مقابلہ کریں یا نہ کریں لیکن صحیحین کی اس حدیث کی بنا پر جس میں آپ نے فرما دیا ہے کہ حرم شریف کی حد کے اندر قیامت تک لڑائی حرام ہے۔ فتح مکہ کے دن فقط اپنے رسول کو اللہ تعالےٰ نے ایک گھڑی بھر کے واسطے حرم کی حد میں لڑائی جائز فرمائی تھی[۵] یہ مذہب قابل تردد ہے ؛

۱۹۴ ہجرت کے چھٹے سال ذیقعدہ کے مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے زیارت مکہ کا قصد کیا تھا۔ اور جب مکہ کے قریب ایک جگہ حدیبیہ ہے وہاں آپ کا مقام ہوا تو مشرکین مکہ نے وہاں آکر آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا۔ آخر صلح اس بات پر ہوئی کہ اس سال تو آپ مدینہ کو واپس ہوں اور آئندہ سال پھر آئیں۔ اور مکہ کی زیارت کریں۔ اس صلح کا نام صلح حدیبیہ ہے اور اس کا ذکر تفصیل سے سورہ انا فتحنا میں آئے گا یہ ذکر اس وقت کا ہے کہ جب تک مکہ کی فتح نہیں ہوئی تھی۔ اور مشرکین مکہ کا زور باقی تھا اب اس صلح کے موافق ہجرت کے ساتویں سال جب آپ نے ذیقعدہ کے مہینے میں زیارت مکہ کا قصد کیا تو صحابہ کرام کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اگر اب کے بھی مشرکین مکہ نے صلح کو قائم نہ رکھا اور مکہ میں داخل ہونے سے روکا۔ اور اس پر باہم لڑائی کا موقع پیش آگیا تو ذیقعدہ کے مہینے میں لڑنا پڑے گا۔ حالانکہ رجب، ذیقعدہ، ذوالحجہ، محرم یہ چاروں مہینے حرمت والے کہلاتے ہیں اور ان چاروں مہینوں میں لڑائی منع ہے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے

[۵] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۲۷ ؛

Marfat.com

ملع وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور نیکی کرو بے شک اللہ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

چاہتا ہے نیکی والوں کو

یہ آیت نازل فرمائی اور مسلمانوں کو جتلا دیا کہ اللہ کے عدل اور انصاف میں حرمتوں کا بدلہ ہے جب صلح حدیبیہ کے وقت اسی ذیقعدہ حرمت والے مہینے میں ان مشرکوں نے اس مہینے کی حرمت کو اور حرم کی حد کی حرمت کو قائم نہ رکھا تو اگر لڑائی کا موقع پیش آجائے تو کچھ اندیشہ کی بات نہیں ہے اللہ کی طرف سے بدلے کے طور پر تم کو لڑنے کی اجازت ہے۔ مگر اتنا کرنا کہ جس قدر تم پر کسی کی طرف سے زیادتی ہو اتنا ہی اس سے بدلہ لینا بدلہ کی حد سے بڑھ کر زیادتی سے پرہیز کرنا اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

۱۹۵ بخاری نے حضرت حذیفہؓ سے جو شان نزول اس آیت کی بتائی ہے اس کی صراحت حضرت ابوایوب انصاریؓ کی حدیث میں ہے جس کو ابوداؤد، ترمذی، حاکم، نسائی اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے شرط شیخین پر اس کو صحیح کہا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم انصار لوگ چند لڑائیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں لڑ چکے تو ایک دن ہم چند انصاریوں نے خفیہ طور پر آپس میں مشورہ کیا کہ اب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل اسلام بہت ہیں اگر ہم لوگ چند لڑائیوں میں آنحضرت کے ساتھ نہ جائیں تو اس میں ایسا ہوگا کہ مدتوں گھر سے باہر رہنے میں اخراجات جو پڑے ہیں اس کی تلافی ہو جائے گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ اس طرح کے اخراجات سے ہاتھ کو روکنا موجب ہلاکت ہے[1] ایسی ہلاکت میں اپنے آپ کو مت ڈالو۔ اور آئندہ نیک کام میں لگے رہو۔ اس طرح کے برے وسوسوں سے بچو صحابہ کے زمانہ میں یہ ایک بات رائج تھی کہ ایک خاص معاملہ میں ایک آیت نازل ہو کر پھر دوسرا کوئی معاملہ ایسا ہو کہ جس پر اس آیت کا مطلب صادق آتا ہو تو اس دوسرے معاملہ کو بھی آیت کی شان نزول قرار دیتے تھے چنانچہ یہ آیت بھی اسی قسم کی ہے اصل شان نزول تو وہی ہے جو حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابوایوبؓ سے بیان ہو چکی اب نعمان بن بشیرؓ سے طبرانی کی روایت میں یا اور بعض صحابہ سے تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں شان نزول اس آیت میں یہ امر جو بیان ہوا ہے کہ انصار لوگ صدقہ دیا کرتے تھے ایک سال قحط پڑا تو وہ قحط سے ڈر کر صدقہ سے ہاتھ کو روکنے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی یا ایسا شخص جو گناہ کر کے توبہ سے مایوس ہو کر بیٹھ رہے اس کے حق میں یہ آیت اتری ہے یا ایسے مجاہدین جو بلا خرچ جہاد کو چلے جائیں اور وہاں تکلیف اٹھائیں ان کے حق میں یہ آیت اتری ہے مطلب اس سے یہی ہے کہ ان معاملات پر بھی اس آیت کا مضمون صادق آتا ہے۔

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۸ و مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۷۵ یہ تمام روایتیں تفسیر ابن کثیر ج اص ۲۲۹ میں درج ہیں۔

Marfat.com

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روکے گئے تو جو میسر ہو قربانی بھیجو اور حجامت نہ کرو

رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ

سر کی جب تک پہنچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر پھر جو کوئی تم میں مریض ہو یا اس کو دکھ دیا اس

رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ وقفة فَمَنْ تَمَتَّعَ

کے سر نے تو بدلہ دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرتا پھر جب تم کو خاطر جمع ہو جو کوئی فائدہ لیوے

بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ

عمرہ ملا کر حج کے ساتھ تو جو میسر ہو قربانی پہنچائے پھر جس کو پیدا نہ ہو تو تین روزے رکھے

فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ

حج کے وقت میں اور سات روزے رکھو جب تم پھر کر جاؤ یہ دس ہوئے پورے یہ اس کے لیے ہے جس کے گھر والے نہ ہوں

۲۴ ع ۸ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾ ع

رہتے مسجد الحرام پاس اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے ؏

۱۹۶- اس آیت سے حج کا ذکر شروع ہوا حج اسلام کا ایک بڑا رکن ہے حج کی فضیلت میں اور اس وعید کی تاکید میں کہ جس کسی کو قدرت ہو اور وقت پر حج کو نہ جائے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں سورہ آل عمران میں یہ آیت وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا سے حج فرض ہوا ہے اور اس آیت میں یہ تاکید ہے کہ حج اور عمرہ کو پورے ارکان کے ساتھ ادا کیا جائے ارکان حج پانچ ہیں احرام عرفات میں جا کر وقت مقررہ پر ٹھہرنا۔ طواف کرنا۔ صفا مروہ کا دوڑنا سر منڈوانا یا بال کتروانا عمرہ میں عرفات میں جا کر ٹھہرنے کے سوا اور بھی باقی کے چار رکن ہیں سیوطی نے لباب النقول فی اسباب النزول میں[1] تفسیر ابن ابی حاتم کے حوالہ سے یہ جو کہا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کا سوال کرنے آیا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری ہے۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ صحیحین میں جو عمرہ کی بابت سوال کرنے والے شخص کی حدیث ہے اس میں نزول آیت کا ذکر نہیں ہے[2]۔ علماء مفسرین کا اس باب میں بھی اختلاف ہے کہ حج کب اور کونسے سال فرض ہوا ہے بعضے کہتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے حج فرض ہوا ہے۔ مگر یہ قول بالکل شاذ ہے اور بعضے ہجرت کے پانچویں اور بعضے دسویں سال فرضیت حج کے قائل ہیں۔ مگر جمہور مفسرین کا یہ قول ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال حج فرض ہوا ہے۔ اور اسی سال آپ زیارت مکہ کے ارادہ سے مدینہ سے سفر کر کے حدیبیہ تک تشریف لے گئے اور وہاں مشرکین مکہ نے آپ کو روکا اور صلح حدیبیہ ہوئی اور یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص احرام کے بعد روک دیا جائے اور اس سال حج نہ کر سکے تو مقدور کے موافق قربانی کرے

[1] ص ۲۶ طبع مصر ۱۳۵۴ھ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۱۔

Marfat.com

الحج اشهر معلومٰت ۚ فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال

حج کے کئی مہینے ہیں معلوم پھر جس نے لازم کرلیا ان میں حج تو نہ بے پردہ ہونا ہے عورت سے، نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑنا

اعلیٰ درجہ قربانی کا اونٹ ہے اور اوسط درجہ گائے اور ادنیٰ درجہ بکری۔ قربانی کرنے والے کا جو مقدور ہو وہی وہ کرلے اگرچہ بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ روکنا دشمن کا ہی اس آیت میں مراد ہے مگر صحیح حدیثوں میں یہ صراحت آچکی ہے کہ بیماری بھی آیت کے حکم میں داخل ہے۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زبیرؓ بن عبدالمطلب کی بیٹی ضباعہؓ کے پاس تشریف لائے ضباعہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ حضرت میرا ارادہ حج کا ہے۔ لیکن مجھ کو بیماری کا دورہ ہوا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ تم اس شرط سے حج کا سفر کرو کہ جہاں بیماری کا دورہ ہوگا وہیں رک جاؤں گی۔[1] حج اور عمرہ کے ادا کرنے کی تین شکلیں ہیں ایک تو حج کے مہینوں میں حج کا احرام باندھ کر حج کرلیوے اور عمرہ حج کے بعد کرے یا حج سے پہلے سوا حج کے مہینوں کے اور دنوں میں عمرہ کرلیوے حج کے مہینے یہ ہیں۔ شوال۔ ذیقعدہ۔ دس راتیں ذوالحجہ کی دسویں تاریخ ذوالحجہ کی صبح صادق کے شروع ہوتے ہی حج کا موسم پھر باقی نہیں رہتا۔ اس شکل کو افراد کہتے ہیں اور دوسری شکل یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرے۔ اور پھر احرام کھول ڈالے اور عین حج کے وقت پھر حج کا احرام باندھے اس کو تمتع کہتے ہیں اور اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ اس طرح کا شخص ایک جانور کی قربانی کرے یا دس روزے رکھے اور یہ بھی ذکر ہے کہ مسافروں کی راحت کے لئے یہ تمتع جائز ہے اہل مکہ کو یہ تمتع جائز نہیں ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا ملا کر احرام حج کے مہینوں میں باندھا جائے اس کو قران کہتے ہیں سر میں جوئیں پڑ جائیں یا اور کوئی دماغی مرض ایسا ہو جس سے سر کے بال منڈانے ضرور ہوں تو بال احرام کی حالت میں منڈانے کا حکم بھی اس آیت میں ہے جو حکم حدیبیہ کے سفر کے وقت کعب بن عجرہؓ صحابی کے جوئیں پڑ جانے کے وقت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جمہور کے مذہب کے موافق اگرچہ ۶ سنہ ہجری میں حج فرض ہوا ہے۔ لیکن آپ نے فتح مکہ سے پہلے تو اس کراہت کی وجہ سے کہ مکہ اور صفا مروہ میں بت دھرے ہوئے تھے حج نہیں کیا۔ ۸ سنہ ہجری میں فتح مکہ ہو جانے سے بُت تو ٹوٹ پھوٹ گئے۔ مگر مشرک لوگ جاہلیت کی رسم کے موافق برہنہ ہو کر طواف کیا کرتے تھے اس لئے ۹ سنہ ہجری میں حضرت ابوبکرؓ اور علیؓ کو آپ نے موسم حج کے وقت مکہ روانہ فرما کر لوگوں کو اعلان کر دیا کہ ۱۰ سنہ ہجری سے کوئی مشرک یا کوئی برہنہ شخص طواف کرنے نہ پائے گا۔ اور اسی سال میں آپ نے حج کیا جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

۱۹۷۔ جس طرح نماز اور روزہ کا وقت مقرر ہے اسی طرح حج کے مہینے بھی مقرر ہیں اکثر صحابہ اور تابعین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ حج کے مہینے شروع شوال سے ذوالحجہ کی دسویں کی صبح صادق تک ہیں یہاں تک کہ مقام

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۱۔

Marfat.com

فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ
کسی سے حج میں جو کچھ تم نیکی کروگے وہ اللہ کو معلوم ہے اور خرچ راہ لیا کرو کہ بہتر خرچ راہ یہی گناہ سے بچنا ہے

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ ۚ
اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل مندو نہیں تم پر کچھ گناہ کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا

فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا
پھر جب طواف کو چلو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے اور اس کو یاد کرو جس طرح

عرفات میں داخل ہونے سے پہلے اگر کسی شخص کو صبح صادق ہوجائے گی تو اس کا اس سال کا حج فوت ہوجائے گا۔ مگر امام مالکؒ سے ایک روایت ہے کہ آخر ذالحجہ تک حج کے مہینوں کی مدت ہے۔ مگر اس سے اُن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ذوالحجہ کی دسویں کے بعد بھی حج ہوسکتا ہے بلکہ اُن کا مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ ناجائز ہے اور اس ناجائز ہونے کی مدت آخر ذوالحجہ تک ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار عمرے جو ذیقعدہ میں ہوئے ہیں ان کو وہ مخصوصات نبی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں سنت یہی ہے کہ حج کا احرام بغیر حج کے مہینوں کے جائز نہیں ہے[۱]۔ اور یہ ایک اصول حدیث کی مسلم بات ہے کہ صحابی جس روایت کو طریقہ مسنونہ بیان کریں وہ روایت مرفوع حدیث کا حکم رکھتی ہے۔ لیکن بعض علماء نے برس روز تک احرام حج کو جائز رکھا ہے مگر بالاتفاق اولے سب کے نزدیک یہی ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں ہی ہونا چاہیئے۔ احرام باندھنے کے بعد مباشرت اور خلاف شریعت باتوں سے بموجب حکم اس آیت کے جو شخص بچے گا اسی کا حج مقبول ہونے کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے[۲]۔ کچھ لوگ بغیر خرچ کے حج کو چلے جاتے تھے اور پھر لوگوں سے سوال کرکے ان کو تنگ کرتے تھے۔ ان کی تنبیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ آیندہ ایسا کرنے سے پرہیز کرو اور اللہ سے ڈرو" اے عقل مندو فرمایا" اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ سے ڈرنا عقل مندوں کا کام ہے جو خدا سے نڈر ہوکر کچھ کام کرتے ہیں ان کی عقل میں فتور ہے۔ احرام یہ ہے کہ حج یا عمرہ کے شروع کرنے کی نیت کرے اور زبان سے لبیک کہے احرام کے بعد مباشرت، سر کا ڈھانکنا، خوشبو کا ملنا، ناخن کتروانا، شکار کھیلنا، آپس کا لڑائی جھگڑا، بال منڈانے یا کترانے، مرد کو سیا ہوا کپڑا پہننا، عورت کو منہ پر کپڑا ڈالنا یہ سب باتیں منع ہیں ؂

۱۹۸-۲۰۲ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام سے پہلے موسم حج میں مکہ کے پاس تین بازار لگا کرتے تھے ان میں طرح طرح کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ اور سال بھر کی گذران اکثر لوگوں کی اسی خرید و فروخت میں نکل آتی تھی اسلام کے بعد لوگوں کو تردد ہوا کہ اس تجارت کی وجہ سے

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۵ [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۷۔

Marfat.com

هَدٰىكُمْ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ

تم کو سکھایا اور تم تھے اس سے پہلے راہ بھٹکے پھر طواف کو چلو جہاں سے سب

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ

لوگ چلیں اور گناہ بخشواؤ اللہ سے اللہ ہے بخشنے والا مہربان پھر جب پورے کر چکو تم اپنے حج کے کام

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا

تو یاد کرو اللہ کو جیسے یاد کرتے تھے تم اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے زیادہ یاد پھر کوئی آدمی یہ کہتا ہے اے رب ہمارے دے

فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا

ہم کو دنیا میں اور نہیں ہے اس کو آخرت میں کچھ حصہ اور کوئی ان میں یوں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں

حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ النصف أُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا

خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے یہ لوگ انہیں کو ہے حصہ اپنی

كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

کمائی سے اور اللہ جلد لیتا ہے حساب

ہمارے حج میں کچھ فتور نہ پڑتا ہو بلکہ اس طرح کی تجارت پیشہ اور اجرت پیشہ لوگوں کو دوسرے لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ تم حاجی نہیں ہو بلکہ تجارت کی غرض سے مکے کو آئے ہو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس تردد کو رفع کر دیا[1]۔ اس شان نزول پر اکثر صحابہ کا عمل ہے۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ حضرت ہم لوگ مکہ تک اپنے اونٹ کرایہ کر کے آتے ہیں اور اس ذیل میں ہم حج بھی کر لیا کرتے ہیں لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ تمہارا حج نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میری روبرو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس طرح کا ذکر کیا تھا اسی وقت یہ آیت اتری اور آپ نے اس قسم کی تجارت و اجرت پیشہ لوگوں کو خاص طور پر بلا کر اس آیت کا حکم سنا دیا اور فرما دیا کہ تم لوگ بلاشک حاجی ہو[2] یہ حدیث مسند امام احمد بن حنبلؒ میں بھی ہے اور اس کے طریقے کئی ہیں جس سے حدیث کو صحیح کہا جا سکتا ہے اور صحیح بخاری کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اس کی پوری تائید بھی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ احرام کے پہلے اور احرام کے بعد کسی حال میں لوگوں کو تجارت یا اجرت سے منع نہیں کیا کرتے تھے یہ جو فرمایا پھر طواف کو چلو جہاں سے سب لوگ چلیں[3]۔ تفسیر اس کی یہ ہے کہ مکہ سے رات بسے کے راستہ پر عرفات ایک جگہ ہے۔ نویں ذی الحجہ کے زوال کے بعد سے دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے وہاں جا کر ٹھہرنا حج کا ایک بڑا رکن ہے۔ یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے وقت جب آپ نے لوگوں کو حج کے مسائل بتائے تو تین تین دفعہ

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۶ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۹ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۴۰

Marfat.com

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ

اور یاد کرو اللہ کو کئی دن گنتی کے پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو دن میں اس پر نہیں گناہ اور جو کوئی

تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

رہ گیا اس پر نہیں گناہ جو کوئی ڈرتا رہے اور تم ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم اسی پاس جمع ہوگے ؀

آپ نے فرمایا کہ بڑی چیز حج میں عرفات کا ٹھہرنا ہے قریش لوگ اسلام سے پہلے عرفات تک نہیں جاتے تھے کہ عرفات حرم کی حد سے باہر ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ جہاں سے سب لوگ طواف کو چلتے ہیں تم بھی وہیں سے چلا کرو کہ حج میں عرفات کا جانا ضرور ہے یہ اس لئے فرمایا کہ باقی کے ارکان حج اور عمرہ میں مشترک ہیں۔ صرف یہ ایک رکن خاص الخاص حج میں ہی ہے عمرہ میں نہیں ہے جب یہی فوت ہوجائے گا تو خواہ مخواہ حج کا عمرہ رہ جائے گا۔ حاکم کی مستدرک میں مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے وقت عرفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور اسی خطبہ میں فرمایا کہ مشرکین عرفات سے غروب آفتاب کے پہلے اور مزدلفہ سے سورج نکلنے کے بعد واپس ہوا کرتے تھے اب طریقہ اسلامیہ یہ ہے کہ عرفات سے ہم غروب کے بعد اور مزدلفہ سے طلوع سے پہلے منیٰ کو واپس چلے جائیں گے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح شرط شیخین پر کہا ہے[1] قریش لوگ اسلام سے پہلے حج سے فارغ ہونے کے بعد اپنی باپ دادا کی مدح میں قصائد پڑھا کرتے تھے اسلام میں اللہ تعالےٰ کو اس طریقہ کا بدلنا منظور نظر ہوا۔ اس لئے اس آیت میں اس طریقہ کو بدل کر حکم فرمادیا کہ حج سے فراغت کے بعد اُن مدحیہ قصائد کے پڑھنے کا طریقہ موقوف کرکے اللہ کا ذکر کیا جائے اور اللہ سے ایسی دعا مانگنی چاہئے جس میں دین دنیا کی بھلائی ہو فقط دنیا کی بہبودی پر گرویدہ نہیں ہونا چاہئے کہ فقط دنیا کی بہبودی کی گرویدگی آدمی کو آخرت سے محروم کردیتی ہے ؀

۲۰۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ گنے ہوئے دن چار دن ہیں عید الضحیٰ کا ایک روز اور تین روز اس کے بعد کے اور ایک جماعت صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے[2] صحیح مسلم و مسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرما کر یہ فرمایا ہے کہ یہ دن کھانے پینے اور اللہ کی یاد کرنے کے ہیں[3] موسم حج میں لوگ حشر کی طرح جمع ہوتے ہیں۔ اس لئے حج کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے حشر کے دن کے جمع ہونے کو یاد دلایا اور ان دنوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے مراد وہ تکبیرات ہیں جو اُن دنوں میں فرض نماز کے بعد کہی جاتی ہیں اور وہ تکبیرات بھی ہیں جو حاجی لوگ شیطانوں کے کنکریاں مارنے کے وقت اِن دنوں میں کہتے ہیں اور اسلام سے پہلے بعضے لوگ تو مقام منیٰ سے گیارہویں ذی الحجہ کو چلے آتے تھے اور بعضے بارہویں کو اور جلدی کرنے والے دیر کرنے والوں پر اعتراض کرتے تھے اور وہ ان پر اللہ تعالےٰ نے رفع حرج کے لئے دونوں حالتوں کو جائز فرمادیا ؀

[1] مستدرک حاکم ص۲۷۷ جلد ۲ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۴۴۔۲۴۵ [3] صحیح مسلم ص۳۶۰ جلد ۱ کتاب الصیام

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ

اور بعضا آدمی ہے کہ خوش آتی تجھ کو بات اس کی دنیا کی زندگی میں اور گواہ پکڑتا ہے اللہ کو اپنے دل کی بات پر

وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ

اور وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو دوڑتا پھرتا ملک میں کہ اس میں ویرانی کرے اور ہلاک کرے کھیتیاں

وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

اور جانیں اور اللہ خوش نہیں رکھتا فساد کرنا اور جو کہا جاوے اس سے کہ ڈر اللہ سے تو کھینچ لاتا ہے اسکو غرور گناہ پر

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

کہ بس ہے اس کو دوزخ اور بری تیاری ہے

۲۰۴ - ۲۰۶ - بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص اخنس بن شریق منافق کی شان میں یہ آیت اتری ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب آتا تھا تو اسلام کی تائید میں بڑی میٹھی باتیں کرتا تھا اور جب آپ کے پاس سے جاتا تھا تو اسلام کی بدخواہی کی باتیں کرتا تھا اور طرح طرح کے جھگڑے اور فساد کھڑے کرتا تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ واقعہ رجیع کی خبر جب مدینہ میں پہنچی تو بعضے منافقوں نے ظاہر میں تو مسلمانوں کی ہمدردی کے کلمات ان شہداء کی شان میں منہ سے نکالے۔ لیکن باطن میں ان شہداء اور مسلمانوں کی ہجو اور مذمت ان کو مقصود تھی اس پر اللہ تعالےٰ نے ان منافقوں کی مذمت میں اور شہداء رجیع کے مدح میں یہ آیت نازل فرمائی واقعہ رجیع کی پوری تفصیل تو بخاری میں ہے حاصل اس واقعہ کا اسی قدر ہے کہ جنگ احد کے بعد دس صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسی کے طور پر قریش کی خبر لانے کے لئے روانہ فرمایا تھا اور عاصم بن ثابت صحابی کو باقی کے نو شخصوں پر سردار قرار دیا تھا۔ دن بھر یہ لوگ پہاڑوں میں چھپے رہتے تھے اور رات کو راستہ چلتے تھے ہذیل قبیلہ کے دیہات میں سے ایک گاؤں رجیع ہے وہاں کے پہاڑوں میں ایک روز انہوں نے مقام کیا اور رات کو راستہ چلتے چلتے مدینہ منورہ کی سرزمین کے چھوارے جو اُن کے پاس بطور زادراہ کے تھے وہ چھوارے انہوں نے کھا کر گٹھلیاں جنگل میں پھینک دیں ایک عورت اس جنگل میں بکریاں چراتی تھی اس نے بنی لحیان اپنے قبیلہ میں یہ چرچا کیا کہ مدینہ کی سرزمین کے چھواروں کی گٹھلیاں جنگل میں نظر آئی تھیں بنی لحیان نے یہ سُنکر خیال کیا کہ مدینہ کے کچھ لوگ ضرور مخالفانہ اس سرزمین پر آئے ہوں گے اس خیال سے بنی لحیان میں سے سو آدمی کے قریب ہتھیار باندھ کر مدینہ کے لوگوں کو تلاش میں نکلے اور رجیع مقام کے پاس طرفین کا مقابلہ ہوا پہلے بنی لحیان کے لوگوں نے ان دس شخصوں سے یہ کہا تھا کہ اگر تم ہتھیار ڈال کر ہماری امان میں آجاؤ تو ہم تمہاری جان بخشی کر دیتے ہیں مگر صحابہ کرام کی ہمت ایسی پست ہمتی کی باتوں کو کب گوارا کرتی تھی۔ حضرت عاصم بن ثابتؓ نے صاف فرما دیا کہ ہم کو مشرکوں کی امان ہرگز منظور نہیں آخر لڑائی شروع ہوئی اور عاصم بن ثابت اور چھ شخص ان کے علاوہ یہ سات صحابی تو شہید ہوئے اور تین شخصوں کو مشرکوں نے قید کر لیا عاصم بن ثابتؓ نے جنگ بدر میں

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

اور کوئی آدمی ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان تلاش کرتا خوشی اللہ کی اور اللہ شفقت رکھتا ہے بندوں پر

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ

اے ایمان والو داخل ہو مسلمانی میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے وہ

لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

تمہارا صریح دشمن ہے پھر اگر ڈگنے لگو بعد اس کے کہ پہنچے تم کو صاف حکم تو جان رکھو کہ اللہ تعالےٰ

مشرکوں کے بڑے نامی سرداروں کو قتل کیا تھا اس جلن سے مشرکوں نے چاہا تھا کہ حضرت عاصمؓ کی لاش بہم پہنچا کر کچھ بے ادبی کریں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے شہد کی مکھیاں لاش کے گرداگرد بھیج دیں ان مکھیوں نے لاش کی حفاظت کی اور مشرکین لاش تک نہ پہنچ سکے گرفتار شدہ تین شخصوں کو بھی مکہ میں لے جاکر آخر کو مشرکوں نے شہید کر ڈالا جس میں ایک خبیبؓ بھی تھے جن کے شہید ہونے کا بڑا دردناک واقعہ بخاری اور شرح بخاری میں بالتفصیل مذکور ہے[۱]۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ آیت ان دونوں سببوں میں سے خواہ کسی سبب سے یا دونوں سببوں کے مل کر ایک سبب ہو جانے سے نازل ہوئی۔ لیکن آیت کا مضمون عام منافقوں کی شان میں ہے[۲] اور آیت کے معنے ہیں مسلمانوں کو منافقوں کی عادتوں سے پرہیز کرنے اور شہداء رجیع کیسی ہمت اختیار کرنے کی ہدایت ہے ؛

۲۰۷۔ ابو یحییٰ صہیبؓ ایک صحابی تھے آنحضرت کی ہجرت فرمانے کے بعد انہوں نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا اور مکہ سے باہر نکلے مشرکوں نے خبر پاکر ان کے روکنے کا قصد کیا اور راستے میں آکر ان کو روکا انہوں نے روکنے والوں کو مخاطب ٹھہرا کر کہا تمہیں معلوم ہے کہ مکے کے لوگوں میں میں نامی تیر انداز ہوں میں تمہارے قابو کا نہیں ہوں بہتر ہے کہ تم میرا پیچھا نہ کرو اور جو کچھ میرا مال ہے وہ میں نے تم کو دیا۔ جاؤ وہ مال لے لو مشرکین مال لے کر مکہ کو چلے آئے اور حضرت صہیبؓ نے مدینہ کا راستہ پکڑا ابھی یہ مدینہ میں نہیں پہنچے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی حضرت عمرؓ اور چند صحابہ نے اس آیت کو یاد کر کے سرحد مدینہ پر ہی حضرت صہیبؓ کو جا ملے اور ان سے کہا واہ خوب نفع کی تجارت کی انہوں نے کہا اللہ تمہیں دین دنیا کا نفع دے بتاؤ تو سہی کیا بات ہے مجھ کو کونسے تجارت میں نفع ہوا جب حضرت عمرؓ اور اور صحاب نے ان کو اس آیت کے نازل ہونے کا حال تفصیل وار بتایا بعض مفسرین کا قول ہے کہ شہداء رجیع بلکہ عام مجاہدین کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ؛

۲۰۸ - ۲۰۹۔ بعض اہل کتاب جو اسلام لے آئے تھے انہوں نے آنحضرتؐ سے ایک دن عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دے دیں تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ جس طرح ہفتہ کے دن کی تعظیم ہم لوگ یہود ہو کر ادا کیا کرتے تھے ایک رات ہم پھر وہ رسم ادا کر لیں اور اسی رات تورات کی چند آیتوں کے موافق عمل کرنے کا ہمارے دین میں حکم تھا وہ بھی بجا لائیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ناسخ حکم کے معلوم ہو جانے کے بعد منسوخ حکم پر عمل

[۱] صحیح بخاری ص ۵۸۵ باب غزوۃ الرجیع [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۴۶۔

Marfat.com

عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ۲۵

زبردست ہے حکمت والا کیا لوگ یہی انتظار رکھتے ہیں کہ آئے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے

وَ قُضِیَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع سَلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ ع ۱۴ / ۹

اور فیصل ہو جائے کام اور اللہ ہی کی طرف رجوع ہے سب کام پوچھ بنی اسرائیل سے کتنی دیں ہم نے ان کو

اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ

آیتیں واضح اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد اس کے کہ پہنچ چکے اس کو تو اللہ کی مار

الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

سخت ہے ؎

کرنے کا خیال دل میں لانا شیطان کی پیروی ہے اللہ کے حکم کی پیروی نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ سِلْم کے معنے اس آیت میں اسلام کے ہیں ؎

۲۱۰۔ اس قسم کی آیات اور احادیث میں دو مذہب ہیں ایک مذہب تو زمانہ سلف کے متقدمین کا ہے کہ اس طرح کی آیات اور احادیث میں وہ کسی طرح کی تاویل نہیں کرتے بلکہ ان کو ظاہر معنوں میں چھوڑ کر ان کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور ان کی پوری کیفیت اور حالت کو اللہ کے علم پر سونپ دیتے ہیں اور ایک مذہب متاخرین کا ہے جن میں اکثر متاخرین کے فرقہ کے لوگ ہیں اب جن علماء مفسرین نے اپنی تفسیروں کا مدار سلف کے مذہب پر رکھا ہے انہوں نے اس قسم کی آیات کے تحت میں اس مضمون کی حدیثیں بھی نقل کی ہیں اور بلا کیفیت کے ظاہر معنے پر آیت کو زیادہ واضح کر دیا ہے[1] ؎

۲۱۱۔ اوپر یہ تو گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور نبوت سے پہلے یہود لوگ آپ کو اچھی طرح آپ کے اوصاف سے جانتے تھے اور لڑائیوں میں آپ کے نام سے فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے اب جب آپ کے تشریف لانے کے بعد وہ آپ کی نبوت کے منکر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب ٹھہرا کر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ آپ قائل کرنے کے طور پر ان سے ذرا پوچھئے تو سہی کہ سلف سے لے کر اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلائیں جن میں کی ہر ایک نشانی خود ایک نعمت ہے یا کسی بڑی نعمت کا سبب ہے مثلاً من و سلویٰ کا آسمان سے اترنا نشان قدرت الٰہی بھی ہے اور خود نعمت بھی ہے اور ہلاکت فرعون ایسی نشانی ہے جو ان کو نعمت اور بادشاہت ملنے کا سبب ہے اور ان نعمتوں کا پوچھنا ان سے اس غرض سے ہے کہ ان کو ان کی پچھلی نعمتوں کے یاد کرنے سے ان کو یہ بھی یاد آجائے کہ نبی آخر الزماں کا پیدا ہونا بھی ایک ایسی بڑی نعمت ہے جس کی پہلے سے ان کو خود آرزو تھی اور اس نعمت کے طفیل سے اپنے دشمنوں پر فتح کی دعائیں مانگتے تھے اگر اس یاد دہی کا بھی ان پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ اور اللہ کی اس نعمت کی قدر نہ کریں گے تو یہ یاد رکھیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے ؎

---

[1] تفسیر ابن جریر ج ۲ ص ۱۸۳ و ۱۸۶ طبع قدیم و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۴۸ و ۲۴۹ اور سلف ہی کا مسلک حق و صواب ہے

Marfat.com

وقف لازم

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا م وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا

رجھایا ہے منکروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں ایمان والوں سے اور پرہیزگار ان سے

فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۲۱۲) كَانَ النَّاسُ اُمَّةً

اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور اللہ روزی دے جس کو چاہے بے شمار لوگوں کا دین

وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

ایک ہے پھر بھیجے اللہ نے نبی خوشی اور ڈر سنانے اور اتاری ان کے ساتھ کتاب

بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ

سچی کہ فیصل کرے لوگوں میں جس بات میں کہ وہ جھگڑا کریں اور کتاب میں جھگڑا نہیں ڈالا مگر انہوں نے جن کو ملی تھی کتاب

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ج فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا

بعد اس کے کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم آپس کی ضد سے پھر اب راہ دی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات کی جس

فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۲۱۳)

میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ چلا دے جس کو چاہے سیدھی راہ

۲۱۲- حضرت بلالؓ اور عمار بن یاسرؓ اور اس طرح کے غریب صحابہ پر کفار ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ یہی کنگال لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں جن کے بھروسہ پر وہ بڑے بڑے شہر فتح کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور کافروں کو تنبیہ فرمادی کہ تمہارا سارا دارومدار دنیا کی چند روزہ خوش حالی پر ہے اور آخرت کے تم منکر ہو لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے وہ جن کو چاہتا ہے دنیا کی چند روزہ خوش حالی دے دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے دنیا میں تو اس کو تنگ حال رکھتا ہے مگر عقبیٰ میں اس نے اپنے تنگ حال متقی بندوں کے لئے بڑے بڑے عالی درجے کے عیش رکھے ہیں۔ اس لئے اب تو تمہیں ان غریب مسلمانوں کا حال دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ جس وقت وہ آخرت جس کے تم منکر ہو بالکل آنکھوں کے سامنے آجائے گی اور وہ عالی درجے جو اللہ تعالیٰ بے حساب بخشش کرنے والے نے ان غریب مسلمانوں کے لئے عقبیٰ میں رکھے ہیں ان کو تم دیکھو گے اور اپنے آپ کو ساتویں زمین کے نیچے دوزخ میں پڑے ہوئے پاؤ گے تو اس وقت تمہیں اس ہنسی کی قدر کھل جائے گی۔

۲۱۳- حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے مابین کے زمانے تک دس قرن گذرے ہیں ان دس قرنوں میں سب لوگ موحد تھے بت پرستی سرزمین پر کہیں نہیں تھی۔ حضرت نوحؑ سے پہلے اس قوم کے چند نیک آدمی مر گئے جو لوگ ان وفات یافتہ لوگوں کے معتقد تھے ان کو ان نیک لوگوں کی وفات کا ان کی صورتیں آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جانے کا بڑا صدمہ ہوا شیطان نے موقع پاکر ان لوگوں کے جی میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اگر ان مرے ہوئے بزرگ لوگوں کی صورت کے موافق پیتل اور تانبے کی مورتیں بناکر جہاں عبادت خانوں میں وہ نیک لوگ بیٹھا کرتے تھے

Marfat.com

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر آئے نہیں احوال ان کے جو آ گئے ہو چکے تم سے

مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ

پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے یہاں تک کہنے لگا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے کب آئے گی

نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾

مدد اللہ کی اور سن رکھو مدد اللہ کی نزدیک ہے ؛

وہاں وہ مورتیں رکھ لی جائیں اور ان مورتوں کے وہی نام رکھے جائیں جو ان اصل نیک شخصوں کے تھے تو تم لوگوں کا جی بھی عبادت میں ویسا ہی لگے گا جس طرح ان نیک لوگوں کی زندگی میں لگتا تھا اور ان کی صورتیں آنکھوں کے سامنے رہنے سے ان کی وفات کا غم بھی کچھ بھولا رہے گا ان لوگوں نے اس وسوسہ کے موافق وہ مورتیں بنائیں اور رفتہ رفتہ آخر کو ان مورتوں کی پوجا ہونے لگی جو پوجا آج تک بت پرست لوگوں میں قائم ہے۔ اور اس خرابی کی اصلاح کے لئے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کے انبیاء آئے ہیں اور جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اس قدر بت پرستی دنیا سے اٹھ بھی گئی ۔ مثلاً ایک زمانہ وہ تھا کہ مکہ جو خود اللہ تعالیٰ کا گھر کہلاتا ہے وہاں تین سو سے زیادہ بت رکھے ہوئے تھے اور بت پرستوں کے زور کے سبب سے ہر مسلمان کو مکہ سے ہجرت فرض تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے وہ زمانہ کر دیا ہے کہ اور شہروں سے ہجرت کر کے مکہ کو جانا موجب اجر ہے اور مکہ تو کیا جزیرہ عرب میں بھی بت پرستی کا نام نہیں رہا۔ اس آیت میں اتنی بات محذوف ہے کہ جب سے لوگوں نے توحید چھوڑ کر بت پرستی اور آپس کا اختلاف شروع کیا اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے صاحب شریعت انبیاء کو بھیجنا شروع کیا چنانچہ سورہ یونس کی آیت وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا (۱۰:۱۹) میں اللہ تعالیٰ نے اس محذوف کو ظاہر فرمایا ہے اس لئے حاکم نے اپنی مستدرک میں اسی مضمون کی حدیث کی روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے[۱]۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت بھی یہ ہے[۲]۔ کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا فبعث اللہ النبیین الایہ کُل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں[۳] جن میں تین سو تیرہ رسول ہیں۔ پانچ رسول حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ، موسٰےؑ، عیسٰےؑ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولو العزم کہلاتے ہیں[۴] اور صحائف کو ملا کر ایک سو چار کتابیں آسمان سے اُتری ہیں ؛

۲۱۴۔ علماء مفسرین نے کہا ہے کہ جنگ احزاب کے دنوں میں جس کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔ تین دن کے فاقوں کی تکلیف مہینہ بھر تک دشمنوں کی محاصرہ کی تکلیف سخت جاڑہ اور مہاوٹ کے موسم میں مہینہ بھر تک جنگل میں بلا سایہ پڑے رہنے کی تکلیف اس قسم کی تکلیفات سے جب مسلمان بہت ہراساں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسکین کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ تم پر انوکھی یہ مصیبتیں نہیں آئی ہیں بلکہ تم سے پہلے جو لوگ تھے

[۱و۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۰ [۳] مشکوٰۃ ص ۵۱۱ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء [۴] تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۷ ج ۴۔

Marfat.com

وہ بھی اس قسم کی مصیبتیں جھیل چکے ہیں اور جنت کا عیش اٹھانے کے لئے کچھ مصیبت کا جھیلنا ضرور ہے تاکہ مصیبت کے بعد نعمت کی قدر ہو خندق کی لڑائی اس لڑائی کو اس لئے کہتے ہیں کہ لشکر اسلام کے گرداگرد اس لڑائی میں خندق کھودی گئی تھی اور جنگ احزاب اس لئے کہتے ہیں کہ چند گروہ مشرکوں کے چڑھ کر مدینہ میں اس لڑائی میں آئے تھے اس لڑائی کے قصے کا حاصل یہ ہے کہ بنی نضیر یہود کا ایک قبیلہ تھا جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ ان کی عہد شکنی کے جلاوطن کر دیا تھا جس جلاوطنی کا ذکر سورۂ حشر میں آئے گا۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے قریش اور مختلف قبائل سے اپنی عاجزی ظاہر کر کے مدد اور مدینے کی چڑھائی کی خواہش کی اور ان سب قبائل نے بنی نضیر کی خواہش کو مان لیا اور ۵ھ ہجری میں سب قبائل نے جمع ہو کر دس ہزار آدمیوں کی بھیڑ سے مدینہ پر چڑھائی کی۔ مسلمان چھ سات سو کے قریب تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے آنے کی خبر سنکر مدینہ منورہ کے باہر پڑاؤ کیا۔ اور حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے اس پڑاؤ کے گرد خندق کھودی۔ دس دس گز زمین لشکر اسلام کے ہر شخص کے حصے میں آپ نے بانٹ دی تھی۔ ہر شخص اس کو کھودتا تھا۔ اس خندق کے کھودنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو معجزے بھی ظاہر ہوئے۔ ایک تو یہ کہ صحابہ کے خندق کھودنے میں ایک جگہ پر ایسی سخت زمین نکل آئی کہ پھاوڑا وہاں بالکل کام نہیں دیتا تھا۔ ان صحابہ نے آن کر یہ ماجرا آپ کے روبرو بیان کیا آپ نے وہاں جا کر پھاوڑا خود لیا اور پہلے حملے میں تیسرا حصہ اس کھنگر کا کاٹ ڈالا۔ اس کھنگر کے کٹتے وقت اس کے نیچے سے ایک جھلک دھوپ جیسی نکلی اس وقت آپ نے تکبیر زور سے کہی صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی پھر آپ نے فرمایا اللہ اکبر شام کے ملک کے مکانات مجھ کو یہاں سے نظر آ رہے ہیں اور اس ملک کی کنجیاں مجھ کو دے دی گئیں ہیں۔ دوسری دفعہ اسی طرح آپ نے کھنگر کا ٹکڑا پھاوڑا سے توڑا اور ملک فارس کا اور تیسری دفعہ ملک یمن کا ذکر کیا دوسرا معجزہ یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پھاوڑا سے وہ کھنگر توڑتے وقت دیکھا تو آپ کے پیٹ پر پتھر بندھے تھے اور حضرت جابرؓ کو دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ کو تین روز کا فاقہ ہے اس حال کی تاب نہ لا کر حضرت جابرؓ اپنے گھر گئے اور ایک بکری جو ان کے گھر میں تھی اس کو ذبح کیا اور تھوڑے سے جو تھے ان کا آٹا بھی اپنی بیوی سے پیسنے کو کہا اور خود پھر لشکر میں آئے اور خفیہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ حضرت کچھ کھانا میں نے تیار کرایا ہے آپ نے یہ سنکر آٹھ سو کے قریب لشکر کے سب آدمیوں کو اذن عام حضرت جابر کے گھر پر کھانا کھانے کا دے دیا اور حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ جاؤ آٹا ویسا ہی گوندھا ہوا اور ہنڈیا گوشت کی چولہ پر میرے وہاں آنے تک رہنے دینا۔ میں آتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ سب صحابہ رض کرام کو لائے اور سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور روٹی سالن پھر بچ رہا[1]۔

---

[1] غزوہ خندق کی یہ روایت صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۸ باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب میں ہے، اور تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۱۹۱ میں اس آیت کی تفسیر میں اسے ذکر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى

تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں تو کہہ جو چیز خرچ کرو فائدے کی سو ماں باپ ناتے والوں کو اور یتیموں کو

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ

اور محتاجوں کو اور راہ کے مسافر کو اور جو کرو گے بھلائی سو وہ اللہ کو معلوم ہے حکم ہوا

عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ

تم پر لڑائی کا اور وہ بری لگتی ہے تم کو اور شاید تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تم کو اور شاید تم کو

تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ ع ۲۶ ۱۰

خوش لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تم کو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے تجھ سے پوچھتے ہیں مہینے

الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَ

حرام کو اس میں لڑائی کرنے کو تو کہہ لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اس کو نہ ماننا اور

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ

مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا اس کے لوگوں کو وہاں سے اس سے زیادہ گناہ ہے اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے زیادہ ہے

۲۱۵- ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں ابن جریج سے روایت کی ہے کہ بعضے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفل صدقہ کے خرچ کا محل اور موقع دریافت کیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس صورت میں جب کہ نزول اس آیت کا خود نفلی صدقہ کے حکم میں ہے تو زکوٰۃ کی آیت سے اس آیت کو منسوخ ٹھہرانے کی ضرورت نہیں زکوٰۃ کا حکم اور زکوٰۃ کے خرچ کا محل موقع جدا ہے اور اس آیت میں نفلی صدقہ کا حکم اور اس کے خرچ کے محل کا موقع بیان ہوا ہے جو زکوٰۃ سے بالکل جدا ہے خرچ کے محل و موقعوں میں سے ایک موقع جہاد کا بھی ہے کس لئے کہ جہاد میں ہتھیار سواری وغیرہ ضروریات کے لئے خرچ درکار ہوتا ہے اس لئے اسی ذیل میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا بھی ذکر فرما دیا۔ جمہور علماء کے نزدیک جہاد فرض کفایہ ہے؎

۲۱۶- جہاد کے حکم کی تعمیل میں جان کے جانے کے خوف کو زخمی ہو جانے کے اندیشہ کو گھر اہل و عیال چھوٹنے کی تکلیف کو خیال کر کے بعضے لوگ جہاد کے حکم کی تعمیل سے گھبراتے تھے ایسے لوگوں کی ہمت بڑھانے کو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرما دیا کہ تم لوگوں کو علم غیب نہیں ہے اس لئے دنیا کی اکثر چیزوں کی ظاہری حالت دیکھ کر تم ان کو اچھا نہیں جانتے اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں ان کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ جہاد بھی اسی طرح کی چیز ہے کہ اس کا انجام اچھا ہے۔ چنانچہ جہاد کے حکم کی تعمیل میں مسلمانوں کو یا درجہ شہادت عقبیٰ میں ملا یا دنیا میں بادشاہت ہاتھ آئی؎

۲۱۷-۲۱۸- اس آیت کی شان نزول قصہ طلب ہے حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ جنگ بدر سے دو مہینے پہلے آنحضرت کو معلوم

؎ ج ۲ ص ۱۹۳

Marfat.com

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ يَرْتَدِدْ

اور وہ تو لگے ہی رہتے ہیں تم سے لڑنے کو یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے اگر مقدور پاویں اور جو کوئی پھرے گا

مِنْكُمْ عَنْ دِينِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ

تم میں اپنے دین سے پھر مر جائے گا کفر ہی پر تو ایسوں سے ضائع ہوئے عمل دنیا اور

الْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَالَّذِينَ

آخرت میں اور وہ آگ والے ہیں وہ اس میں رہ پڑے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے

هَاجَرُوا وَجٰهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۱۸﴾

ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ امیدوار ہیں اللہ کی مہر کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہوا کہ مشرکین مکہ کے کچھ لوگ کسی قدر کھانے پینے کا سامان بطن نخلہ کے راستہ سے مکہ کو لا رہے ہیں۔ بطن نخلہ طائف اور مکہ کے بیچ میں ایک مقام ہے آپ نے یہ خبر سنکر حضرت عبداللہ بن جحشؓ صحابی کو جو آپ کے چچا زاد بھائی ہیں ایک خط دے کر چند صحابہ کے ہمراہ روانہ کیا اور کچھ یہ نہیں فرمایا کہ ان کو اور اُن کے ساتھیوں کو کہاں اور کس ضرورت سے بھیجا جاتا ہے۔ بلکہ عبداللہ بن جحشؓ سے یہ فرما دیا کہ بسم اللہ کر کے مدینہ سے سفر کر کے دو منزلیں جب تک طے نہ ہوں اس وقت تک یہ خط جو تم کو دیا گیا ہے اس کو ہرگز کھول کر نہ دیکھنا۔ دو روز کے بعد اس خط کو کھول کر پڑھنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہو اس کے موافق عمل کرنا اور اپنے ساتھ کے لوگوں کو بھی یہ خط سنا دینا۔ مگر ان میں سے کسی کو اس خط کی تعمیل پر مجبور مت کرنا دو روز کے بعد عبداللہ بن جحشؓ نے جب وہ خط کھول کر پڑھا تو اس میں بسم اللہ کے بعد یہ لکھا تھا کہ عبداللہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بطن نخلہ پر پہنچ کر قریش کے مقابلہ کا انتظار کریں اللہ چاہے تو اس قافلہ میں سے کچھ مال ہاتھ لگے گا اس خط کو پڑھ کر عبداللہ بن جحشؓ نے اپنے ساتھیوں سے اس خط کا مضمون بیان کیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ اس خط کے موافق میں تم میں سے کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ تم بھی بطن نخلہ تک چلو۔ لیکن میں ضرور وہاں جاؤں گا تم میں سے جس کا جی چاہے مدینہ کو واپس چلے جاؤ۔ عبداللہ بن جحشؓ کے سب ساتھیوں نے مدینے کی واپسی سے انکار کیا اور بطن نخلہ عبداللہؓ کے ساتھ جانے پر مستعد ہو گئے مگر جس روز عبداللہؓ بطن نخلہ میں داخل ہوتے ان کے ساتھیوں میں سے دو شخص ایک سعد بن ابی وقاصؓ دوسرے عتبہ بن غزوانؓ عبداللہؓ کے ساتھ بطن نخلہ اس سبب سے نہ پہنچ سکے کہ ان دونوں صاحبوں کے اونٹ جنگل میں کہیں جاتے رہے تھے یہ دونوں صحابی اپنے اونٹوں کی تلاش میں عبداللہؓ سے چھوٹ گئے عبداللہؓ کے بطن نخلہ پہونچنے کے بعد قریش کا قافلہ بارادہ مکہ کے بطن نخلہ پر آیا اور مسلمانوں نے اس قافلہ پر جس کے ساتھ چار آدمی تھے حملہ کیا اور مشرکین میں کا ایک شخص عمرو بن حضرمی مارا گیا۔ اور ایک فرار ہو گیا اور دو شخص گرفتار ہو گئے۔ عبداللہؓ ان دو قیدیوں اور مال کے اونٹوں کو لے کر مدینہ آئے مگر جس رات عبداللہؓ نے قافلہ پر دھاوا کیا اسی رات رجب کا چاند ہو گیا تھا۔ اس لئے مشرکین مکہ نے بڑا غل مچایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت والے مہینے میں لڑائی اور لوٹ جائز کر لی اور مسلمانوں کو بھی خدشہ پیدا ہوا کہ باوجود اتنے سفر اور اتنی محنت کی۔ لڑائی کے رجب میں آن پڑنے

Marfat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَاۤ

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا تو کہہ ان میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ

اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

فائدے سے بڑا ہے ۔ اور پوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں تو کہہ جو افزود ہو اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ

واسطے حکم شاید تم دھیان کرو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور پوچھتے ہیں تجھ سے یتیموں کا حکم تو کہہ سنوارنا

لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ

ان کا بہتر ہے اور اگر خرچ ملا رکھو تو تمہارے بھائی ہیں اور اللہ کو معلوم ہے خرابی کرنے والا اور سنوارنے والا اور اگر

شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

چاہتا اللہ تم پر مشکل ڈالتا اللہ زبردست ہے تدبیر والا

سے واللہ اعلم[1] خدا کے نزدیک اس لڑائی کا کچھ اجر ملے گا یا نہیں اس لئے اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرمائی جس کے پہلے ٹکڑے میں تو مشرکین کا یہ جواب دیا ہے کہ تم خود حرمت والے مہینے میں کیا کیا بدذاتیاں کر چکے ہو ذرا یاد تو کرو پھر بھلا تمہارا کیا منہ ہے کہ تم مسلمانوں کو حرمت رجب توڑنے کا اولاہنا دیتے ہو اور دوسرے ٹکڑے میں مسلمانوں کو یہ تسکین دی ہے کہ جب تم نے جمادی الثانی کا مہینہ خیال کر کے رجب میں بھولے سے بامید اجر جہاد کیا ہے تو تم کو اپنے بھول کی معافی اور اپنے جہاد کی توقع اللہ سے ضرور رکھنی چاہیے اس آیت کے نزول تک آنحضرت نے بھی قیدیوں کو لشکر اسلام کے حوالہ میں لینے اور مال غنیمت کی تقسیم میں تامل فرمایا تھا آیت کے اترنے کے بعد مال تو آپ نے تقسیم کر دیا اور دونوں قیدیوں کو فدیہ دے کر چھوڑانے کی خواہش مشرکین نے پیش کی پہلے تو آپ نے فرمایا کہ سعدؓ اور عتبہؓ دو آدمی صحیح وسالم جب آجائیں گے اس وقت ہم تمہارے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑیں گے اور اگر ہم نے سنا کہ تم نے موقع پا کر ہمارے دونوں آدمیوں کو شہید کر ڈالا تو ہم بھی تمہارے ان دونوں قیدیوں کو مار ڈالیں گے۔ لیکن بعد میں جب سعد ابن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن عزوانؓ اپنے اونٹوں کو لے کر مدینہ میں داخل ہوگئے تو آپ نے ان دونوں قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا[2]۔ رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم ان مہینوں میں دفع شر کے طور پر لڑنا جائز ہے خود لڑائی کی ابتدا اپنی طرف سے جائز نہیں ہے بعضے مفسروں کا یہ قول ہے کہ ان چار مہینہ کی لڑائی پہلے منع تھی پھر آیت قاتلوا المشرکین کافۃ اور اس قسم کی اور آیتوں سے یہ ممانعت منسوخ ہوگئی۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ عام حکم سے فاذا انسلخ الاشھر الحرم خاص حکم منسوخ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ زیادہ تفصیل اس کی سورہ توبہ میں آئے گی ؛

۲۱۹-۲۲۰۔ اس آیت میں تین سوال ہیں جو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے تھے اور اللہ تعالٰے نے ان تینوں کا جواب ایک ہی جگہ اس آیت میں نازل فرمایا ہے پہلا سوال شراب کے متعلق تھا اور شراب کی چار حالتیں زمانہ اسلام میں

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۲ - ۲۵۳ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۴ ؛

Marfat.com

رہی ہیں پہلی حالت تو یہ ہے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے مکہ میں تھے اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مدینہ میں تشریف رکھتے تھے تو شراب حلال تھی چنانچہ سورہ نحل میں جہاں دودھ اور شہد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بطور اپنی نعمتوں کی یاد دہی کے فرمایا ہے وہاں شراب کا بھی ذکر فرمایا ہے اس لئے جنگ احد میں چند صحابہ ایسے شہید ہوئے جو شراب کے نشہ میں مخمور تھے جن کا ذکر سورہ مائدہ میں آئے گا۔ اور جس زمانہ میں شراب حلال تھی تو شراب پی کر حالت نشہ میں اکثر لوگوں میں جھگڑے اور فساد رہتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی نوبت مار پیٹ کی بھی آجاتی تھی اس حالت کو دیکھ کر حضرت عمرؓ اور معاذ بن جبلؓ اور چند انصار نے آنحضرت کے پاس آکر عرض کیا کہ حضرت شراب اور جوئے کی بابت کوئی خاص فتویٰ درکار ہے ان دونوں چیزوں کے جاری رہنے میں سوا نقصان ہوش و حواس اور نقصان مال کے کوئی فائدہ متصور نہیں ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ شراب اور جوئے میں فائدہ تھوڑا ہے اور خرابیاں بہت ہیں علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت گویا شراب کے حرام ہونے کی تمہید ہے اس حکم پر بعضے لوگوں نے تو شراب چھوڑ دی اور بعضے پیتے رہے یہ گویا شراب کی دوسری حالت ہے اس دوسری حالت میں یہ ہوا کہ بعضے صحابہ نے نشہ کی حالت میں قرآن شریف نماز میں غلط پڑھ دیا جس پر سورہ نساء کی وہ آیت نازل ہوئی جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے منہ کی کہی ہوئی بات کے سمجھنے کی ہوش و حواس جب تک نہ ہوں تو نماز کا قصد کوئی شخص نہ کرے یہ شراب کی تیسری حالت ہے اس کا ذکر تفصیل سے سورہ نساء میں آئے گا اس آیت کے نزول کے بعد نماز کے اوقات ٹال کر لوگ شراب پیا کرتے تھے ایک روز عتبان بن مالکؓ کے گھر ولیمہ کی دعوت تھی وہاں دعوت میں لوگوں نے خوب شراب پی اور ایک انصاری نے شراب کے نشہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا سر پھوڑ ڈالا حضرت عمرؓ نے پھر اللہ سے دعا مانگی کہ یا اللہ شراب کی بابت کوئی صاف حکم نازل فرما اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی آیت شراب اور جوئے کی حرمت میں نازل فرمائی اور مشرکین اپنی عبادت کے لئے بتوں کی بھینٹ میں جو جانور ذبح کیا کرتے تھے اس آیت میں ان جانوروں کے گوشت اور شراب کو ایک ساتھ ذکر فرما کر آیندہ کے لئے شراب کو قطعی حرام فرمادیا اور یہ شراب کی چوتھی حالت ہے جس کی پوری تفصیل سورہ مائدہ میں آئے گی۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ نفلی صدقہ میں کس قدر مال خرچ کیا جاسکتا ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہ جواب نازل فرمایا کہ آدمی کی ذات اور اہل و عیال کے خرچ سے جو بچے اس کو آدمی نفلی صدقہ میں خرچ کر سکتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فتویٰ دیا کہ تیرے پاس جو کچھ ہو پہلے اپنی ذاتی ضرورت میں اس کو خرچ کر اور جب اس سے بچے تو اپنے اہل و عیال میں خرچ کر اور جب اس سے بچے تو نفلی صدقہ دے[۲]۔ تیسرے سوال کی صراحت یہ ہے کہ جب سورہ نساء میں یتیموں کے مال کی نسبت یہ سخت حکم اترا کہ جو لوگ یتیموں کا مال زبردستی اور بےجا طور پر کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھر رہے ہیں

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۵ بحوالہ مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۶

Marfat.com

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ

اور نکاح میں نہ لاؤ شرک والی عورتیں جب تک ایمان نہ لاویں اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے کسی شرک والی سے اگرچہ تم کو خوش آوے

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ

اور نکاح نہ کردو شرک والوں کو جب تک ایمان نہ لاویں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے کسی شرک والے سے اگرچہ تم کو خوش آوے

اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ

وہ لوگ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور اللہ بلاتا ہے جنت کی طرف اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے اور بتاتا ہے

اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ ع ۲۷ ع ۵ ۱۱

اپنے حکم لوگوں کو شاید وہ چوکس ہو جاویں ؏

تو اس پر جن لوگوں کی پرورش میں کچھ یتیم تھے ان لوگوں نے ڈر کر یتیموں کا کھانا بھی اپنے کھانے سے جُدا کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یتیموں کی بابت مسئلہ پوچھا کہ ہم کس طرح کا برتاؤ یتیموں کے ساتھ آخر کھانے پینے میں رکھیں اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ یہ لوگ چاہے اپنا اور یتیموں کا کھانا ملاکر ایک جا پکائیں چاہے علیحدہ پکائیں اصل حکم اتنا ہی ہے کہ نیت خیر رکھیں اور یتیموں کا مال بے جا صرف نہ کریں ؎

۲۲۱- فتح مکہ سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو جن کی کنیت ابو مرثدؓ ہے مکہ کو اس غرض سے بھیجا تھا کہ مکہ میں جو لوگ مسلمان ہیں ان کو مخفی طور پر مدینہ میں لے آئیں جب ابو مرثدؓ مکہ کو پہنچے تو ایک عورت مشرکہ نے جس کا نام عناق تھا ابو مرثدؓ سے نکاح کی خواہش کی ابو مرثدؓ نے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں تو پھر اس کا جواب دوں گا جب ابو مرثدؓ مدینہ میں واپس آئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عناق کی خواہش کا ذکر کیا اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ مسلمان مرد کو مشرک عورت سے اس وقت تک نکاح نہیں کرنا چاہیے جب تک وہ عورت مسلمان نہ ہو جاوے اور مشرک عورت سے مراد اس آیت میں بت پرست یا آتش پرست عورتیں ہیں اہل کتاب عورتیں نہیں ہیں کس لئے کہ اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مرد کو نکاح کرنا جائز ہے چنانچہ اس کا ذکر سورہ مائدہ میں آئے گا حضرت عمرؓ کی یہ حکایت جو مشہور ہے کہ آپ کو جب خبر ہوتی تھی کہ کسی مسلمان مرد نے اہل کتاب عورت سے شادی کر لی ہے تو فوراً ان دونوں میں تفریق کرا دیتے تھے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ اہل کتاب عورتوں کا نکاح حرام جانتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ خیال تھا کہ اہل کتاب عورتوں کے نکاح کے مسلمانوں میں زیادہ رواج پا جانے سے مسلمان عورتوں کی ایک طرح کی ناقدری نہ ہو جائے۔ اسی مصلحت سے حضرت عمرؓ اہل کتاب عورت سے کسی مسلمان کا نکاح پسند نہیں فرماتے تھے چنانچہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں شقیق ابن سلمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہؓ صحابی نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے

ے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۶ بحوالہ ابن جریر، ابوداؤد، نسائی، حاکم وغیرہ ؎

Marfat.com

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا

اور پوچھتے ہیں تجھ سے حکم حیض کا تو کہہ وہ گندگی ہے سو تم پرے رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور

تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ

نزدیک نہ ہوان سے جب تک پاک نہ ہوویں پھر جب ستھرائی کر لیں تو جاؤ ان پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے

اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿۲۲۲﴾

اللہ کو خوش آتے ہیں توبہ کرنے والے اور خوش آتے ہیں ستھرائی والے ؎

ان سے ناراضی ظاہر کی اور اس عورت کے چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ حضرت حذیفہؓ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ اہل کتاب عورتوں سے نکاح حرام جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں حرام تو نہیں جانتا مگر یہ خیال گذرتا ہے کہ رفتہ رفتہ کہیں مسلمان عورتوں کی ناقدری نہ ہو جائے[۱]۔ اور بعض مفسروں نے حضرت عمرؓ کے اس عمل درآمد کی تائید میں یہ جو کہا ہے کہ سورہ مائدہ کی آیت اس آیت سے منسوخ ہے یہ قول ضعیف ہے کیونکہ سورہ بقر پہلے نازل ہوئی اور سورہ مائدہ بعد۔ عبداللہ بن رواحہؓ ایک صحابی تھے ان کے گھر میں ایک حبشی لونڈی تھی ایک روز انہوں نے غصہ میں اس لونڈی کے ایک طمانچہ مار دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا وہ لونڈی کیسی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا کلمہ پڑھتی ہے نماز روزہ سے بھی واقف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ مسلمان ہے عبداللہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کھا کر وعدہ کیا کہ میں اس لونڈی کو آزاد کرتا ہوں اور اس سے نکاح بھی کر لوں گا۔ چنانچہ پھر انہوں نے اپنے وعدے کے موافق اس سے نکاح بھی کر لیا عبداللہؓ کے چند دوستوں نے ان کو اولاہنا دیا اور ایک مشرک آزاد عورت کا حوالہ دے کر کہا کہ لونڈی کی بہ نسبت تو وہ اچھی تھی اس پر اللہ تعالےٰ نے اس آیت کا یہ دوسرا ٹکڑا نازل فرمایا کہ مسلمان لونڈی آزاد سے بہتر ہے[۲]۔

۲۲۲۔ مسلم[۳] میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ یہود میں یہ دستور تھا کہ جب عورت کی حیض کی حالت ہوتی تو اس کے ساتھ کھانا پینا ایک گھر میں رہنا سب کچھ چھوڑ دیتے صحابہ نے یہود کا یہ حال دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں مسئلہ پوچھا اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ سوائے صحبت کے اور سب طرح کا اختلاط حائضہ عورت سے جائز ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ حائضہ عورت سے کہاں تک اختلاط جائز ہے آپ نے فرمایا کہ سوائے مباشرت کے اور سب کچھ جائز ہے[۴]۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی عورت سے حیض کی حالت میں صحبت کی یا اغلام کیا یا نجومی سے کوئی غیب کی بات پوچھی تو اس نے قرآن کو جھٹلایا[۵]۔ بعض علماء کا یہ بھی مذہب ہے کہ جو شخص حیض کی حالت میں اپنی عورت کے پاس جائے تو ابتداء حیض کے دنوں میں جب تک خون کی رنگت رہتی ہے اس وقت تک

[۱] تفسیر ابن جریر ج ۲ ص ۲۱۲ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۷ [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۸ [۳] صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۳ [۴] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۹ بحوالہ ابوداؤد [۵] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹ ؎

Marfat.com

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تمہاری سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو اور آگے کی تدبیر کرو اپنے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۲۳)

اور جان رکھو کہ تم کو اس سے ملنا ہے اور خوش خبری سنا ایمان والوں کو ۔

ایک اشرفی اور آخری ایام حیض میں آدھی اشرفی وہ شخص صدقہ دیوے اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ ایسے شخص کو توبہ کافی ہے۔ حیض کے زمانہ میں نماز روزہ قرات قرآن اور قرآن کے ہاتھ لگانے سے عورت کو باز رہنا چاہئے۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حائضہ عورتوں کو قضا کے روزوں کا حکم دیا جاتا تھا۔ نماز کی قضا کا نہیں[۱]۔

۲۲۳- صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ یہود لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ پیٹھ کے پیچھے سے جو کوئی شخص اپنی عورت سے صحبت کرے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے[۲]۔ بلکہ سوائے کروٹ کے بل کے اور کسی پہلو سے کسی طرح یہود لوگ مباشرت کو جائز نہیں قرار دیتے تھے اس کا چرچا صحابہ میں ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ عورت کی مثال بمنزلہ زمین کے ہے اور نطفہ کی مثال بمنزلہ بیج کے اور اولاد کی مثال بمنزلہ پیداوار کے اس لئے جس طرح کاشتکار کو اپنی زمین میں ہر طرح بیج ڈالنے کا اختیار ہے۔ اسی طرح تم کو بھی ہر پہلو سے اپنی عورتوں سے مباشرت جائز ہے کھیتی کی مثال کے ساتھ مباشرت کی اجازت جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن علماء نے اس آیت سے عورت سے اغلام کے جائز ہونے کا مطلب نکالا ہے وہ منشائے آیت اور مرضی الٰہی کے مخالف ہے خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد حدیثیں اس مطلب کی حرمت اور سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں ترمذی اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت سے اغلام کرے گا اس کی طرف نظر رحمت سے اللہ تعالیٰ نظر نہ فرمائے گا[۳]۔ مسند امام احمد بن حنبل میں خزیمہ بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اغلام سے سخت ممانعت کی ہے[۴]۔ اور زیادہ تو یہ اغلام کے جائز ہونے کا مطلب اس آیت سے نکالنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے چنانچہ ابوداؤد میں بھی اس کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ خدا عبداللہ بن عمرؓ پر رحمت کرے انہوں نے اس مسئلہ میں لوگوں کو وہم میں ڈال دیا ہے اکثر روایت اس مسئلہ کی نافع کے واسطے سے لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تک پہنچاتے تھے ایک دن خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے ابو نصر سالم بن عبداللہؓ نے نافع سے پوچھا کہ اکثر لوگ تمہارا نام لیتے ہیں کہ تم اپنے آقا اور میرے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے اغلام کے جائز ہونے کی روایت کیا کرتے ہو نافع نے جواب دیا کہ جو لوگ میری طرف اس روایت کو منسوب کرتے ہیں وہ میرے اوپر بہتان کرتے ہیں اصل بات تو اتنی ہے کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن عمرؓ قرآن شریف

---

[۱] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶ [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۰ [۳] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۲ [۴] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۳

Marfat.com

پڑھتے تھے اور میں ان کی خدمت میں حاضر تھا جب اِس آیت کی تلاوت تک پہنچے تو مجھ سے فرمایا کہ نافع اس آیت کی شانِ نزول معلوم ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ یہود لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سوائے کروٹ کے بل کے اور کسی پہلو سے مباشرت جائز نہیں ہے اور یہود کے پڑوس کے سبب سے ہجرت سے پہلے انصار میں بھی یہی رسم پھیل گئی تھی۔ جب مہاجر لوگ مدینہ میں آئے اور انصار کی بعضی عورتوں سے مہاجرین کے نکاح ہوئے تو مہاجرین نے قریش کی عادت کے موافق کبھی کروٹ سے کبھی چت غرض ہر طرح مباشرت کی عادت اختیار کی انصار کی عورتوں نے اس کا چرچہ کیا اور رفتہ رفتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ ذکر آیا اور اس پر یہ آیت اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی یہ روایت نسائی میں ابو نضر سالم بن عبداللہ رضؓ سے مروی ہے[1]۔ اور اس روایت کو محدثین نے صحیح کہا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ متعدد طریقوں سے بواسطہ نافع پروردہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے یہ روایت جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ تک پہنچتی تھی اس کی تکذیب خود اُن نافع نے ہی کر دی۔ اسی طرح امام مالکؒ کی طرف جو یہ قول منسوب کیا جاتا ہے اس کی صحت کے بھی اکثر محدثین منکر ہیں[2] اس آیت میں یہ جو ارشاد ہے کہ آگے بھیجو واسطے جانوں اپنی کے" اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس حدیث میں ہے جس کو امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یوں روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت کوئی شخص اپنی بی بی سے مباشرت کا قصد کرے تو بسم اللہ کر کے یہ دعا پڑھے جس دعا کا حاصل یہ ہے یا اللہ ہم کو شیطان سے بچا اور کوئی اولاد ہمارے نصیب میں تو نے لکھی ہے تو اس سے شیطان کو دور رکھ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اس دعا کو پڑھے گا شیطان اس کی اولاد کو کبھی ضرر نہ پہنچائے گا[3]۔ اور اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے تقوے کی وصیت اور ہدایت فرما کر پھر متقی مومنوں کو اپنی ملاقات کی بشارت جو دی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آمنا سامنا تو اللہ تعالےٰ کا اور عام خلائق کا قیامت کے دن ہوگا اس میں تو مسلمان منافق کافر سب شریک ہیں اور ایک دیدار اللہ تعالےٰ کا۔ اگرچہ خاص مسلمانوں کو جنت میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ لیکن وہ عالم برزخ اور حشر اور حساب وکتاب و دخول جنت کے بعد ہے۔ ہاں محض ایمان وتقویٰ کے سبب سے روح کے جسم سے علیحدہ ہوتی ہے۔ خاص مسلمانوں کو فوری طور پر ایک ملاقات جو اللہ تعالےٰ کی نصیب ہوگی وہ سب ملاقاتوں سے پہلے اور جلد ہونے کے سبب سے زیادہ بشارت کے قابل ہے اس ملاقات کی کیفیت ابو داؤد ابن ماجہ مسند امام احمد بن حنبل اور صحیح ابن حبان میں جو بالتفصیل مذکور ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ متقی مسلمان شخص کا جب قبض روح کا وقت آتا ہے تو چند فرشتے جنت کی خوشبو کا بسا ہوا ایک ریشمی کپڑا آسمان سے لاکر جتنی دور تک آدمی کی نگاہ کام دے سکتی ہے اس قدر فاصلہ سے بیٹھے رہتے ہیں اور حضرت عزرائیل اس شخص قریب المرگ کے سرہانے آن کر نہایت سہولت سے قبض روح فرماتے ہیں۔ اور فوراً وہ فرشتے جو دور بیٹھے تھے اٹھ کر پاس آن کر حضرت عزرائیل سے وہ روح لے کر اس خوشبودار کپڑے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۲ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۲ و ۲۶۵ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۵۔

Marfat.com

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ

اور نہ ٹھہراؤ اللہ کو ہتھکنڈا اپنی قسمیں کھانے کا کہ سلوک نہ کرو اور پرہیزگاری اور صلح درمیان لوگوں کے

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۲۲۴) لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ

اور اللہ سنتا ہے جانتا نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمہاری ناکاری قسموں پر لیکن پکڑتا ہے اس کام پر

بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۲۲۵)

جو کرتے ہیں دل تمہارے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا

میں رکھ کر آسمان پر لے جاتے ہیں اور ہر آسمان کے فرشتے اپنی حد تک اس روح کو پہنچاتے جاتے ہیں۔ اور جس طرح دنیا میں بڑی عزت سے اس شخص کا نام لیا جاتا تھا اس طرح اس کا نام لے کر آپس میں ذکر کرتے ہیں کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا ہے اس روح سے اور اور مسلمانوں کی ارواحوں سے آسمانوں پر ملاقات بھی ہوتی ہے وہ ارواحیں اس روح سے دنیا کے کچھ حالات بھی پوچھتے ہیں اور پھر آپس میں کہتے ہیں چلو ابھی اس کو جانے دو ابھی تو اس کو دنیا کا غم والم کا صدمہ باقی ہے غرض رفتہ رفتہ اسی طرح روح کو اللہ تعالیٰ کی پیش گاہ میں وہ فرشتے لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کی روح کو علیین کی روحوں میں لکھ لو۔ اور بالفعل منکر نکیر کے جواب کے لئے وہ روح پھر مردہ کے جسم میں پھیر دی جاتی ہے۔ منافق اور کافر کی روح اس طرح آسمان پر جاتی ہے اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے ہیں۔ بلکہ اس کے زمین پر پھینکنے کا حکم ہو جاتا ہے کہ سجین میں اس روح کو لکھ لو یہ حدیث صحیح ہے۔ چنانچہ منذری نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی تصدیق کی ہے[1] علیین ساتویں آسمان پر وہ مقام ہے جہاں مسلمانوں کے نامۂ اعمال ہیں۔ سجین ساتویں زمین کے نیچے وہ مقام ہے جہاں کافر اور منافقوں کے نامۂ اعمال ہیں۔

۲۲۴-۲۲۵۔ علمائے مفسرین نے اس آیت کی شان نزول دو بتائے ہیں ایک تو یہ کہ عبداللہ بن رواحہؓ صحابی اور ان کے داماد بشیر بن نعمانؓ میں کچھ تکرار ہو گئی تھی اس پر عبداللہ بن رواحہؓ نے قسم کھالی تھی کہ وہ اپنے داماد سے بات چیت نہ کریں گے اور نہ اس کی صورت دیکھیں گے اور نہ اس کے کسی نیک بد میں شریک ہوں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرے یہ کہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جو بہتان باندھا تھا اس بہتان میں مسطح ایک صحابی بھی عبداللہ بن ابی منافق کے صلاح کار تھے ان مسطح کے باپ مسطح کی چھوٹی عمر میں مر گئے تھے اور مسطح کی ماں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میں قرابت تھی اس وجہ سے چھوٹی عمر سے مسطح کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پالا تھا۔ اب جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سنا کہ عبداللہ بن ابی نے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی نسبت بہتان اٹھایا ہے اس میں یہ مسطح بھی شریک ہے تو غصہ میں آکر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسطح کا جو کچھ مقرر کر رکھا تھا وہ موقوف کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی عبداللہ بن ابی منافق نے جو بہتان حضرت عائشہ صدیقہؓ پر باندھا تھا اس کی پوری تفصیل تو سورہ

[1] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۸۹-۲۹۰ طبع مصر۔

Marfat.com

نور میں آئے گی۔ لیکن خلاصہ اس قصہ کا یہ ہے کہ ۶ھ ہجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی مصطلق کی لڑائی سے فارغ ہو کر مدینہ تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں ایک روز پچھلی رات سے حضرت عائشہ صدیقہؓ حاجت کو جنگل میں تشریف لے گئیں ابھی یہ واپس نہیں آئی تھیں کہ اتنے میں قافلہ کے کوچ کا وقت آ گیا اور قافلہ والوں نے اس خالی کجاوہ کو جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سوار ہوا کرتی تھیں یہ خیال کر کے کہ حضرت عائشہؓ اس میں ہیں وہ کجاوہ اونٹ پر لاد دیا اور قافلہ چل نکلا وہاں جنگل میں حضرت عائشہؓ کے گلے کا پوتھوں کا ہار گم گیا تھا اس کے ڈھونڈنے میں ان کو ذرا دیر ہو گئی جب ہار کو ڈھونڈھ کر یہ وہاں تشریف لائیں جہاں قافلہ اترا تھا تو قافلہ روانہ ہو کر بہت دور نکل چکا تھا آخر یہ پریشان ہو کر وہیں جنگل میں لیٹ گئیں اور ان کی آنکھ لگ گئی اتنے میں صبح ہو گئی صبح ان کے کان میں انا للہ کے پڑھنے کی آواز آئی۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو صفوان بن معطلؓ صحابی ہیں ان کو دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنا منہ ڈھانک لیا یہ صفوان قافلہ کے پیچھے رہ گئے تھے جب یہ اس مقام پر پہنچے جہاں قافلہ اترا ہوا تھا تو انہوں نے تن تنہا ایک شخص کو سوتے ہوئے دیکھا پردہ کی آیت کے نازل ہونے سے پہلے صفوان نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا تھا اس لئے ان کو پہچان لیا اور سمجھ گئے کہ قافلہ سے بچھڑ کر یہ یہاں رہ گئیں ہیں ان کے جاگ اٹھنے کی غرض سے صفوانؓ نے انا للہ پڑھی تھی جب یہ جاگ اٹھیں تو صفوان نے اپنا اونٹ بٹھایا اور حضرت عائشہؓ اس پر سوار ہوئیں اور صفوان اونٹ کے ساتھ ہوئے اور قافلہ کے پیچھے یہ دونوں بھی مدینہ میں داخل ہو گئے اس پر عبد اللہ بن ابی اور چند لوگوں نے مل کر ان دونوں پر بدفعلی کا بہتان اٹھایا جس کی برأت اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں نازل فرمائی ہے۔ حاصل معنے اس آیت کے یہ ہیں کہ کسی کام سے رکنے کے لئے اللہ کی قسم کھا کر بعد میں اگر آدمی دیکھے کہ قسم پر قائم نہ رہنے کی صورت میں دینی یا دنیوی کوئی زیادہ فائدہ کی بات ہے تو ایسی حالت میں ضرور اس فائدہ کی بات کو کر لینا چاہئے اور قسم کا کفارہ دے دینا چاہئے قسم کے کفارہ کا ذکر آگے سورہ مائدہ میں آئے گا۔ کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلا دینا ہے یا کپڑا بنا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا یا تین روزے رکھنا صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میری ہر ایک قسم ایسی ہے کہ قسم کھانے کے بعد کوئی چیز اگر میں اس چیز سے بہتر دیکھ پاؤں جس چیز پر میں نے قسم کھائی تو فوراً میں اپنی قسم کا کفارہ دے دوں اور اس بہتر کام کو ضرور کر لوں[1] سوا اس حدیث کے اور بھی صحیح حدیثیں اس باب میں وارد ہوئی ہیں ابو داؤد کی صحیح روایتوں میں یہ بھی ہے کہ قطع رحم۔ یا اور کسی گناہ کے کام کرنے پر اگر آدمی قسم کھا بیٹھے تو اس طرح کے کام کو چھوڑ دینا ہے قسم کا کفارہ ہے جدا کفارہ کی ضرورت نہیں ہے[2]۔ تکیہ کلام کے طور پر جو آدمی کے منہ سے واللہ باللہ نکل جاتا ہے یا ایک بات کو ایک طرح گمان کر کے آدمی قسم کھا لیوے اور حقیقت میں وہ بات اس طرح سے نہ ہو وہ قسم میں داخل نہیں نہ اس کا کفارہ ہے نہ اس پر کچھ مؤاخذہ ہے اسی کو یمین لغو کہتے ہیں اور اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ یمین لغو پر کچھ مواخذہ نہیں

۱؎ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۰ کتاب الایمان والنذور و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۶۔ ۲؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۶۔

Marfat.com

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

جو لوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں سے ان کو فرصت ہے چار مہینے کی پھر اگر مل گئے تو اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

مہربان ہے اور اگر ٹھہرالیا طلاق دینا تو اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔

ہے اور نہ وہ قسم ہے مؤاخذہ کے قابل وہی قسم ہے جو دل کے قصد سے ہو یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ قسم یا اللہ کے نام کی ہوتی ہے۔ مثلاً جیسے اللہ کی قسم یا اللہ کی صفات کی ہوتی ہے مثلاً جیسے اللہ کی جاہ وجلال کی قسم سوا اللہ کی ذات اور صفات کے اور چیزوں کی قسم کھانا جیسے لوگوں میں رواج ہے کہ فلاں کے سر کی قسم یا فلاں کی جان کی قسم یہ بالکل منع ہے صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سب ساتھ تھے حضرت عمرؓ نے کسی بات پر اپنے باپ کی قسم کھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان کو روکا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اس سے منع کیا ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی چیز کی قسم کھاؤ اس لئے جو کوئی قسم کھائے تو اللہ کی کھائے نہیں تو چپکا رہے[1]۔ قسم کھانے کی آدمی کی دو حالتیں ہیں یا آئندہ کی کسی بات پر قسم ہوتی ہے کہ آئندہ اتنی مدت کے بعد ایسا ہوگا۔ یا کسی گذری ہوئی بات پر قسم ہوتی ہے کسی آدمی کو گذشتہ بات معلوم ہو اور پھر وہ لالچ یا رعایت کے سبب سے جان بوجھ کر اصلی حالت کو چھپا کر قسم کھا جائے تو یہ کبیرہ گناہ ہے اور ایسی کو یمین غموس یعنے گناہ میں ڈوبی ہوئی قسم کہتے ہیں ؛

۲۲۶-۲۲۷۔ اسلام سے پہلے عرب میں یہ دستور تھا کہ جو شخص اپنی بی بی سے کسی بات پر خفا ہو جاتا تھا تو کوئی برس دو برس کے لئے اور کوئی ہمیشہ کے لئے اس عورت کے پاس آنے کی اس سے بات چیت کرنے کی قسم کھا لیا کرتا تھا مطلب اس سے عورتوں کو ستانا اور ان کو تنگ کرنا ہوتا تھا کہ عورت دوسرے سے نکاح بھی نہ کر سکے اور یہاں بھی خاوند کی صحبت کو ترستی رہے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے بعد اس طریقہ کو بند فرمانے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اب چار مہینہ کی مدت سے بڑھ کر یہ قسم جس کو ایلاء کہتے ہیں جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے زیادہ مدت کی قسم کھائی بھی تو قاضی چار مہینے کے بعد یا ملاپ کرا دے گا یا طلاق دلا دے گا[2]۔ اب رہا علماء کا یہ اختلاف کہ چار مہینے گذرنے کے ساتھ ہی بغیر خاوند کے طلاق دینے کے خود بخود اس عورت کو کسی قسم کی طلاق پڑجاتی ہے یا نہیں۔ اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے اگر کوئی شخص چار مہینے کی مدت سے کم کی قسم کھائے تو وہ قسم اپنی مدت مقررہ پر ہو جائے گی۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک مہینے[3] کے لئے ازواج مطہرات کے پاس آنے کی قسم کھائی تھی جس کی روایت حضرت انسؓ سے بخاری میں اور مسلم میں جابرؓ سے ہے ؛

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۳ باب لا تحلفوا بآبائکم [2] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۶۸ میں یہ بحث جامع اور مدلل ہے
[3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۰ کتاب الطلاق [4] ص ۸۰۰ ج ا

Marfat.com

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا

اور طلاق والی عورتیں انتظار کرائیں اپنے تئیں تین حیض تک اور ان کو حلال نہیں کہ چھپا رکھیں جو

خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ

پیدا کیا اللہ نے ان کے پیٹ میں اگر ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر اور ان کے خاوندوں کو پہنچتا ہے

بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ص

پھیر لینا ان کا انہی دنوں میں اگر چاہیں صلح کرنا اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا ان پر حق ہے موافق دستور کے

ع ۲۸ ۱۲

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌۢ

اور مردوں کو ان پر درجہ ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا طلاق ہے دو بار تک پھر رکھنا موافق

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

دستور کے یا رخصت کرنا نیکی سے ؕ

۲۲۸- ابوداؤد میں اور تفسیر ابن ابی حاتم میں اسماء بنت یزید بن سکنؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک اس کے خاوند نے اس کو طلاق دی اس وقت تک طلاق شدہ عورت کے لئے کوئی عدت کی مدت مقرر نہ تھی۔ خاص اس کی طلاق کے وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے[1]۔ اور اس آیت میں فقط ان عورتوں کی عدت کا ذکر ہے جن سے نکاح کے بعد مباشرت ہوئی ہو اور جن کی عمر ایسی چھوٹی نہ ہو کہ حیض نہ آتا ہو اور نہ ایسی بڑی عمر ہو کہ حیض بند ہو گیا ہو اور نہ حاملہ ہو کس لئے کہ بلا مباشرت کے عورت اور چھوٹی عمر والی اور بڑی عمر والی اور حاملہ ان سب کی عدت کا حکم علیحدہ علیحدہ آگے آئے گا قرء کے معنے طہر اور حیض دونوں کے ہیں اسی واسطے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیت میں کونسے معنے مراد ہیں جنہوں نے طہر کے معنے لئے ہیں وہ بھی چند وجوہات پیش کرتے ہیں اور جنہوں نے حیض کے معنی لئے ہیں وہ بھی چند وجوہات پیش کرتے ہیں۔ جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے مگر جن علماء نے حیض کے معنے آیت میں لئے ہیں ان کی بڑی وجہ ابوداؤد اور نسائی کی وہ حدیث ہے جو فاطمہ بنت ابی جیشؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اس حدیث میں حیض کے معنے میں قرء کا لفظ استعمال فرمایا ہے[2]۔ اس سند میں منذر بن مغیرہ راوی مجہول ہے ہاں ابن حبان نے اس کو ثقہ لوگوں میں رکھا ہے[3]۔

۲۲۹- ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہؓ سے اور نسائی اور تفسیر ابن جریر و ابن ابی حاتم و عبد بن حمید و ابن مردویہ میں اور صحابہ سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے طلاق کی کوئی حد اور گنتی نہیں تھی جس قدر طلاقیں مرد اپنی عورت کو دے عدت کی مدت کے اندر پھر رجوع کر سکتا تھا بلکہ لوگوں نے عورتوں کی ایذا دہی کی ایک یہ عادت پکڑ رکھی تھی کہ بے گنتی طلاقیں دیتے تھے اور عدت کے اندر پھر رجوع کر لیتے تھے اس طریقہ کے بند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[4] جس سے اب یہ حکم شرعی ٹھہر گیا کہ تین[5] طلاق کے بعد

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۹ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۰ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۰ [4] جامع ترمذی ص ۱۴۳ ج ۱ [5] تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۲ ج ۱

Marfat.com

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ

تم کو روا نہیں کہ لے لو کچھ اپنا دیا ہوا عورتوں کو مگر کہ وہ دونوں ڈریں کہ ٹھیک نہ رکھیں گے قاعدے

اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ

اللہ کے پھر اگر تم لوگ ڈرو کہ وہ ٹھیک نہ رکھیں گے قاعدے اللہ کے تو نہیں گناہ دونوں پر جو بدلا دے کر چھوٹے عورت

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

یہ دستور باندھے ہیں اللہ کے سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کے قاعدوں سے سو وہی لوگ ہیں گنہ گار

کوئی حق رجوع کرنے کا مرد کو باقی نہیں رہا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[1]۔

اس آیت میں دو حکم ہیں شروع آیت میں تو بغیر مرضی عورت کے مرد کو اس مال کے کھانے اور تصرف میں لانے کی ممانعت ہے جو مال مہر کے طور پر یا اور عطیہ کے طور پر ایک دفعہ مرد عورت کو دے چکا ہے اور عورت اس مال کی مالک بن چکی ہے اور آخر آیت میں عورت کے خلع کا حکم ہے۔ ان دو حکموں کی ایک ہی جگہ ایک آیت میں ہونے کے سبب سے حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں اس آیت کے دو شان نزول لکھے ہیں چنانچہ ابو داؤد میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ[2] کی روایت سے پہلے حکم کو بطور شان نزول کے بیان کر کے دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ سے دوسرے شان نزول میں حنہ[3] بنت سہل زوجہ ثابت بن قیسؓ کے خلع کو ذکر کیا ہے[4]۔ اسی طرح تفسیر ابن جریر میں بھی دونوں شان نزول کو ذکر کیا ہے۔ میاں اور بی بی میں ناموافقت ہو کر کچھ مال عورت خاوند کو دے کر مفارقت کر لے تو اس کو خلع کہتے ہیں بکر بن عبد اللہ تابعی سے تفسیر ابن جریر میں اس خلع کی آیت کا سورہ نساء کی آیت واٰتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا (۴۔۲۰) سے منسوخ ہونے کی جو روایت ہے اس کو اکثر علماء نے ایک قول ضعیف ٹھہرایا ہے کس واسطے کہ اول تو بغیر ثبوت نقلی کے محض اجتہاد و رائے سے کسی آیت کو منسوخ نہیں کہا جا سکتا۔ دوسرے جب تک دو حکموں میں باہمی مخالفت نہ ہو ایک حکم کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ نہیں کہہ سکتے ان دونوں آیتوں میں باہم کچھ مخالفت نہیں ہے سورہ بقرہ کی اس آیت میں خلع کا حکم یہ ہے کہ عورت کی طرف سے ناموافقت کی ابتدا ہو اور مرد کی مرضی عورت کو چھوڑنے کی نہ ہو اور عورت اپنی خوشی سے مرد کی مفارقت حاصل کرنے کے لئے کچھ مال کا لالچ دے تو مرد کو یہ مال لینا جائز ہے اور سورہ نساء کی آیت کا حکم یہ ہے کہ مرد کی طرف سے ناموافقت پیدا ہو کہ مرد ایک عورت کو طلاق دینا اور دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے اور جس عورت کو طلاق دینا چاہتا ہے اس کو مجبور کر لے کہ مہر میں سے وہ عورت اس مرد کو کچھ دے کر جائے تو نکاح اور قرارداد مہر کے وقت عہد و پیمان جو عورت کی طرف سے ٹھہر القا یہ مجبوری اس کے صریح مخالف ہے یہ مطالبہ مرد کو ناجائز ہے۔

---

[1] مستدرک حاکم صفحہ ۲۸۰ ج ۲ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۴ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۴ اور ابو داؤد ج ۱ ص ۳۰۳ کی روایتوں میں حنہ کی بجائے حبیبہ کا لفظ ہے تفسیر ابن کثیر کی بعض روایات میں جمیلہ لیکن راجح حبیبہ ہے واللہ اعلم [4] ابو داؤد ج ۱ ص ۳۰۳۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ

پھر اگر اس کو طلاق دی تو اب حلال نہیں اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا پھر اگر وہ شخص

عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا

اس کو طلاق دے تب گناہ نہیں ان دونوں پر کہ پھر مل جائیں اگر خیال کریں کہ ٹھیک رکھیں گے قاعدے اللہ کے اور یہ دستور باندھے ہیں اللہ کے

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

بیان کرتا ہے واسطے جاننے والوں کے اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پہنچیں اپنی عدت تک تو رکھ لو ان کو دستور سے

اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

یا رخصت کرو دستور سے اور مت بند کرو ان کے ستانے کو تا زیادتی کرو اور جو کوئی یہ کام کرے

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

اس نے برا کیا اپنا

۲۳۰۔ تفسیر ابراہیم بن المنذر میں ابو بسطام مقاتل بن حیان سے روایت ہے کہ رفاعہ بن وہب ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بی بی عائشہ بنت عبدالرحمٰن بن عتیک کو تین دفعہ طلاق دے دی اور اس نے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے دوسرا نکاح کر لیا ایک روز اس عورت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بغیر مباشرت کے طلاق دے دی ہے۔ کیا اب میں رفاعہ سے پھر نکاح کر سکتی ہوں آپ نے فرمایا کہ جب تک عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تجھ سے مباشرت نہ کر لیوے رفاعہ کے پاس تو نہیں جا سکتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ اصل حدیث بغیر ذکر شان نزول آیت کے صحاح کی سب کتابوں میں ہے صرف ابوداؤد میں رفاعہ رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ہے غرض یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے صحیح ہے اور یہی حدیث آیت کی تفسیر ہے اور اس شان نزول کی پوری موید ہے جس کو ابن منذر نے روایت کیا ہے خاص حلالہ کی نیت سے جو کوئی نکاح کرے ایسے آدمی پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں آپ نے لعنت فرمائی ہے[1] اس لئے حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ تین طلاق کے بعد اگر وہ عورت دوسرا نکاح کرے اور اس دوسرے خاوند کی نیت محض حلالہ کی نہ ہو اور فقط خلوت نہیں بلکہ مباشرت بھی یہ دوسرا خاوند کر چکے اور اتفاق سے یہ دوسرا خاوند بھی طلاق دے دیوے تو اس حالت میں پہلا خاوند اپنے گذر اوقات حسن اسلوبی سے خیال کرے تو اس عورت سے پھر نکاح کر سکتا ہے حسن معاشرت کی تاکید کے لئے پہلے شوہر کے حق میں ان یقیما حدود اللہ اس لئے فرمایا کہ پہلے ایک دفعہ میاں بی بی میں جھگڑا ہو کر طلاق ہو چکی ہے اب ایسا نہیں ہونا چاہئے ؛

۲۳۱۔ اس آیت میں بھی دو حکم ہیں ایک تو یہ کہ دو طلاقوں کے بعد عدت کے اندر جو کوئی طلاق سے رجوع کر کے اس عورت کو اپنے پاس پھر رکھنا چاہئے تو حسن معاشرت سے اس کو رکھے تا پھر ناموافقت اور طلاق کی نوبت نہ پہونچے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۹ بحوالہ مسند احمد، ترمذی، نسائی وغیرہ ؛

Marfat.com

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا وَّاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ

اور مت ٹھہراؤ حکم اللہ کے ہنسی اور یاد کرو احسان اللہ کا جو تم پر ہے اور وہ جو اتاری تم پر

اَلْکِتٰبِ وَالْحِکْمَۃِ یَعِظُکُمْ بِہٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع ۲۹ ۳ ۱۳

کتاب اور کام کی باتیں کہ تم کو سمجھا دے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب چیز جانتا ہے

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ اِذَا

اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پہنچ چکیں اپنی عدت تک تو اب نہ روکو ان کو کہ نکاح کرلیں اپنے خاوندوں سے جب

تَرَاضَوْا بَیْنَھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِکَ یُوْعَظُ بِہٖ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ

راضی ہو جاویں آپس میں موافق دستور کے یہ نصیحت ملتی ہے اس کو جو کوئی تم میں یقین رکھتا ہے اللہ پر اور پچھلے دن

الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِکُمْ اَزْکٰی لَکُمْ وَاَطْھَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

پر اس میں سنوار زیادہ ہے تم کو اور ستھرائی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ؛

دوسرے یہ کہ عدت نزدیک پہونچنے کے وقت خاص عورت کے ستانے کی غرض سے طلاق نہ دے جس طرح عدت کی مدت بڑھانے کے لئے مثلاً ثابت بن یسارؓ اور اور لوگوں نے گھڑی گھڑی طلاق دینا اور عدت کے اندر رجوع کرنا شروع کیا تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں روکا ہے۔ ان دو حکموں کے سبب سے ان دونوں شان نزول کو ابو جعفر ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

تفسیر ابن منذر میں عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ لوگ طلاق و عتاق کا پہلے اقرار کر کے پھر کہہ دیتے تھے کہ ہم نے تو ہنسی سے کہا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر یہ نعمت ہے کہ رسول وقت تم میں موجود ہیں طرح طرح کے احکام اترتے ہیں اگر تم ان احکام کو جو آیات الٰہی میں ہیں ٹھٹھا ٹھہراؤ گے تو یہ یاد رکھو کہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے یا تو وہ اپنے علم کے سبب سے یہاں دنیا میں تمہارے عتاب کا ایسا کوئی حکم نازل فرمائے گا کہ اس ہنسی کے بدلے تم کو بہت شرمندگی اٹھانی پڑے گی یا عاقبت میں اس ہنسی کا مواخذہ ہو جائے گا۔ ابو داؤد و ابن ماجہ مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نکاح، طلاق اور طلاق رجعی سے عدت میں رجوع کرنا ان تین چیزوں میں ہنسی کا کچھ دخل نہیں ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کیا ہے[1]۔

۲۳۲- بخاری، ابو داؤد، ابن ماجہ اور ترمذی میں معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کا ایک شخص سے نکاح کر دیا کچھ دنوں تو وہ میاں بی بی اچھی طرح سے ساتھ رہے پھر وہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے میری بہن کو طلاق دے دی اور عدت کے اندر اس نے رجوع بھی نہیں کیا جب عدت گذر چکی تو کئی اور جگہ سے بھی اس کے نکاح کا پیام آیا اور اس میرے بہنوئی نے بھی پھر پیام نکاح کا بھیجا میں نے اس اپنے بہنوئی کو برا بھلا کہا اور یہ قسم کھالی کہ اب میں دوبارہ اس سے اپنی بہن کا نکاح ہرگز نہ کروں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[2]۔ بعضے مفسروں نے یہ جو کہا ہے کہ جابر بن عبداللہ

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۱ و مستدرک صفحہ ۱۹۵ ج ۲ ۲؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۲ و صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۹ کتاب التفسیر ص ۲۷۴ ج ۲

Marfat.com

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۖ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ

اور لڑکے والیاں دودھ پلاویں اپنے لڑکوں کو دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ

اور لڑکے والے پر کھانا اور پہننا ان کا موافق دستور کے تکلیف نہیں کسی شخص کو مگر جو اس کی گنجائش ہے

لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ

نہ ضرر چاہیے ماں اپنی اولاد کا اور نہ لڑکے والا اپنی اولاد کا اور وارث پر بھی یہی ذمہ ہے

فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدْتُمْ

پھر اگر دونوں چاہیں دودھ چھڑانا آپس کی رضا سے اور مشورت سے تو ان کو گناہ نہیں اور اگر تم لوگ چاہو

أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ

کہ دودھ پلواؤ اپنی اولاد کو تو تم پر نہیں گناہ جب حوالے کردیا جو تم نے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۲۳۳)

اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے

انصاری کے چچا کی بیٹی بہن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے شاید ان کا مطلب یہ ہے کہ اس معاملہ پر بھی اس آیت کا مضمون صادق آتا ہے ورنہ پہلے شان نزول کی روایت بہت صحیح ہے ترمذی نے اس حدیث کی صحت کی ہے۔ آیت میں عورت کے رشتہ داروں کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ طلاق کی عدت گذر جانے کے بعد وہ عورت کو پہلے خاوند سے نکاح کرنے سے منع کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی جو عورت اپنا نکاح کرلیوے اس کو آپ نے بدکار فرمایا ہے اس باب میں چند روایتیں ہیں جن کے سبب سے ایک روایت سے دوسری کو تقویت ہوجاتی ہے[1]

۲۳۳- ذکر نکاح وطلاق کے بعد اللہ تعالیٰ نے بچے کے دودھ پلانے کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ کبھی عورت مطلقہ بائنہ اس حالت میں ہوجاتی ہے کہ اس کی گود میں دودھ پیتا بچہ بھی ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں فرمایا کہ وہ عورت مطلقہ بچہ کو دو برس تک دودھ پلائے اور بچے کا باپ موافق اپنی حیثیت اور مقدور کے بچہ کی ماں مطلقہ کو روٹی کپڑا دے اور اگر اس مدت میں بچے کے باپ کا انتقال ہوجاوے تو بچے کے وارث دودھ پلانے والی ماں کو روٹی کپڑے کی دودھ پلانے کی مدت تک ذمہ وار رہیں گے پھر یہ فرمایا آپس کی طلاق کی رنجش کے سبب سے نہ ماں دودھ کی مدت کے اندر بچہ کو زبردستی باپ پر ڈال کر چلی جائے نہ باپ زبردستی دودھ کی مدت کے اندر بچہ کو ماں سے چھین لینے کا قصد کرے ہاں ماں باپ دونوں کے مشورہ سے دو برس کے اندر اگر بچہ کے دودھ چھوڑانے کی صلاح ٹھہر جائے تو اس صورت میں دودھ چھوٹ جانے کے بعد دو برس کے اندر بھی بچہ ماں سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے

[1] سنن ابن ماجہ باب لانکاح الا بولی وتحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۷۵-۱۷۶

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ

اور جو لوگ مر جائیں تم میں اور چھوڑ جائیں عورتیں وہ انتظار کرائیں اپنے تئیں چار مہینے

وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

اور دس دن پھر جب پہنچ چکیں اپنی عدت کو تو تم پر نہیں گناہ جو وہ اپنے حق میں کریں موافق دستور کے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

اور اللہ کو تمہارے کام کی خبر ہے ؏

اسی طرح ماں باپ دونوں کی صلاح سے کسی انا کا دودھ بچہ کو پلایا جائے تو جائز ہے مگر جتنے دن ماں نے دودھ پلایا ہے اس کا حق پورا اس کو دے دیا جائے آخر کو فرمایا اللہ سے ڈرو اور اللہ کے حکموں کی پوری تعمیل کرو کیوں کہ اللہ تعالےٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور ایک دن اس کے موافق جزا و سزا دینے والا ہے۔ دودھ پلانے کے مسئلہ کی زیادہ تفصیل آیت وامھاتکم التی ارضعنکم (۴-۲۳) کی تفسیر میں آئے گی۔ دو برس کے بعد دودھ پلانے کا کوئی حکم باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت ام سلمہ رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دودھ کی مدت کے بعد دودھ پلانے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[1]؎

۲۳۴۔ نکاح طلاق اور دودھ پلانے کے مسئلوں کے پھر شوہر کی وفات اور اس کی عدت کا ذکر ہے کہ جس عورت کا شوہر مر جاوے اس کی عدت چار مہینے دس دن کی ہے صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ کسی ایمان دار عورت کو جائز نہیں ہے کہ سوائے اپنے شوہر کے کسی رشتہ دار کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں شوہر کی وفات پر عورت کو چار مہینے دس دن کا سوگ کرنا چاہئے[2] سوگ یہ ہے کہ عدت کے دنوں میں عورت اچھے کپڑے زیور نہ پہنے خوشبو کی چیز کا استعمال نہ کرے غرض سب بناؤ سنگار عدت کے دنوں میں چھوڑ دیوے یہ عدت اس صورت میں ہے جبکہ شوہر کی وفات کے بعد عورت حاملہ نہ ہو ورنہ حاملہ عورت کی عدت کا حکم سورہ طلاق کی آیت واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (۶۵-۵) میں آئے گا کہ اس کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے۔ خواہ چار مہینے دس رات کے اندر ہو یا اس سے بھی زیادہ عرصہ میں ہو حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ حاملہ عورت اگر بچہ کے پیدا ہو جانے سے چار مہینے دس رات کے اندر فارغ ہو جائے تو اس کو چار مہینے دس رات کی عدت پوری کرنی چاہئے اور اگر بچہ سے اس مدت کے بعد فارغ ہو تو بچہ کے پیدا ہونے تک اس کی عدت ہوگی[3] سبیعہ اسلمیہ کے قصہ کی حدیث جو صحیحین وغیرہ میں ہے وہ اس قول کے مخالف ہے حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتویٰ دیا ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد خواہ کسی تھوڑی مدت میں بچہ پیدا ہو جائے حاملہ عورت کی وہی مدت عدت کی ہے[4]۔ ابن عبدالبر نے جو روایت نقل کی ہے۔

---

[1] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۷ [2] صحیح بخاری طبع دہلی ج ۲ ص ۸۰۳ باب تحد المتوفی عنہا اربعۃ اشھر وعشرا و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۵
[3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۴ [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۲ کتاب الطلاق۔

Marfat.com

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ

اور گناہ نہیں تم پر جو پردے میں کہو پیغام نکاح کا عورت کو یا چھپا رکھو اپنے دل میں

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا

معلوم ہے اللہ کو کہ تم البتہ ان کا دھیان کروگے لیکن وعدہ نہ کر رکھو ان سے چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو ایک بات

مَّعْرُوْفًا ڛ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

جس کا رواج ہے اور نہ باندھو گرہ نکاح کی جب تک پہنچ چکے حکم اللہ کا اپنی مدت کو اور جان رکھو کہ

ع ۳۰ ۱۴ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۲۳۵) ع

اللہ کو معلوم ہے جو تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشتا ہے تحمل والا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے اس قول سے رجوع اختیار کیا ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ کے معتبر اصحاب نے سبیعہ کی حدیث کے موافق جو فتوے دیئے ہیں ان سے ابن عبدالبرؒ کی روایت کی پوری تائید ہوتی ہے[1]۔ صحیحین وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حمل رہنے کی تاریخ سے چار مہینے میں بچہ پیٹ میں پھرنے لگتا ہے[2]۔ اور حمل کا حال بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس واسطے احتیاط کے طور پر دس روز اور بڑھا کر چار مہینے دس رات کی عدت اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کی وفات کی قرار دی ہے تاکہ حمل کا حال بخوبی معلوم ہو جائے۔ اس آیت سے برس دن کی عدت کی آیت جو آگے آتی ہے وہ منسوخ ہے جس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیت تلاوت میں مقدم اور نزول میں اس آیت سے مؤخر ہے یہ دس دن اس لئے بڑھائے گئے ہیں کہ کوئی مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے کوئی تیس کا اس عدت کے بعد عورت بناؤ سنگار کرلے یا دوسرا نکاح کرے تو اس کی اجازت اللہ کی طرف سے اس آیت میں ہے ؛

۲۳۵۔ جب تک عورت سوائے طلاق رجعی کے اور کسی طرح کی طلاق یا خاوند کی وفات کی عدت میں ہو تو جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص اس مدت کے اندر خفیہ طور پر اس عورت سے نکاح کرے یا صاف لفظوں میں نکاح کا پیغام دیوے ہاں اشارہ کنایہ کے طور پر کچھ کہہ دیوے تو مضائقہ نہیں ہے مثلاً یوں کہہ دیوے کہ کوئی نیک عورت مل جائے تو میرا بھی ارادہ نکاح کرنے کا ہے ہاں مطلقہ رجعیہ کی عدت میں یہ اشارہ کنایہ کی بات بھی غیر مرد کو جائز نہیں ہے اگر عدت کے اندر کسی نے نکاح کرلیا تو دونوں میں تفریق کرادی جائے اور اگر نکاح کے بعد مباشرت بھی ہوگئی ہے تو حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ وہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اس قول سے رجوع کیا ہے[3]۔ خلوت میں اختلاف ہے کہ وہ قائم مقام مباشرت کے ہے یا نہیں ؛

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۵ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۵ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۶

Marfat.com

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ
گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دو تم عورتوں کو جب تک کہ ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا مقرر کیا ہو ان کا کچھ حصہ

وَمَتِّعُوهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا
اور ان کو خرچ دو وسعت والے پر اس کے موافق ہے اور تنگی والے پر اس کے موافق جو خرچ دستور سے لازم ہے

عَلَى الْمُحْسِنِينَ (۲۳۶) وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ
نیکی والوں پر اور اگر طلاق دو ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے ہو

لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ
ان کا حق تو لازم ہوا آدھا جو کچھ ٹھہرایا تھا مگر یہ کہ درگزر کریں عورتیں یا درگزر کرے جس کے ہاتھ گرہ ہے

النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا
نکاح کی اور درگزر کرو تم تو قریب ہے پرہیزگاری سے اور نہ بھلا دو بڑائی رکھنی آپس میں تحقیق اللہ جو

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۲۳۷) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ
کرتے ہو سو دیکھتا ہے خبردار رہو نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے

۲۳۶-۲۳۷۔ نکاح ہو کر مباشرت کی نوبت نہ آئے اور طلاق دے دی جائے تو بموجب اس آیت کے یہ طلاق جائز ہے۔ اور اس طلاق کی صورت میں نکاح کے وقت مہر نہ قرار پایا ہو تو اپنے مقدور کے موافق کچھ دے کر عورت کو خوش کر دینا چاہئے جو بہر حال کپڑوں کے ایک جوڑے سے کم نہ ہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں اور اگر مہر قرار پایا ہو تو نصف مہر دینا چاہئے یہ اور بات ہے کہ عورت اپنا حق چھوڑ دے۔ یا مرد حسن سلوک کے طور پر پورا مہر دے دے۔ صحیح قول آیت کی تفسیر میں یہی ہے کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح سے مراد شوہر ہے کہ وہی مختار نکاح کے قائم رکھنے اور نہ رکھنے کا ہے یہی قول بہت صحابہ اور تابعین کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا مذہب بھی یہی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح سے مراد عورت کا متولی ہے دلیل ہر ایک قول کی بڑی تفسیروں میں ہے[1]۔

۲۳۸۔ مسند امام احمد بن حنبل، ابوداؤد، بیہقی، تاریخ بخاری اور تفسیر ابن جریر میں حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز ٹھیک دوپہر کو پڑھا کرتے تھے اس وقت بعضے لوگ تو قیلولہ میں رہ جاتے تھے اور بعضے کاموں میں لگے رہتے تھے غرض دھوپ کے سبب سے تھوڑے سے آدمی نماز میں آتے تھے اس لئے کبھی ایک صف آپ کے پیچھے مقتدیوں کی ہوتی تھی انتہا درجہ کبھی دو صفیں ہوتی تھیں اس لئے نمازوں کے بروقت ادا ہونے کی تاکید میں اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی[2]۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۸ - ۲۸۹۔
[2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۱۔

Marfat.com

وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾

اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے

روایت ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ نماز کا وقت پر پڑھنا سب عملوں سے بہتر ہے[1] اس حدیث کا یہ ٹکڑا آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر ہے۔ بیچ والی نماز میں اگرچہ پہلے صحابہ کا اختلاف تھا کہ وہ کونسی نماز ہے مگر خندق کی لڑائی میں جب آپ کی عصر کی نماز فوت ہو گئی اور آپ نے اس صراحت کے ساتھ کافروں کو بد دعا دی کہ خدا ان کے گھروں اور قبروں میں انگارے بھر دے کہ انہوں نے ہماری بیچ کی نماز کھوا دی - یہ حدیث چند طریقوں سے بخاری[2] مسلم وغیرہ میں ہے غرض اس صراحت کے بعد صحابہ بالاتفاق عصر کی نماز کو صلوٰۃ الوسطےٰ جاننے لگے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بعضے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت صلوٰۃ الوسطےٰ کونسی نماز ہے تو آپ نے فرمایا جس طرح اب تم لوگ اختلاف میں پڑے ہو ہم بھی اسی طرح اختلاف میں تھے۔ لیکن جب سے خندق والے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرما دی ہم میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا۔ یہ قول حضرت علی کا زیادات مسند امام احمد میں اور اور کتابوں[3] میں چند طریقوں سے روایت کیا گیا ہے ؛

زید بن ارقم رضؓ سے صحاح ستہ میں روایت ہے کہ نماز میں لوگ باتیں کیا کرتے تھے اس کے موقوف کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[4] بعضے علماء مفسرین کو اس شان نزول میں بڑا تردد پڑ گیا ہے وجہ تردد کی یہ ہے کہ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث ہے کہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ سے سلام علیک کیا کرتا تھا۔ لیکن جب میں حبشہ سے واپس آیا اور آپ سے سلام علیک کی تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ اور نماز کے بعد فرمایا کہ نماز میں جب آدمی مشغول ہو تو بات نہیں کی جا سکتی[5]۔ وہ حدیث یہ چاہتی ہے کہ نماز میں بات چیت کا کرنا ہجرت مدینہ سے پہلے حرام ہو چکا تھا کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ ہجرت مدینہ سے تین برس پہلے مکے میں حبشہ سے واپس آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے اور زید بن ارقمؓ کی حدیث یہ چاہتی ہے کہ مدینہ منورہ میں نماز میں کلام حرام ہوا ہے کیونکہ یہ آیت بالاتفاق مدنی ہے اور زید بن ارقمؓ خود مدنی ہیں۔ اگرچہ ابن حبان نے کئی جواب اس تردد کے دئیے ہیں مگر وہ ضعف سے خالی نہیں ہیں صحیح جواب وہی ہے جو خطابی نے دیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایک دفعہ حبشہ سے آن کر پھر حبشہ کو چلے گئے تھے پھر بدر کی لڑائی کے وقت مدینہ میں واپس آئے اور متفق علیہ حدیث میں ان کی اسی واپسی کا ذکر ہے اس وقت یہ آیت مدینہ میں نازل ہو چکی تھی اس لئے عبداللہ بن مسعودؓ اور زید بن ارقمؓ کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ قنوت کے کئی معنے ہیں مگر اس آیت میں اس کے معنے چپکے رہنے کے ہیں ؛

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۶ باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۰ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۰ باب غزوۃ الخندق [3] تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۱-۲۹۲ ج ۱ جوالہ مسند احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۰ کتاب التفسیر تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۴ [5] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۴

Marfat.com

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ

پھر اگر تم کو ڈر ہو تو پیادہ پڑھ لو یا سوار پھر جس وقت چین پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جیسا تم کو سکھایا ہے جو تم نہ

تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً

جانتے تھے اور جو لوگ تم میں مرجاویں اور چھوڑ جاویں عورتیں وصیت کردیں

لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا

اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک نہ نکال دینا پھر اگر وہ نکل جاویں تو گناہ نہیں تم پر جو کچھ

فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

کریں اپنے حق میں دستور کی بات اور اللہ زبردست ہے حکمت والا اور طلاق والیوں کو خرچ دینا ہے موافق دستور

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ۳۱ ع ۱۵

لازم ہے پرہیز والوں کو اس طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے اپنی آیتیں شاید تم عقل رکھو ؛

۲۳۹۔ اوپر کی آیت میں محافظت نماز کا ذکر جو آیا اس سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ دشمن کے خوف اور مقابلے کے وقت بھی شاید یہی محافظت اوقات اور ارکان کی نماز میں قائم رہے گی اس خیال کے رفع کرنے کے لئے آخر آیت میں یہ صلوٰۃ الخوف کا ذکر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اس صلوٰۃ الخوف کا ذکر تفصیل سے تو سورہ نساء میں آئے گا۔ یہاں اس قدر بیان کر دینا کافی ہے کہ صلوٰۃ الخوف کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ نماز میں قصر کی صورت میں مقتدیوں کے دو حصے ہو جائیں ایک حصہ تو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔ پھر امام اتنی دیر چپکا کھڑا رہے جتنی دیر میں یہ لوگ اپنی باقی کی ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں جا کر مستعد ہو جاویں۔ اب وہ دوسرا حصہ مقتدیوں کا آن کر ایک رکعت امام کے ساتھ اور ایک علیحدہ پڑھ کر اپنی نماز پوری کر لے یہ صورت اس وقت کی ہے کہ ابھی دشمن سے ہتھیار نہیں چلا صرف آمنے سامنے دونوں فوجیں پڑی ہیں دوسری صورت یہ ہے کہ سوار پیدل جس طرح ہو سکے قبلہ کی طرف منہ رہے یا نہ رہے اشاروں سے نماز ادا کر لی جاتے یہ لڑائی چھڑ جانے کے بعد کی صورت ہے اور اس صورت کا یہاں ذکر ہے ؛

۲۴۰-۲۴۲۔ ابتداء اسلام میں بیوہ عورت کے لئے یہ برس دن کی عدت کا حکم تھا چار مہینے دس دن کی عدت کے حکم کی آیت سے جو پیچھے گذر چکی اب یہ برس دن کی عدت کا حکم منسوخ ہے اور حقا علی المتقین اس آیت سے متعلق ہے جس میں نکاح کے بعد بغیر مباشرت کے ایسی عورت کو طلاق دینے کا ذکر تھا جن کا مہر نہ ٹھہرا ہو اس آیت میں حقا علی المحسنین کا لفظ جب نازل ہوا تو بعضے لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اگر ہم کو ایسی عورتوں پر احسان کرنا ہو گا تو ہم کچھ دیویں گے نہیں تو اس پر یہ ٹکڑا آیت کا نازل فرما کر فرمایا کہ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کو ایسی عورتوں کو ضرور کچھ دینا چاہیے ؛

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ

تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پھر کہا ان کو

اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا

اللہ نے مر جاؤ پیچھے ان کو جلا دیا بے شک اللہ تو فضل رکھتا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ

يَشْكُرُونَ ﴿٢٤٣﴾ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٤﴾ مَّن ذَا

شکر نہیں کرتے اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ سنتا ہے جانتا ہے کون شخص ہے

الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَاللَّهُ يَقْبِضُ

ایسا کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض کہ وہ اس کو دونا کر دے کتنے اور اللہ تنگی کرتا ہے

وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤٥﴾

اور کشائش اور اسی کے پاس الٹے جاؤ گے ٭

۲۴۳-۲۴۴- جہاد کے حکم کے نازل ہونے کے بعد جان کے خوف سے کچھ لوگ جہاد میں جانے سے پہلوتہی کرتے تھے اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر جہاد کی تاکید فرمائی اور اس تاکید سے پہلے ایک قصہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں کے ایک بستی کے آٹھ ہزار کے قریب آدمی وبا سے ڈر کر اپنی بستی چھوڑ بھاگے اور بستی کو چھوڑ کر جہاں گئے تھے وہاں اللہ کے حکم سے ایک دم میں سب مر گئے اور پھر ایک نبی کی دعا سے اللہ تعالےٰ نے ان کو پھر زندہ کیا[1]۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ موت جب آنے والی ہوتی ہے تو وہ ہر حال میں آتی ہے موت سے ڈر کر بستی کا چھوڑنا جس طرح اس قصہ کے لوگوں کے کچھ کام نہیں آیا۔ اسی طرح موت کا وقت جب آجائے گا۔ تو جہاد کی پہلوتہی اس کو روک نہیں سکتی اس لئے اس وقت موت سے ڈرنا اور جہاد سے پہلوتہی کرنا بے فائدہ ہے ٭

۲۴۵ معتبر سند سے صحیح ابن حبان اور تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب سورۃ بقر کی وہ آیت اتری جس میں اللہ تعالےٰ نے خیرات کے ایک دانہ کی سات بالیں اور ہر بال میں سو دانہ کی پیدائش کی مثال فرمائی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا مانگی کہ یا اللہ میری امت کے اجر اور ثواب کی تعداد میں کچھ اور زیادتی فرما[2] اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جہاد میں صرف کرنے کے لئے جو کوئی اللہ کو قرض دے گا اللہ تعالےٰ اس کے اجر میں بے شمار افزائش کرے گا پھر فرمایا کہ ہر طرح کے اجر کی کمی بیشی اللہ کے اختیار میں ہے اور ایک دن اس اجر کا ظہور ضرور ہوگا کیونکہ تم سب کو ایک اللہ کے سامنے جانا ہے مفسرین نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا

[1] داوردان یا اذرعات نامی بستی کے لوگ تھے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص (۲۹۸) اور جس نبی کی دعا سے یہ دوبارہ زندہ ہوئے اس کا نام حزقیل بتایا جاتا ہے۔ حاشیہ تفسیر جامع البیان ص ۳۸ طبع فاروقی دہلی [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۰ –

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا

توسنے نہ دیکھی ایک جماعت بنی اسرائیل میں موسیٰ کے بعد جب کہا اپنے نبی کو کھڑا کر دے ہم کو

مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا

ایک بادشاہ کہ ہم لڑائی کریں اللہ کی راہ میں وہ بولا کہ یہ بھی توقع ہے تم سے کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا تب نہ لڑو

قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا

بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم کو نکال دیا ہے ہمارے گھروں سے اور بیٹوں سے پھر جب

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾

حکم ہوا ان کو لڑائی کا پھر گئے مگر تھوڑے ان میں اور اللہ کو معلوم ہیں گنہ گار ۔

ہے کہ ہم ایک ایک کے بہت بہت سے دو گنے کر دیویں گے تو ظاہر ہے کہ جس چیز کو اللہ بہت فرمائے اس کے لئے لاکھوں کی گنتی بھی تھوڑی ہے ۔

۲۴۶۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد جب تک بنی اسرائیل اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری اور تورات کے موافق عمل پر مستعد اور قائم رہے اس وقت تک جس دشمن سے ان کا مقابلہ ہوا ہمیشہ ان کو فتح ہوتی رہی پھر جب بنی اسرائیل میں طرح طرح کی نافرمانیاں پھیل گئیں تو فتح یابی اور اقبال مندی ان میں بالکل باقی نہیں رہی۔ وہ قوم عمالقہ جس کو مغلوب کر کے انہوں نے ملک شام میں اپنا عمل دخل کیا تھا اس ملک میں کے اکثر شہر قوم عمالقہ میں کے بادشاہ جالوت نے ان سے چھین لئے وہ فتح مندی کا صندوق جس کا نام تابوت سکینہ تھا ان کے قبضہ سے نکل کر دشمن کے ہاتھ لگ گیا سبط لاوی جس میں انبیا پیدا ہوتے تھے اس میں سوائے ایک حاملہ عورت کے اور کوئی باقی نہیں رہا۔ جب بڑی آرزو اور تمنا کے بعد حضرت شمویل پیدا ہو کر نبوت کو پہنچ گئے تو بنی اسرائیل نے دشمن سے لڑنے اور لڑائی کے انتظام کے لئے ان سے ایک شخص کو بادشاہ بنا دینے کی خواہش ظاہر کی بنی اسرائیل کے بددین ہو جانے کے سبب سے حضرت شمویل کو بنی اسرائیل کے قول و فعل کا اعتبار نہ تھا اس واسطے حضرت شمویل نے بنی اسرائیل کی خواہش کا یہ جواب دیا کہ اگر تمہاری خواہش کے موافق اللہ تعالےٰ نے تم میں کوئی بادشاہ قائم کر دیا اور تم نے بدعہدی کر کے اللہ کے دین کی حمایت میں دشمن سے جہاد نہ کیا تو پھر کیا ہوگا بنی اسرائیل نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم کیوں کر بدعہدی کر سکتے ہیں جبکہ دشمن کے ہاتھ سے ہم پر یہ آفت آچکی ہے کہ ہمارے اکثر شہر چھن گئے اہل و عیال کے دشمن کی قید میں چلے جانے سے ہم اپنے اہل و عیال سے جدا ہو گئے اب آخر آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جب ان میں بادشاہ بھی قائم ہوا اور اس بادشاہ کے ساتھ ان کو دشمن سے لڑنے کا حکم بھی ہوا تو ایک نہر کے پانی پینے کی آزمائش میں ہزارہا آدمیوں نے ان میں سے بدعہدی کی اور طالوت بادشاہ کی اطاعت چھوڑ دی اور صاف کہنے لگے کہ ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے لڑنے کی بالکل تاب و طاقت نہیں ہے غرض ایک بڑے

Marfat.com

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوٓا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ

اور کہا ان کے نبی نے ان کو کہ اللہ نے کھڑا کر دیا تم کو طالوت بادشاہ بولے کہاں ہوگی اس کو

الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ

سلطنت ہمارے اوپر اور ہمارا حق زیادہ ہے سلطنت میں اس سے اور اس کو نہیں ملی کشایش مال کی کہا

اللَّهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ

اللہ نے اس کو پسند کیا تم سے اور زیادہ کشایش دی عقل میں اور بدن میں اور اللہ دیتا ہے اپنی سلطنت جس کو

يَّشَآءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ

چاہے اور اللہ کشایش والا ہے سب جانتا اور کہا ان کو ان کے نبی نے نشان اس کی سلطنت کا یہ کہ آئے تم کو

التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوسٰى وَاٰلُ هٰرُونَ تَحْمِلُهُ

صندوق جس میں دل جمعی تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی چیزیں جو چھوڑ گئے موسیٰ اور ہارون کی اولاد اٹھا لائیں

۳۲ ع ۱۶ الْمَلٰٓئِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۲۴۸﴾

اس کو فرشتے اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر یقین رکھتے ہو

لشکر میں سے فقط تین سو تیرہ آدمی اپنے عہد پر قائم رہے۔ باقی سب نے بدعہدی کی پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو ایسے گنہ گاروں کا حال خوب معلوم ہے ایک دن یہ اپنے کیے کی سزا پائیں گے ؀

۲۴۷۔ بنی اسرائیل کی بادشاہی سبط یہودا میں چلی آتی تھی طالوت اس خاندان میں کا نہیں تھا ایک فوجی آدمی سبط بن یامین کا تھا اور کچھ مال دار بھی نہ تھا اس لئے جب حضرت شمویل نے بادشاہی کے لئے طالوت کا نام لیا تو بنی اسرائیل نے اس پر اعتراض کیا اور اپنے آپ کو ہر ایک خاندان کے لوگوں نے بادشاہی کا مستحق بتلایا کس لئے کہ طالوت بن یامین کے خاندان میں سے تھا یہ اور یہ خاندان بنی اسرائیل کے سب خاندانوں میں گھٹیا کہلاتا تھا۔ حضرت شمویل نے ان کے اعتراض کا جواب دیا کہ بادشاہی کے لئے طالوت کا انتخاب میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے یہ انتخاب ہوا ہے اس لئے کہ طالوت بہ نسبت تم لوگوں کے عقل اور قد و قامت میں بڑھ کر ہے نبی نے یہ اس سبب سے کہا کہ فوجی آدمی ہونے کے باعث سے طالوت جنگ آزمودہ تھا جس سے لڑائی کے انتظام کی عقل و تدبیر اس کی بڑھی ہوئی تھی اور اللہ تعالےٰ نے قد و قامت کا ایک پیمانہ اپنے نبی کو بتلایا تھا جو طالوت کے قد کی برابر نکلا آخر کو اللہ کے نبی نے قطع حجت کے لئے یہ بھی فرما دیا کہ بادشاہی اللہ کے ملک کی ایک حکومت اللہ کی طرف سے ہے جس کو چاہے دیوے۔ اس میں بحث کی گنجائش نہیں ہے ؀

۲۴۸۔ بنی اسرائیل میں ایک صندوق موروثی طور پر چلا آتا تھا جس میں حضرت موسیٰ اور ہارون کے وقت کی چیزیں تبرک کی تھیں لڑائی کے وقت اس صندوق کو سب لشکر کے آگے لے چلنے سے تمام لشکر میں ایک طرح

Marfat.com

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ

پھر جب باہر ہوا طالوت فوجیں لے کر کہا اللہ تم کو آزماتا ہے ایک نہر سے پھر جس نے پانی پیا اس کا

کی دل جمعی اور اس دل جمعی کے سبب سے ایک ہمت اور جرأت پیدا ہو جاتی تھی جس سے لشکری لوگ دل کھول کر دشمن سے لڑتے تھے اور فتح یاب ہوتے تھے اسی واسطے اس صندوق کا نام تابوت سکینہ رکھا گیا تھا سکینہ کے معنے دل جمعی اور اطمینان کے ہیں بنی اسرائیل کے اعمال کی شامت سے تابوت سکینہ ان کے قبضہ سے نکل کر دشمن کے قبضہ میں چلا گیا تھا حضرت شمویل نے بنی اسرائیل کو یہ جو سمجھایا تھا کہ طالوت کی بادشاہت خدا کی طرف سے ہے اس کی علامت انہوں نے یہ بتلائی کہ تابوت سکینہ بغیر لڑائی کے خود بخود طالوت کے پاس آ جائے گا۔ اگر تم اللہ پر پورا ایمان رکھتے ہو تو تابوت کے آ جانے کے بعد تم کو پورا یقین آ جائے گا کہ طالوت کی بادشاہت خدا کی طرف سے ہے۔ تابوت سکینہ کے طالوت کے پاس آ جانے کا قصہ جو مفسرین نے لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قوم عمالقہ کی جس بستی میں تابوت سکینہ رکھا ہوا تھا اس بستی میں سخت وبا پھیل گئی جس سے بستی کے لوگ گھبرا گئے اس بستی میں بنی اسرائیل میں کی ایک لڑکی قید تھی اس نے بستی کے لوگوں سے کہا کہ جب تک یہ صندوق اس بستی میں رہے گا وبا ہرگز جانے والی نہیں ہے اُن لوگوں نے ایک گاڑی پر اس صندوق کو لاد کر اس گاڑی کو بستی کے باہر کر دیا اللہ کے حکم سے فرشتوں نے اس گاڑی کو ہانک کر طالوت کے گھر کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ صحیح مسلم میں براء بن عازبؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے سورہ کہف پڑھی اس کی آواز سے ایک بادل نے اس کو ڈھانک لیا جس سے اس شخص کا ایک گھوڑا جو وہاں بندھا ہوا تھا وہ ڈر گیا جب اس شخص نے اس قصہ کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا وہ سکینہ ہے[1]۔ اس حدیث سے فقط یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکینہ فرمایا وہ ایک بادل تھا اب اس حدیث کے ساتھ وہ حدیثیں ملائی جائیں جن میں یہ ذکر ہے کہ ذکر الٰہی کی مجلس میں فرشتے آتے ہیں اور مجلس کو ڈھانک لیتے ہیں[2]۔ تو حاصل یہ ہوتا ہے کہ اس بادل میں فرشتے تھے جن کو دیکھ کر وہ گھوڑا ڈر گیا کیونکہ خالی بادل سے گھوڑے کے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور ان فرشتوں کو ہی آپ نے سکینہ فرمایا ہے۔ اسی طرح تابوت کے تبرکات کے ساتھ جو فرشتے ہوا کرتے تھے ان کو سکینہ کہا گیا ہے انہی فرشتوں کی برکت سے لشکر میں ایک دلی اطمینان پھیل جاتا تھا سوا اس تفسیر کے سکینہ کی تفسیر میں اور اقوال اہل کتاب کی روایات سے لئے گئے ہیں جو اعتبار کے قابل نہیں ہیں ؎

۲۴۹۔ جب تابوت سکینہ طالوت کے پاس آ گیا تو بنی اسرائیل کو طالوت کی بادشاہت کا پورا یقین ہو گیا کہ اس کی بادشاہت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے سب نے اس کی اطاعت اور فرماں برداری قبول کر لی اور تابوت سکینہ

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۸ باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۴ باب فضل مجالس الذکر ۔

Marfat.com

فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا

وہ میرا نہیں اور جس نے اس کو نہ چکھا وہ ہے میرا مگر جو کوئی بھرلے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی گئے

مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا

اس کا پانی مگر تھوڑے ان میں پھر جب پار ہوا وہ اور ایمان والے ساتھ اس کے کہنے لگے قوت نہیں ہم کو

الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ

آج جالوت کی اور اس کے لشکروں کی بولے جن کو خیال تھا کہ ان کو ملنا ہے اللہ سے بہت جگہ جماعت

قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا

تھوڑی غالب ہوئی ہے جماعت بہت پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ٹھہرنے والوں کے اور جب سامنے ہوئے

لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى

جالوت کے اور اس کی فوجوں کے بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہم میں جتنی مضبوطی ہے اور ٹھہرا ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری اس

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ؕ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۛ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ

کافر قوم پر پھر شکست ہوئی ان کو اللہ کے حکم سے اور مارا داؤد نے جالوت کو اور دی اس کو

کے واپس آجانے کے سبب سے یہ بھی ان سب کو یقین ہوگیا کہ اب تابوت کی برکت سے ضرور ہم کو دشمن پر فتح ہوگی اس واسطے جس وقت طالوت نے لڑائی پر جانے کا قصد کیا تو اسّی ہزار آدمی کے قریب کا لشکر اس کے ساتھ ہوا ایک منزل میں پانی نہیں ملا گرمی کا موسم تھا پانی کے نہ ملنے سے لشکر میں بڑی پریشانی پھیل گئی دوسری منزل میں ایک نہر ملی اور نہر کے اس پار دشمن کی فوج مقابلہ کو تیار تھی طالوت نے یہ سمجھ کر کہ ایک دن کی پیاس کے بعد اگر یہ لوگ خوب پیٹ بھر کر پانی پی جائیں گے تو بالکل کاہل ہوجائیں گے لشکر میں یہ حکم دے دیا کہ یہ نہر کیا ہے گویا اللہ کی طرف سے تمہارے حق میں ایک آزمائش ہے اس واسطے لشکر میں کا جو شخص پیٹ بھر کر پانی پیئے وہ میرے ساتھ نہر کے اس پار نہ چلے۔ کیونکہ وہ لڑنے کے کام کا نہیں ہے۔ ہاں جو شخص چلو دو چلو پانی سے اپنی پیاس بجھالیوے وہ میرے کام کا ہے ایسا شخص میرے ساتھ چلے پیاس کی شدت میں طالوت کے اس حکم کی تعمیل لوگوں پر ایسی شاق گزری کہ اتنے بڑے لشکر میں صرف تین سو تیرہ آدمیوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور باقی کے لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر پانی پیا اور پست ہمت ہوکر نہر کے اس پار رہ گئے۔ جو لوگ نہر کے اس پار گئے تھے انھوں نے اپنی فوج کو قلیل اور دشمن کی فوج کو کثیر دیکھ کر جب یہ بات کہی کہ ہم میں تو اتنے بڑے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نظر نہیں آتی تو طالوت اور لشکر کے ایمان دار عالم لوگوں نے سب کی ہمت بندھانے کو کہا کہ خبردار استقامت سے کام لو کہ اللہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہے اور اس کی مدد سے اکثر ایسا ہوا ہے کہ تھوڑی سی جماعت نے بڑے بڑے لشکروں پر فتح پائی ہے ؂

۲۵۰-۲۵۲۔ جب جالوت کے ایک بہت بڑے لشکر سے طالوت اور اصحاب طالوت کا مقابلہ ہوا اس وقت طالوت کے لشکر کے ایمان دار لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ صبر اور استقامت کی دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور

Marfat.com

اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

اللہ نے سلطنت اور تدبیر سکھایا اس کو جو چاہا اور اگر نہ دفع کرا دے اللہ لوگوں کو ایک کو ایک

بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ

سے تو خراب ہو جاوے ملک لیکن اللہ فضل رکھتا ہے جہان کے لوگوں پر یہ

اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں تحقیق اور تو بے شک رسولوں میں ہے ؛

دشمن کے لشکر پہ ان کو فتح دی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور پھر حضرت شمویل کے انتقال کے بعد نبوت۔ اور طالوت کے انتقال کے بعد بادشاہت سب کچھ حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان میں آگیا۔ اس کے بعد آیت میں ایک عادت الٰہی کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ بعضے سرکشوں کی سرکشی اپنے بعضے بندوں کے ذریعہ سے اسی طرح دفع کرتا رہتا ہے۔ جس طرح جالوت کی سرکشی جو بڑا جابر مشہور تھا طالوت کے ذریعہ سے رفع کی گئی۔ اور آخر کو پورے قصے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی کہ بغیر اہل کتاب کی مدد کے تم جو ان کے انبیاء اور ان کی کتابوں کے صحیح قصے بیان کرتے ہو یہ بات تمہارے نبی صاحب وحی ہونے کی پوری دلیل ہے۔ جس کو اہل کتاب بھی اپنے دل میں خوب سمجھتے ہیں اور ظاہر میں جو وہ لوگ تمہاری نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ محض ان کی ہٹ دھرمی ہے ؛

Marfat.com

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ
یہ سب رسول بڑائی دی ہم نے ان میں ایک کو ایک سے کوئی ہے کہ کلام کیا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے

دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ
درجے اور دیں ہم نے عیسٰے مریم کے بیٹے کو نشانیاں صریح اور زور دیا اس کو روح پاک سے اور اگر

شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ
چاہتا اللہ نہ لڑتے ان کے پچھلے بعد اس کے کہ پہنچے ان کو صاف حکم لیکن وہ

اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ
پھٹ گئے پھر کوئی ان میں یقین لایا اور کوئی منکر ہوا اور اگر چاہتا اللہ نہ لڑتے لیکن

۳۴ ع ۵ ۱

اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (۲۵۳)
اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

۲۵۳۔ اوپر کی آیتوں میں ذکر تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان میں اللہ تعالےٰ نے بادشاہت اور نبوت دونوں کو جمع کر دیا۔ حالانکہ ہمیشہ سے بنی اسرائیل میں یہ طریقہ تھا کہ نبوت ایک خاندان میں تھی اور بادشاہت دوسرے خاندان میں جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اب ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مصلحت کے موافق گروہ انبیا میں کسی کو کسی طرح کی فضیلت دی ہے اور کسی کو کسی طرح کی۔ جن انبیاء کو اللہ تعالےٰ نے اپنی ہم کلامی کی فضیلت دی ہے۔ صحیح ابن حبان کی حضرت ابوذرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء یہ تین نبی ہیں[1] اور باتوں میں بعضے نبیوں کا درجہ کچھ اور بعضے کا کچھ جو اللہ تعالےٰ نے رکھا ہے اس کی تفصیل صحیحین وغیرہ کی معراج کی حدیث سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس رات مثلاً حضرت آدم علیہ السلام اول آسمان پر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر غرض ان آیتوں اور حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مصلحت کے موافق گروہ انبیاء میں بعضے نبیوں کو بعضے نبیوں پر فضیلت دی ہے اور اس فضیلت کو مبہم طور پر قرآن شریف میں ذکر فرمایا ہے اس لئے امت کے لوگوں کو نہیں پہونچتا ہے کہ قرآن شریف کے اس ابہام کی تفصیل اپنی رائے سے کریں اور انبیاء کی فضیلت باہمی میں بحث و چرچا کر کے بعضے انبیاء کی کسر شان کے درپے ہوں اسی واسطے صحیحین وغیرہ میں جو حدیثیں ہیں ان میں آپ نے اس طرح کی بحث سے اپنی امت کو منع فرمایا ہے[2]۔ لیکن صحیح مسلم کی حضرت ابوہریرہؓ کی اس روایت سے جس میں آپ نے چھ باتوں کا ذکر فرما کر یہ فرمایا ہے کہ ان چھ باتوں کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے مجھ کو سب انبیاء پر فضیلت دی ہے[3]۔ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس روایت سے جس کو ترمذی نے معتبر سند سے روایت کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں کچھ فخر کے طور پر

[1] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۰۴۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۰۴ بحوالہ صحیحین عن ابی ہریرہ [3] صحیح مسلم ج ا ص ۱۹۹ کتاب المساجد۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا

اے ایمان والو خرچ کرو کچھ ہمارا دیا پہلے اس دن کے آنے سے جس میں نہ بکنا ہے اور نہ

خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

آشنائی ہے اور نہ سفارش اور جو منکر ہیں وہی ہیں گنہ گار

نہیں کہتا بلکہ بیان امر واقعی یہ ہے کہ میں سب اولاد آدم کا سردار ہوں[1]۔ اور اسی قسم کی اور احادیث سے علماء سلف اور خلف اس بات پر متفق ہیں کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں اور آیت لیظہرہ علی الدین کلہ (۹-۴۸) سے اس اتفاق امت کی پوری تائید ہوتی ہے آخر پر اللہ تعالے نے فرمایا کہ انبیاء اور ان کے معجزات اور آسمانی کتابوں کے آنے کے بعد اللہ چاہتا تو امتوں کا آپس کا اختلاف اٹھ جاتا اور سب راہ راست پر آ جاتے لیکن دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالے نے اپنے علم ازلی سے یہ جان لیا ہے کہ بعضے لوگ باوجود انبیاء اور آسمانی کتابوں کے آنے اور معجزات کے دیکھنے کے راہ راست پر نہیں آئیں گے اور اسی اپنے علم کے نتیجہ کو اللہ تعالے نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے جس کا نام تقدیر ہے دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کے علم کے موافق ہے صحیحین کی حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث مشہور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ہر ایک انسان کی طبیعت میں دین حق کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھ کر انسان کو پیدا کیا ہے[2]۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنی پیدائشی طبیعت کے مخالف جو کچھ کرتا ہے وہ اپنے فعل مختاری سے کرتا ہے اللہ تعالے کی مرضی انسان کے ایسے کام کرنے کی نہیں ہے ہاں اپنے فعل مختاری سے انسان آج جو کچھ کر رہا ہے اس کو اللہ تعالے نے اپنے علم ازلی سے پہلے ہی جان لیا ہے لیکن اس جان لینے سے انسان کی کوئی مجبوری لازم نہیں آتی رہی یہ بات کہ اللہ تعالے انسان کے فعل مختاری سے اس کو روکتا تو یہ بات بھی تو اللہ کی قدرت میں تھی اس کا جواب علماء نے جو دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ صورت ایک مجبوری کی ہے اور مجبوری کا ایمان اللہ تعالے کے نزدیک قبول نہیں ہے کیوں کہ دنیا میں انسان کو امتحان کے طور پر پیدا کیا ہے چنانچہ فرمایا خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۶۷-۲) جب ایک شخص کو ایک کام پر مجبور کیا تو پھر اس کا امتحان کیا باقی رہا۔ مراد بینات سے وہ قطعی دلیلیں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں مثلاً مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ مراد روح القدس سے حضرت جبرئیل ہیں جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ ہر وقت رہتے تھے ؛

۲۵۴۔ بعضے مفسروں کا یہ قول ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ اور نفلی صدقہ دونوں کے باب میں نازل ہوئی ہے آخر آیت میں آیت کے حکم کے موافق جو لوگ مال نہ خرچ کریں ان کو کافر ظالم جو فرمایا ہے اس سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہے کیونکہ اس طرح کا سخت وعید زکوٰۃ کے منکر کے حق میں ہی صادق آسکتا ہے نفلی صدقہ سے ہاتھ

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۲ ابواب المناقب۔ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵ باب ماقیل فی اولاد المشرکین

Marfat.com

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اللہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں جیتا ہے سب کا تھامنے والا نہیں پکڑتی اس کو اونگھ اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمان

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

اور زمین میں ہے کون ایسا ہے کہ سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کے اذن سے جانتا ہے جو خلق کے روبرو ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ

اور پیٹھ پیچھے اور نہیں گھیر سکتے اس کے علم میں سے کچھ مگر جو وہ چاہے گنجائش ہے اس کی کرسی میں آسمان

وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

اور زمین کو اور تھکتا نہیں ان کے تھامنے سے اور وہی ہے اوپر سب سے بڑا

کھینچنے والے شخص کے حق میں کافر و ظالم کا وعید نہیں صادق آسکتا۔ لیکن یہ تفسیر انہی مفسرین کے نزدیک صحیح ہوسکتی ہے جو رمضان کے روزہ کو رکن دوم اور زکوٰۃ کو رکن سوم کہتے ہیں اور رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد زکوٰۃ کی فرضیت کے قائل ہیں اور جو مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ زکوٰۃ تو مکے میں فرض ہوئی ہے لیکن اس کے وصول کے لئے عاملوں کا تقرر اور اہتمام مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ہوا ہے ان کے نزدیک اس مدنی آیت کا زکوٰۃ کے حکم میں نازل ہونا صحیح نہیں قرار پاسکتا۔ لیکن مسند امام احمد صحیح ابن خزیمہ نسائی ابن ماجہ مستدرک حاکم میں معتبر سند سے قیس بن سعد بن عبادہؓ کی جو روایت ہے اس سے زکوٰۃ کا مدینہ منورہ میں ہی فرض ہونا صحیح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے موافق صدقہ فطر زکوٰۃ سے پہلے فرض تھا۔[1] زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد صدقہ فطر ایک اختیاری امر رہ گیا اب اس بات میں تو سب متفق ہیں کہ رمضان کے روزوں اور صدقہ فطر کی فرضیت ہجرت کے بعد ہے پھر ہجرت سے پہلے مکہ میں زکوٰۃ کیوں کر فرض ہوسکتی ہے جس کی فرضیت صحیح روایت کے موافق صدقہ فطر کے بعد ہے۔ اس آیت میں شفاعت کی اور آپس کی دوستی کی عام طور پر نفی فرمائی ہے لیکن اور آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد گنہ گار اہل کلمہ لوگ اللہ کے رسول اور عام مومنوں کی شفاعت کے سبب سے دوزخ سے نکل کر جنت میں جائیں گے اس لئے اس آیت کا حکم غیر اہل کلمہ کے ساتھ خاص ہے اور اسی طرح کے حکم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو پورے اہل کلمہ نہیں ہیں بلکہ ان کے عقیدہ میں قبر پرستی پیر پرستی کا شرک یا ان کے اعمال میں کسی طرح کی ریاکاری ہے۔

۲۵۵- جس طرح آیت وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اور توحید کی آیتیں مثلاً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وغیرہ توحید کے ثابت کرنے اور غیر اللہ کی پرستش کو باطل کرنے کے لئے نازل ہوئی ہیں اسی مطلب کے لئے یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے اس آیت کی فضیلت میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ابو امامہؓ کی ایک وہ حدیث ہے جس کو نسائی اور طبرانی وغیرہ نے

[1] سنن نسائی شریف مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ج ۱ ص ۳۴۸ باب فرض صدقۃ الفطر قبل نزول الزکوٰۃ و مستدرک حاکم ص ۴۱۰ ج ۱ کتاب الزکوٰۃ و ابن ماجہ ص ۱۳۲

Marfat.com

معتبر سند سے روایت کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا اس کے جنت کے جانے میں فقط اتنی ہی دیر ہے کہ اس کی آنکھ بند ہو اور وہ دنیا سے اٹھے[1]۔ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع بتلایا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ یہ ابن جوزی کی غفلت ہے جو اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ طبرانی کی اس حدیث کی سند صحیح ہے[2] طبرانی کی بعض روایتوں میں آیت الکرسی کے ساتھ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا ملانا بھی آیا ہے[3] سند اس روایت کی بھی معتبر ہے۔ مسند امام احمد ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے ناموں میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اسم اعظم ہے[4]۔ ان ناموں کو پڑھ کر جو کوئی کچھ جائز دعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا مطلب یہ ہے کہ سوا اللہ کے کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کا مطلب یہ ہے کہ ستارہ پرستوں کے ستارے اور بت پرستوں کے بت اور سوا اللہ کے جس کی پرستش کی جائے یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں ان میں خالق بننے کی صلاحیت ہرگز نہیں ہے لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کے دربار کی طرح اس کی بارگاہ میں کسی طرح کی غفلت اور بے خبری نہیں ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت کے لئے اللہ تعالےٰ کی اجازت درکار ہے اور کسی مشرک کے حق میں اللہ تعالےٰ کسی کو شفاعت کی اجازت نہ دے گا کیونکہ اس نے فرمادیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ (۴-۱۱۶) پھر یہ مشرک لوگ اپنے بتوں سے شفعاء ناعند اللہ کی توقع جو رکھتے ہیں یہ بالکل بے سود توقع ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی مخلوق کا حال اور آئندہ کا ذرہ ذرہ سب حال معلوم ہے اس لئے وہی معبود ٹھہرانے کے قابل ہے جن معبودوں کو اپنے عابدین کے نیک و بد کا کچھ حال ہی معلوم نہیں وہ کیا معبود قرار پاسکتے ہیں اور ان کی عبادت سے کسی کو کیا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے ولا یحیطون بشئ من علمه الا بما شاء کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا علم بالکل ناقص ہے جس سے تم اپنے نیک و بد کو ہرگز نہیں جان سکتے اس لئے اللہ تعالےٰ نے تمہارے حال اور آئندہ کی مصلحت کے لحاظ سے اپنے نبی کے ذریعہ سے جو کچھ راستہ نجات کا اپنے علم ازلی کے موافق تم کو بتایا ہے اس کے موافق کاربند ہوگے تو نجات پاؤ گے اور اگر برخلاف علم الٰہی کے اپنی ناقص علم اور عقل سے کام لوگے تو برباد ہو جاؤ گے۔

وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۔ مستدرک حاکم میں معتبر سند سے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کرسی اللہ تعالےٰ کے پاؤں رکھنے کی جگہ کا نام ہے[5] اور بعض روایتوں میں ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کا عرض و طول کرسی کے مقابلہ میں ایسا ہے جس طرح ایک بڑے جنگل میں چھلہ ڈال دیا جائے۔ اور عرش کی لمبائی اور چوڑائی سوا اللہ کے اور کسی کو معلوم

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۷ [2] اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ ص ۱۳۷ طبع ہند [3] بلوغ المرام ج ۱ ص ۵۷ طبع فاروقی دھلی ۱۲
[4] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۷ [5] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۹ و مستدرک حاکم ص ۲۸۲/۲۲۰ کتاب التفسیر

Marfat.com

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ

زور نہیں دین کی بات میں کھل چکی ہے صلاحیت اور بے راہی اب جو کوئی منکر ہو مفسد سے اور یقین لاوے

بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

اللہ پر اس نے پکڑی رسی مضبوط جو ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ سنتا ہے جانتا

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے اُجالے میں اور جو منکر ہیں

نہیں ہے[1] حاصل مطلب یہ ہے اتنی بڑی کرسی اور زمین اور آسمان کی نگہبانی جس کے ہاتھ میں ہے پرستش کے قابل وہی ہے ایسے بڑے بادشاہ کو چھوڑ کر دوسروں سے التجا کا کرنا سراپا نادانی ہے ؁

۲۵۶- ابوداؤد اور نسائی اور صحیح ابن حبان اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ انصار کی بعض عورتیں اولاد کی تمنا میں اسلام سے پہلے یہ نذر مان لیتی تھیں کہ ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہوگا تو ہم اس کو یہودی کر دیں گی۔ چنانچہ اس طرح کے کئی لڑکے انصار میں کے یہودی بن کر یہود کے قبیلہ بنی نضیر میں رہتے بھی تھے جب اس قبیلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نواح مدینہ سے جلاوطن کیا تو انہوں نے ان لڑکوں کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا اور انصار نے ان لڑکوں کو جبراً روکنا چاہا اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔[2] اور انصار کو ان یہودی لڑکوں پر جبر کرنے سے روکا اس سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب پر جبر نہیں جب کہ وہ جزیہ دیں اور مشرکین سے جہاد کرنے کی آیتوں کو اس آیت سے کچھ تعلق نہیں۔ بعضی تفسیروں میں سوا اس کے اس آیت کی شان نزول اور کچھ جو لکھی ہے اس کی بہ نسبت جو شان نزول اوپر بیان کی گئی ہے وہی قوی ہے اور عبد اللہ بن مسعود رضؓ کے قول کے حوالہ سے بعض تفسیروں میں یہ جو لکھا ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں تھے اس وقت تک اس طرح درگذر کا حکم تھا جہاد کی آیت سے اب یہ آیت منسوخ ہے یہ قابل اعتراض ہے کیوں کہ ابوداؤد اور نسائی اور ابن حبان کی روایت متصل سے جب اس آیت کا نازل ہونا جلاوطنی بنی نضیر کے بعد ثابت ہے۔ اور کتب مغازی اور کتب شرح حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ جلاوطنی بنی نضیر کی جنگ احد کے بعد ہے پھر خود یہ آیت آیت جہاد اور جنگ بدر اور اُحد کے بعد نازل ہوئی ہے آیت جہاد سے اس کو منسوخ کہنا کیونکر صحیح قرار پا سکتا ہے العروۃ الوثقیٰ کی تفسیر مسلم وغیرہ کی اس روایت میں ہے جس میں عبد اللہ بن سلام رضؓ کے خواب کا ذکر ہے وہ تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ اسلام سے فرمائی ہے۔[3] اس کے سوا کسی دوسری تفسیر کی ضرورت نہیں ؁

۲۵۷- ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ بعضے نصرانی پہلے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے۔ اور

[1] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۰۹ - ۳۱۰ [2] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۱۰ [3] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۱۱ ؁

Marfat.com

اُولِیٰٓـُٔھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

انکے رفیق ہیں شیطان نکالتے ہیں ان کو اجالے سے اندھیروں میں وہ ہیں دوزخ والے

هُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۳۴ ع ۲

وہ اسی میں رہ پڑے تونے نہ دیکھا وہ شخص جو جھگڑا ابراہیم سے اس کے رب پر واسطہ یہ کہ دی تھی اس کو اللہ نے

اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ

سلطنت جب کہا ابراہیم نے رب میرا وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے بولا میں ہوں جلاتا اور مارتا کہا ابراہیم نے اللہ تو

اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ

لاتا ہے سورج کو مشرق سے پھر تو لے آ اس کو مغرب سے تب حیران رہ گیا وہ منکر

وَاللّٰهُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵۸﴾

اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ؛

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مشہور ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے ان کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی معنے آیت کے یہ ہیں کہ جو شخص اللہ کے حکم کے موافق رسول وقت کی اطاعت کرتا ہے اللہ اس کو سیدھا راستہ روز روشن کی طرح ہر وقت دکھلا دیتا ہے اور جو شخص شیطان کے بہکائے میں ہے وہ گمراہی کے اندھیرے میں پڑ کر فطرتی ایمان بھی کھو دیتا ہے ؛

۲۵۸- یہ بادشاہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے باب میں بحث کی اس کا نام نمرود بن کنعان تھا یہ بابل کا بادشاہ تھا اور چار سو برس کے قریب اس نے سلطنت کی ہے یہ ملعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اسی واسطے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس طرح کی بحث کی چار بادشاہ روئے زمین پر بہت بڑے ہوئے ہیں دو مسلمان حضرت سلیمان اور ذوالقرنین اور دو کافر نمرود اور بخت نصر یہ مباحثہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا اس وقت ہوا ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ سے نجات دی ہے جو نمرود اور اس کی قوم نے بتوں کے توڑنے کی سزا کے طور پر جلائی تھی جس کا پورا قصہ سورہ انبیاء میں آئے گا جب نمرود نے سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوگوں کی طرح نمرود کو خدا نہیں کہتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ مباحثہ کیا اور سورج کو مغرب کی طرف سے نکالنے کی قدرت اپنے آپ میں نہ پاکر آخر کو قائل ہو گیا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالم لوگ اللہ کے حکم سے غالب ہونے کا راستہ نہیں پا سکتے قطع حجت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کے مغرب سے نکالنے کی دلیل پیش کی ورنہ پہلی دلیل میں کسی مردہ کے جلانے کی حجت ابراہیم علیہ السلام پیش کر سکتے تھے اور اس حجت میں بھی وہ کافر عاجز ہو سکتا تھا بعض مفسروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے یہ کہا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے تو نمرود نے یہ کہا کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے کوئی مردہ زندہ ہوا ہے

لہ لباب النقول صہ ۳۹

Marfat.com

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ

یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلاوے گا اس کو اللہ

مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ

مرگئے پیچھے پھر مار رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا کہا تو کتنی دیر رہا بولا میں رہا ایک دن یا

بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ

دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سڑ نہیں گیا

وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ ۖ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ

اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھ کو ہم نمونہ کیا چاہتے ہیں لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیاں کس طرح ان کو ابھارتی ہیں پھر

نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾

ان پر پہناتے ہیں گوشت پھر جب اس پر ظاہر ہوا بولا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ؂

اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت سورج کو مغرب سے نکالنے کی دلیل سے اس کافر کو قائل کردیا۔ اور پھر اللہ تعالٰے سے یہ التجا کی کہ یا اللہ تو مجھ کو کسی مردہ کو جلاکر دکھا دے چنانچہ اس کا قصہ آگے آتا ہے اس مباحثہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تو حضرت لوط اور سارہ کو ساتھ لے کر ملک عراق سے شام کی طرف چلے گئے اور اللہ تعالٰے نے حجت تمام کرنے کو ایک فرشتہ نمرود کی ہدایت کے لئے بھیجا اور باوجود ہدایت کے جب نمرود راہِ راست پر نہ آیا تو مچھروں کا عذاب بھیج کر اس کو اور اس کے لشکر کو غارت کردیا اور لوگ تو مچھروں کے ناک میں گھس جانے اور دماغ میں کاٹنے سے فوراً مر گئے۔ مگر خدا کی پھٹکار کے سبب سے نمرود اس حالت میں بھی مدت تک جیا اور جب مچھر اس کے دماغ میں کاٹتا تھا تو اس کے سر پر طرح طرح کی مار پڑتی تھی خدا تعالٰے کو یہ ذلت اس ملعون کو دینی تھی اس لئے اس بے حیا زیست سے اس کو ایک مدت تک زندہ رکھا اہل کتاب اور مشرکین عرب میں سے جو لوگ اس آیت کے نازل ہونے تک اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے باز نہیں آئے تھے ان کی تنبیہ کے لئے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے تاکہ یہ لوگ خوب اچھی طرح سمجھ لیویں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ایسی بُری چیز ہے جس نے نمرود جیسے صاحبِ حشمت بادشاہ کو ایسی ذلت وخواری سے مع اس کے لشکر کے غارت کردیا ان لوگوں کی کیا اصل وبنیاد ہے جو انہوں نے رسول وقت کی مخالفت پر کمر باندھی ہے باوجود فہمائش کے اگر یہ لوگ اپنی عادت سے باز نہ آئے تو ان پر بھی نمرود جیسا کوئی وبال پڑنے والا ہے اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اس تنبیہ کا جو کچھ نتیجہ اہل کتاب ومشرکین مکہ دونوں کے حق میں ہوا اس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ کچھ لوگ ان میں ذلت سے قتل اور قید ہوئے اور کچھ جلاوطن ؂

۲۵۹؂ جب بنی اسرائیل نے بہت نافرمانی شروع کی تو اللہ تعالٰے نے بخت نصر بابلی کو ان پر مسلط کیا جو چھ لاکھ

Marfat.com

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ

اور جب کہا ابراہیم نے اے رب دکھا مجھ کو کیونکر جلائے گا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا کہا کیوں نہیں لیکن

لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى

اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو فرمایا تو پکڑ چار جانور اڑتے پھر ان کو ہلا اپنے ساتھ پھر ڈال

كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲۶۰) ع ۳۵

ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو پکار کہ آئیں گے تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا

کے قریب فوج ساتھ لے کر بابل سے ملک شام کو آیا اور ہزارہا آدمی بنی اسرائیل کے قتل کر ڈالے اور ہزارہا آدمیوں کو قید کر کے بابل لے گیا ان قیدیوں میں حضرت عزیر بھی تھے پھر جب نمرود کی طرح بخت نصر کی ناک میں بھی ایک مچھر گھس گیا جس سے وہ آخر کو ہلاک ہو گیا اور حضرت عزیر قید سے چھوٹ کر بابل سے ملک شام کو آئے اور بیت المقدس پر ان کا گذر ہوا تو بیت المقدس کو نہایت درجہ ویران دیکھ کر ان کے منہ سے بے ساختہ یہ کلمہ نکل گیا کہ دیکھئے اللہ تعالےٰ اس اجڑے دیار کو کب اور کیونکر آباد کرے گا اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت دکھانے کے لئے سو برس تک ان کو اور ان کی سواری کے گدھے کو مار ڈالا اور جب اس سو برس کے عرصہ میں وہ شہر پھر بس گیا تو ان کو اور ان کے سامنے ان کے گدھے کو زندہ کیا اور وہ بسا ہوا شہر ان کو دکھا دیا جس پر انہوں نے یہ کہا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے بخت نصر کی گردی میں توریت بھی ضائع ہو گئی تھی اس لئے اللہ تعالےٰ نے جب حضرت عزیر کو زندہ کیا تو تورات بھی ان کو یاد کرا دی بنی اسرائیل نے جو دیکھا کہ اتنی عمر کے بعد عزیر ابھی جوان ہیں اور تورات بھی ان کو یاد ہے تو بنی اسرائیل ان کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ اس قصہ کے نازل فرمانے سے اہل کتاب کو تو یہ جتلایا گیا ہے کہ باوجود امی ہونے کے تورات کے قصے صحیح طور پر جو نبی آخر الزمان بیان کرتے ہیں تو ان کے نبی ہونے میں اور وحی کی مدد سے ان کے یہ قصے کتب آسمانی کے بیان کرنے میں کوئی شبہ اب باقی نہیں رہا اور اہل مکہ کو حشر کا جو انکار تھا اس انکار کو اسی طرح اس قصہ سے ضعیف کیا گیا ہے جس طرح مقتول شخص کے زندہ کرنے کے قصہ سے اور وبا سے ڈر کر جو لوگ بھاگے تھے ان کے قصہ سے اہل مکہ کے حشر کے انکار کو بے اصل ٹھہرایا گیا ہے ؛

۲۶۰- جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے یہ کہا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ شوق ہوا کہ حشر سے پہلے ہی خدا کی اس قدرت کا تماشا دیکھا جاوے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں کچھ شک نہیں تھا کہ ایک دن حشر ہونے والا ہے اور اس دن اللہ تعالےٰ سب اگلے پچھلے مردوں کو زندہ کرے گا کیونکہ حشر پر ایمان لانا سب انبیاء کا ایک اجماعی مسئلہ ہے اسی واسطے جب اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ تو انہوں نے لفظ بَلٰى سے جواب ادا کیا۔

Marfat.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ

مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات

لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فقط اس لئے کی تھی کہ مرنے کے بعد منتشر اجزا مردہ کے کیوں کر جمع ہوتے ہیں اور پریشان اجزا کے جمع ہو جانے اور اُن سے جسم کے تیار ہو جانے کے بعد اس جسم سے روح کا تعلق کیونکر ہوتا ہے اس سب کیفیت کو آنکھوں سے دیکھ کر حشر سے پہلے ہی اس کیفیت پر اطمینان حاصل کر لیویں کیونکہ معتبر خبر کے ذریعہ سے ایک کیفیت کو سنکر اس کا یقین کرنا اور چیز ہے اور اس کیفیت کو آنکھ سے دیکھ لینا اور چیز ہے اس لئے معائنہ احوال حشر کے بعد لوگوں سے یہ ارشاد ہو گا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۵۰-۲۲) جس کا مطلب یہ ہے کہ معائنہ احوال محشر کے بعد وہ احوال لوگوں کی نظروں میں بچ جائیں گے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی وہ حدیث جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم شک کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس کے معنے بھی معتبر علماء نے یہ بیان کئے ہیں کہ اتباع ملت ابراہیمی کا ہم کو حکم ہے اور ہم کو اس مسئلہ میں کچھ شک نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے جو خواہش کی تھی وہ علم الیقین سے عین الیقین کے درجہ تک ترقی حاصل کرنے کے لئے کی تھی کسی شک کے لئے وہ خواہش نہیں کی کیونکہ انبیاء کی شان اس شک سے بری ہے مجاہد اور عکرمہ کے قول کے موافق وہ چار جانور یہ تھے ایک مور دوسرا مرغ تیسرا کوا، چوتھا کبوتر۔ اللہ کے حکم کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان جانوروں کو ذبح کر کے ان کے پر اور اعضاء کو ملا دیا اور چار پہاڑوں پر اس کی ایک ایک ڈھیری رکھ دی۔ پھر ان کے سر ہاتھ میں لے کر ایک ایک کو پکارا جس کو پکارا ہر ایک ڈھیری میں سے اس کے پر اور اعضاء خود بخود چھٹنے۔ اور ان چھٹے ہوئے پروں اور اعضاء سے اس جانور کا دھڑ تیار ہوا اور فوراً حضرت ابراہیمؑ کے پاس دوڑ کر آ گیا۔ حکم الٰہی کی یہ عظمت بھی غور کے قابل ہے کہ ایک جانور کا سر دوسرے جانور کے دھڑ پر لگانے کے لئے بطور امتحان کے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ تو وہ دھڑ پیچھے ہٹ گیا اور اصلی دھڑ پر اس کا سر لگانا چاہا تو وہ سر آگے آ گیا۔ غرض اصلی دھڑوں پر وہ سر آخر کو لگ گئے اور خدا کے حکم سے ان میں جان پڑ گئی اور جانور ذبح کرنے سے پہلے جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے۔ جن کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے اس قول کی پوری تصدیق ہوئی کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے یہ قصہ جسمانی حشر کی شہادت ممکن ہونے کی پوری دلیل ہے اور اسی شہادت کے ظاہر کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

۲۶۱۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب اور اس خرچ کے اجر کے بڑھنے کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جائے

اول تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۱۵-

Marfat.com

سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ

بالیں ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ کشائش

عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا

والا ہے سب جانتا جو لوگ خرچ کرتے ہیں مال اپنے اللہ کی راہ میں پھر پیچھے خرچ کر کر نہ احسان رکھتے ہیں

بارگاہ الٰہی میں اس کی شرطیں ہیں بڑی شرط تو یہ ہے کہ جس مال میں سے اللہ کے نام پر کچھ خیرات کی جاوے وہ مال نیک کمائی کا ہووے۔ چنانچہ صحیح بخاری مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ پاک ذات ہے بغیر نیک کمائی کے کسی ناجائز کمائی کے مال کی خیرات اللہ تعالٰے کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی [۱] اب نیک کمائی کے مال میں سے خیرات ہونے کی صورت میں یہ بھی ضرور ہے کہ خیرات کر کے کسی پر اس کا احسان نہ جتلائے اور دنیا کے دکھلاوے کا دخل خیرات میں ہرگز نہ آنے دے۔ کیونکہ اس طرح کی خیرات بھی اکارت جاتی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر تفصیل سے آگے کی آیتوں میں آتا ہے ان شرطوں کے پورا ہو جانے کی صورت میں مثلاً ایک روپیہ خرچ کیا تو اس کا اجر دس سے لے کر سات سو روپے تک خرچ کرنے کا ملے گا یہ اپنی اپنی نیت کا پھل ہے جس کی نیت بالکل بخیر ہو گی وہ پورے سات سو کا اجر پائے گا ورنہ کچھ کمی ہو جائے گی۔ اس آیت میں تو عبادت مالی کا ذکر ہے۔ لیکن یہی حال عبادت بدنی کے اجر کا ہے چنانچہ صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ نیک عمل کا اجر دس گنے سے لے کر سات سو تک ہے۔ لیکن روزوں کا اجر اس حساب سے باہر ہے کیونکہ اللہ تعالٰے نے فرمایا روزہ ایسی ایک بڑی بھاری عبادت کھانا پینا چھوڑنے کی انسان کے حق میں ہے جس کا اجر میں خود اپنی ذات سے مناسب طور پر دوں گا۔[۲] معتبر سند سے ترمذی، نسائی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ غیر آدمی غریب کو جو کچھ دیا جائے تو وہ اکہری خیرات ہے اور جو کچھ قرابت دار محتاج کو بطور خیرات کے دیا جائے وہ دوہری خیرات ہے[۳] اس سے معلوم ہوا کہ غیر آدمی غریب کو دینے سے مثلاً جہاں ایک روپیہ کا سات سو کا اجر مل سکتا ہے اگر وہی ایک روپیہ قرابت دار غریب کو دیا گیا ہے تو بجائے سات سو کے چودہ سو کا اجر ملے گا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ کا یہ مطلب ہے کہ اجر کے دینے میں اللہ کے خزانہ میں بڑی گنجائش ہے مگر وہ ہر ایک کی نیت کا حال خوب جانتا ہے جیسی جس کی نیت ہو گی ویسا ہی اس کو اجر ملے گا۔

۲۶۲-۲۶۴- غزوہ تبوک میں حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ مع سامان اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چار ہزار درہم بطور خیرات

---

[۱] صحیح بخاری ص ۱۸۹ ج ۱ باب الصدقۃ من کسب طیب [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۱۷ [۳] جامع ترمذی ج ۱ ص ۸۳ طبع مجتبائی و سنن نسائی ج ۱ ص ۲۹۶ طبع المکتبۃ السلفیۃ لاہور۔

Marfat.com

وَلَا أَذًى ۙ لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۲۶۲) قَوْلٌ

دستاتے ہیں انہیں کو ہے ثواب ان کا ان کے رب کے ہاں اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غم کھاویں گے بات

مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى ۗ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ (۲۶۳) يَا أَيُّهَا

معقول کہنی اور درگذر کرنا بہتر اس خیرات سے جس کے پیچھے ستانا اور اللہ بے پرواہ ہے تحمل والا اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ

ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ستا کر جیسے وہ جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں

النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ

کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور پچھلے دن پر سو اس کی مثال جیسے صاف پتھر اس پر پڑی ہے مٹی

فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ

پھر اس پر برسا زور کا مینہ تو اس کو کر رکھا سخت کچھ ہاتھ نہیں لگتی ان کو اپنی کمائی اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (۲۶۴)

راہ نہیں دیتا منکر لوگوں کو ۔

کے دیئے ہوتے اس پر یہ آیت اتری[1] اور آیت کے اول حصہ میں اللہ تعالیٰ نے عام طور پر ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو خیرات کے بعد اپنے دیئے کا کسی پر احسان نہیں رکھتے نہ اپنے دیئے کو جتلا کر کسی کو شرمندگی اٹھانے کی ایذا و تکلیف دیتے ہیں بلکہ وہ جو کچھ عقبیٰ کے اجر کی نیت سے دیتے ہیں اس سے نہ کسی پر احسان جتانے کی ان کی نیت ہے نہ کسی کو شرمندہ کر کے ایذا دینے کی پھر آیت کے دوسرے حصہ میں ان لوگوں کو ہوشیار کیا ہے جن کی عادت اس کے برخلاف ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ دنیا کے دکھاوے کو کچھ دیتے ہیں اور ان کا وہ دینا اکارت جاتا ہے۔ اسی طرح ان کا دینا بھی اکارت ہے جو دیئے کے بعد لوگوں پر احسان کا بوجھ رکھتے ہیں یا دیئے کے بعد لوگوں کو یہاں تک جتلاتے ہیں کہ لینے والے کو شرمندگی اٹھانے کی ایذا پہنچتی ہے پھر فرمایا کہ یہ عادتیں تو ان لوگوں کی ہیں جن کو عقبیٰ میں اجر کا یقین نہیں ہے۔ ایمان دار آدمی میں اس طرح کی عادت ہرگز نہیں ہونی چاہئے پھر ایک مثال بیان فرمائی کہ اس طرح کی عادت والوں کا دینا ایسا ہے جیسے کوئی ایک پتھر پر تھوڑی سی مٹی دیکھ کر کھیتی کرے اور زور کا مینہ برس جانے سے وہ مٹی مع کھیتی کے دھل دھلا کر صفا چٹ پتھر نکل آئے اور اس کھیتی کی پیداوار کھیتی کرنے والے کے ہاتھ کچھ بھی نہ لگے اسیطرح بظاہر دنیا میں تو یہ لوگ خیرات کرتے ہیں مگر عقبیٰ میں ان کو اس خیرات کا اجر کچھ نہیں ملنے والا بلکہ اس کھیتی والے کی طرح وہاں یہ لوگ بالکل خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ صحیح مسلم، ترمذی نسائی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن بہت سے شہید ول

[1] تفسیر فتح البیان ج ۱ ص ۳۴۲ طبع ہند ۔

Marfat.com

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

اور مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں مال اپنے اللہ کی خوشی چاہ کر اور اپنا دل ثابت کرکر

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا

جیسے ایک باغ ہے بلندی پر اس پر پڑا مینہ تو لایا اپنا پھل دونا پھر اگر نہ پڑا اس پر

وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٦٥﴾ أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ

مینہ تو اوس ہی پڑی اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسیکو کہ ہووے اس کا ایک باغ

مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ

کھجور اور انگور کا نیچے اس کے بہتی ندیاں اس کو وہاں حاصل سب طرح کا میوہ اور

أَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ

اس پر بڑھاپا پڑا اور اس کی اولاد ہیں ضعیف تب پڑا اس باغ پر بگولا جس میں آگ تھی تو وہ جل گیا

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾ ع

یوں سمجھاتا اللہ تم کو آیتیں شاید تم دھیان کرو ؏

سے یہ کہا جائے گا کہ دنیا میں بہادر مشہور ہونے کے لئے تم نے اپنی جان دی ہے اس لئے آج تم کو کچھ اجر شہادت کا نہیں مل سکتا اور پھر اسی طرح نیک عملوں کا بھی جواب ملے گا[1]۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت خواہ مالی ہو خواہ بدنی۔ جس عبادت میں آدمی کی عقبے کے اجر کی نیت خالص نہ ہو گی وہ عبادت قیامت میں رائگاں جائے گی ؛

۲۶۵-۲۶۶۔ دنیا کے ہر ایک باغ کے جس طرح دو موسم ہوتے ہیں ایک پھل کھانے کی نیت سے باغ میں ہر طرح کے پودے لگانے کا موسم اور پھر ان پودوں کے اگ جانے اور بڑھ جانے اور ان میں پھل آجانے پر ان کے پھل کھانے کا موسم اسی طرح انسان کے عملوں کے دو زمانہ ہیں ایک دنیا میں نیک عمل کرنے کا زمانہ جس کو باغ میں پودے لگانے کے ساتھ پوری مشابہت ہے۔ دوسرا عقبے میں ان نیک عملوں کا اجر پانے کا جس کو باغ کے پھل کھانے کے موسم کے ساتھ پوری مشابہت ہے۔ ان ہی مشابہتوں کے سبب سے اللہ تعالٰے نے ان آیتوں میں لوگوں کے نیک و بد عملوں کی مثال دو باغوں کا ذکر فرما کر لوگوں کو سمجھائی ہے ایک باغ تو وہ ہے جو اونچی جگہ پر ہر طرح کی پامالی سے بچا ہوا ہے۔ مینہ۔ اوس۔ سب کچھ اس کی ترقی کا سبب ہے۔ اس لئے امید سے زیادہ اس کے پیڑوں میں پھل آیا یہ ان لوگوں کے عمل کی مثال ہے جو خالص عقبے کے اجر کے ارادہ سے عمل کرتے ہیں آخر مثال پر وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ کا یہ مطلب ہے کہ ہر ایک کے دلی ارادہ کا حال اللہ تعالٰے ہی کو خوب معلوم ہے۔ دوسرا باغ بھی اچھا تھا۔ مگر عین بہار کے وقت۔ اس باغ کے حق میں ایسی مخالف ہوا چلی کہ تمام

[1] سنن نسائی ج ۲ ص ۵۱ کتاب الجہاد طبع المکتبۃ السلفیہ لاہور۔ وجامع ترمذی ص ۶۱ ج ۲ باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ ۖ وَ

اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی سے اور جو ہم نے نکال دیا تم کو زمین میں سے اور

لَا تَيَمَّمُوا۟ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغْمِضُوا۟ فِيهِ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟

نیت نہ رکھو گندی چیز پر کہ خرچ کرو اور تم آپ وہ نہ لوگے مگر جو آنکھیں موند لو اور جان رکھو

أَنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾ ٱلشَّيْطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِٱلْفَحْشَآءِ ۖ وَٱللَّهُ يَعِدُكُم

کہ اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے

مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦٨﴾ يُؤْتِى ٱلْحِكْمَةَ مَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ

اپنی بخشش کا اور فضل کا اور اللہ کشایش والا ہے سب جانتا دیتا ہے سمجھ جس کو چاہے اور جس کو سمجھ ملے

باغ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ اور ایسے وقت پر جلا کہ بڑھاپے کے سبب سے باغ والا اور چھوٹی عمر ہونے کے سبب سے اس کی اولاد دوسرا باغ لگانے سے سب عاجز ہیں یہ ان لوگوں کے عمل کی مثال ہے کہ دیکھنے میں وہ روزہ نماز خیر خیرات سب کچھ کرتے ہیں مگر یہ سب کچھ دنیا کی کسی غرض سے عقبےٰ کی نیت سے کچھ بھی نہیں اس لئے قیامت کے دن اس بڈھے باغ والے کی طرح ایسے لوگ اپنے عملوں کے اجر سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھیں گے آخر مثال پر کذلك يبين الله لكم الآيات لعلكم تتفكرون کا یہ مطلب ہے کہ آیت کے نازل ہونے کے وقت تک جو لوگ دنیا میں زندہ وحیات ہیں ان کو اپنے عملوں کی اصطلاح میں غور و فکر کرنے کا موقع حاصل ہے یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو عین وقت پر اس بڈھے باغ والے کی طرح پھر کچھ نہیں ہو سکنے کا صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ سے پوچھا کہ مفلس کونسا آدمی کہلاتا ہے۔ صحابہ نے جواب دیا کہ حضرت مفلس وہی شخص ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو آپ نے فرمایا نہیں اصل مفلس وہ آدمی ہے جس کے نامہ اعمال میں نیک عمل جنت کے جانے کے قابل ہوں گے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اس نے لوگوں پر ظلم اس قدر کئے ہوں گے کہ ان ظلموں کے بدلے میں اس شخص کے سب نیک عمل مظلوموں کو بٹ جائیں گے اور آخر کو وہ شخص دوزخ میں ڈال دیا جائے گا[1]۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن بعضے لوگ ایسے بھی ہونگے کہ ان کے عملوں میں کچھ خرابی نہ ہوگی۔ مگر ظلم وزیادتی کے سبب سے ان لوگوں کے نیک عمل ان کے کچھ کام نہ آئیں گے اس لئے انسان کو لازم ہے کہ اپنے عملوں کی اصلاح کے ساتھ ظلم وزیادتی سے بچنے کا بھی پورا خیال رکھے۔

۲۶۷۔ ۲۷۱۔ حاکم ترمذی ابن ماجہ ابوداؤد اور نسائی میں معتبر سند سے چند صحابیوں کی روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے لوگ صدقہ دینے میں کچھ تو تنگی کرتے تھے اور کچھ بیکار اور بری چیز صدقہ میں دیتے تھے اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۰ باب تحریم الظلم

Marfat.com

الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾ وَمَا أَنفَقْتُم

بہت خوبی ملی اور وہی سمجھیں جن کو عقل ہے اور جو خرچ کروگے

مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٢٧٠﴾

کوئی خیرات یا قبول کروگے کوئی منت سو اللہ کو معلوم ہے اور گنہ گاروں کا کوئی نہیں مددگار

إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ

اگر کھلی دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور اگر چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ تو تم کو بہتر

لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾ لَّيْسَ عَلَيْكَ

ہے اور اتارتا ہے کچھ گناہ تمہارے اور اللہ تمہارے کام سے واقف ہے تیرا ذمہ نہیں

هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۗ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا

ان کو راہ پر لانا لیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو چاہے اور مال جو خرچ کروگے سو اپنے واسطے اور جب

تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا

تک خرچ کروگے مگر اللہ کی خوشی چاہ کر اور جو خرچ کروگے خیرات پوری ملے گی تم کو اور تمہارا حق نہ

نازل فرمائی[1] اور جتلادیا کہ اللہ تعالےٰ کی ذات غنی ہے اس کو تمہارے صدقہ اور تمہاری خیرات کی کچھ پرواہ نہیں ہے صرف تمہارے بھلے کے لئے تم کو خیرات کا حکم دیا ہے تاکہ خالص دل سے تم ایک پیسہ یا ایک پیسہ کی چیز خیرات کرو تو جس قدر تمہارا خلوص ہو اس کے موافق ایک کے بدلے دس سے سات سو تک تم کو دنیا میں اور بے شمار عقبےٰ میں اجر عنایت فرمائے گا اس طرح کی دل سے اتری ہوئی چیزیں جن کو کوئی تمہیں دے تو تم خود لینا پسند نہ کرو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہرگز قبول ہونے والی نہیں صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان اپنے شیاطینوں کو بھیج کر لوگوں کو ہر طرح سے بہکاتا ہے[2] اسی کو اس آیت میں فرمایا کہ شیطان صدقہ خیرات کے وقت محتاج ہو جانے سے ڈراتا ہے اور طرح طرح کی بری باتیں سکھاتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ یہ ہے کہ صدقہ خیرات سبب مغفرت کا ہے پھر یہ بھی فرمایا کہ تم از خود نذر مان کر جو صدقہ خیرات کروگے اللہ کو سب معلوم ہے وہ ایک دن تم کو اس کا بدلہ دے گا نیت خیر ہو تو علانیہ اور چھپا کر دونوں طرح صدقہ جائز ہے مگر صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ کی جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا چھپا کر دینا افضل ہے[3]۔

۲۷۲-۲۷۳۔ نسائی حاکم ابن ابی حاتم طبرانی اور بزاز نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اسلام سے پہلے اکثر صحابہ اور یہود میں قرابت تھی اور اس قرابت کی وجہ سے صحابہ ان سے طرح طرح کے سلوک کیا کرتے تھے اسلام کے بعد اس سلوک سے صحابہ نے باز رہنے کی اجازت آنحضرت سے چاہی آپ نے بھی

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۳ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۰۔ [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶۔ [3] صحیح بخاری ص ۱۹۱ ج ۱ باب صدقۃ السر و صحیح مسلم ص ۳۳۱ ج ۱ باب فضل اخفاء الصدقۃ

Marfat.com

تَظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي

رہے گا دیا ہے ان مفلسوں کو جو اٹک رہے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر نہیں سکتے

الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ج لَا يَسْـَٔلُوْنَ

ملک میں . سمجھے ان کو بے خبر محظوظ ان کے نہ مانگنے سے تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرے سے نہیں مانگتے

٣٧ ع ٥ النَّاسَ اِلْحَافًا ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

لوگوں سے لپٹ کر اور جو خرچ کرو گے کام کی چیز وہ اللہ کو معلوم ہے اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں

اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ

اپنے مال اللہ کی راہ میں رات اور دن چھپے اور کھلے تو ان کو ہے مزدوری ان کی اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے

معز دقفل عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

ان پر اور نہ وہ غم کھائیں گے

اس خیال سے کہ شاید یہ طریقہ یہود کو کچھ راہ راست پر لا دے صحابہ کو اس کی اجازت دے دی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[۱]۔ اور فرمادیا کہ جس کسی کی ہدایت اللہ کو منظور ہوتی ہے وہ ہر طرح راہ راست پر آجاتا ہے۔ بدوں مرضی اللہ کے تمہاری ایسی باتوں سے کیا ہدایت ہو گی اور اللہ کو اس طرح کی مجبوری کا ایمان کب پسند ہے کہ کوئی کھانا بند کرنے سے ایمان لائے اور کوئی پانی اس لئے تم اپنے قرابت واروں سے جو کچھ سلوک کیا کرتے تھے وہ کئے جاؤ اور اللہ کی ہدایت کے منتظر رہو اس آیت کے بعد آپ نے صحابہ کو حکم دے دیا کہ بلالحاظ دین کے جو کوئی جس سے کچھ سلوک کرتا تھا وہ کئے جائے صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے جو روایت اس شان نزول کے ہم معنے ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو گھر گھر مانگتا پھرتا ہے بلکہ اصل مسکین وہ ہے جو اتنا نہیں رکھتا کہ اس کے خرچ ضروری کے لئے کافی ہو[۲] وہ حدیث اس شان نزول کی موید ہے مفسرین نے لکھا ہے فقراء سے مراد مہاجرین اہل صفہ ہیں باوجود تنگی کے کسی سے سوال نہیں کرتے تھے ؛

۲۷۴- طبرانی ابن ابی حاتم، عبدالرزاق ابن جریر اور ابن المنذر نے روایت کی ہے کہ عقبے کے اجر کے خیال سے جب صحابہؓ میں طرح طرح کی خیرات کا چرچا ہوا مثلاً اکثر صحابہ نے جہاد کا سامان گھوڑے اور ہتھیار خریدنے اور مجاہدین کو طرح طرح کی مدد دی مثلاً حضرت علی کے پاس چار درہم تھے آپ نے ایک رات دن میں چھپے اور ظاہر وہ سب خیرات کر دیئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کو اللہ سے بڑے بڑے اجروں کی توقع رکھنی چاہیئے حضرت علیؓ کے چار درہم خیرات کرنے کے قصہ کی روایت میں اگرچہ ابن جریر وغیرہ کی سند ضعیف ہے مگر ابن مردویہؒ نے

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۴ و مستدرک حاکم ص ۲۸۵ ج ۲ کتاب التفسیر [۲] صحیح بخاری ص ۲۰۰ ج ۱ کتاب الزکوٰۃ و تفسیر ابن کثیر ص ۳۲۴ ج ۱

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ

جو لوگ کھاتے ہیں سود نہ اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے جس کے حواس کھو دیئے جن نے

الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ وقف لازم

لپٹ کر یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہا سوداگری بھی تو ویسا ہی ہے جیسا سود لینا اور اللہ نے حلال کیا سودا اور حرام کیا

الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ

سود پھر جس کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور باز آیا تو اس کا ہے جو آگے ہو چکا اور اس کا حکم اللہ کے

وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ

اختیار اور جو کوئی پھر کرے وہی ہیں دوزخ والے لوگ وہ اسی میں رہ پڑے مٹاتا ہے اللہ سود اور

يُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بڑھاتا ہے خیرات اور اللہ نہیں چاہتا کسی ناشکر گنہگار کو جو لوگ ایمان لائے اور عمل

الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

نیک کئے اور قائم رکھی نماز اور دی زکوٰۃ ان کو ہے بدلا ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو خوف ہے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

اور نہ وہ غم کھائیں گے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے طریق سے جو اس قصہ کو روایت کیا ہے[۱] وہ سند قوی ہے اور اس قوی طریق کی مدد سے وہ ضعیف طریقہ بھی کچھ قوت پکڑ جاتا ہے۔ صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص نیک نیتی اور عقبیٰ کے اجر کے خیال سے اپنی بی بی بچوں کو نان و نفقہ میں بھی کچھ خرچ کرے گا تو اس کو بھی قیامت کے دن اس خرچ کرنے کا اجر خدا کی درگاہ سے ضرور ملے گا[۲]۔

۲۷۵-۲۷۷۔ اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان نیک لوگوں کا ذکر فرمایا تھا جو بذریعہ صدقہ و خیرات کے اپنے مال سے دنیا میں خلق اللہ کو نفع پہنچاتے ہیں اور عقبیٰ میں اس خیرات کے اجر کی اللہ سے توقع رکھتے ہیں اس آیت میں ان لوگوں کے مقابل کے ان بد لوگوں سود خواروں کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے اپنے مال کے طفیل میں اپنی دین دنیا کو خراب اور خوار کر دیا۔ مسند امام احمد وغیرہ کی شب معراج کی حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں کچھ لوگ آپ نے دیکھے جن کے پیٹ بڑے بڑے گھر اور کوٹھوں کے برابر ہیں اور ہزارہا سانپ اور بچھو ان کے پیٹوں میں بھرے ہیں[۳]۔ دنیا میں ایک سانپ یا بچھو کسی کو کاٹتا ہے تو وہ باولوں

[۱] تفسیر ابن کثیر میں ابن جریر کی سند ضعیف کہہ دیا اتنا کہا ہے کہ ابن مردویہ نے دوسری سند سے اس کو ذکر کیا ہے لیکن سند ذکر نہیں کی، تاکہ اس کی استنادی حیثیت کی تحقیق کی جاسکے جب تک سند ساتھ نہ ہو اس کو قوی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس روایت کا ثبوت مخدوش ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ کے منہاج السنہ (ص ۲ ج ۴) میں لکھا ہے۔ [۲] تفسیر ابن کثیر ص ۳۲۵-۳۲۶ بحوالہ مسند احمد [۳] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۶۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِ

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا سود اگر تم کو یقین ہے پھر اگر

کی طرح بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ حسب بیان مخبر صادق کے جس شخص پر اس قسم کا عذاب قبر ہو کہ ہزارہا سانپ بچھو اس کے پیٹ میں بھرے ہوں تو باولوں کی طرح قبر سے اس کا اٹھنا ظاہر ہے اس حدیث کا پورا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں آئے گا۔ مشرکین عرب میں اکثر سود کے لین دین کا یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کچھ روپیہ قرض دیتا تھا۔ اور اس قرض کی مدت پر اگر روپیہ ادا نہ ہوا تو مدت کچھ زیادہ کر کے قرضہ کی رقم کو بھی کچھ بڑھا دیا جاتا تھا۔ اور اپنی سمجھ کے موافق وہ لوگ اس طریقہ کو بیع کی ایک قسم خیال کرتے تھے اور ادائے قرضہ کی مدت جو بڑھاتے تھے اس کو خرید و فروخت کی ایک چیز اور اس مہلت کے معاوضہ میں جو رقم بڑھائی جاتی تھی اس کو اس مہلت کی قیمت انہوں نے قرار دے رکھا تھا لیکن وہ مدت کوئی مالیت کی چیز نہ تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس صورت کو بیع قرار دینا ان کا دیوانہ پن قرار دیا اور حشر میں بھی سزا اُن کے لئے تجویز کی کہ وہ قبروں سے دیوانہ ہو کر اٹھیں گے ہاں جو لوگ سود کے حرام ہونے کی آیت کے بعد آئندہ سود لینے سے توبہ کر لیں گے ان کو آیت سے پہلے کا سود کا مؤاخذہ معاف ہے یہ تو سود خواروں کا عقبیٰ کا حال ہوا دنیا میں اُن کے سودی مال کا وہی حال ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سود کے لالچ کے مارے وہ لوگوں کو روپیہ دیتے ہیں تھوڑے دنوں تو اپنا دل خوش کر لیتے ہیں کہ ایک ایک کے دو دو اور چار چار ہو گئے پھر تجربہ سے ہزاروں جگہ یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ آخر کو ان کا سود اصل سب کچھ اس طرح مٹ جاتا اور ڈوب جاتا ہے جس طرح خیرات کا مال دس سے سات سو تک بڑھتا ہے صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے کھانے والے، کھلانے والے، سود کے لین دین کی تحریر لکھنے والے، گواہی دینے والے، سب پر لعنت فرمائی ہے[1]۔ مراد مومنین سے اس آیت میں خاص کر وہ لوگ ہیں جو سود کو حرام جانتے ہیں اور سود کے معاملہ میں نہیں پڑتے سود خواروں کو ناشکر اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسودگی کی نعمت جو دی تھی اس کی شکر گذاری انہوں نے اس مال کو نیک کاموں میں خرچ کر کے کچھ نہیں کی بلکہ سود خواری سے ناشکر اور گنہ گار بن گئے مسند امام احمد ابن ماجہ مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سود کی رقم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رقم ظاہر میں چند روز بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے لیکن انجام اس کا نقصان اور گھاٹا ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[2] مستدرک حاکم میں معتبر سند سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بستی میں سود خواری بڑھ جائے گی وہاں اللہ کا عذاب ضرور آئے گا[3]۔

۲۷۸۔۔۲۸۰ مسند ابو یعلی موصلی، ابن مندہ تفسیر ابن جریج تفسیر مقاتل اور تفسیر سدی میں کلبی نے ابو صالح کی سند سے

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷ باب الربوٰ [2] مستدرک حاکم ص ۳۷ ج ۲ و تفسیر ابن کثیر ص ۳۲۷ ج ۱ [3] مستدرک حاکم ص ۳۷ ج ۲ و ترغیب منذری ص ۳ ج ۲

Marfat.com

لَمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ

نہیں کرتے تو خبردار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تم کو پہنچتے ہیں اصل مال تمہارے

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ

نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر اور اگر ایک شخص ہے تنگی والا تو فرصت دینی چاہیے جب تک کشائش پاوے اور اگر

تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

خیرات کرو تو تمہارا بھلا ہے اگر تم کو سمجھ ہو ۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت بیان کی ہے اور متقدمین مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سلسلہ روایت کا اچھا ہے قابل اعتراض نہیں ہے حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ بنی عمرو بن عوف ایک قبیلہ تھا اسلام سے پہلے اس قبیلہ اور ایک دوسرے قبیلہ بنی مغیرہ میں سود کا لین دین تھا سود کے حرام ہو جانے کے بعد بنی عمرو بن عوف نے اپنی باقی رقم سود کے تقاضا بنی مغیرہ سے کیا انہوں نے کہا اسلام کے بعد ہم سود کی رقم نہیں دیں گے یہ جھگڑا مکہ کے عامل عتاب بن اسید کے روبرو پیش ہوا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس قصہ کی اطلاع لکھ کر بھیجی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل فرمائی[1] اور فرمادیا کہ جو لوگ مومن اور اللہ کے حکم کے فرماں بردار ہیں ان کو ہرگز روا نہیں ہے کہ حکم الٰہی سے سود کے حرام ہو جانے کے بعد پھر سود کی رقم کا مطالبہ کریں اور جس طرح یہ قرض دینے والے لوگ سود کی رقم کا مطالبہ نہ کریں اسی طرح قرض دار لوگ کو بھی یہ نہ چاہیئے کہ وہ باوجود آسودہ حالی کے ان کی اصل رقم کے دینے میں دیر کریں۔ یا اصل رقم میں سے کچھ دبا رکھیں ہاں جو قرض دار تنگ دست ہوں ان کو اس قدر مہلت ضرور دی جائے کہ ان کا ہاتھ ذرا فراغت ہو جائے اور اگر قرض دینے والے لوگ تنگ دست قرض داروں کو قرضہ کی پوری رقم یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو ان کو یہ جتلا یا جا چکا ہے کہ اس کے اجر میں دس سے لے کر سات سو تک خدا دے گا[2] صحیح مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جو قرض دینے والا شخص اپنے تنگ دست قرض دار کو اس کی فراغ دستی تک ادائے قرضہ کی مہلت دے گا تو اللہ تعالیٰ حشر کے روز کے میدان کی گرمی میں ایسے شخص کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے[3] گا۔ اور اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حشر کے دن کی اور اس دن کی جزا سزا کی یاد دہی لوگوں کو اس لئے فرمائی ہے کہ عقبے کی جزا سزا اُن کے دلوں پر جم جائے اور اس خیال سے نیک کاموں کی رغبت ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ باوجود اس فہمائش اور نصیحت کے پھر بھی اگر کوئی شخص اللہ کے حکم کی مخالفت کرے گا تو اس کو چاہیئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑنے کو تیار ہو جائے غرض اس سے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہو کر مشرکوں کی طرح اللہ کے حکم کی مخالفت کریں گے تو مشرکوں کی طرح ان پر بھی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فوج کشی کرنے کا حکم دے گا۔

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۰ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۲ [3] صحیح مسلم ص ۴۱۶ ج ۲ کتاب الزہد

Marfat.com

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا

اور ڈرتے رہو اس دن سے جس میں الٹے جاؤ گے اللہ کے پاس پھر پورا ملے گا ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر

يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ٣٨ ع ٨ ٦

ظلم نہ ہوگا اے ایمان والو جس وقت معاملہ کرو کسی ادھار کا کسی وعدے مقرر تک تو اس کو لکھو

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۖ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ

اور چاہیے لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے اور نہ کنارہ کرے لکھنے والا اس سے کہ لکھ دے جیسا کہ سکھایا اس کو اللہ نے

فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ

سو وہ لکھے اور بتاوے جس پر حق دینا ہے اور ڈرے اللہ سے جو رب ہے اس کا اور ناقص نہ کرے اس میں سے کچھ

فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ ھُوَ

پھر اگر جس شخص پر دینا آیا بے عقل ہے یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتا سکتا تو بتادے اس کا

٢٨١- معتبر سند سے نسائی تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ سب سے آخر قرآن شریف کی یہی آیت نازل ہوئی ہے[1] جس سے یہ اشارہ ہے کہ اس آیت کے بعد خوف آخرت ہے۔ ایک چیز ہے جو اللہ سے ڈرنے کا ذریعہ دنیا میں قیامت تک چھوڑا جاتا ہے رسول وقت کی صحبت قرآن شریف کا ہر نصیحت کے موقع پر نازل ہونا آیندہ سے بند ہے چنانچہ اس آیت کے نزول کے نو راتوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ جو آخری ذریعہ عقبےٰ کے پاک کرنے کا اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے لئے دنیا میں رکھا ہے وہی خوف عقبےٰ ہادی مطلق مسلمانوں کو ہدایت دے کہ کوئی مسلمان اس ذریعہ سے غافل نہ رہے آمین یارب العالمین ؛

٢٨٢- سفیان ثوریؒ نے بواسطہ مجاہد کے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت بیع سلم کے جائز ہونے کے حکم میں نازل ہوئی ہے[2] کسی چیز کی قیمت پیشگی دے کر وہ چیز کچھ مدت کے بعد لے جاوے تو اس کو بیع سلم کہتے ہیں اس کی شرائط اور ان شرائط میں علماء کا جو اختلاف ہے اس کی صراحت فقہ کی کتابوں میں ہے صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیع سلم میں ماپ تول اور مدت بیع کا معلوم ہو جانا ضروری ہے[3]۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ مہینوں کی مدت ہو تو اس کا صاف ذکر بیع سلم میں آجانا چاہئے مجہول مدت جیسے غلہ کا کٹنا یا کھلیانوں کا اٹھنا یا کسی قافلہ کا واپس آنا ایسی باتیں بیع سلم کی مدت مقرر کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں مدتی معاملہ کو لکھ لینے کا حکم اس لئے ہے کہ زبانی بات بہت دنوں تک یاد نہیں رہ سکتی یہی حال گواہی کا حال ہے کہ گواہی کے بعد معاملہ پکا ہو جاتا ہے۔ بھول چوک یا معاملہ کے انکار کی گنجایش پھر باقی نہیں رہتی کاتب اور گواہوں کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ وہ لکھنے اور گواہی

[1] تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ٣٣٣ [2] تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ٣٣٤ [3] صحیح بخاری ص ٢٩٩ ج ١ و صحیح مسلم ص ٣١ ج ٢ و تفسیر ابن کثیر ص ٣٣٤ ج ١

Marfat.com

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ

اختیار والا انصاف سے اور گواہ کرو دو گواہ اپنے مردوں میں سے پھر اگر نہ

يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا

ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو پسند رکھتے ہو تم شاہدوں میں کہ بھول جاسے ایک عورت

فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْــَٔمُوْٓا اَنْ

تو یاد دلائے اس کو دوسری اور کنارہ نہ کریں گواہ جس وقت بلائے جائیں اور کاہلی نہ کرو اس کے

تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ

لکھنے سے چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا اس کے وعدے تک اس میں خوب انصاف ہے اللہ کے یہاں اور درست رہتی ہے گواہی

وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ

اور لگتا ہے تم کو شبہ نہ پڑے مگر ایسا کہ سودا ہو دو بدو کا پھر بدل کرتے ہو آپس میں تو گناہ نہیں تم پر

جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ

کہ نہ لکھو اس کو اور گواہ کرلو جب سودا کرو اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ شاہد

وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

اور اگر ایسا کرو گے تو یہ گناہ کی بات ہے تمہارے اوپر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ تم کو سکھاتا ہے اور اللہ سب چیز

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

سے واقف ہے

ادا کرنے میں کوتاہی اور خیانت نہ کریں کاتب سے جو بات کہی جائے وہ پوری لکھ دے گواہوں کو جتنی بات معلوم ہو وہ پوری گواہی اس کی ادا کر دیویں سچی گواہی کے ادا کرنے کے اجر اور جھوٹی گواہی کے وبال میں بہت سی صحیح حدیثیں آئی ہیں گواہوں کے باب میں یہ فرمایا کہ جس شخص پر حق ہو اگر وہ کم عمر یا کم عقل ہو تو اس کا متولی ایمان داری سے پوری دستاویز لکھوا دے یہ بھی فرمایا کہ بڑے چھوٹے معاملہ کا خیال ان باتوں میں نہ کیا جائے ہر ایک معاملہ میں اس حکم کی تعمیل کی جائے۔ کیونکہ بھول بڑے چھوٹے معاملات میں یکساں ہے۔ ہاں دست بدست کے معاملہ میں گواہی اکثر علماء کے نزدیک ضروری نہیں ہے اخیر پر فرمایا کہ جو شخص باوجود اللہ کی اس ہدایت کے اوپر عمل نہ کرے گا تو وہ گناہ کی بات ہے ایسی باتوں میں خدا سے ڈرنا چاہیے مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ جس وقت اقرار کو لکھ لینے کا حکم اس آیت میں اترا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو اقرار کر کے اپنے اقرار کو بھول گئے وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں یوم المیثاق میں اللہ تعالیٰ نے انکی سب اولاد

[1] جامع ترمذی ص۳۵ ج۲ کتاب الشہادات۔

Marfat.com

وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم
اور اگر تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ لکھنے والا تو گرو ہاتھ میں رکھنی پھر اگر اعتبار کرے ایک
بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ
۳۹ دوسرے کا تو چاہئے پورا کرے جس پر اعتبار کیا اپنے اعتبار کو اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اس کا اور نہ چھپاؤ تم گواہی کو
ع ۲ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (۲۸۳)
۷ اور جو کوئی اسے چھپاوے گا تو گنہگار ہے دل اس کا اور اللہ تمہارے کام سے واقف ہے۔

کو جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی حضرت آدمؑ کی پشت سے نکالا تو ان میں ایک صورت کو بڑا نورانی دیکھ کر حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ یا اللہ یہ نورانی صورت کا کون شخص ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمہارے بیٹے داؤدؑ نبی ہیں حضرت آدمؑ نے کہا یا اللہ داؤدؑ کی کتنی عمر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساٹھ برس حضرت آدمؑ نے عرض کیا ان کی عمر کچھ اور زیادہ ہوتی تو خوب تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اپنی ہزار برس کی عمر میں سے کچھ ان کو دے دو حضرت آدمؑ نے چالیس برس اپنی عمر میں سے حضرت داؤدؑ کو دینے کا اقرار کیا اور اپنی قبض روح کے وقت فرشتہ سے کہا کہ ابھی میری عمر کے چالیس برس باقی ہیں اور فرشتہ نے حضرت داؤدؑ کا قصہ یاد دلایا تو حضرت آدم علیہ السلام اس قصہ کو بالکل بھول گئے[1] اس آیت کے نزول کے وقت اس آیت میں جو اقرار کے لکھ لینے کا حکم تھا اس کی تفسیر میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدمؑ کا قصہ ذکر فرمایا اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آیت کا یہ مطلب سمجھا کہ حضرت آدمؑ سے اقرار کے بعد جو بھول ہو گئی تھی اس طرح کی بھول چوک روکنے کے لئے اقرار کے لکھ لینے کا یہ حکم ارشادی طور پر اس آیت میں ہے۔ فرض کے طور پر نہیں ہے اور خود آنحضرت سے مرفوع طور پر یہ تفسیر آیت کی جب موجود ہے تو بعض علماء نے اس حکم کو فرض ٹھہرا کر آیت فان امن بعضکم بعضا سے اس آیت کو جو منسوخ کہا ہے وہ ظاہر تفسیر مرفوع کے خلاف ہے۔

۲۸۳- جب آدمی سفر میں ہوتا ہے تو بالکل اجنبی ہوتا ہے کسی سے جان پہچان کم ہوتی ہے اس سفر کی حالت میں اگر کچھ قرض لینے کی ضرورت ہو تو بغیر کسی چیز کے گروی رکھنے کے نہ کوئی اعتبار کرتا ہے نہ کچھ قرض مل سکتا ہے اس واسطے سفر کا ذکر خاص طور پر فرما کر اللہ تعالیٰ نے گروی کو اس آیت میں جائز فرما دیا۔ اگرچہ بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت میں جب سفر کا ذکر ہے تو حالت سفر میں ہی گروی جائز ہے حالت مقام میں نہیں لیکن خود صاحب شریعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذرہ حالت مقام میں ایک یہودی کے پاس گروی رکھوا کر حدیث فعلی سے اس آیت کی تفسیر فرما دی ہے کہ گروی حالت سفر اور حالت مقام دونوں حالتوں میں جائز ہے یہ آپ کی ذرہ یہودی کے پاس گروی ہونے کی حدیث صحیحین میں ہے جس کی روایت حضرت انسؓ سے ہے[2]۔

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۴ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۷

Marfat.com

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ

اللہ کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور اگر تم کھولو گے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے حساب لے گا تم

بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۸۴)

سے اللہ پھر بخشے گا جس کو چاہے اور عذاب کرے گا جس کو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

مانا رسول نے جو کچھ اترا اس کو اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫

اور کتابوں کو اور رسولوں کو ہم جدا نہیں کرتے کسیکو اس کے رسولوں میں اور بولے ہم نے سنا اور قبول کیا

۲۸۴- دل کا وسوسہ آدمی کے قابو کی بات نہیں ہے بعضے وقت سینکڑوں وسوسات دل میں گذرتے ہیں- اور آدمی اپنے آپ کو روک کر ایک کام بھی ان وسوسوں کے موافق نہیں کرتا- اس واسطے اس آیت میں دل کے وسوسہ پر حساب اور عذاب کا حکم آنے سے صحابہ کرام کو بڑا رنج ہوا پھر آنحضرت نے ان کو سمجھایا اور کہا کہ یہود اور نصاریٰ کی طرح اللہ کے حکم سے انحراف نہ کرو اور اللہ کا جو حکم ہو اس کو بسر و چشم مان لو اللہ ضرور تم پر رحم کرے گا- جب انہوں نے خوشی سے اللہ کا حکم مان لیا تو اس سے آگے کی آیتوں میں اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی تعریف کی اور دل کے وسوسہ پر جو عذاب کا حکم تھا اس کو منسوخ فرما دیا چنانچہ اسی منسوخی کے باب میں صحاح ستہ کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے نے دل کے وسوسہ کو معاف کر دیا ہے[1] اور صحیح حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ جب ظاہر عملوں میں کوئی شخص شیطان کے قابو کا نہیں ہوتا اور شیطان آدمی کے فعلوں میں بہکانے کا موقع نہیں پاتا تو آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اس لئے دل میں وسوسوں کا آنا عین ایمان کی نشانی ہے[2] حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دل کے وسوسوں پر اللہ تعالے کا مقصد عذاب کرنے کا سرے سے آیت میں تھا ہی نہیں بلکہ اللہ تعالے کا مقصد تو یہ تھا کہ قیامت کے دن تک کے سارے دل کے وسوسات کا حساب و کتاب رکھا جائے گا- اور قیامت کے دن اللہ تعالے مسلمانوں کو ان کے وہ وسوسات یاد دلا کر معاف فرمائے گا تاکہ مسلمانوں کو اللہ تعالے کی رحمت اور عنایت کی زیادہ قدر ہو ان معنوں کے سبب سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے؛

۲۸۵-۲۸۶- حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث مسلم اور نسائی کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے کہ سورہ فاتحہ اور سورہ بقر کی یہ دونوں آیتیں ایسے دو نور ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ نور کسی نبی پر نازل نہیں ہوئے۔[3] مسند امام احمد اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص رات کو سورہ بقر کی یہ دونوں آیتیں امن الرسول سے سورت کے ختم تک پڑھ لے گا اس کی تمام رات کی عبادت اس کے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۹ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۹ بحوالہ صحیح مسلم عن ابی ہریرہ [3] صحیح مسلم ص ۲۷۱ ج ۱ باب فضل الفاتحۃ الخ

Marfat.com

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ

تیری بخشش چاہیئے اے رب ہمارے اور تجھی تک رجوع ہے اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اس کی گنجائش ہے اسی کو ملتا ہے جو کمایا اور

عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا

اسی پر پڑتا ہے جو کیا اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر

إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۚ

بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے اگلوں پر اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے جس کی طاقت نہیں ہم کو

۴۰ ع ۳ ۸ وَاعْفُ عَنَّا ۖ وقفۃ وَاغْفِرْ لَنَا ۖ وقفۃ وَارْحَمْنَا ۚ وقفۃ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۲۸۶﴾ ع

اور در گذر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہمارا صاحب ہے تو مدد کر ہماری قوم کافر پر

نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی[1] مسند امام احمد وغیرہ میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ عرش معلے کے نیچے اللہ تعالےٰ کا ایک خزانہ ہے اس میں سے سورہ بقر کی یہ دونوں آیتیں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہیں[2] شداد بن اوس رضؓ سے طبرانی نے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں سورہ بقر کی یہ آیتیں پڑھی جائیں اس گھر پر شیطان کا اثر پھر باقی نہیں رہتا طبرانی کی سند اس روایت کی معتبر اور جید ہے[3] حاصل مطلب ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ جتنے ایمان دار لوگ ہیں ان کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کی ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک نہیں اللہ کے سب رسول اور سب آسمانی کتابیں برحق ہیں اللہ کے حکم سے اگرچہ بعضی شریعتیں بعضی شریعتوں سے منسوخ ہو کر پھر پچھلی سب شریعتیں شریعت محمدیؐ سے منسوخ ہوئی ہیں۔ اور اب قیامت تک یہی شریعت محمدی قائم رہے گی۔ لیکن اپنے اپنے وقت پر وہ سب نبی اللہ کے نبی اور سب کتابیں اللہ کی ہیں کسی رسول اور کتاب کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یہ حکم الٰہی کے بالکل مخالف ہے اللہ کے فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں اور جس کام پر اللہ تعالےٰ نے ان کو مامور کر دیا ہے وہ اس کے بجا لانے میں اللہ کے پورے فرماں بردار ہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا سے اوپر کی آیت وہ منسوخ ہوئی ہے جس میں دل کے وسوسہ پر محاسبہ کا حکم تھا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت کی تفسیر حضرت ابوہریرہؓ کی حدیثوں میں جن کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے یہ ہے کہ انسان نیک کام کا محض قصد بھی دل میں کرے تو اس قصد کے اجر میں ایک نیکی کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اگر اپنے اس قصد کے موافق وہ نیک کام کرے تو دس سے لے کر سات سو نیکیوں تک کا ثواب لکھا جاتا ہے[4] اور برے کام کے محض ارادہ اور قصد پر کوئی بدی نہیں لکھی جاتی جب تک آدمی اس برے کام کو کر نہ لیوے اور برے کام کا ارادہ کر کے اگر آدمی اس کام کے کرنے سے باز رہے تو اس باز رہنے کے اجر میں بھی ایک نیکی کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ باقی لفظاً ان دونوں آیتوں میں دعا کے ہیں جو

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۰ ۲؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۱ ۳؎ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۱۲ ۴؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۹

Marfat.com

اٰیاتھا ۲۰۰ (٣) سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِیَّةٌ (۸۹) رکوعاتھا ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا

اللہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں جیتا ہے سب کا تھامنے والا اتاری تجھ پر کتاب تحقیق ثابت کرتی

لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ

اگلی کتابوں کو اور اتاری تھی تورات اور انجیل اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کو اور

اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَ اللّٰهُ

اتارا انصاف جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سے ان کو سخت عذاب ہے اور اللہ

عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾

زبردست ہے بدلا لینے والا ؛

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھائے ہیں کہ وہ اس معبود سے اس طرح دعا کیا کریں۔ اس سورت میں نماز روزہ حج زکوٰۃ نکاح طلاق ایلاد رضاعت عدت بہت سے احکام ہیں اس لئے یہ سورت قرآن شریف کی گویا کتاب الاحکام ہے۔ اصر کے معنے سخت تکلیف کے ہیں یہود پر سخت احکام جو نازل ہوئے تھے مثلاً توبہ کی جگہ قتل پچاس نمازیں چوتھائی مال کی زکوٰۃ نزول قرآن کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھائی ہے تاکہ قرآن شریف میں نرم احکام نازل ہوں اور اگر کوئی سخت حکم نازل بھی ہو تو وہ اس دعا کی برکت سے اسی طرح منسوخ ہو جائے جس طرح دل کے وسوسہ کی آیت منسوخ ہوئی یہ محض اللہ کا فضل ہے جو اس نے اس دعا کے سکھانے سے اپنے بندوں پر کیا ہے یہ وقت تو ایسا ہے کہ نرم احکام کی تعمیل بھی ہم لوگوں سے نہیں ہو سکتی اس وقت اگر کچھ سخت احکام باقی رہ جاتے تو ہم لوگوں کے لئے بڑی دشواری تھی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس دشواری کو آسان کر دیا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے فضل سے دین دنیا کی سب دشواریاں آسان کر دے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

۱-۴۔ سورہ آل عمران کی فضیلت میں بہت سی صحیح حدیثیں آئی ہیں یہ سورت مدنی ہے اس سورت کی دو سو آیتیں ہیں اس تفسیر کے مقدمہ میں اس کا ذکر ہے کہ تفسیر ابن ابی حاتم بڑی صحیح تفسیر ہے اس میں اور صحیح تفسیروں میں جو روایتیں[1] ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ ۹ھ ہجری میں کچھ عیسائی لوگ شام اور یمن کے مابین میں ایک نجران بستی ہے وہاں سے اپنی قوم کی طرف سے ایلچی بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور ان عیسائی لوگوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے خدا کا بیٹا ہونے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا مباحثہ کیا اس پر اس سورہ کی

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۰-۳۷۱

Marfat.com

اکثر آیتیں نازل ہوئیں جن میں مباہلہ کی آیت بھی ہے۔ مباہلہ کی پوری تفصیل تو اسی آیت کی تفسیر میں آئے گی۔ لیکن اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب دو فریق میں کسی دینی امر کا جھگڑا ہو اور وہ جھگڑا زبانی مباحثہ سے طے نہ ہو تو دونوں فریق کو مع قریب کے رشتہ داروں کے جنگل میں جانے اور فریق ہٹ دھرم پر عذاب الٰہی نازل ہونے کی بددعا کرنے کا حکم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب وہ عیسائی لوگ مباہلہ کی آیت سے پہلے کی آیتوں میں طرح طرح کی جو نصیحتیں تھیں ان کو خیال میں نہ لائے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے کی ہٹ دھرمی پر اڑے رہے تو آخر مباہلہ کی آیت اتری اور اس آیت کے اترتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کو ساتھ لے کر جنگل میں تشریف لے گئے اور ان عیسائی لوگوں کو آدمی بھیج کر بلایا مگر ان عیسائی لوگوں میں کئی شخص بڑے پادری تھے انہوں نے مباہلہ منظور نہیں کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی سے مباہلہ کرنا بڑی خرابی کی بات ہے غرض ان لوگوں نے مباہلہ قبول نہیں کیا اور سالانہ خراج دینا قبول کر لیا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ فرمایا کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو ضرور آسمان سے آگ برستی[1] اور یہ لوگ وہیں جنگل میں جل کر بھسم ہو جاتے۔ الم ان حروف مقطعات کی بحث سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے اور یہ حدیث بھی گذر چکی ہے کہ اسم اعظم ان دونوں آیتوں میں ہے اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم والم اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم[2] صحیح حدیثوں میں ہے کہ اسم اعظم کے پڑھنے کے بعد آدمی جو دعا مانگے وہ ضرور قبول ہوتی ہے[3] حیّ کے معنے ہمیشہ باقی رہنے والا قیوم کے معنے اپنی ذات سے قائم رہ کر تمام مخلوقات کا ہر طرح کا بندوبست کرنے والا ان دونوں لفظوں کے ذکر فرمانے میں یہ نصیحت ہے کہ جب ان عیسائی لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہودیوں نے عیسےٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا اور اسی اعتقاد کے سبب سے یہ لوگ سولی کی صورت کو مانتے ہیں تو عیسےٰ علیہ السلام میں کوئی صفت ان دونوں صفتوں میں کی نہ پائی گئی کیونکہ جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہو اس کو سولی پر چڑھانا اور جس کے ہاتھ میں تمام عالم کا انتظام ہو یہودیوں کا اس کے انتظام سے باہر ہو کر اتنی بڑی بے انتظامی کا پھیلانا کس طرح ہو سکتا ہے پھر باپ بیٹے میں مناسبت کیونکر ہوئی اور ان لوگوں کے اعتقاد کے موافق عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کس مناسبت سے کہا جا سکتا ہے۔

اب آگے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح موسےٰ پر تورات اور عیسےٰ پر انجیل نازل فرمائی اسی طرح نبی آخر الزمان پر قرآن نازل فرمایا۔ جس طرح قرآن میں ان کتابوں کی صداقت موجود ہے اسی طرح ان کتابوں میں قرآن کی صداقت موجود ہے ایک کو بھی ان میں سے جھٹلایا جائے تو دوسرے کی صداقت کو بٹا لگتا ہے۔ پھر یہ لوگ قرآن کے کیوں منکر ہیں جس سے سخت عذاب ان کو بھگتنا پڑے گا۔ پھر یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ ایسا زبردست ہے کہ وقت مقررہ پر کتاب آسمانی کے منکروں سے جب وہ بدلہ لینا چاہے گا تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا کلام سچا ہے۔ دنیا میں تو ان

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۱ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۷ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۷

Marfat.com

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۵ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ

اللہ اس پر چھپی نہیں کوئی چیز زمین میں اور آسمان میں وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے

فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۶ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ

ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوائے زبردست ہے حکمت والا وہی ہے جس نے اتاری

عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا

تجھ پر کتاب اس میں بعضی آیتیں پکی ہیں سو جڑ ہیں کتاب کی اور دوسرے ہیں کئی طرف ملتے سو

الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ

جن کے دل پھرے ہوئے ہیں دا لگتے ہیں ان کے ڈھب والیوں سے تلاش کرتے ہیں گمراہی اور تلاش کرتے ہیں

لوگوں سے اللہ تعالے نے یہ بدلہ لیا کہ ان آیتوں کے نزول سے پانچ برس کے بعد ان لوگوں کی بستی پر اہل اسلام کا قبضہ کرادیا۔ اور عقبے کا بدلا عقبے کے ساتھ ہے۔

۵ — ۶۔ حاصل مطلب ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالے کا علم ایسا وسیع ہے کہ اس کو زمین و آسمان کی سب غیب کی باتیں معلوم ہیں کوئی بات اس کے علم سے باہر نہیں ہے اس لئے ماں کے پیٹ میں گورا کالا، لڑکا لڑکی، نیک بد سب کچھ اس کے علم کے موافق ہوتا ہے اسی کو تقدیر کہتے ہیں اب اس میں ان عیسائی لوگوں کو یہ دھمکی ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ کر خدا کی توحید میں جو یہ لوگ خلل ڈالتے ہیں اور اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں ذرا ذرا یہ سب باتیں اللہ کو معلوم ہیں اور ان لوگوں کے اعمال نامہ میں یہ سب باتیں لکھی جاتی ہیں وقت مقررہ آنے کی دیر ہے پھر یہ لوگ دیکھ لیں گے کہ کیا ہوتا ہے اور اس دھمکی کے ساتھ ہی یہ فہمایش بھی ہے کہ جب عیسے علیہ السلام اور مخلوق کی طرح حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور ماں کے پیٹ میں نطفہ کی حالت سے لے کر پیدایش کی حالت تک بچہ پر جو کچھ تغیرات گذرتے ہیں وہ ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں تو پھر باوجود اس کے عیسے علیہ السلام کو یہ لوگ خدا کا بیٹا کس مشابہت سے کہتے ہیں۔ رہا عیسے علیہ السلام کا بغیر باپ کے حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہونا یہ اللہ کی اس قدرت سے کچھ بعید نہیں جس قدرت سے اس نے آدمؑ اور حوّا کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کر دیا۔ کیونکہ وہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ کوئی مشکل کام اس کی حکمت کے آگے مشکل اور کوئی بڑا کام اس کی قدرت کے آگے بڑا نہیں۔ اگرچہ یہ آیتیں ان نجرانی عیسائیوں کی شان میں اتری ہیں۔ لیکن قرآن کی نصیحتیں عام ہیں اب کسی قوم کے کسی شخص میں کسی نصیحت کے قابل کوئی ویسی بات پائی جائے گی تو قرآن کی نصیحت گویا اسی کی شان میں ہوگی۔

۷ — ۹۔ سب سے پہلے یہ ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن شریف میں محکم اور متشابہ کو دو معنے میں اللہ تعالے نے استعمال فرمایا ہے ایک استعمال کی رو سے تو سارے قرآن کو ایک جگہ محکم فرمایا ہے اور دوسری جگہ متشابہ جس استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ سارا قرآن محکم بھی ہے اور متشابہ بھی ہے چنانچہ فرمایا ہے کتاب احکمت ایاتہ (۱۱-۱) پھر دوسری جگہ فرمایا ہے کتابا متشابھا (۳۹-۲۳)

Marfat.com

وقف لازم تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا
وقف منزل
ان کی کل بٹھانی اور ان کی کل کوئی نہیں جانتا ، سوائے اللہ کے اور جو مضبوط علم والے ہیں سو کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے

بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑦ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا
سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور سمجھانے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے ۔ اے رب ہمارے دل نہ پھیر ہمارے

بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧
جب ہم کو ہدایت دے چکا اور دے ہم کو اپنے یہاں سے مہربانی بے شک تو ہی ہے سب دینے والا

ع ۱ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ⑨ ع
۹
۹
اے رب ہمارے تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں شبہ نہیں بے شک اللہ خلاف نہیں کرتا وعدہ ۝

اس محکم کے یہ معنے ہیں کہ سارا قرآن فصاحت و بلاغت اور اخبار غیب میں محکم ہے کسی جگہ قرآن شریف کے ان اوصاف میں خلل واقع نہیں ہوا ہے چنانچہ اسی وجہ سے عرب کے فصیح و بلیغ مشرک لوگ باوجود سخت مخالف ہونے کے قرآن شریف کی کسی آیت کی مانند بھی ایک آیت بنا کر نہ لاسکے اور اس متشابہ کے یہ معنے ہیں کہ سچے ہونے میں اور کلام الٰہی ہونے میں اور معجزہ ہونے میں جیسے ایک آیت ہے ہو بہو ویسی دوسری ہے ایک دوسری سے ایسی مشابہ ہے کہ گویا ایک ہی ہے ۔ دوسرا استعمال محکم اور متشابہ کا یہ ہے کہ بعضی آیتوں کو اللہ تعالیٰ نے محکم فرمایا ہے اور بعض کو متشابہ اور متشابہ کے معنے میں غور کرنے سے منع فرمایا ہے جس طرح کہ اس آیت میں ہے اور اس محکم اور متشابہ میں ہی علماء کی بحث ہے، اور اس بحث کا طے کر دینا بقدر ضرورت یہ ہے کہ معتبر مفسرین اور علماء اور ائمہ مذہب نے بالاتفاق اس بات کو مان لیا ہے کہ تفسیر کی بابت جس مسئلہ میں اختلاف ہو تو وہاں عبداللہ بن عباسؓ کا قول سب سے بڑھ کر ہے کیونکہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آنحضرت نے خاص طور پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لئے یہ دعا کی ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو قرآن شریف کا مطلب سکھائے[۱] اور ان سے اس علم تفسیر کو دنیا میں پھیلائے اب حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تفسیر کی باتوں کو بہت سے طریقوں سے روایت کیا جاتا ہے مگر ان سب طریقوں میں اعلیٰ درجہ کا طریقہ علی بن ابی طلحہ ہاشمی کا طریقہ ہے جس کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب التفسیر میں اپنا معتمد علیہ قرار دیا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے اس طریقہ کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ مدینہ سے مصر تک اس طریقہ کی ایک روایت کے لئے کوئی شخص سفر کرے تو گویا اس نے اس روایت کو مفت پایا۔ اب تفسیر ابن ابی حاتم میں علی بن ابی طلحہ کے طریقہ سے محکم اور متشابہ کے معنوں کی بابت جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے وہ نقل کی جاتی ہے تاکہ اجماع مفسرین کے موافق اور کسی صحابی تابعی کا قول یا دوسرے ادنیٰ طریقہ کا خود عبداللہ بن عباسؓ کا قول جو اس روایت کے مخالف ہو وہ حجت قائم کرنے کے قابل نہ رہے اور یہ مدت دراز کی مفسروں کی بحث طے ہو جائے وہ روایت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن شریف میں جو آیتیں عمل کے لئے نازل ہوئی ہیں وہ محکم ہیں۔ اور جن سے عمل متعلق نہیں فقط ان پر بندوں کا ایمان لانا اللہ کا مقصود ہے جیسے صفات الٰہی کی آیات یا قیامت یا دجال کے حال کی آیات یا حروف مقطعات یہ سب متشابہ ہیں[۲] اب رہی یہ بات کہ ان متشابہ آیات کا حکم کیا ہے

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۷ و صحیح بخاری مع فتح الباری ج ۱ ص ۸۸ و ۱۲۳ طبع دہلی [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۴ – ۳۴۵ و ۱ الاتقان محکم و متشابہ کا بیان، مفسرؒ نے اس کا اجمال اور تشریحی مطلب بیان کیا ہے

Marfat.com

آیا سوا اللہ تعالیٰ کے ان کے معنے ان کی تاویل کو کوئی جانتا ہے یا نہیں اس کا حال یہ ہے کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ متشابہ آیتوں کے تاویل کے درپے ہوں ان کو اللہ کا خوف دلاؤ[1] اور ابنِ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مرفوع روایت تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ متشابہ آیتوں کا مطلب سوا اللہ کے کسی کو معلوم نہیں جو کوئی اس بات کا دعوے کرے کہ اس کو متشابہ آیات کا مطلب یا تاویل معلوم ہے۔ تو وہ جھوٹا ہے[2] اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ محکم آیتوں پر عمل کرو اور متشابہ پر فقط ایمان لاؤ[3]۔ اس روایت مستدرک سے عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت کی پوری تائید ہوتی ہے جو تفسیر ابن ابی حاتم کے حوالہ سے اوپر محکم اور متشابہ کے معنوں کی صراحت میں بیان کی گئی ہے کیوں کہ جو اس روایت کا مطلب ہے کہ محکم وہ آیت ہے جس سے عمل متعلق ہو اور متشابہ وہ آیت ہے جس سے محض ایمان متعلق ہو وہی اس روایت مرفوع کا حاصل مطلب ہے۔ صحابہ میں اگرچہ دس صحابی خلفائے اربعہ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ مفسرین مشہور ہیں۔ لیکن عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ یہ دونوں زیادہ مشہور ہیں اور بہ نسبت دوسروں کے تفسیر میں ان دونوں کی روایت زیادہ معتبر ہے۔ اسی لئے ان دونوں کی روایت سے محکم اور متشابہ کے معنے بیان کردیئے گئے اور طبرانی[4] میں ابی مالک اشعری سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت سے یہ خوف ہے کہ وہ متشابہ آیتوں کی تاویل کے درپے ہوں گے حالانکہ ان کی تاویل سوا خدا کے کسی کو معلوم نہیں[5]۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کا زمانہ اس طریقہ پر گذرا ہے کہ متشابہ آیتوں کی تاویل کے وہ لوگ درپے نہ ہوتے تھے بلکہ اس کو برا جانتے تھے چنانچہ دارمی وغیرہ میں ایک شخص صبیغ کا قصہ ہے کہ وہ مدینہ میں لوگوں سے متشابہ آیتوں کے معنے پوچھا کرتا تھا حضرت عمرؓ نے اس کو اتنا پٹوایا کہ اس کا سر لہولہان ہوگیا اور وہ جب چلانے لگا کہ جو بات میرے دماغ میں بسی ہوئی تھی وہ نکل گئی تو حضرت عمرؓ نے اس کو چھوڑا[5]۔ اب آخر سب دین ہم لوگوں تک صحابہ اور تابعین سے ہی آیا ہے اس لئے اس باب میں بھی انہیں کی پیروی کرنی چاہیئے سوا اس کے تفسیر ابن جریر کی روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ قرأت موجود ہے کہ ان تاویلہ الا عند اللہ جس کا مطلب یہ ہے کہ آیات متشابہات کے صحیح معنے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں[6] اور مفسرین کے نزدیک صحیح قرأت کا حکم بمنزلہ آیت کے حکم کے ہوتا ہے تو اب اس باب میں دوسرے معنے کی کیا گنجائش باقی رہی سورہ (النساء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ لفظ آئے ہیں۔

اِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ (۴۔ ۱۷) جس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں اس لئے ماں کی طرف ان کی نسبت کر کے ان کو عیسیٰ بن مریم کہا جاتا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی پیدائش اللہ کے حکم کلمہ کُن سے اور اس روح سے ہے جس کو اللہ کے فرشتے جبرئیل نے اللہ کے حکم سے مریم کے جسم میں پھونک دیا اب وہی نجرانی عیسائی لوگ اہل اسلام کو شک میں ڈالنے کے لئے اس کے معنے یہ

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۲ کتاب التفسیر لیکن صحیح بخاری اور دوسری روایات میں "فاحذروهم" کا لفظ ہے جس کے معنے ہیں ان سے بچو۔ [2] الاتقان ج ۲ ص ۴ [3] ایضاً بر مشکوٰۃ ص ۳۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ بروایت ابی ہریرہ۔ [4] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۴ و الاتقان ج ۲ ص ۳ [5] سنن دارمی ص ۳۱ باب من هاب الفتيا وكره التنطع والتبدع طبع ہند [6] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۷

Marfat.com

بتلاتے تھے کہ عیسےٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور اسی طرح بعضے یہودی لوگ حروف مقطعات کے کچھ غلط معنے
بتلاتے تھے اس پر اللہ تعالےٰ نے فاما الذین فی قلوبھم زیغ سے آخر رکوع تک جو فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ
جن لوگوں کے دل حق بات کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں وہ اپنا غلط مطلب ثابت کرنے اور دوسروں کو شک
میں ڈالنے کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں جو لوگ اپنے علم دین میں مضبوط ہیں ان کا یہ کام نہیں ہے بلکہ وہ
یہ کہتے ہیں کہ محکم اور متشابہ آیتیں سب اللہ کا کلام ہے جن متشابہ آیتوں کا مطلب اللہ تعالےٰ نے کسی دوسری
آیت سے ہم کو سمجھا دیا وہ ہم کو معلوم ہے باقی کا علم اللہ تعالےٰ کو ہے مثل آیت ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل
آدم (۳-۵۹) اور آیت ان ھو الا عبد انعمنا علیہ (۴۳-۵۹) سے آیت انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ
وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ (۴-۱۷۱) کا جو مطلب ہم کو معلوم ہو گیا اس کو ہم جانتے ہیں حروف مقطعات کا مطلب
کسی دوسری محکم آیت سے ہم کو معلوم نہیں ہوا اس لئے ان کا مطلب ہم نہیں جانتے پھر یہ فرمایا کہ یہ علم دین میں مضبوط
رہنے والے لوگ اللہ سے یہ دعا بھی مانگتے ہیں کہ حق بات سے پھرے ہوئے دل والے لوگوں کی حالت سے یا اللہ
تو ہم کو بچا اور جس طرح تو نے حق بات کی ہم کو ہدایت دی ہے اسی ہدایت پر قائم رہنے کی ہم کو توفیق دے کہ تو
ہی اپنے بندوں کو ہر طرح کے نیک کام کی توفیق کا دینے والا ہے اور قیامت کے دن نیک و بد سب کو
جمع کرنے اور ہر ایک کو جزا و سزا کا تیرا جو سچا وعدہ ہے اس کے موافق اس دن ہر طرح کے نیک کام کی جزا
ہم کو عنایت فرما اسی دعا کی رغبت دلانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ
مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رض کی روایت سے یہ حدیث صحیح
مسلم میں آئی ہے[1] اور صحابہ کرام کے زمانہ کے بڑے حصہ تک اس دعا کا اثر بھی رہا پھر حضرت علی رض کے زمانہ میں فرقہ خارجیہ
اور پھر قدریہ، معتزلہ، جہمیہ، قرآن کی آیتوں کی غلط تاویلات نکال کر پیدا ہو گئے اور قیامت تک نیچری،[2] قادیانی[3]
اور خدا جانے کون کون پیدا ہوں گے اب جس طرح محکم اور متشابہ کے معنے کے جاننے اور نہ جاننے میں علماء کا اختلاف
ہے اسی طرح آیت وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم کی قرأت میں بھی یہ اختلاف ہے کہ الا اللہ پر وقف کرنا
اور ٹھہرنا چاہئے یا نہیں اس میں امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کا قول یہی ہے کہ الا اللہ پر وقف کرنا اور ٹھہرنا چاہئے
اور اس سے کوئی حرج دینی بھی لازم نہیں آتا[4] کیونکہ ضرورت دینی کی جس قدر باتیں تھیں وہ اللہ تعالےٰ نے ظاہر المعنے
آیتوں میں بتلا دی ہیں اور پھر ان آیتوں میں کوئی آیت مبہم تھی تو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو
کھول دیا ہے مثلاً یوم یاتی بعض آیات ربك لا ینفع نفسا ایمانھا (۶-۱۵۸) میں یہ امر مبہم تھا کہ وہ کونسی نشانی
ہے جس کے ظاہر ہو جانے کے بعد ایمان لانے والے شخص کا ایمان اور توبہ کرنے والے شخص کی توبہ قبول نہ ہو گی اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ وہ نشانی سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا ہے[5] مگر یہ نہیں بتلایا کہ مغرب

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۵ باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب [2] سرسید احمد خاں بانی علیگڈھ یونیورسٹی کے ہم خیال لوگ نیچری کہلاتے ہیں [3] مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور مجدد ماننے والا فرقہ [4] [5] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۷ کتاب التفسیر۔

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَ

جو لوگ منکر ہیں ہرگز نہ کام نہ آویں ان کو ان کے مال اور نہ اولاد اللہ کے آگے کچھ اور

أُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿۱۰﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

وہی ہیں چھپٹیاں دوزخ کی جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

جھٹلائیں ہماری آیتیں پھر پکڑا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں پر اور اللہ کی مار سخت ہے ؂

کی طرف سے سورج کب نکلے گا اس لئے کہ اس سے کوئی دینی بات متعلق نہ تھی جس طرح مثلاً حروف مقطعات کے معنوں سے کوئی دینی غرض متعلق نہیں ایسی ہی باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کو سونپنا اور اس کے جاننے میں عقل کو نہ دوڑانا اسی کا نام دین کی مضبوطی ہے اور یہی طریقہ صحابہ اور تابعین کا تھا اور اسی طریقہ کے چھوڑ دینے سے بہت سے فرقے گمراہ ہو گئے اور اس گمراہی سے بچنے کی وہ دعا ہے جس کا ذکر آیت اور حدیث میں ہے ؂

۱۰-۱۱- اوپر کی آیتوں میں یہ ذکر تھا کہ پچھلی کتابوں میں قرآن کی اور قرآن میں پچھلی کتابوں کی صداقت موجود ہے اس پر بھی جو لوگ کلام الٰہی کی آیتوں کو جھٹلائیں گے ان کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ ان آیتوں میں یہ ارشاد ہے کہ اگر ان لوگوں کو یہ خیال ہو کہ جس طرح دنیا کی بعض آفتوں سے یہ لوگ اپنے مال اور اولاد کے سبب سے بچ جاتے ہیں اسی طرح عقبےٰ میں بھی ان کا مال ان کی اولاد ان کے کچھ کام آ جائیں گے تو ان لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے عقبےٰ میں تو انہی لوگوں کا صدقہ خیرات کا مال اور ان ہی کی نیک اولاد کام آئیں گے جن کے دل میں نور ایمان کی کچھ چمک ہے اور جو لوگ اللہ کے کلام اللہ کے رسول کے جھٹلانے کے درپے ہیں ان کے مال و اولاد کا حال تو عذاب الٰہی مسلط ہو جانے کے بعد عقبےٰ میں وہی ہوگا جو دنیا میں انہوں نے فرعون کا حال سنا کہ عذاب الٰہی کے نازل ہو جانے کے بعد ایک دم میں مع اپنے لشکر کے غرق ہو گیا اتنی بڑی مال داری اور اتنا بڑا لشکر کوئی چیز بھی اس کے کام نہ آئی مسند امام احمد اور صحیحین میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس قسم کے منکر لوگوں کو جب دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ان سے پوچھا جائے گا کہ بھلا اگر ساری دنیا کی زمین بھر کے سونا تم لوگوں کے پاس اس وقت ہو تو تم اس کو دے کر عذاب سے بچنے کا ارادہ رکھتے ہو وہ لوگ کہیں گے ہاں اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ایک آسان بات شرک سے باز رہنے کی تم لوگوں سے چاہی گئی تھی وہ تم سے نہ ہو سکی تو اب کیا ہو سکتا ہے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ معمولی مال تو در کنار بغیر ایمان کے زمین بھر سونا بھی وہاں عذاب الٰہی سے کسی منکر دین کو نہیں بچا سکتا ؂

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۰ و صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۰ باب صفۃ الجنۃ والنار ؂

Marfat.com

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

کہہ دے منکروں کو کہ جب تم مغلوب ہوگئے اور ہانکے جاؤ گے دوزخ کو اور کیا بُری تیاری ہے

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى

ابھی ہو چکا ہے تم کو ایک نمونہ دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری

كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ

منکر ہے یہ ان کو دیکھتے اپنی اپنی دو برابر صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے

فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

اسی میں خبردار ہو جائیں جن کو آنکھ ہے

۱۲-۱۳- ابوداؤد اور بیہقی اور تفسیر ابن منذر میں بسند معتبر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب قریش کو مسلمانوں کے ہاتھ سے جنگ بدر میں صدمہ پہنچا جس کا قصہ سورہ انفال میں آئے گا تو اس پر یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ قریش اناڑی اور لڑائی سے ناواقف تھے جس دن آپ سے اور ہم لوگوں سے لڑائی ہوگی اس دن قدر کھل جائے گی کہ لڑائی ایسی ہوتی ہے اس پر اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرمائی[۱]۔ اللہ سچا ہے اور اللہ کا کلام سچا ہے۔ آخر کو وہی ہوا جو اس آیت میں تھا کہ ان یہودیوں میں سے بنی قریظہ قتل ہوئے اور بنی نضیر نکالے گئے باقی یہود پر وہ سالانہ خراج قائم ہو گیا جس کو جزیہ کہتے ہیں اور پھر یہ تو ان لوگوں کی دنیا کی آفتیں ہوئیں وہ عذاب آخرت کا جس کا ذکر آیت میں ہے اس کی سختی کا تو کچھ ٹھکانا نہیں بدر کی لڑائی کے بعد جو یہود نے عرب کی ناواقفی فن جنگ پر اپنی نخوت ظاہر کی تھی اور اپنی واقف کاری فن جنگ کا دعوےٰ کیا تھا آیت کے آخر پر اللہ تعالٰے نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اسلام اللہ کے نزدیک ایک دین حق ہے اور اللہ ہمیشہ سے حق کا مددگار ہے اس لئے اللہ کی مدد سے اہل اسلام کو باوجود قلت لشکر اور قلت سامان جنگ کے جو فتح حاصل ہوتی ہے وہ کچھ اسی بدر کی لڑائی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالٰے اس دین حق کی ہمیشہ ایسی مدد کرے گا اس لڑائی میں مسلمانوں کے کل تین سو تیرہ آدمی تھے اور دو گھوڑے اور چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور مشرکین مکہ ہزار کے قریب تھے اور لڑائی کا سامان بھی ان کے ساتھ بہت کچھ تھا اس صورت میں دشمنوں کی فوج اگرچہ مسلمانوں کے تین گونی تعداد سے بھی زیادہ تھی لیکن اللہ تعالٰے کی یہ ایک حکمت تھی کہ دشمن کی فوج عین لڑائی کے وقت مسلمانوں کو اپنی فوج سے دوچند نظر آئے اور ان کی ہمت لڑنے کے لئے بندھی رہی اور لڑائی سے پہلے ہر ایک لشکر کے آدمی دوسرے لشکر کے آنکھوں میں بالکل تھوڑے سے جچے جس کے سبب سے ہر ایک گروہ لڑنے پر آمادہ ہو گیا اور لڑائی شروع ہو گئی اس آیت اور سورہ انفال کی آیت وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۵۰۔

Marfat.com

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

رچھایا ہے لوگوں کو مزدل کی محبت پر عورتیں اور بیٹے اور ڈھیر جوڑے ہوئے

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ

سونے کے اور روپے کے اور گھوڑے پلے ہوئے اور مواشی اور کھیتی یہ

مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ

برتنا ہے دنیا کی زندگی میں اور اللہ جو ہے اسی پاس ہے اچھا ٹھکانا تو کہہ میں بتاؤں تم کو اس سے بہتر

ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

پرہیزگاروں کو اپنے رب کے یہاں باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں ندیاں وہ پڑے رہیں انہیں میں

وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾

اور عورتیں ہیں ستھری اور رضامندی اللہ کی اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے ؛

قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ (۸-۴۴) کو ملا کر پڑھنے سے یہ مطلب خوب سمجھ میں آتا ہے فتح غیر مترقبہ کے اور اسی حکمت کے جتلانے کے لئے آخر کو فرمایا ہے کہ اس بدر کی لڑائی سے سمجھ دار لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے ؛

۱۴-۱۵- اوپر کی آیت میں ذکر تھا کہ مال اور اولاد کے سبب سے آدمی خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتا اس ذکر کے بعد جہاد کا ذکر تھا کہ عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے آدمی نیک عمل کرے اب مال اور اولاد کا ذکر پورا کرنے کے لئے دنیا میں جن چیزوں پر لوگوں کے دل زیادہ گرویدہ اور راغب ہیں پہلے آیت میں ان چیزوں کا ذکر فرما کر دوسری آیت میں ان چیزوں سے لوگوں کو اس طرح بے رغبت کیا ہے کہ خود دنیا کو دنیا کی ہر ایک چیز کو زوال لگا ہوا ہے اس لئے قابل رغبت جنت کی نعمتیں ہیں جن کو کبھی زوال نہیں قطع نظر زوال نہ ہونے کے زبان یا قلم میں یہ طاقت کہاں ہے کہ جنت کی چیزوں کی خوبیاں بالتفصیل بیان کر سکے اس واسطے خود اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کی چیزوں کے اوصاف جن مختصر مطلب خیز لفظوں میں بیان فرمائے ہیں ان کا مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جنت میں وہ وہ نعمتیں ہیں جن کا حال نہ دنیا میں کسی نے آنکھ سے دیکھا نہ کان سے سنا نہ کسی کے دل میں ان کا خیال و تصور گذر سکتا ہے[۱] دنیا میں آدمی دنیا کی نعمتوں کی کبھی ناشکری کرتا ہے جس کے سبب سے اللہ تعالےٰ کی ناخوشنودی ہو کر دنیا کی نعمتوں میں کمی ہو جاتی ہے جنت میں شرع کی تکلیف کے نہ ہونے سے اللہ تعالےٰ کی ناخوشنودی کا کھٹکا جنتیوں کو نہیں اس لئے جنت کی نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنی ہمیشہ کی رضامندی کا ذکر آیت میں فرمایا ہے

[۱] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۰ باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانها مخلوقۃ ؛

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِیْنَ

وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم یقین لائے ہیں سو بخش ہم کو گناہ ہمارے اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے محنت اٹھانے والے

وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ

اور سچے اور بندگی میں لگے رہتے اور خرچ کرتے اور گناہ بخشواتے پچھلی رات کو اللہ نے

اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ

گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم والوں نے وہی حاکم ہے انصاف کا کسی کی

اور یہ سب سے بڑھ کر ایک نعمت ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے اہل جنت سے فرمائے گا میری ہمیشہ کی رضامندی تمہارے لئے سب سے بڑھ کر ایک نعمت ہے[1]۔ حاصل یہ ہے کہ انسان کو دنیا کی نعمتوں پر اس قدر گرویدہ نہیں ہونا چاہئے کہ جس سے دین کے کاموں میں فتور پڑ کر جنت کی نعمتوں سے محروم رہ جائے چنانچہ اسی واسطے اللہ تعالے نے آیت کو واللہ بصیر بالعباد پر ختم کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں ہر شخص کو اس کے عمل کے موافق ملیں گی علماء کا اختلاف ہے کہ قنطار کس قدر مال کو کہتے ہیں مستدرک حاکم میں حضرت انس رض سے بسند صحیح روایت ہے کہ قنطار دو ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے[2] اور ہر اوقیہ میں چالیس درم ہوتے ہیں مُسَوَّمَۃ چرائی کے عمدہ گھوڑے کو کہتے ہیں ؛

۱۶—۱۷۔ اوپر کی آیت کو اللہ تعالے نے وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ پر ختم فرما کر اس آیت میں اپنے ان بندوں کا ذکر فرمایا ہے جن کے اعمال نیک اور وہ اپنے اعمال کے سبب سے جنت کی نعمتوں کے پورے مستحق ہیں اور ان کی نشانیاں یہ فرمائیں کہ احکام شرع کے پابند اور اعمال شرع کی تکلیفات پر صابر صادق الاقوال جو کہیں سو کریں نیک کاموں میں اپنا مال خرچ کرنے کو تیار عذاب الٰہی سے بچنے کی دعا اور گناہوں کی مغفرت کی دعائیں ہر وقت خصوصاً پچھلی رات کو قریب صبح لگے رہتے ہیں اس وقت کا اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ بڑی قبولیت کا وقت ہے۔ چنانچہ صحیحین وغیرہ میں صحابہ کی ایک جماعت[3] سے روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ تہائی رات باقی رہے ہر رات کو اللہ تعالے اول آسمان پر نزول فرما کر یہ فرماتا ہے کہ کوئی دعا یا استغفار کرنے والا ہو تو اس کی دعا اور توبہ قبول کرنے کو اور کوئی کچھ حاجت رکھتا ہو تو اس کی حاجت روائی کو میں موجود ہوں[4] ؛

۱۸—۲۰۔ جن نجرانی عیسائی لوگوں کا اوپر ذکر تھا یہ آیتیں بھی انہی کے ذکر میں ہیں۔ لیکن توحید پر تو آخر یہود، عیسائی مشرکین مکہ سب کو لانا اللہ کو منظور ہے۔ اس لئے توحید کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں اللہ تعالے نے اپنے کلام

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۹ باب صفۃ الجنۃ والنار وغیرہ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۵۲ [3] قریباً ۳۰ صحابہ رض سے یہ حدیث مروی ہے جن کی تفصیل حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب الصواعق المرسلہ ج ۲ ص ۲۱۷—۲۶۲ میں ہے [4] صحیح بخاری و فتح الباری ج ۱ ص ۶۰۴ طبع دہلی باب الدعاء والصلوٰۃ من آخر اللیل و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۵۳ ؛

Marfat.com

النصف

إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ

بندگی نہیں اس کے سوا زبردست ہے حکمت والا دین جو ہے اللہ کے یہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری اور مخالف نہیں ہوئے

أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ

کتاب والے مگر جب ان کو معلوم ہو چکا آپس کی ضد سے اور جو کوئی منکر ہو اللہ کے حکموں

اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ

سے تو اللہ شتاب لینے والا ہے حساب پھر جو تجھ سے جھگڑیں تو کہہ میں نے تابع کیا اپنا منہ اللہ کے

وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا

حکم پر اور جو کوئی میرے ساتھ ہے اور کہہ دے کتاب والوں کو اور ان پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر تابع ہوئے

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ ع ۱۱/۲ ۱۰

تو راہ پر آئے اور اگر ہٹ رہے تو تیرا ذمہ یہی ہے پہنچا دینا اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے ؎

پاک میں اس کا ذکر تصدیق کے طور پر کیا ہے کہ اول صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک سب اولوالعزم انبیاء اور ان کے ساتھی اسی توحید کے دین پر تھے کبھی کوئی شرکی دین اللہ کو پسند نہیں ہوا اسی طرح اللہ کے فرشتے آسمان پر ہمیشہ سے اس توحید کا دم بھرتے ہیں اور اب یہی توحید نبی آخرالزمان کے دین میں ہے جس پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے وقت مقررہ پر اس توحیدی دین کے قائم کرنے کے لئے بھیجا اس پیغمبر وقت کی اطاعت کا نام اسلام ہے اس آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سب پچھلی شریعتوں کو اس آخری شریعت پر ختم کیا ہے اس لئے اب کوئی نجات کا رستہ سوائے اس شریعت کے پابندی کے باقی نہیں رہا چنانچہ فرمایا کہ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (۳-۸۵) جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آخری زمانہ میں سوائے اس آخری شریعت کے اور کوئی شریعت اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے اسی واسطے ان آیتوں میں فرمایا کہ اہل کتاب مشرکین مکہ سب سے کہہ دیا جائے کہ اس آخری شریعت کو جس میں سب پچھلی شریعتوں کی صداقت اور سب پچھلی شریعتوں میں اس کی صداقت موجود ہے تم سب مل کر مانتے ہو یا نہیں۔ اگر انہوں نے اس آخری شریعت کو اے نبی اللہ کے تمہارے کہنے سے مان لیا تو اپنا بھلا کیا نہیں تو تم نے اپنا کام پورا کر دیا۔ پھر ان سب کے اعمال اللہ کی نظر میں ہیں ہر ایک کی جزا سزا وقت مقررہ پر اس کے سامنے آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو اللہ کے پیغمبر نے اچھی طرح پورا کر دیا زبان سے خط و کتابت سے سب طرح آخری دم تک لوگوں کو سمجھایا حدیث کی کتابوں میں صدہا روایتیں اس باب میں موجود ہیں قَائِمًا بِالْقِسْطِ کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان اور زمین میں بے گنتی چیزیں اس طرح کے منصفانہ اور حکیمانہ ڈھنگ سے پیدا کی ہیں کہ ان میں کی ہر ایک چیز اس کی وحدانیت کی پوری گواہی ہے ؎

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ

جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سے اور مار ڈالتے ہیں نبیوں کو ناحق اور مار ڈالتے ہیں جو کوئی

يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

کہے انصاف کو لوگوں میں سے سو ان کو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی وہی ہیں جن کی

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢٢﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى

محنت ضائع ہوئی دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں ان کا مددگار تو نے نہ دیکھے تھے وہ

الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

لوگ جن کو ملا ہے کچھ ایک حصہ کتاب کا ان کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب پر کہ ان میں حکم کرے پھر

۲۱-۲۲- اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو آخری شریعت کی پابندی کی تاکید کا یہ حکم فرمایا تھا کہ اہل کتاب مشرکین مکہ سب کو یہ حکم پہنچا دو اس حکم کی تعمیل میں مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں جو یہود رہتے تھے وہ اکثر حجتیں کیا کرتے تھے رجم کی آیت کے منکر ہو گئے۔ اسی طرح اور طرح طرح کے فساد کرتے تھے جن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا کرتا تھا۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین فرمائی کہ یہ لوگ جو کچھ برتاؤ اے اللہ کے رسول تمہارے ساتھ کرتے ہیں ان کی یہ عادت نئی نہیں ہے ان کے بڑے تورات اور انجیل کے احکام پہنچانے والے انبیار اور ان کے نائب علمار کے ساتھ بڑی بڑی بدسلوکیاں کے ساتھ پیش آچکے ہیں ابن جریر میں ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک زمانہ میں بنی اسرائیل نے تینتالیس انبیار صاحب تورات کو صبح سے سہ پہر تک قتل کیا اور پھر سہ پہر کو ایک سو بارہ علمار کو قتل کیا[1] پھر آخر پر ان یہود کو اللہ تعالےٰ نے یہ تنبیہ فرمائی کہ یہ لوگ کلام الٰہی کے انکار کے اگر اسی طرح درپے رہے تو ان کو سخت عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا جس سے ان کو کوئی بچا نہ سکے گا۔ اور دنیا میں کوئی نیک عمل ان سے بن آئے گا تو وہ آخری شریعت کے انکار کے وبال سے قبول نہ ہو گا۔ کیونکہ اس آخری زمانہ میں سوائے اس آخری شریعت کی پابندی کے کسی کا کوئی نیک عمل اللہ کی درگاہ میں قابل قبول نہیں ؛

۲۳-۲۵- ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چند یہود کا ایک مدرسہ میں آمنا سامنا ہوا آپ نے ان سے اسلام لانے کو کہا ان میں دو شخص یہودی نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے آپ سے پوچھا کہ آخر آپ کس دین پر ہیں آپ نے فرمایا میں دین اور ملت ابراہیمی پر ہوں انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ابراہیم تو خود دین یہود پر تھے پھر آپ ہم سے اور کونسا دین اختیار کراتے ہیں آپ نے فرمایا اگر حضرت ابراہیم دین یہود پر تھے تو تورات میں ضرور اس کا ذکر ہو گا۔ اگر تم سچے ہو تو

[1] تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۱۳۳ مطبع میمنیہ مصر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۵۵ میں بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم۔ ۱۷۰ علمار کے قتل کا ذکر ہے۔ اور تفسیر ابن جریر کے حوالہ سے بروایت ابن مسعود۔ ۳۰۰ انبیار کے قتل کا ذکر ہے لیکن یہ روایت ابن جریر میں نہیں مل سکی واللہ اعلم ؛

Marfat.com

يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ

ہٹ رہتے ہیں بعضے ان میں تغافل کر کر یہ اس واسطے کہ کہتے ہیں ہم کو ہرگز نہ لگے گی آگ

اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ

مگر کئی دن گنتی کے اور بہکے ہیں اپنے دین میں اپنی بنائی باتوں پر پھر کیا ہوگا

اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

جب ہم ان کو جمع کریں گے ایک دن جس میں شبہ نہیں اور پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کیا اور ان کا

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ

حق نہ رہے گا تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور سلطنت چھین

الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ

لیوے جس سے چاہے اور عزت دے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ

بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے تو لے آوے رات کو دن میں اور تو لے آوے دن کو رات میں

وَتُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَىِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ

اور تو نکالے جیتا مردے سے اور تو نکالے مردہ جیتے سے اور تو رزق دے جس کو چاہے

لاؤ تورات میں کہاں یہ بات لکھی ہے دکھاؤ۔ ان دونوں شخصوں نے تورات کے لانے سے انکار کیا اس پر اللہ تعالے نے یہود کے قائل کرنے کو آیت نازل فرمائی[1] اور فرمایا کہ یہ لوگ تورات کے بھی پابند نہیں ہیں۔ کیونکہ جس حق بات کا فیصلہ تورات پر قرار دیا جاتا ہے اس سے بھی یہ لوگ پھر جاتے ہیں اور اس سے آگے کی آیت میں اور طرح یہود کا جھوٹ ثابت کیا کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ چند روز کے سوا دوزخ میں ان کو رہنا نہیں ہے یہ بات بھی تورات کے خلاف ہے اور اسی جھوٹے عقیدہ نے دوزخ سے ان کو بے خوف کر دیا ہے اور اس بے خوفی کے سبب سے ایسی جرأت کرتے ہیں مگر آخرت میں ان کو سب حال کھل جائے گا۔ بعضی تفسیروں میں اس آیت کے شان نزول سوا اس کے اور اور جو بیان کئے ہیں اس سے اس شان نزول کی سند قوی ہے ؛

۲۶-۲۷۔ قتادہ سے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالے سے ملک روم و فارس اپنی امت کے قبضہ میں آجانے کی ایک روز دعا کی تھی اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی[2]۔ اور اپنے نبی کی تسکین فرمائی کہ ملک روم و فارس کیا چیز ہے اس پاک ذات کے دست قدرت میں بڑے بڑے تصرفات ہیں کبھی راتیں بڑی ہیں کبھی کے دن کبھی نبوت بنی اسرائیل میں تھی آج بنی اسماعیل میں ہے وہ صاحب تصرف جو چاہے کر سکتا ہے۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا کہ بڑے بڑے ملک آپ کے اور آپ کی امت کے

[1] لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی ص ۴۴ طبع مصر ۱۹۳۵ء [2] لباب النقول ص ۴۴ مصر ۱۹۳۵ء و معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۲۰ طبع المنار مصر ؛

Marfat.com

بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ

بے شمار ۔ نہ پکڑیں مسلمان کافروں کو رفیق مسلمان چھوڑ کر

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰىةً ؕ وَ

اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اللہ کا کوئی نہیں مگر یہ کہ تم پکڑا چاہو اُن سے بچاؤ اور

یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸﴾

اللہ تم کو ڈراتا ہے آپ سے اور اللہ ہی تک پہنچنا ہے

قبضہ میں آگئے طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اسم اعظم اسی آیت میں ہے[1]۔ طبرانی میں حضرت انسؓ سے بسند صحیح روایت ہے کہ جو کوئی شخص اس آیت کو پڑھے گا۔ اس پر اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ وہ ادا کرا دے گا[2]۔

۲۸۔ تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ انصار میں بعضے لوگوں کی کعب بن اشرف یہودی اور اس کے ساتھیوں سے بہت دوستی تھی۔ ان یہود کے دل میں فریب تھا کہ کبھی موقع پاکر ان اپنے دوست مسلمانوں کو دھوکا دیں ان مسلمان انصار کے چند دوستوں نے یہود کے اس ارادہ کا تذکرہ ان انصار مسلمانوں سے کیا اور یہود کے دوستی چھوڑنے کی نصیحت کی۔ مگر ان مسلمان انصار نے ان یہود کی دوستی چھوڑنے سے انکار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[3] اور فرمادیا کہ مسلمانوں کو کافروں سے دوستی نہیں رکھنی چاہئے۔ کیوں کہ اللہ کی محبت اور کافروں کی محبت ایک جگہ ایک دل میں نہیں جمع ہوسکتی ہاں اگر ایسا ہی کہیں جان کا خوف ہو تو ظاہر میں ان سے دفع ضرر کے لئے میٹھی بات کرلی جائے مگر دلی دوستی ان سے نہ رکھی جائے باوجود اس فہمائش کے جو کوئی باز نہ آئے گا اللہ اس سے بیزار ہے اور اس طرح کا شخص قیامت کے دن اللہ سے معاملہ پڑنے کے وقت اپنے کئے پر پچھتائے گا۔ اسی واسطے ابھی سے اللہ اس دن کا اپنا معاملہ پڑنے سے اے مسلمانوں تم کو ڈرائے دیتا ہے تاکہ اس وقت تم کو پچھتاوا نہ ہو اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اس لئے ان کو یہ فہمائش کرکے قیامت کے دن کا اپنا معاملہ پڑنے سے پہلے توبہ کرنے کا موقع ان کو دیتا ہے۔ ورنہ وہ چاہتا تو اپنے خلاف مرضی کاموں کا مواخذہ بلا توبہ کے موقع دینے کے فوراً ابھی کرلیتا بخاریؒ نے ابو درداءؓ سے روایت کی ہے کہ بہت سے مخالف ملت لوگوں سے ہم ظاہر میں خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور ویسے ہم ان پر لعنت کرتے تھے[4] اور اہل کتاب سے دوستی رکھنے کی جو ممانعت ہے اس کا سبب آیت وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ مِّنْ بَعْدِ اِیْمَانِکُمْ (۲-۱۰۹) میں گذر چکا ہے۔ اس آیت سے لوگوں نے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۵۶ [2] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۴ طبع مصر ۱۳۲۴ھ [3] لباب النقول ص ۴۴ طبع مصر و تفسیر مظہری ج ۲ ص ۳۲۔ طبع دہلی [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵ باب المداراۃ مع الناس ؎

Marfat.com

قُلْ إِنْ تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

تو کہہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے جی کی بات یا ظاہر کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہے اور اس کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا

اور زمین میں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن پائے گا ہر شخص جو

عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَ

کی ہے نیکی رُد برُو اور جو کی ہے برائی آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور

بَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾

اس میں فرق پڑ جائے دُور کا اور اللہ ڈراتا ہے تم کو آپ سے اور اللہ شفقت رکھتا ہے بندوں پر

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ

تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور بخشے تمہارے گناہ

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣١﴾

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ؛

تقیہ نکالا ہے۔ مگر تقیہ کے یہ معنے ہیں کہ جب آدمی کو جان کا خوف ہو تو صرف زبان سے کوئی بات ایسی کہہ دینی جائز ہے جس سے جان بچ جائے خلاف شریعت کسی عمل میں تقیہ جائز نہیں ہے۔ چنانچہ سفیان ثوری نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ تقیہ صرف زبان سے ہے عمل میں نہیں ہے[1] بعض صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ صرف لڑائی کے وقت تقیہ جائز ہے اور کسی وقت نہیں[2] ؛

۲۹۔۳۰۔ معنے آیت کے یہ ہیں کہ خواہ تم کفار کی دوستی کو دل میں پوشیدہ رکھو خواہ قول و فعل سے اس کا اظہار کرو جب اس سے آسمان و زمین کی چیزیں پوشیدہ نہیں ہیں تو تمہارا حال کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے اور اللہ تعالٰے کا بُرے کاموں کے انجام سے بندہ کو ڈرا دینا بڑی شفقت ہے تا کہ وہ توبہ کرے ؛

۳۱۔ تفسیر ابن منذر میں حسن بصری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مختلف قوموں نے اللہ کی محبت کا دعوٰی کیا مثلاً قریش نے ایک دن اپنے بتوں کو خوب آراستہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے جب کہا کہ ملت ابراہیم کے مخالف تم یہ بت پرستی کیوں کرتے ہو تو انہوں نے کہا ہم تو ان کو درگاہ الٰہی کا مقرب جان کر اللہ کی محبت کی وجہ سے ان کو پوجتے ہیں اسی طرح نجران کے نصارٰی نے کہا کہ ہم تو اللہ کی محبت کے سبب سے حضرت عیسٰی کی اتنی قدر و منزلت کرتے ہیں ان لوگوں کے ایسے دعووں پر اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرمائی[3] اور فرمایا کہ اللہ کی محبت کا دنیا میں ایک یہی طریقہ ہے کہ رسول وقت کی پوری تابعداری کی جائے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۵۷ [2] تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۲۴ لیکن اس میں حسن بصری کا مذہب لکھا ہے واللہ اعلم ؛ [3] لباب النقول ص ۴۵ و تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۲۶ طبع المنار مصر ؛

Marfat.com

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ

تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر وہ ہٹ رہیں تو اللہ نہیں چاہتا منکروں کو بے شک

اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾

اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہان سے

کیونکہ ہر حاکم کی محبت کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے احکام کو مانا جائے۔ اگر کوئی شخص ایک حاکم وقت کے احکام کی تعمیل میں سرتابی کرے اور منہ سے کہے کہ میرے جی میں اس حاکم کی محبت ہے تو ضرور ایسا شخص حاکم کا دوست اور مطیع نہیں بلکہ باغی کہلائے گا۔ اسی طرح اللہ کی محبت اس کے احکام کے ماننے سے ظاہر ہوگی اور اللہ کے احکام بغیر وسیلہ رسول وقت کے معلوم ہو نہیں سکتے۔ اس واسطے اللہ کی محبت کا دعویٰ بلا اطاعت رسول وقت کے بالکل ایک غلط دعویٰ ہے۔ چنانچہ اسی واسطے صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے جو روایت ہے اس میں صاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے۔ کہ میری اطاعت عین اللہ تعالےٰ کی اطاعت ہے اور میری نافرمانی عین اللہ تعالےٰ کی نافرمانی ہے[1]۔ اس آیت اور حدیث سے معلوم ہو گیا کہ کوئی طریقہ جس میں اطاعت رسول کی نہ پائی جائے خواہ کسی قدر محبت الٰہی کے جوش کے دعویٰ کا ہو ہرگز اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔

۳۲۔ اوپر کی آیت جب نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم لوگوں کو سنادیا کہ اللہ کی محبت بدوں فرماں برداری رسول کے حاصل نہیں ہو سکتی تو عبداللہ بن ابی منافق نے لوگوں کو بہکانا شروع کیا کہ جس طرح نصاریٰ حضرت عیسےٰ کو مانتے ہیں اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تم لوگوں سے اپنے آپ کو منوانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان سے وہ محبت کریں جو نصاریٰ حضرت عیسےٰ سے کرتے ہیں اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ ٹکڑا آیت کا نازل فرمایا[2] اور فرمادیا کہ اللہ تعالےٰ نے رسولوں کو دنیا میں اسی واسطے بھیجا ہے کہ وہ تم کو اللہ کی مرضی اور نامرضی کی باتیں بتلائیں اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کے حکم تم پر جو آتے ہیں وہ تم کو سنادیں پھر بغیر فرماں برداری رسول کے اللہ کی مرضی کے حکم تم کو کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور جب ضد سے تم نے اللہ کی مرضی کے حکموں کو ہی نہ جانا اور ان حکموں کے منکر رہے تو اللہ تعالےٰ کی محبت کا تمہارا دعویٰ غلط ہے کیونکہ ایسے منکروں کو اللہ تعالےٰ ہرگز اپنا دوست نہیں ٹھہراتا اور نصاریٰ نے جس طرح کی محبت حضرت عیسیٰ کی اپنے دل سے تراشی ہے نہ وہ رسول وقت نے تم سے چاہی ہے اور نہ وہ اللہ کی مرضی کے موافق ہے اور نہ وہ انہوں نے حضرت عیسےٰ سے سیکھی ہے پھر بہ مغالطہ تم کہاں سے پیدا کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے وہ اپنی محبت چاہتے ہیں جو نصاریٰ حضرت عیسےٰ سے رکھتے ہیں۔

۳۳۔۳۴۔ اوپر کی آیت میں اللہ کے رسول کی اطاعت کا ذکر تھا اس کے پورا کرنے کے لئے اس آیت میں رسولوں کے انتخاب کا سلسلہ بیان فرمایا پہلے نبی آدم علیہ السلام تھے جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اور جن سے

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۷ کتاب الاحکام [2] تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۲۶ طبع المنار مصر۔

Marfat.com

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ

کہ اولاد تھی ایک دوسرے کی اور اللہ سنتا جانتا ہے جب بولی عورت عمران کی

رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ

اے رب میں نے نذر کیا تیرے جو کچھ میرے پیٹ میں ہے آزاد سو تو مجھ سے قبول کر تو ہے اصل سنتا

الْعَلِيمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ

جانتا پھر جب اس کو جنی بولی اے رب میں نے یہ لڑکی جنی اور اللہ کو بہتر معلوم ہے جو کچھ جنی

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا

اور بیٹا نہ ہو جیسے وہ بیٹی اور میں نے اس کا نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو

مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۳۶﴾

شیطان مردود سے

سب انبیاء اور امتوں کا سلسلہ دنیا میں چلا۔ لیکن حضرت آدم ؑ سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے نبی ہونے تک کوئی حرام حلال کی شریعت نہیں تھی۔ چنانچہ شفاعت کی صحیح حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نوح علیہ السلام کو اول صاحب شریعت نبی فرمایا ہے[1]۔ اس لئے سلسلہ انبیاء کے دوسرے اور صاحب شریعت انبیاء کے اول منتخب نبی حضرت نوح علیہ السلام اور تیسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی دو شاخیں ایک شاخ حضرت اسحاق کی جس میں بنی اسرائیل ہیں ان میں نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک رہی دوسری شاخ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جس میں محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ اوپر گذر چکا ہے کہ اسرائیل حضرت یعقوب کا لقب ہے۔ اس لئے بنی اسرائیل اولاد یعقوب میں پہلے نبی حضرت یوسف ہیں اور آخری نبی حضرت عیسٰےؑ۔ عمران سے یہاں عمران بن ماثان حضرت مریم کے باپ مراد ہیں اور اسی سلسلہ میں بنی اسرائیل کے اکثر رئیس اور علماء ہوئے ہیں ایک عمران بن یصہر حضرت موسٰے اور ہارون کے والد بھی ہیں۔ لیکن آیت میں عمران کے ذکر کے بعد حضرت مریم اور حضرت عیسٰے کا ذکر ہے۔ اس لئے آیت میں حضرت مریم کے والد عمران ثانی کا ذکر معلوم ہوتا ہے ان دونوں عمرانوں کا اٹھارہ سو برس کے قریب کا فاصلہ ہے۔ اس آیت میں اہل کتاب اور مشرکین عرب دونوں کو تنبیہ ہے کہ حضرت ابراہیم کی شاخوں میں اگرچہ یہ دونوں ہیں مگر ان کے طریقہ پر دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے ؛

۳۵-۳۶- حضرت مریم کی ماں کا نام حنہ تھا یہ بانجھ تھیں ایک روز انہوں نے ایک پرند جانور کو دیکھا کہ وہ اپنے بچے کو دانہ بھرا رہا ہے یہ دیکھ کر ان کو اپنے ہاں بھی بچہ پیدا ہونے کی حرص پیدا ہوئی۔ اللہ تعالےٰ سے بچہ پیدا ہونے کی دعا کی اور نذر مانی کہ بنی اسرائیل کے رواج کے موافق جب بچہ پیدا ہوگا تو اس کو دنیا کے کاموں سے باز رکھ کر بیت المقدس کا خادم بنایا جائے گا۔ اتفاق سے

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۸ باب قول اللہ عز وجل وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ بروایت انس بن مالک ؛

Marfat.com

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ

پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول کرنا اور بڑھایا اس کو اچھی طرح کا بڑھانا اور سپرد کیا زکریا کو جس وقت آتا اس پاس

عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ

زکریا حجرے میں پاتا اس پاس کچھ کھانا بولا اے مریم کہاں سے آیا تجھ کو یہ

قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ

کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے قیاس وہاں

دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ

دعا کی زکریا نے اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ بے شک تو سننے والا ہے

الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ

دعا پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑا تھا نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ

لڑکی پیدا ہوئی۔ اور لڑکی کو بیت المقدس کی خادمہ بنانے کا دستور نہ تھا۔ اس پر انہوں نے افسوس سے وہ باتیں منہ سے نکالیں جن کا ذکر آیت میں ہے مگر انہوں نے خواب دیکھا کہ اللہ تعالٰے نے بجائے لڑکے کے اس لڑکی کو نذر میں قبول کر لیا۔ پھر یہ حضرت مریم کو بیت المقدس کے خادموں پاس لے گئیں اور ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ اس پر ان خادموں نے حضرت مریم کو بیت المقدس کی خادمہ بنانا منظور کر لیا۔ حضرت مریم کے باپ عمران حضرت مریم کی پیدایش سے پہلے مر گئے تھے اس لئے ان یتیمہ کی پرورش کی فکر ہوئی۔ قرعہ اندازی کے بعد ان کی پرورش ان کے خالو حضرت زکریا کے ذمہ ٹھہری۔ بعضی روایتوں میں ہے کہ حضرت زکریا حضرت مریم کے بڑے بہنوئی تھے اس صورت میں بعضے راویوں نے خالہ کو مشابہ بہن کہا ہے کیونکہ حضرت مریم کی ماں حضرت مریم کی پیدایش سے پہلے بانجھ تھیں پھر حضرت مریم کی بڑی بہن کا ہونا کیونکر ہو سکتا ہے۔ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بچہ کی پیدایش کے وقت شیطان بچہ کے پہلو میں ایک انگلی چبھوتا ہے۔ جس سے بچہ روتا ہے۔ مگر حضرت مریم کی ماں کی دعا کے سبب سے حضرت مریم اور حضرت عیسٰی علیہ السلام اس سے محفوظ رہے[1]۔ مریم کے معنے عبادت گذار کے ہیں۔

۳۷۔ حضرت مریم کی پرورش حضرت زکریا کے سپرد تھی اس کا حال اوپر گذر چکا ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت مریم ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا اور کوئی بچہ ایک برس میں بڑھتا ہے جب حضرت مریم سیانی ہو گئیں تو حضرت زکریا نے حضرت مریم کے لئے ایک عبادت خانہ بنوا دیا اس عبادت خانہ میں حضرت زکریا حضرت مریم سے ملنے آیا کرتے تو حضرت مریم کے پاس ان کو بے فصل کا میوہ رکھا ہوا نظر آتا۔ حضرت زکریا پوچھتے۔ مریم یہ میوہ کہاں سے آیا تو حضرت مریم جواب دیا کرتیں۔ یہ میوہ اللہ نے دیا ہے۔ اس آیت میں اولیاء کی کرامت کا ثبوت ہے۔ اور اکثر احادیث سے بھی اس کا ثبوت پایا جاتا ہے[2]۔ محراب عبادت خانہ کو کہتے ہیں۔

۳۸۔۴۱۔ حضرت زکریا کے قصہ کی پوری تفصیل تو سورہ مریم میں آئے گی۔ مگر اس کا حاصل یہ ہے کہ جب حضرت زکریا نے

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۸ کتاب الانبیاء و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۵۹۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۰۔

Marfat.com

يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ

تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی جو گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور عورت پاس نہ جائے گا اور نبی ہوگا

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ

نیکوں میں بولا اے رب کہاں سے ہوگا مجھ کو لڑکا اور مجھ پر آ پہنچا ہے بڑھاپا اور عورت میری

عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ

بانجھ ہے فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے بولا اے رب مجھ کو دے کچھ نشانی کہا

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ

نشانی تیری یہ کہ نہ بات کرے تو لوگوں سے تین دن مگر اشارہ سے اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر

بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ ع۴/۱۲

شام اور صبح اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا ہے اور ستھرا بنایا

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ

اور پسند کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں سے اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر

دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے باوجود بانجھ ہونے کے حضرت مریم کی ماں کو صاحب اولاد کیا اور حضرت مریم کو خلاف عادت بے فصل کا میوہ عنایت فرمایا تو مجھ کو بڑھاپے میں اور میری بیوی کو بانجھ پنے میں اگر وہ صاحب قدرت اولاد عطا فرمائے تو اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں اسی خیال سے وہیں حضرت مریم کے عبادت خانہ میں انہوں نے اولاد کی دعا کی اور وہ دعا قبول ہوئی اور ان کی بی بی کے حاملہ ہونے کی نشانی یہ قرار پائی کہ باوجود تندرست ہونے کے تین راتوں سوائے تسبیح اور تہلیل کے اور کچھ بات کسی سے نہ کر سکیں سید کے معنے سردار حصور کے معنے نسل۔ حصور وہ جو باوجود قدرت کے عورت کی صحبت سے باز رہے مصدقا بکلمۃ من اللہ کے یہ معنے ہیں کہ حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کے نبی ہونے کی صداقت ادا کریں گے۔ سب سے پہلے حضرت عیسیٰ پر حضرت یحییٰ ایمان لائے ہیں۔ حضرت یحییٰ کا نام پچھلی کتابوں میں یوحنا تھا اوپر گذر چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ من اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے اللہ کے حکم کلمہ کُن سے پیدا ہوئے ہیں۔ سورج ڈھلنے سے غروب تک کے وقت کو عشی اور طلوع صبح سے چاشت تک کے وقت کو ابکار کہتے ہیں۔

۴۲-۴۴۔ صحیح حدیثوں سے قرعہ کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے[۱]۔ بنی اسرائیل میں قرعہ ڈالنے کا طریقہ یہ تھا کہ کسی کام میں جب یہ بحث آن کر پڑتی کہ اس کام کو کون کرے تو وہ لوگ نہر اردن پر جا کر تورات کے لکھنے کے اپنے اپنے قلم بہتے پانی میں ڈالتے تھے۔ جس کا قلم بہاؤ کو چھوڑ کر الٹا بہے یا بہنے سے رک کر ٹھہر جاتے تو وہی شخص اس کام کو کرتا تھا جب حضرت مریم کی ماں اپنی نذر کے موافق حضرت مریم کو بیت المقدس میں لائیں اور بیت المقدس کے

[۱] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۹ باب القرعۃ فی المشکلات وعون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۴۵-۳۴۶۔

Marfat.com

وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنتَ

اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے یہ خبریں غیب کی ہیں ہم بھیجتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا

لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ

ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم کو کہ کون پالے مریم کو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب

يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٤﴾ إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ

وہ جھگڑتے تھے جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی

اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٥﴾

جس کا نام مسیح عیسےٰ مریم کا بیٹا مرتبے والا دنیا میں اور آخرت میں اور نزدیک والوں میں

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ

اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں سے ہے بولی اے رب کہاں سے ہوگا

مجاوروں سے اپنا خواب بیان کیا تو سب چاہنے لگے کہ مریم کو ہم پالیں آخر رواج کے موافق قرعہ پر فیصلہ قرار پایا اور حضرت زکریا کا قلم پانی کے بہاؤ کو چھوڑ کر الٹا بہا۔ اس لئے حضرت مریم کے پالنے کے وہی حق دار ٹھہرے حضرت مریم کو یہ خوش خبری جو دی گئی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو "پسند کیا" اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے خدا تعالےٰ نے یہ مرتبہ کسی عورت کو نہیں دیا اور اپنے زمانہ کی عورتوں میں وہ سب سے بلند مرتبہ کی تھیں ان کی ستھرائی کا یہ مطلب ہے کہ ان کو اور عورتوں کی طرح ہمیشہ کے حیض کی عادت نہیں تھی۔ حضرت عیسےٰ کے حمل سے پہلے صرف دو دفعہ ان کو عمر بھر میں حیض آیا تھا۔ عبادت کا حکم سن کر حضرت مریم اس قدر عبادت کیا کرتی تھیں کہ ان کے پاؤں سوج جاتے تھے قنوت کے معنے یہاں خالص دل سے عبادت کرنے کے ہیں اس قصہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی آسمانی بھی اس طرح ثابت فرمائی ہے کہ یہ قصہ اور اس طرح کے اور قصے دنیا میں سوا اہل کتاب کے کسی دوسرے کو معلوم نہیں پھر اے نبی اللہ کے بغیر مدد اہل کتاب کے تم جو قصے ان کو سناتے ہو تو ان کے دل جانتے ہیں کہ یہ قصے تم کو آسمانی وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوا کہ تم بلاشک اللہ کے وہ نبی خاتم النبیین ہو جن کا ذکر ان کی کتابوں میں ہے اور یہ فقط عناد سے تم کو اور اللہ تعالےٰ کے کلام کو نہیں مانتے ؛

۴۵-۴۷- حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش کا پورا قصہ تو سورہ مریم میں آئے گا۔ مگر حاصل اس کا یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حمل سے پہلے حضرت مریم کو جو دو حیض آئے تھے ان میں سے آخری حیض سے فارغ ہو کر جب وہ سب سے الگ نہانے کو گئیں اور پردہ کر کے نہانے لگیں تو ایک خوبصورت مرد کی شکل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کو نظر آئے۔ حضرت مریم نے ان کو دیکھ کر یہ کہا کہ اے شخص اگر تو پرہیزگار آدمی ہے تو میں تیرے بدارادہ سے اللہ کی پناہ میں آنا چاہتی ہوں۔ حضرت جبرائیل نے جواب دیا کہ اے مریم میں تو تیرے رب کی طرف سے

Marfat.com

لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى

مجھ کو لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے کہا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب حکم کرتا ہے

اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ

ایک کام کو تو یہی کہتا ہے اس کو ہو وہ ہو جاتا ہے اور سکھائے گا اس کو کتاب اور کام کی باتیں اور توراۃ

وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ

اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف کہ میں آیا ہوں تم پاس نشان لے کر

تجھ کو ایک بڑی شان کے لڑکے کے پیدا ہونے کی خوش خبری دینے آیا ہوں۔ حضرت مریم نے اس بات کو سن کر بڑے تعجب سے کہا کہ میرے یہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا۔ مجھ کو تو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا حضرت جبرئیل نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کا حکم یوں ہی ہے کہ بغیر باپ کا ایک لڑکا تمہارے ہاں پیدا ہو کر اللہ تعالےٰ کی قدرت کی ایک نشانی دنیا میں لوگوں کو نظر آئے یہ کہہ کر حضرت جبرئیل نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی روح حضرت مریم کے جسم میں پھونک دی اور حضرت مریم کو حمل رہ گیا اور وقت مقررہ پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس طرح بغیر باپ کے بچہ پیدا ہو جانے پر لوگوں نے حضرت مریم سے طرح طرح کی قیل وقال شروع کی تو انہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف اس قیل وقال کے جواب کا اشارہ کیا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے خلاف عادت لوگوں سے کہا کہ تم کیا قیل وقال کرتے ہو۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بچپنے میں لوگوں سے باتیں کیں۔ دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجاہت یہ تھی کہ وہ نبی ہو کر آئے۔ آخرت میں ان کی وجاہت یہ ہوگی کہ وہ گنہ گار لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ مسیح وہ جس کے ہاتھ لگانے سے بیمار اچھے ہوں یا جن کا کہیں وطن نہ ہو ہمیشہ سیاحی میں رہیں۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام میں یہ دونوں باتیں تھیں دجال کو بھی مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ سوا مکہ اور مدینہ اور بیت المقدس کے وہ سب جگہ پھرے گا بعضے مفسروں نے یہاں دو لطیفے نقل کئے ہیں۔ ایک حضرت مریم کے متعلق ہے اور دوسرا حضرت عیسےٰ کے متعلق۔ حضرت مریم کے متعلق لطیفہ یہ ہے کہ ایک عیسائی شخص نے ایک مسلمان شخص سے یہ کہا کہ تم کو کچھ خبر ہے کہ لوگوں نے تمہارے پیغمبر کی بی بی کی نسبت کیا الزام لگایا تھا۔ مسلمان نے جواب دیا کہ ایک پیغمبر کی ماں پر بھی یہ الزام لگایا جا چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت مریم جھوٹے الزام سے بری ہیں اسی طرح حضرت عائشہ۔ حضرت عیسےٰ کے متعلق لطیفہ یہ ہے کہ ایک عیسائی شخص نے ایک مسلمان شخص سے کہا کہ آیت قرآنی وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ (۴-۱۷۱) سے یہ پایا جاتا ہے کہ عیسےٰ اللہ تعالےٰ کے جز ہیں مسلمان نے جواب دیا کہ آیت ما فی السموات وما فی الارض جمیعًا منہ (۴۵-۱۳) سے کیا پایا جاتا ہے وہ عیسائی شخص یہ بات سن کر لاجواب ہو گیا۔ انجیل میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا نام یشوع ہے۔

۴۸ - ۵۱ - اللہ تعالےٰ نے ہر نبی کو اس زمانہ کے موافق معجزہ دیا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا

Marfat.com

رَبِّكُمْ ۙ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا

تمہارے رب کا کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو مٹی سے صورت جانور کی پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتے اڑتا جانور

بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُمْ

اللہ کے حکم سے اور چنگا کرتا ہوں جو اندھا پیدا ہوا اور کوڑھی اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے اور بتا دیتا ہوں

بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

تم کو جو کھا کر آؤ اور جو رکھ آؤ اپنے گھر میں اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر تم

مُؤْمِنِينَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ

یقین رکھتے ہو اور سچ بتاتا ہوں توارت کو جو مجھ سے پہلے کی ہے اور اسی واسطے کہ حلال کر دوں تم کو بعضی چیز

الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۵۰﴾ إِنَّ

جو حرام تھی تم پر اور آیا ہوں تم پاس نشانی لے کر تمہارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بے شک

اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ

اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اس کی بندگی کرو یہ سیدھی راہ ہے پھر جب معلوم کیا عیسےٰ نے

بڑا زور تھا اس لئے ان کو ایسا معجزہ دیا کہ جس سے سب جادوگر دنگ ہو گئے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طبیبوں کا بڑا زور تھا اس واسطے ان کو ویسا ہی معجزہ دیا کہ مردہ کو جلانا تو در کنار مادر زاد اندھے اور بدن پر کے سفید داغ والے کو بھی کوئی طبیب اچھا نہیں کر سکتا اور نہ کوئی طبیب یہ بتلا سکتا ہے کہ بیمار نے کل کیا کھایا تھا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یہ سب کچھ کرتے تھے جس سے سب طبیب حیران تھے۔ اسی طرح نبی آخر الزمان کے زمانہ میں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا بڑا زور تھا اللہ تعالےٰ نے ان پر ان فصیح و بلیغ لفظوں میں قرآن اتارا کہ کسی سے ایک آیت بھی ویسی نہ بن سکی۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بڑے خوشنویس تھے اور توارت اور انجیل ان کو زبانی یاد تھی حکمۃ سے مراد تہذیب اخلاق ہے۔ بعضی چیزیں جو یہود پر ان کی شرارت کے سبب سے حرام تھیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے ان پر ان چیزوں کو اللہ کے حکم سے حلال کر دیا جس سے بہ نسبت شریعت موسوی کے شریعت عیسوی بہت آسان ہو گئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقط چمگادڑ لوگوں کی فرمایش سے بنائی تھی۔ جہاں تک لوگوں کی نگاہ کام دیتی تھی وہاں تک وہ اڑتی تھی۔ پھر مر کر گر پڑتی تھی۔ تاکہ اللہ کے کام اور بندے کے کام میں فرق پیدا ہو جاوے اس آیت میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے سیدھا راستہ اللہ تعالےٰ کی خالص عبادت کو بتلایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ حضرت عیسےٰ کو اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں وہ غلطی پر ہیں ؎

۵۲ ـ ۵۴۔ اگرچہ یہود کو توارت کے پڑھنے سے یہ معلوم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نبی ہوں گے تو توارت کے بعضے مسئلے خدا کے حکم سے منسوخ ہوں گے لیکن جب وہ وقت آیا تو محض عناد سے یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن

Marfat.com

مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ

بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کے

آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٥٢﴾ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ

ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے قبول کیا اے رب ہم نے یقین کیا جو تو نے اتارا اور ہم تابع ہوئے رسول کے

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٥٤﴾ إِذْ ع ۵ ۱۴/۱۳

سو تو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے جس وقت

قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو پھر لوں گا اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا کافروں سے

وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ

اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو اوپر منکروں سے قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے

ہو گئے اور اس وقت کے بادشاہ سے مل کر حضرت عیسٰے کے قتل پر آمادہ ہو گئے یہاں تک کہ موقع پا کر ان کو ایک مکان میں گھیر لیا۔ اسی وقت خدا تعالےٰ نے حضرت عیسٰے کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور حضرت عیسٰے کے ساتھیوں میں سے یا یہود میں کے ایک آدمی میں جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا حضرت عیسٰے کی شکل پیدا کردی اور یہود نے اسی شخص مشابہ عیسٰے کو عیسٰے سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا[1]۔ غرض اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے مخالفوں کے مکر و فریب کو ایک حکمت اور تدبیر سے جو نیست و نابود کیا ہے۔ اسی کو مقابلہ کلام کے طور پر مکر اللہ فرمایا ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام پر بارہ شخص جو ایمان لائے ان کو حواری کہتے ہیں حواری کے معنے مددگار کے ہیں چنانچہ صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک نبی کا ایک حواری یعنے سچا مددگار ہوتا ہے۔ میرے حواری زبیر ہیں[2]۔ فاکتبنا مع الشاھدین کے یہ معنے ہیں کہ یا اللہ ہم کو ان لوگوں میں لکھ لے جنہوں نے تیرے رسول عیسٰے علیہ السلام کے سچے رسول ہونے کی گواہی دی ہے۔ اس میں امت محمدیہ بھی داخل ہے ؛

۵۵ – ۵۸ - مفسرین میں اختلاف ہے کہ مراد انی متوفیك ورافعك الی سے کیا ہے۔ لیکن حضرت ابوہریرہؓ کی متفق علیہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسٰے علیہ السلام پھر دنیا میں آئیں گے[3] اور اس باب میں اور بہت سی حدیثیں ہیں اسی طرح ابوداؤد اور حاکم کی ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دنیا میں دوبارہ آنے کے بعد پھر ان کی وفات ہو گی اور اس وقت کے مسلمان ان کی جنازہ کی نماز پڑھیں گے[4] اور آیت اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (۳۰ – ۴۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کی موت دنیا میں ایک ہی

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۵ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۱۲۸ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۵ [3] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰ باب نزول عیسٰی بن مریم علیہ السلام
[4] سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۹۴ باب خروج الدجال طبع اصح المطابع کراچی ؛

Marfat.com

مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۵۵﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا

تم کو پھر جانا پھر فیصلہ کردوں گا تم میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے سو وہ جو کافر ہوئے

فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿۵۶﴾

ان کو عذاب کروں گا عذاب سخت دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں ان کا مددگار

وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ

اور وہ جو یقین لائے اور عمل نیک کئے سو ان کو پورا دے گا ان کا حق اور اللہ کو خوش نہیں آتے

الظَّالِمِينَ ﴿۵۷﴾ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿۵۸﴾ إِنَّ مَثَلَ

بے انصاف یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھ کو آیتیں اور مذکور تحقیق مثال

عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۵۹﴾

عیسےٰ کی اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی ہے بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو ہوجا وہ ہو گیا

دفعہ اللہ تعالےٰ نے قرار دی ہے۔ اسی سبب سے آیت وھوالذی یتوفاکم باللیل کے قرینہ سے انی متوفیک کے معنے جن مفسروں نے یہ لئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حالت نیند کی سی تھی انہی مفسروں کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے یہ جو وعدہ فرمایا ہے کہ تمہارے تابع قیامت تک یہود پر غالب رہیں گے۔ اس کا ظہور اب موجود ہے کہ ہر شہر میں یہود بالکل بلا حکومت اور عیسائی یا مسلمانوں کے زیر حکومت ہیں [1] آیت میں قیامت کے دن جس اختلاف کے فیصلہ کا ذکر ہے اس میں وہ بھی داخل ہے جو قسطنطین بادشاہ نے اصلی عیسائی دین میں طرح طرح کا اختلاف ڈالا ہے آخر آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کی نبوت کی تصدیق اسی طرح کی ہے جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذرا ؛

۵۹-۶۳- بیہقی نے دلائل النبوہ میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ابن سعد نے طبقات میں اس آیت کی شان نزول جو بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کو ایک خط لکھا تھا جس میں ان کو اسلام لانے کا پیغام تھا وہاں سے کچھ نصاریٰ کے سرغنہ اور پادری لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحث کو آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اسلام لانے کو کہا انہوں نے جواب دیا کہ ہم تم سے پہلے ہی اسلام لاچکے ہیں آپ نے فرمایا تم حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہو اور سور کا گوشت کھاتے ہو اور حضرت عیسےٰ اور مریم کی تصویروں اور صلیب کی پوجا کرتے ہو یہ باتیں تمہارے دین میں کب جائز ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت عیسےٰ اگر خدا کے بیٹے

[1] فلسطین میں اب جو اسرائیل کی حکومت چند سال سے قائم ہوئی ہے۔ یہ بھی درحقیقت عیسائیوں نے اپنے مفاد کے لئے بنوائی ہے۔ اور عیسائیوں کے بل بوتے پر چل رہی ہے۔ ورنہ مسلمان کب کے اس سے نبٹ لیتے، حاصل یہ کہ یہودیوں کی فلسطینی حکومت اب بھی عیسائیوں کے تابع ہے۔ اور عیسائی اس پر غالب ہیں۔ ع

Marfat.com

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ

حق بات ہے تیرے رب کی طرف سے پھر تو مت رہ شک میں پھر جو جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں بعد

مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ

اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تو کہہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور

نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾

تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کی جھوٹوں پر

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ج وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ط وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

یہ جو ہے سو یہی ہے بیان تحقیق اور کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾ ع ٦ / ١٤

حکمت والا پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہیں فساد کرنے والے ؂

نہیں تو بتاؤ دنیا میں ان کا باپ کون ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1] اور فرمایا کہ جس طرح بے ماں باپ کے حضرت آدم اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے اس طرح حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ بعد اس فہمائش کے بھی یہ نصاریٰ نہ مانے تو جھوٹے گروہ پر بد دعا کرنے کا جو طریقہ ہے دونوں فریق مسلمان و نصاریٰ جنگل میں جا کر اس کو جاری کریں جھوٹا گروہ خود وبال میں پھنس جائے گا یہ حکم سن کر نصاریٰ نے آنحضرت سے کہا کہ کل ہم آپس میں صلاح کر کے بد دعا کرنے کے طریقہ پر عمل کریں گے پھر آپس میں صلاح کی اور دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور حسنینؓ اور حضرت فاطمہؓ کو ساتھ لے کر جنگل میں جا کر جھوٹے گروہ پر بد دعا کرنے کو تیار ہو گئے اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور دونوں صاحبزادوں سے یہ کہہ دیا کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ ان نصاریٰ میں ایک شخص شرحبیل پادری تھا اس نے نصاریٰ سے کہا کہ یہ تم کو معلوم ہے کہ نبی کی بد دعا کے بعد ہم سب ہلاک ہو جائیں گے اس واسطے میری رائے یہ ہے کہ بد دعا باہمی کو موقوف کر دیا جائے۔ چنانچہ پھر رجب کے مہینہ میں اور صفر کے مہینے میں کچھ مال داخل کرنے پر ان لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کر لی اس صلح کے مال کو جو سالانہ ان نصاریٰ سے ٹھہرایا گیا تھا۔ بعض مفسرین نے جزیہ کہا ہے اور بعض مفسرین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ معاملہ فتح مکہ سے پہلے ۹ھ ہجری کا ہے اور جزیہ کی آیت جو سورہ توبہ میں ہے فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے پھر آخر یہ بات قرار پائی ہے کہ یہ مال جزیہ کا نہیں تھا بلکہ بطور صلح کے تھا۔ مسند امام احمد بن حنبل، بخاری، ترمذی اور نسائی میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابو جہل نے ایک دفعہ ہجرت سے پہلے یہ جو کہا تھا کہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھوں گا تو ان کی گردن پر پاؤں رکھ کر ان کو کچل ڈالوں گا[2]۔ اگر وہ اپنا ارادہ پورا کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۹ ــ ۳۷۰ و لباب النقول ص ۵۴ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۰ تفسیر سورۃ اقرأ باسم ربک الذی خلق و تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۲۸۔

Marfat.com

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ

تو کہہ اے کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں مگر اللہ کو

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ

اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کی کوئی چیز اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوائے اللہ کے پھر اگر وہ

تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝٦٤ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ

قبول نہ رکھیں تو کہہ شاہد رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں اے کتاب والو کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم پر

وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٦٥ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ

اور توریت انجیل تو اتریں اس کے بعد کیا تم کو عقل نہیں سنتے ہو تم لوگ جھگڑ

حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

چکے جس بات میں تم کو خبر تھی اب کیوں جھگڑتے ہو جس بات میں تم کو خبر نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم

کی نماز پڑھنے کے وقت مسجد حرام کی طرف آتا بھی تو فوراً آسمان سے فرشتے آکر سب کے سامنے اس کو ہلاک کر ڈالتے۔ اسی طرح یہود کو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر اپنے اس قول میں تم سچے ہو کہ مرنے کے بعد چند روز کے سوا تم کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی تو مرنے سے کیوں ڈرتے ہو مرنے کی خواہش کرو اس پر یہود اگر آج اپنے آپ کو سچا جان کر موت کی خواہش کریں تو ابھی سب مر جائیں اور آج ہی ان کے ہمیشہ رہنے کے دوزخ کے ٹھکانے ان کو دکھا دئے جائیں۔ اور نجران کے نصاریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بددعا کا مقابلہ کرتے تو ایک بھی ان میں کا جیتا نہ رہتا۔

۶۴۔ یہ آیت انہی نجرانی لوگوں کے مباحثہ کے وقت نازل ہوئی ہے اور اس کے حکم میں سب اہل کتاب شریک ہیں "سیدھی بات" کی تفسیر وہی ہے جو خود آیت میں ہے کہ ہم تم سب مل کر سوا اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں کیوں کہ یہ ایسی سیدھی بات ہے کہ اول صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک سارے انبیاء اس پر قائم رہے ہیں اس شریعت اعتقادی میں کبھی ایسا اختلاف نہیں پڑا جیسا اختلاف تم لوگوں نے اہل کتاب ہو کر ڈال رکھا ہے پھر آخر کو فرما دیا کہ بات تو یہ سیدھی ہے اگر اہل کتاب ہو کر یہ لوگ اس کو نہ مانیں تو ان سے کہہ دیا جائے کہ تم ہمارے گواہ رہو کہ ہم تو حکم الٰہی کے تابع ہیں حاصل مطلب یہ ٹھہرا کہ اہل کتاب ہو کر تم لوگوں نے جو باتیں تراش رکھی ہیں وہ نوح علیہ السلام کی شریعت سے لے کر عیسےٰ علیہ السلام کی شریعت تک کبھی نہیں تھیں اس لئے تم لوگ حکم الٰہی کے ہرگز تابع نہیں بلکہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جس مسئلہ توحید کی تم لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں وہی مسئلہ سب شریعتوں میں ہے اور جو اس پر عمل کرے وہی حکم الٰہی کا تابع ہے۔

۶۵-۶۸۔ بیہقی نے دلائل النبوہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت کے روبرو علماء یہود اور نجران کے پادریوں کا بڑا جھگڑا ہوا یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ نہیں نصرانی تھے۔

Marfat.com

لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا
نہیں جانتے نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی لیکن تھا ایک طرف کا حکم بردار

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٦٧﴾ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا
اور نہ تھا شرک والے لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے ان کو تھی جو ساتھ اس کے تھے اور اس

النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾ وَدَّت طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ
نبی کو اور ایمان والوں کو اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا آرزو ہے بعض

الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٩﴾ يَا أَهْلَ
کتاب والوں کو کسی طرح تم کو راہ بھلا دیں اور راہ بھلاتے نہیں مگر آپ کو اور نہیں سمجھتے اے

الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ
کتاب والو کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور تم قائل ہو اے کتاب والو کیوں

تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾ ع وَقَالَت ع ۷ / ۱۵
ملاتے ہو صحیح میں غلط اور چھپاتے ہو سچی بات جان کر اور کہا ایک

طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ
لوگوں نے اہل کتاب ہیں کہ مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر دن چڑھے

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1] اور فرمادیا کہ تورات اور انجیل جن دونوں کتابوں سے یہود اور نصاریٰ کا دین دنیا میں چلا ہے وہ تو حضرت ابراہیم کے بعد اتری ہیں ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام میں ہزار برس کے قریب کا فاصلہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تین ہزار برس کے قریب کا پھر حضرت ابراہیم یہودی یا نصرانی کیونکر ہو سکتے ہیں رہی یہ بات کہ حضرت ابراہیم کو دنیا میں اب کون سے دین سے مناسبت ہے خلاف علم الٰہی انجانی بات میں یہ لوگ جو بحث کر رہے ہیں یہ اللہ کو ہرگز پسند نہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو بات آدمی کو معلوم نہ ہو اس میں نفسانیت سے ہرگز بحث نہ کرے اس شان نزول کی روایت چند طریقوں سے ہے جس کے سبب سے ایک سند سے دوسرے کو قوت ہے ؛

۶۹ ـ ۷۱ ـ چند یہود نے معاذ بن جبلؓ اور حذیفہ بن الیمانؓ وغیرہ کو یہ رغبت دلائی کہ وہ دین محمدی کو چھوڑ کر یہودی ہو جائیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ مسلمان اپنے دین پر خدا کی طرف سے پکے ہیں ان کو تو کسی کے بہکانے سے کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا مگر بہکانے والوں کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا جس سے وہ غافل ہیں ؛

۷۲ ـ جب دن بدن دین محمدی میں لوگ بڑھنے لگے تو یہود کو یہ امر شاق گذرا اس لئے عداوت سے خیبر کے بارہ[12] شخص یہود نے یہ صلاح کی کہ تازہ دم نئے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے ایک دن صبح کو فریب کے طور پر مسلمان ہو گئے۔ اور صبح کی نماز بھی مسلمانوں کے ساتھ پڑھی اور تیسرے پہر کو یہ مرتد ہو گئے تاکہ نئے مسلمان

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۲ ؛

Marfat.com

النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ

اور منکر ہو جاؤ آخر دن شاید وہ پھر جاویں اور یقین نہ کرو مگر اسی کا جو چلے تمہارے دین پر

قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ

تو کہہ ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے اس واسطے کہ کسی کو ملا جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا مقابلہ کریں تم سے

عِنْدَ رَبِّكُمْ ۗ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ ۚ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٧٣﴾

تمہارے رب کے آگے تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ گنجائش والا ہے خبردار

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾ وَمِنْ أَهْلِ

خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جس پر چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے اور بعضے اہل

الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ

کتاب میں سے وہ ہیں کہ اگر تو ان پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا ادا کریں تجھ کو اور بعضے ان میں سے وہ ہیں اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ایک اشرفی

لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا

ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک تو رہے اس کے سر پر کھڑا یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے نہیں ہم پر

اپنے دل میں خیال کریں کہ اس دین محمدی میں کچھ نقصان ضرور تھا جو یہ اہل کتاب لوگ اس دین میں داخل ہو کر پھر منحرف ہو گئے اللہ تعالے نے ان یہود کا ادنی فریب ظاہر کرنے اور نئے مسلمانوں کا وسوسہ دور کرنے کی غرض سے یہ آیت نازل فرمائی[1] اور فرما دیا کہ ایسے فریبوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے اور نبوت اللہ کا ایک فضل ہے وہ اپنے اس فضل کو جب تک جس خاندان میں چاہے رکھے ان لوگوں کا یہ حسد کہ نبوت بنی اسمٰعیل میں کیوں ہوئی۔ ان ہی کے نقصان کا موجب ہے ؛

۷۳ ۔ ۷۴ ۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ابی مالک سے روایت ہے کہ اس آیت کے دو ٹکڑے ہیں پہلا ٹکڑا علماء یہود کا ہے کہ وہ اپنے قوم کے ان پڑھ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ دیکھو اپنے دین والے کے سوا کسی کی بات کو ہرگز نہ ماننا۔ دوسرا ٹکڑا اللہ تعالے نے ان کی اس بات کے جواب میں اتارا ہے کہ ان سے لے نبی اللہ کے تم کہہ دو کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے[2] ایسی باتوں سے وہ اللہ کی ہدایت کو ہرگز روک نہیں سکتے۔ چنانچہ وہی ہوا کہ اللہ کی ہدایت دن بدن پھیل کر اسلام بڑھتا گیا اور یہود حسد اور عداوت میں خوار اور ذلیل ہوتے گئے ہر چند انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو جو تورات میں مذکور تھے چھپایا ان پڑھ یہود کو غیر دین کی بات ماننے سے روکا مگر اللہ سے کون مقابلہ کر سکتا ہے آخر ہوا وہی جو اللہ کو منظور تھا ؛

۷۵ ۔ ۷۶ ۔ اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالے نے یہود کے اس فرقہ کا ذکر فرمایا تھا جس میں سرتاپا برائی ہی برائی تھی۔ بھلائی کچھ بھی نہ تھی۔ اور حقیقت میں بعضے ان میں سوا اس برے فرقے کے بھلے بھی تھے اس لئے یہ آیت نازل فرما کر بروں کے ساتھ

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۳ ۔ [2] لباب النقول ص ۴۶ ۔ ۴۷ ؛

Marfat.com

فِي الْأُمِّيِّنَ سَبِيلٌ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾ بَلَىٰ مَنْ

جاہلوں کے حق کا گناہ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر جانتے کیوں نہیں جو کوئی

أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٧٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ

پورا کرے اپنا قرار اور پرہیزگاری تو اللہ چاہتا ہے پرہیزگاروں کو جو لوگ خرید کرتے ہیں

بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا

اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا مول ان کو کچھ حصہ نہیں آخرت میں اور نہ

يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾

بات کرے گا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے دن اور نہ سنوارے گا ان کو اور ان کو دکھ کی مار ہے ۞

اچھوں کا ذکر بھی فرما دیا تاکہ مسلمانوں میں ان اچھوں کی عزت بڑھے اور بُرے بھی ان اچھوں کی عادت سیکھیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ جو پہلے یہودی تھے اور پھر مسلمان ہو گئے ان کے پاس کسی نے کئی سو تولے سونا امانت رکھوا دیا اور انہوں نے وقت پر ادا کر دیا۔ اور ایک یہودی اور تھا کہ ایک شخص کی ایک اشرفی امانت لے کر مُکر گیا[1] صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ امانت میں خیانت کرنا جھوٹ بولنا وعدہ خلافی کرنا لڑائی کے وقت گالیاں بکنا یہ منافقوں کی علامتیں ہیں[2] یہود کے بُرے فرقے نے جہاں اور غلط باتیں تورات میں اپنی طرف سے بڑھا دی تھیں وہاں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ عرب کے لوگ بُت پرست اور بددین ہیں ان کا مال ہر طرح ہضم کر لینا تورات میں روا لکھا ہے اس لئے ان کے مال کے ہضم کرنے پر ہم کو کوئی مؤاخذہ کا راستہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ بات بھی اس آیت میں جھٹلا دی اور فرما دیا کہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں تورات میں ہرگز کہیں یہ بات نہیں ہے پرایا مال ہضم کرنے پر ضرور مؤاخذہ ہے ہاں اگر وہ جس طرح ان سے اور اللہ سے تورات میں معاہدہ ہے اس کے موافق اسلام لے آئیں گے تو اسلام پچھلی ساری برائیاں مٹا ڈالتا ہے اس سبب سے ان سے یہ برائی میٹ کر اُن کو متقی بنا دے گا۔ اللہ متقیوں کو دوست رکھتا ہے ۞

۷۷۔ صحیحین اور صحاح کی کتابوں میں روایت ہے کہ اشعث بن قیسؓ صحابی اور ایک یہودی میں کچھ زمین کا قضیہ تھا اس کی فریاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آنحضرت نے اشعث بن قیسؓ سے فرمایا تمہارے پاس اس دعوے کے ثبوت کے گواہ ہیں۔ اشعث بن قیسؓ نے کہا نہیں۔ گواہ تو نہیں ہیں۔ آپ نے یہودی سے کہا کہ تو اپنے دعوے پر قسم کھا۔ اشعث بن قیسؓ نے کہا کہ حضرت یہ یہودی فوراً جھوٹی قسم کھا کر میری زمین دبا لے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[3] اور فرما دیا دنیا کی تھوڑی سی طمع کے لئے جو کوئی جھوٹی قسم کھائے گا۔ وہ عقبےٰ میں جنت کی بڑی بڑی نعمتوں سے محروم رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس پر ایسا غصہ اور غضب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے اس کی طرف نہ دیکھے گا۔ اور نہ اس سے بات کرے گا۔ اور نہ اس کے کسی گناہ سے درگذر فرمائے گا۔

[1] تفسیر معالم ج ۲ ص ۱۶۸ طبع المنار مصر [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰ باب علامۃ المنافق [3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۲ کتاب التفسیر و جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۴ ۞

Marfat.com

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ

اور ان میں ایک لوگ ہیں کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب کہ تم جانو وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں

مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُولُونَ

کتاب میں اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ کا کہا اور اللہ

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝٧٨

پر جھوٹ بولتے ہیں جان کر

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ٹخنے سے نیچے پائجامہ رکھنے والا جھوٹی قسم کھانے والا صدقہ دے کر احسان جتانے والا ان تین شخصوں پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا ایسا غصہ ہوگا کہ ان سے اللہ تعالیٰ نہ بات کرے گا نہ ان کے گناہوں سے درگذر کرے گا سوا اس شان نزول کے جو متفق علیہ حدیث[1] میں ہے۔ اور شان نزول اس آیت کی حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں جو مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان معاملات پر بھی آیت کا مطلب صادق آتا ہے ورنہ معتبر شان نزول وہی ہے جو متفق علیہ حدیث کی رو سے بیان کی گئی ہے۔

۷۸۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ یہود اور نصاریٰ دونوں نے تورات اور انجیل میں اپنی طرف سے جو باتیں ملا دی تھیں اس تحریف کو مسلمانوں پر ظاہر کر دینے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔[2] اور فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے لفظ جو ان دونوں آسمانی کتابوں میں ہیں ان اصلی لفظوں سے زبان بدل کر اور موڑ کر ان لفظوں کو اے مسلمانوں تمہارے سامنے اس ڈھنگ سے یہ اہل کتاب پڑھتے ہیں کہ تم اس کو اللہ کا کلام خیال کرتے ہو حالانکہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے اور خود ان کا دل جانتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ مگر جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں اکثر یہود رہتے تھے اور مسلمانوں کے اور ان کی بات چیت اور ملاقات ہوتی رہتی تھی اور یہود لوگ اپنی بدلی ہوئی آیات تورات میں سے اس قسم کے احکام تورات کے مسلمانوں کے روبرو بیان کرتے تھے کہ جس سے مسلمانوں کے جی میں کچھ شبہات پیدا ہوں اس آیت کے حکم سے اور اس آیت کے حکم کے موافق چند احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسلمانوں کو اہل کتاب کے اس طرح کے میل جول سے روکا تو مسلمانوں نے پھر اس طرح کا میل جول اہل کتاب سے چھوڑ دیا اور دین محمدی میں اہل کتاب کے سبب سے ایک رخنہ جو پڑتا تھا وہ مٹ گیا وہ حدیثیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اہل کتاب کے اس طرح کے میل جول سے دین میں رخنہ نہ پڑنے کی غرض سے روکا ہے

---

[1] یہ حدیث بڑی جستجو کے باوجود ان الفاظ سے بروایت حضرت ابوہریرہؓ صحیحین میں نہیں مل سکی، البتہ حضرت ابوذرؓ کی روایت سے صحیح مسلم (ج ۱ ص ۷۱) اور سنن اربعہ میں ہے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (ج ۲ ص ۲۷) باب المنان بما اعطی میں صحیح مسلم کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔ حافظ ابن کثیر بھی اپنی تفسیر میں دو جگہ یہ روایت ابوذرؓ ہی لائے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ کی روایت میں بھی اس جھوٹی قسم کا ذکر بضمن خرید و فروخت ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

[2] تفسیر معالم ج ۱ ص ۲۴۷۔

Marfat.com

یہ ہیں امام احمد بن حنبلؒ نے عبداللہ بن ثابتؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ اپنے ایک دوست یہودی سے چند باتیں تورات کی سن کر آئے انہوں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ میں تورات کی چند باتیں سن کر آیا ہوں جو مجھ کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اگر آپ فرمائیں تو میں اُن باتوں کو آپ کے سامنے بیان کروں آپ کو یہ بات حضرت عمرؓ سے سُن کر غصہ آگیا فرمایا کہ اگر آج کی تاریخ تم میں خود حضرت موسٰے زندہ ہوتے[1] اور تم مجھ کو چھوڑ کر حضرت موسٰے کی فرماں برداری کرتے تو بلاشک تم لوگ گمراہ ہوجاتے[2] تے دوسری روایت ابو یعلیٰ موصلی کی مسند میں حضرت جابرؓ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اہل کتاب سے دین کی بات چیت مت کیا کرو اہل کتاب اپنی کتابوں میں تحریف کرنے سے خود راہ پر نہیں رہے وہ تم کو کیا ہدایت کرسکتے ہیں آج حضرت موسٰے[3] اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت موسٰے اور عیسٰے[4] دونوں زندہ ہوتے تو وہ بھی میری فرماں برداری قبول کرتے[5]۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں لفظی معنوی طرح طرح کا تصرف کیا ہے اور پھر اسی پر جمے ہوئے ہیں۔ مرضی الٰہی کے موافق آخری شریعت شرع محمدی کو نہیں مانتے حالانکہ جس طرح ہر حاکم وقت ایک قانون بنا کر مصلحت ملکی کے لحاظ سے ایک مدت تک اس قانون کا رواج اور عمل جائز رکھتا ہے اور جب مصلحت ملکی اس قانون نافذ الوقت کے موافق اس حاکم کو نظر نہیں آتی

---

[1] مفسرؒ نے تفسیر ابن کثیر سے جس روایت کا خلاصہ بیان کیا ہے اس کے لفظ یہ ہیں لو اصبح فیکم موسیٰ علیہ السلام (ج ۱ ص ۳۷۸) جس کا لفظی ترجمہ ہے، اگر موسٰے تم میں موجود ہوتے" جس روایت میں لوکان حیا کا لفظ ہے اس کا مطلب بھی "موجود ہونا" ہی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق احادیث میں حیات (برزخیہ) ثابت کی گئی ہے بنا بریں "لوکان حیا" کو "لو اصبح" کے ساتھ ملا لیا جائے تو سب حدیثوں کا مطلب ٹھیک ہوجاتا ہے۔ یاد رہے، ان لفظوں سے بھی یہ روایت کمزور ہے اس کی سند میں جابر جعفی کذاب راوی ہے [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۸ [3] یہاں بھی مطلب خبط ہوگیا ہے، مسند ابو یعلیٰ کی جس روایت کا ترجمہ ہے، اس کے لفظ تفسیر ابن کثیر میں یہ ہیں، لوکان موسیٰ حیا بین اظھرکم (ج ۱ ص ۳۷۸) جس کا صاف ترجمہ یہ ہے، "اگر تمہارے درمیان زندہ موجود ہوتے" ویسے یہ روایت بھی کمزور ہے۔ تفسیر ابن کثیر مطبوعہ المنار مصر (ج ۲ ص ۱۷۸) میں اس کی جو سند آئی ہے اس میں مجالد راوی ہے جو ضعیف ہے۔

[4] مفسرؒ نے تفسیر ابن کثیر کی عبارت ہی کا ترجمہ کر دیا ہے، لیکن واضح رہے، کہ "موسیٰ وعیسیٰ حیین" کا لفظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں مل سکا ہے، یہ روایت مسند امام احمد (ج ۳ ص ۳۸۷) سنن دارمی (ص ۶۲) مشکوٰۃ (ص ۳۰) مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۷۴) وغیرہ حدیث کی جن کتابوں میں آئی ہے لوکان موسیٰ الخ کے ساتھ آئی ہے، اس کے ساتھ "عیسیٰ" اور "حیین" کہیں بھی نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کسی ناسخ سے غلطی ہوگئی ہے۔ مسلمانوں کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے، اور قیامت کے قریب بنفس نفیس نزول فرمائیں گے۔ خود حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر کے مختلف مقامات پر حضرت عیسٰے کے بہ جسد عنصری آسمان پر اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب ان کے تشریف لانے کا اثبات کیا ہے۔ دیکھو ص ۳۶۶ ج ۱ و ص ۵۷۷ – ۵۸۳ ج ۱ و ۱۳۳ ج ۴ بلکہ حضرت مفسرؒ نے خود بھی ص ۲۴۱ پر اس کی صراحت کی ہے۔ حضرت موسٰے علیہ السلام کی دو زندگی، کا مطلب اوپر کے حاشیہ میں آچکا ہے۔

[5] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۸۔

Marfat.com

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ
کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دے کتاب اور حکم اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے

لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا
لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو اللہ کو چھوڑ کر لیکن تم مربی ہو جاؤ جیسے

كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَأْمُرَكُمْ
تھے تم کتاب سکھاتے اور جیسے تھے تم پڑھتے اور نہ یہ کہے تم کو

أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ
کہ ٹھہراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو رب کیا تم کو کفر سکھاوے گا بعد

إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾
اس کے کہ تم مسلمان ہو چکو۔

تو اس پہلے قانون کو منسوخ کر کے بجائے اس کے دوسرا قانون نافذ کر دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں دنیا کے پیدا کرنے سے ہزارہا برس پہلے دنیا کی ہر ایک دورہ کی مصلحت کے موافق ایک قانون قرار دیا ہے۔ جس کو اس دورہ کی شریعت ٹھہرایا ہے اور یوم المیثاق میں اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء سے اور سب انبیاء نے اپنی اپنی امتوں سے یہ مضبوط عہد لیا ہے کہ دنیا کے ہر دورہ میں اسی شریعت کا عمل ہوگا۔ جو شریعت اس دورہ کے لئے ٹھہرائی گئی ہے اور ہر نبی وقت اور امت وقت کو اس معاہدہ میں یہ تاکید ہے کہ جو کوئی پچھلے دورہ کا نبی یا امت اگلے دورہ کی شریعت اور نبی کو پائے تو فوراً پچھلے دورہ کی شریعت کو چھوڑ کر نافذ الوقت شریعت کا پورا فرماں بردار ہو جائے اور کوئی کتاب آسمانی ایسی نہیں ہے جس میں اس معاہدہ کا ذکر نہ ہو۔ لیکن اہل کتاب نے اس معاہدہ کی آیات کو کتب آسمانی میں بدل ڈالا تھا۔ جس سے اللہ کے انتظام میں ایک رخنہ پڑتا تھا۔ اس رخنے کے روکنے کی اکثر آیات قرآن شریف میں مثل اس آیت کی ہیں اور رسول وقت نے اللہ کی مرضی کے موافق اکثر احادیث میں اس رخنہ کو روکا ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں کے بعد جس میں اس رخنہ کے روکنے کا ذکر ہے اس معاہدہ کا ذکر فرما کر اہل کتاب کو وہ معاہدہ یاد دلایا ہے۔

۷۹ ـــ ۸۰۔ تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ سے روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ نجران کے مباحثہ کے وقت ایک شخص ابو رافع یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا آپ ہم سے اپنی ذات کی ویسی عبادت چاہتے ہیں جس طرح سے نصاریٰ[1] لوگ حضرت عیسٰیؑ کی پوجا کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۷۔

Marfat.com

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ

اور جب لیا اللہ نے قرار نبیوں کا جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ

پھر آئے تم پاس کوئی رسول کہ سچ بتائے تمہارے پاس والے کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ

فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر لیا میرا ذمہ بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا

فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

تو اب شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے بعد تو

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

وہی لوگ ہیں بے حکم ؛

کہ اللہ کے نبی کا یہ کام نہیں کہ سوا اللہ کے کسی کی عبادت کی وہ فرمائش کرے اور طبری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اس معاہدہ کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو باتیں کرتے تھے جو معاہدہ اللہ تعالے نے سب انبیاء اور امتوں سے لیا ہے جس کا ذکر سب آسمانی کتابوں میں ہے اس لئے اس آیت اور اوپر کی آیت کے بعد اللہ تعالے نے معاہدہ کا ذکر کر کے ان کو معاہدہ یاد دلایا ہے تاکہ معاہدہ کے پابند ہو کر ایسی باتوں سے پرہیز کریں اور معاہدہ کے موافق اپنے وقت پر ایمان لائیں ؛

۸۱ — ۸۲ - یہ وہی معاہدہ ہے جس کا ذکر اوپر کی آیت کی تفسیر میں گذرا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے نے پہلے نبی سے اس کے مابعد میں آنے والے نبی کی بابت یہ عہد لیا ہے کہ اگر پہلا نبی مابعد میں آنے والے نبی کا زمانہ پائے تو خود اس پر ایمان لائے جب ضرورت پڑے اس کی مدد کرے ورنہ اپنی امت کو اس کے موافق وصیت کر جائے یہ معاہدہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے چنانچہ اس معاہدہ کی بنا پر اوپر کی حدیث میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر میرے زمانہ میں موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام زندہ[1] ہوتے تو وہ بھی میری فرماں برداری قبول کرتے اس معاہدہ کو یاد دلا کر اللہ تعالے نے اہل کتاب مشرکین مکہ سب کو یوں قائل کیا ہے کہ یہود اگرچہ اپنے آپ کو شریعت موسوی کا پابند کہتے ہیں لیکن موسیٰ علیہ السلام کے معاہدہ اور وصیت کے خلاف ہیں۔ اسی طرح شریعت عیسوی اور ملت ابراہیمی کی پابندی کے مدعیوں کا حال ہے لیکن ان کو یہ یاد رہے کہ یہ معاہدہ اللہ تعالے کی گواہی سے مکمل ہوا ہے جس کی خلاف ورزی کے وبال کا کچھ ٹھکانہ نہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت میں لفظ اصری سے مراد وہی معاہدہ ہے جس کا ذکر میثاق کے لفظ سے فرمایا ہے اصری کے معنے سخت اور شدید معاہدہ کے ہیں ؛

[1] یہ بحث ص ۲۴۸ کے حاشیہ نمبر ۲ میں گزر چکی ہے ؛

Marfat.com

أَفَغَيْرَ دِينِ اللّٰهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا

اب کچھ اور دین ڈھونڈتے ہیں سوائے دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے

وَّكَرْهًا وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾ قُلْ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ

یا زور سے اور اسی کی طرف پھر جائیں گے تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اترا ہم پر اور جو کچھ اترا

عَلٰى إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ

ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور جو ملا

مُوسٰى وَعِيسٰى وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ

موسٰی کو اور عیسٰی کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنے رب کی طرف سے ہم جدا نہیں کرتے ان میں کسی کو

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ

اور ہم اسی کے حکم پر ہیں اور جو کوئی چاہے سوائے حکم برداری کے دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا

مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوا

اور وہ آخرت میں خراب ہے کیونکر راہ دے گا اللہ ایسے لوگوں کو جو منکر ہوگئے

بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاللّٰهُ

مان کر اور بتا چکے کہ رسول سچا ہے اور پہنچ چکے ان کو نشان اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴿٨٦﴾ أُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ

نہیں راہ دیتا بے انصاف لوگوں کو ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت

۸۳—۸۵۔ غصہ کے ایک استفسار کے طور پر اس آیت کا تعلق اوپر کی آیت سے ہے حاصل مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیدا کرنے سے ہزاروں برس پہلے دنیا کے ہر ایک دور کی مصلحت کے موافق ایک قانون قرار دیا ہے۔ جس کو اس دور کی شریعت ٹھہرایا ہے اور اسی مصلحت وقتیہ کے انتظام کے لئے ہر نبی اور امت سے وہ معاہدہ قرار پا چکا ہے جس کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے تو پھر اب جو کوئی اس انتظام الٰہی میں خلل ڈالے گا۔ اور سوائے اس شریعت وقتیہ کے غیر وقتیہ شریعت پر چلے گا وہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے کچھ اجر نہ پائے گا۔ اور اس کا کیا کرایا سب اکارت ہے کیونکہ اجر اسی عمل پر ہے جو مرضی کے موافق ہو خلاف مرضی الٰہی کام پر تو اور مؤاخذہ ہوگا اجر کہاں رہا۔ اور آسمان و زمین میں سب پر اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اس لئے جو اس کے حکم کے برخلاف کرے گا وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔

۸۶—۹۱۔ نسائی اور صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔ حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ حارث بن سوید انصاری اور طعمہ بن ابیرق وغیرہ سب بارہ شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگئے اور مدینہ سے مکہ کو چلے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا ٹکڑا ولا ھم ینظرون

Marfat.com

اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْہُمُ

اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی پڑے رہیں اس میں ان پر نہ ہلکا ہوا

الْعَذَابُ وَلَا ہُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ

عذاب اور نہ ان کو فرصت ملی مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد

وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِہِمْ

اور سنوار پکڑا تو البتہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے جو لوگ منکر ہوئے مان کر

ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُہُمْ ۚ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾

پھر بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ اور وہی ہیں راہ بھولے

تک نازل فرمایا پھر حارث بن سوید کو اپنے مرتد ہوجانے پر بڑا افسوس ہوا تو انہوں نے انصار سے جو اُن کی قوم کے مدینہ میں تھے یہ پیغام کہلا بھیجا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں کہ ہم لوگوں کی توبہ قبول ہوسکتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے دوسرا ٹکڑا آیت کا الا الذین تابوا نازل فرمایا۔ اس پر حارث بن سوید پھر مدینہ میں آکر مسلمان ہو گئے اور اُن کے ساتھ کے گیارہ آدمی فتح مکہ تک مرتد رہے فتح مکہ کے وقت چند شخص ان میں کے مسلمان ہوگئے اور چند حالت کفر ہی میں مرگئے جن کا ذکر آیت کے آخر میں ان الذین کفروا سے اخیر پارہ تک ہے[1] حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے دوسری روایت جو ہے کہ یہ آیت کا ٹکڑا اہل کتاب کی شان میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہود کی شان میں بھی یہ آیت صادق آتی ہے ورنہ جو شان نزول حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مسند بزاز میں ہے اس کی سند قوی ہے[2] اور یہود پر مرتد ہوجانے کا مطلب اس طرح صادق آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے پہلے یہود لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق جانتے تھے اور آپ کا نام لے کر فتح کی دعا مانگتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے تو مرتدوں کی طرح آپ سے پھر گئے۔

اس آیت کے معنے میں ایک شبہ یہ پڑتا ہے کہ الا الذین تابوا سے فان اللہ غفور الرحیم تک تو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی توبہ کے قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے اور پھر ان الذین کفروا بعد ایمانہم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتہم واولئک ہم الضالون سے آخیر پارہ تک یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ مرتد ہوں اور زمانہ مرتدی میں خوب کفر میں سرشار رہیں تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی آیت کے دونوں ٹکڑوں کے ملانے سے مطلب اصلی آخر کو کیا نکلا۔

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ جس طرح ہر چیز کا اللہ کے یہاں وقت مقرر ہے اسی طرح توبہ کا بھی وقت مقرر ہے وہ وقت یہ ہے کہ مثلاً آدمی ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں شرک کفر یا کبیرہ گناہ سے توبہ کرے جیسے فرعون نے بالکل ڈوبتے وقت توبہ کی اور قبول نہیں ہوئی یا مغرب سے آفتاب نکلنے کے وقت

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۹ و تفسیر معالم ص ۱۸۲ — ۱۸۳ ج ۲ طبع المنار مصر [2] مسند بزاز کی یہ روایت تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۹ میں ہے ۔

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ

جو لوگ منکر ہوئے اور مر گئے منکر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا ایسے کسی سے زمین

الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ط أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا

بھر کر سونا اگرچہ بدلا دیوے یہ کچھ ان کو دکھ کی مار ہے اور کوئی

ع ۹ ۱ ۱۷ لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿۹۱﴾

نہیں ان کا مددگار

سب لوگ توبہ کریں گے تو ایسی توبہ قبول نہ ہوگی۔ بلکہ وہ توبہ قبول ہوگی کہ ایسے وقت آدمی توبہ کرے کہ اپنی موت کا ابھی اس کو پورا یقین ہو کر اس کی حالت اضطرار کی نہ ہوئی ہو اپنی زیست کا اس کو بھروسا ہو اور اس زیست کے سوچے ہوئے زمانہ میں اس کا گناہ سے باز رہنے کا اور آئندہ نیک کام کرنے کا پورا پورا ارادہ ہو ورنہ اگر دم اکھڑ جانے کے بعد جب خراٹا لگ گیا اور موت کا پورا یقین ہو گیا اور موت کے سامنے آجانے سے ایک اضطرار کی حالت پیش آگئی تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ سورہ نساء میں جو توبہ کے قبول ہونے کی آیت آئے گی اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ توبہ انہی لوگوں کی قبول ہوتی ہے کہ گناہ کرتے ہی جھٹ پٹ توبہ کر لیتے ہیں اور جو لوگ مرتے دم تک برائیاں کرتے ہیں اور جب موت بالکل سامنے آجاتی ہے تو توبہ کرتے ہیں ان کی توبہ توبہ نہیں ہے اور موت کے بالکل سامنے آجانے کی تفسیر حدیث شریف میں آئی ہے کہ وہ خراٹا لگ جانے کا وقت کہ دم اکھڑ کر سینہ میں آجاتا ہے اور کوئی چیز پینے کی منہ میں ڈالے تو دم خرخر کرتا ہے اور وہ چیز نگلی نہیں جاتی۔ چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک موت کا خراٹا نہ لگے اس وقت تک اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے[1]۔ اب رہی یہ بات کہ کوئی مشرک بلا توبہ مرجائے تو اس کا اور مسلمان جو گناہ کبیرہ کر کے بغیر توبہ کے مرجائے اس کا ایک حکم ہے یا دونوں میں کچھ فرق ہے اس کی صراحت بقدر ضرورت یہ ہے کہ آیت ان اللہ لایغفر ان یشرك به و یغفر مادون ذلك لمن یشاء (۴ $\frac{۴۸}{۱۱۶}$) اور آیت انه من یشرك بالله فقد حرم الله علیه الجنة (۵-۷۲) سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو مشرک وقت مقررہ پر توبہ نہ کرے اور بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کی بخشش نہیں ہے اور مسلمان کبیرہ کا گناہ گار بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کی بخشش اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھی ہے۔ حدیث میں ان دونوں آیتوں کی صراحت یوں آئی ہے کہ نامہ اعمال اللہ کی بارگاہ میں تین طرح کے ہیں ایک نامہ اعمال شرک کا ہے۔ اس نامہ اعمال والے شخص کی بخشش ہرگز نہیں ہے۔ ایک نامہ اعمال ان کبیرہ گناہوں کا ہے جو فقط اللہ کا گناہ ہے جیسے نماز کا نہ پڑھنا۔ یا روزہ کا نہ رکھنا۔ ان گناہوں کی توقع ہے کہ اللہ غفور رحیم ہے بخش دے گا۔ ایک نامہ اعمال ان کبیرہ گناہوں کا ہے جن گناہوں میں بندوں کا بھی حق ہے جیسے کسی کا مال

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۹۲

Marfat.com

چرانا۔ یا کسی کی عورت سے بدفعلی کرنا اس کا بدلا اور انصاف ضرور ہوگا۔ یہ روایت حضرت عائشہؓ سے مسند امام احمد بن حنبل اور مستدرک حاکم میں آئی ہے[1] اور شرح جامع صغیر میں اس کو صحیح کہا ہے۔ اور اس باب میں مثل حدیث حضرت عائشہؓ کے اور بھی صحیح حدیثیں ہیں اس کے بعد آیت کے جن دو ٹکڑوں میں شبہ پڑتا تھا ان دو ٹکڑوں کو ملا کر حاصل معنے یہ ہوئے کہ وقت مقررہ پر مرتد اور گنہ گار کی توبہ قبول ہے۔ اور مرتد یا گنہ گار وقت مقررہ ٹال کر موت کے بالکل سامنے آجانے تک حالت مرتدی یا گنہ گاری میں سرشار رہے اور عین مرتے وقت توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہے۔ اور جس مسلمان گنہ گار کی آخری وقت کی توبہ قبول نہیں ہے اس کی بخشش کی توقع ہے۔ مشرک کی بخشش کی توقع نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو ہر ایک طرح کے شرک سے بچائے۔ آمین ؀

[1] مسند امام احمد ج ۶ ص ۲۴۰ مستدرک ج ۴ ص ۵۷ ؀

Marfat.com

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

ہرگز نہ پہنچو گے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو اس چیز سے جس سے محبت رکھتے ہو اور جو چیز خرچ کرو گے پس اللہ کو

بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ

معلوم ہے سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کرلی تھی اسرائیل

عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ

نے اپنی جان پر تورات نازل ہونے سے پہلے تو کہہ لاؤ تورات اور پڑھو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

اگر سچے ہو پھر جو کوئی باندھے اللہ پر جھوٹ اس کے بعد

فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ؔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ

تو وہی ہے بے انصاف تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم

حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾

کے جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والا

وقف جبرئیل علیہ السلام

۹۲- اوپر ذکر تھا کہ عقبیٰ میں زمین بھر کے سونا بھی عذاب الٰہی سے نہیں چھوڑا سکتا اس لئے دنیا میں صدقہ کی رغبت دلانے کے لئے اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی اور جب یہ آیت اتری۔ تو اس سے صحابہ کرامؓ کو نفلی صدقہ کی حرص اور رغبت بھی بہت کچھ پیدا ہوئی چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہؓ کا ایک باغ جو مسجد نبوی کے پاس تھا اس میں ایک کنواں میٹھے پانی کا تھا جس کا پانی بہت اچھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس باغ میں جاکر بیٹھا کرتے تھے اور اس کنوئیں کا پانی پیا کرتے تھے انہوں نے وہ باغ اپنے سب مال سے عمدہ اور نفیس جانا اور اللہ کی راہ میں اس باغ کو خیرات کر دیا[1]۔ اور صحیحین میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے اس غنیمت کے حصہ کو جو ان کو خیبر کی لڑائی میں ملا تھا اپنا بڑا عمدہ مال سمجھتے تھے اس کو انہوں نے اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا[2]۔ اور ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ جب یہ آیت اتری تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ جو کچھ میرے پاس مال ہے اس سب میں زیادہ عزیز مجھ کو کیا چیز ہے میرے دل نے گواہی دی کہ روم کی ایک لونڈی جو میرے پاس ہے اس سے زیادہ کوئی چیز مجھ کو دنیا میں عزیز نہیں اس لئے میں نے اللہ کی راہ میں اس لونڈی کو آزاد کر دیا[3]۔

۹۳ــ ۹۵۔ یہود نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کی کہ آپ ملت ابراہیمی پر اپنے آپکو بتلاتے ہیں اور اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں اور اونٹنی کا دودھ پیتے ہیں۔ حالانکہ ملت ابراہیمی میں یہ دونوں چیزیں حرام ہیں تورات میں اس کا ذکر موجود ہے آپ نے فرمایا تورات میں یہ ہرگز نہیں ہے کہ ملت ابراہیمی میں یہ دونوں چیزیں حرام ہیں بلکہ حضرت یعقوب ایک دفعہ

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۱ و صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۴ کتاب التفسیر [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۱ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۱

Marfat.com

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ﴿۹۶﴾

تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں برکت والا اور نیک راہ جہان کے لوگوں کو

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى

اس میں نشانیاں ظاہر ہیں کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا اور اللہ کا حق ہے

النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ

لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پائے اس تک راہ اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پرواہ نہیں

عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿۹۷﴾

رکھتا جہان کے لوگوں کی ؎

بیمار ہو گئے تھے انہوں نے نذر مانی تھی کہ اس بیماری سے اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے۔ تو جو چیز ان کو بہت بھاتی ہوگی وہ اس کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت دی۔ اور یہ دونو چیزیں ان کو بہت بھاتی تھیں ان کو انہوں نے چھوڑ دیا۔ یہود نے اس بات کو نہ مانا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق کے کلام کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی[1] اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ اور ان کی نبوت کی بڑی دلیل ہے۔ کیوں کہ بنی اسرائیل میں صدہا برس سے تورات کا علم چلا آتا تھا۔ لیکن باوجود امی لقب ہونے کے جو مسئلہ تورات کا آپ نے فرمایا کہ اونٹ کا گوشت اونٹنی کا دودھ بنی اسرائیل میں کسی آسمانی حکم سے حرام نہیں ہے۔ بلکہ حضرت یعقوب کی نذر کی وجہ سے اس گوشت کے نہ کھانے اور اس دودھ کے نہ پینے کا رواج ان کی اولاد میں پڑ گیا ہے یہ مسئلہ خود یہود کو بھی معلوم نہ تھا اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ اس طرح کا غیبی علم بلا تائید غیبی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح کی تائید غیبی بلاشک آپ کی نبوت کی پوری دلیل ہے ؎

۹۶۔ مکہ اور بکہ دونوں مکہ کے نام ہیں تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ لوگوں کے رہنے کے گھر دنیا میں مکہ سے پہلے بھی تھے۔ لیکن اللہ کی عبادت کا یہ پہلا گھر ہے جو روئے زمین پر بنایا گیا ہے[2] ؎

۹۷۔ سنن سعید بن منصور میں عکرمہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے آپ کا ملت ابراہیم پر ہونے کا دعویٰ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل سے فرمایا ملت ابراہیمؑ میں حج فرض ہے۔ اگر تم ملت ابراہیم پر ہو تو حج کیوں نہیں کرتے بنی اسرائیل نے حج کی فرضیت کا انکار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[3] بعضے مفسرین نے اگرچہ لکھا ہے کہ آیت واتموا الحج سے حج فرض ہوا ہے۔ لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک حج کی یہی آیت ہے استطاعت سے مراد زاد اور راحلہ ہے اور زاد و راحلہ کا یہ مطلب ہے کہ حج جب فرض ہوتا ہے۔ کہ آدمی کے پاس راستہ کا خرچ ہو اور سواری کا بھی انتظام ہو سکے۔ باقی حج کی بحث سورہ بقر میں گذر چکی ہے۔

[1] تفسیر معالم ج ۲ ص ۱۸۶ طبع المنار مصر [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۳ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۶ ؎

Marfat.com

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو کرتے ہو

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

تو کہہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈتے ہو اس میں

وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے اے ایمان والو

اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

اگر تم کہا مانو گے بعضے اہل کتاب کی بات تو پھر کر دیں گے تم کو ایمان لائے پیچھے

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ

منکر اور تم کس طرح منکر ہو اور تم پر پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے

ع وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو وہ پہنچا راہ پر سیدھی اے ایمان والو

۹۸ — ۹۹۔ تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ یہود نے پہلے تو ملت ابراہیمی پر اپنے آپ کو بتلایا اور جب ملت ابراہیمی کے موافق ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا کرنے کو کہا تو حج سے انہوں نے انکار کیا۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمادیا کہ جو لوگ اللہ کے حکم کے تابع ہیں استطاعت کی حالت میں ان پر حج فرض ہے اور اہل کتاب کی طرح جو لوگ اللہ تعالےٰ کے حکم کے منکر ہیں اللہ کو ان کے انکار کی کچھ پرواہ نہیں۔ مگر اللہ ان کے کاموں سے غافل نہیں ہے وقت مقررہ پر اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ اس آیت میں اہل کتاب کو یہ بھی تنبیہ ہے کہ وہ تورات اور انجیل پر ایمان لانا اگرچہ بیان کرتے ہیں لیکن ان کا بیان غلط ہے کیونکہ اگر ان کا بیان صحیح ہوتا تو ان کتابوں میں نبی آخرالزمان کے اوصاف کی جو آیات تھیں ان کو چھپا کر ان آیات الٰہی اور نبی آخرالزماں کے منکر کیوں ہوتے۔

۱۰۰ — ۱۰۳۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور تفسیر ابوالشیخ اور تاریخ ابن اسحاق میں زید بن اسلمؒ نے روایت ہے کہ انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں اسلام سے پہلے بڑی عداوت اور صدہا برس کی لڑائی تھی۔ اسلام کے بعد ان دونوں قبیلوں میں بڑا میل جول ہوگیا۔ اور مدتوں کی آپس کی لڑائی بالکل جاتی رہی ایک روز ان دونوں قبیلے کے کچھ مسلمان بیٹھے ہوئے بڑی محبت سے آپس میں باتیں کر رہے تھے اتنے میں ایک شخص یہودی شاش بن قیس کا ادھر سے گذر ہوا اس یہودی کو یہ امر شاق ہوا کہ ان دونوں قبیلوں میں باوجود ایسی سخت عداوت کے ایسی یک دلی کیونکر ہوگئی اور اس یہودی نے چاہا کہ ان مسلمانوں میں پھر پھوٹ پڑ جائے اپنے اس ارادے کے پورا کرنے کی غرض سے اس نے ایک یہودی کے لڑکے کو ان دونوں قبیلوں میں اکثر جا کر بیٹھنے اور ان دونوں قبیلوں کی

Marfat.com

آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا

ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہئے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو

بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ

رسی اللہ کی سب مل کر اکٹھے اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم

اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلٰى

آپس میں دشمن پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی اور تم تھے

شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

کنارے پر ایک آگ کے پھر تم کو خلاص کیا اس سے اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر نشانیاں اپنی

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

شاید تم راہ پاؤ ؂

پچھلی لڑائی اور عداوت کا ذکر کرنے کی پٹی پڑھا دی وہ لڑکا آن کر ان دونوں قبیلوں میں بیٹھا اور ان کو اُن پچھلی عداوت کے قصے یاد دلائے۔ پچھلی باتیں یاد کر کے ان کو بھی غصہ آ گیا اور آپس میں لڑنے کو مستعد ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ قصہ سن کر ان مسلمانوں کے پاس تشریف لائے اور ان کو سمجھایا کہ اسلام کے بعد زمانہ جاہلیت کی باتیں یاد کر کے آپس میں پھوٹ کا ڈالنا مناسب نہیں ہے آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے سے یہ مسلمان آپس میں پھر مل گئے[1] اللہ تعالیٰ نے آخر رکوع تک یہ آیتیں مسلمانوں کو آیندہ یہود کے اس طرح کے فریب میں نہ آنے کی غرض سے نازل فرمائیں۔ اور ان آیتوں کے اوپر کے دو ٹکڑے اہل کتاب کے اس طرح کے فریب سے باز رہنے کی غرض سے نازل فرمائے اور اہل کتاب کو یہ تنبیہ فرما دی کہ اللہ کے رستہ سے لوگوں کو جو تم روکتے ہو اللہ تعالیٰ تمہاری کرتوت سے غافل نہیں ہے ایک دن اس کا خمیازہ تم بھگتنے والے ہو اور مسلمانوں کو یہ تنبیہ فرما دی کہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور آخر دم تک مسلمانی کا شیوہ اختیار کریں اور اہل کتاب میں جس طرح آپس میں پھوٹ ہے۔ اسلام میں وہ پھوٹ روا نہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ نے ایک مدت کی عداوت کے بعد آپس میں تمہارے دلوں کو جو ملا دیا ہے یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے اس نعمت کی ناشکری نہیں چاہیے اور قیامت کے دن کی سرخ روئی اور منہ کالے ہونے کا دل میں خیال رکھنا چاہیے اور نبی وقت تم میں موجود ہیں اور روزانہ کلام اللہ تعالیٰ کا تمہارے روبرو اترتا ہے اور احکام الٰہی تمہارے سامنے پڑھے جاتے ہیں پھر تم کیوں بہکائے سکھلائے سے جاہلیت کی باتیں اختیار کرنے لگ جاتے ہو ان آیات میں یہ جو فرمایا اے ایمان والو ڈرو اللہ سے حق ڈرنے کا بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ یہ ٹکڑا آیت کا سورہ تغابن کے اس آیت کے ٹکڑے فاتقوا الله ما استطعتم سے منسوخ ہے۔ لیکن ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اور اکثر علماء سلف نے یہ کہا ہے کہ سورہ تغابن کے آیت کے ٹکڑے سے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۹ ؂

Marfat.com

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت بلاتی نیک کام کی طرف اور حکم کرتے رہو پسند بات کو اور منع کرتے رہیں

عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ

ناپسند کو اور وہی پہنچے مراد کو اور مت ہو ان کی طرح جو پھوٹ گئے اور

اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ لا

اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو صاف حکم اور ان کو بڑا عذاب ہے

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف

جس دن سفید ہوں گے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ سو وہ جو سیاہ ہوئے ان کے منہ

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

کیا تم کافر ہوگئے ایمان میں آکر اب چکھو عذاب بدلا اس کفر کرنے کا اور وہ جو

ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ

سفید ہوئے منہ ان کے سو رحمت میں ہیں اللہ کی وہ اسی میں رہ پڑے یہ حکم ہیں اللہ کے

نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

ہم سناتے ہیں تجھ کو تحقیق اور اللہ نہیں چاہتا ظلم جہان والوں پر اور اللہ کا مال ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع

آسمان اور زمین میں اور اللہ تک رجوع ہے ہر کام کی

اس آیت کے ٹکڑے کی صراحت کی گئی ہے یہ ٹکڑا منسوخ نہیں ہے وجہ اختلاف کی یہی ہے کہ اس آیت کے معنوں میں علما کا اختلاف ہے بعضے علماء مفسرین یہ کہتے ہیں کہ آیت کے یہ معنے ہیں کہ اللہ کی شان اور عظمت کے موافق اللہ سے ڈرو اس صورت میں جب دوسری آیت میں یہ صراحت آگئی کہ ہر ایک شخص کو اپنی طاقت کے موافق اللہ سے ڈرنا کافی ہے تو یہ فرقہ علماء کا آیت اول کے حکم کو منسوخ قرار دیتا ہے اور اکثر علماء حق تقاندر کے یہ معنے کرتے ہیں کہ جس قدر اللہ سے ڈرنا آدمی سے بن پڑے اسی قدر آدمی کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔ اس حالت میں سورہ تغابن کی آیت اس آیت کی تفسیر ٹھہرتی ہے ناسخ نہیں ٹھہرتی ؂

۱۰۴ — ۱۰۹۔ اوپر ذکر تھا کہ یہود نے انصار کے دو گروہ کو بہکا کر ان دو گروہ کو آپس میں لڑانے کی شرارت کی تھی مگر اللہ کے رسول کی فہمایش سے یہود کا وہ بہانہ چل نہ سکا۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ سب بہکانے والوں کے سرگروہ ابلیس علیہ اللعنۃ اور شیاطین الجن والانس کے اغوا سے انجان مسلمانوں کو بچانے کے لئے مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے کہ دین کی باتوں کی لوگوں کو نصیحت اور فہمایش کیا کرے۔ اس سے زیادہ تفسیر اس باب میں آیندہ کی آیت کی تفسیر میں آتی ہے ؂

Marfat.com

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ
تم ہو بہتر سب امتوں سے جو پیدا ہوئے ہیں لوگوں میں حکم کرتے ہو پسند بات پر اور منع کرتے ہو
الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ط مِنْهُمُ
ناپسند سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر اور اگر ایمان میں آتے اہل کتاب تو ان کو بہتر تھا کوئی ہیں ان میں
الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ (۱۱۰) لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ط وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ
ایمان پر اور اکثر وہ بے حکم ہیں وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر ستانا اور اگر تم سے لڑیں گے
يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ (۱۱۱) ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا
تو تم سے پیٹھ دیں گے پھر ان کی مدد نہ ہو گی ماری گئی ہے ان پر ذلت جہاں دیکھئے

۱۱۰ ــ ۱۱۲ ـ خازن وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ مالک بن صیف اور وہب بن یہودا یہودیوں نے ایک روز عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ سے بڑا جھگڑا کیا۔ اور یہ کہا کہ جس دین کی طرف تم لوگ ہم کو بلاتے ہو بلاشک ہم لوگ تم سے اور ہمارا دین تمہارے دین سے اچھے ہیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اگرچہ بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ اس آیت سے مراد فقط صحابہؓ ہیں۔ لیکن اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ جس طرح کتب علیکم الصیام، کتب علیکم القصاص ان آیتوں میں صحابہ کرامؓ کو ہی مخاطب ٹھہرایا ہے اور مراد عام امت ہے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی عام امت مراد ہے مسند احمد ترمذی، ابن ماجہ مستدرک حاکم میں معاویہ بن حیدہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ستر امتوں کو پورا کرنے ہو اور ان سب میں تم اللہ کے نزدیک بہتر ہو یہ حدیث مشہور ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے[1]۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ سب میری امت جنت میں جائے گی مگر جو مجھ کو نہ مانے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضرت وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا جو میری اطاعت نہیں کرتے[2]۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ آنحضرت کی اطاعت پوری نہیں کرتے ان کو اس خوشخبری سے جو اس آیت میں ہے کہ آنحضرت کی امت بہترین امت ہے کچھ بہرہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس امت کا شرف آپ کے اشرف الانبیاء ہونے کے سبب سے ہے چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ نے وہ شرف عنایت فرمایا ہے کہ کسی نبی کو نہ تھا۔ اور میری امت بہترین امت ہے[3]۔ پھر جو شخص باوجود ان کی امت میں ہونے کی پوری اطاعت ان اشرف الانبیاء کی نہ کرے وہ اس شرف کو جو محض آپ کی اطاعت کے سبب سے اس امت کو ملا ہے کیونکر حاصل کر سکتا ہے بلکہ اس شرف کا حاصل کرنا تو درکنار صحیح بخاری کی حدیث جو اوپر بیان ہوئی اس کی رو سے ایسے شخص کا جنت میں داخل ہونا بھی دشوار ہے اس آیت میں اللہ نے اس امت مرحومہ کے اوصاف میں یہ وصف جو ذکر فرمایا ہے کہ "اچھی باتوں کا امر کرتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں" اس کے متعلق اس قدر صراحت کر دینی ضرور ہے کہ اچھی باتوں کا امر کرنا۔ اور

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۱ و جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۵ کتاب التفسیر ۲؎ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۱ باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۳؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۱ و مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۳ طبع احمد شاکر

Marfat.com

ثُقِفُوٓا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ ٱلنَّاسِ وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَ

سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگوں کے اور کما لائے غصہ اللہ کا اور

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ ٱلْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقْتُلُونَ

ماری ہے ان پر محتاجی یہ اس واسطے کہ وہ رہتے ہیں منکر اللہ کی آیتوں سے اور مارتے رہے

ٱلْأَنۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا۟ وَّكَانُوا۟ يَعْتَدُونَ ﴿۱۱۲﴾

نبیوں کو ناحق یہ اس لئے کہ وہ بے حکم ہیں اور حد سے بڑھتے ہیں ؀

بُری باتوں سے منع کرنا دو قسم کا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اس امت میں سے خاص ایک جماعت خاص اسی کام کی ہونی چاہیے کہ وہ ان پڑھ لوگوں کو اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم سناتے رہیں۔ یہ ایک دین کا بڑا کام ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فلاح دارین کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ اس آیت سے بیشتر کی آیت میں گزر چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو اور لوگوں کو نیک باتوں کی رغبت دلاتا رہے اور بری باتوں سے روکتا رہے اور اس گروہ کو اللہ فلاح دارین کی خوش خبری سناتا ہے یہ گروہ علمائے واعظین کا ہے۔ مگر اصل خوش خبری ان واعظین کو فلاح دارین کی ہے جن کے وعظ میں اللہ اور اللہ کے رسول کا کلام سنایا جاتا ہے چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں ابن مردویہ نے حضرت امام جعفر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے یہ آیت پڑھی اور یدعون الی الخیر کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مراد خیر سے قرآن اور حدیث ہے[1]۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو واعظ اپنے وعظ کو ادھر ادھر کے بے سند قصوں اور نقلوں اور حکایتوں میں پورا کر دیتے ہیں نہ ان کا وعظ اس آیت کے حکم میں داخل ہو سکتا ہے نہ ان کے وعظ سے شریعت کی اچھی بری بات کسی انجان آدمی کو معلوم ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس طرح کے وعظ سے ایک طرح کے عقبے کے مؤاخذہ کا اندیشہ ہے اس لئے کہ اگر کوئی انجان آدمی اس طرح کے کسی وعظ میں بے سند بات کو سن کر شریعت کی ایک بات جان لے گا تو اس کا وبال اس طرح کے بے سند واعظ کے ذمہ رہے گا۔ اس لئے اس گروہ کو لازم ہے کہ اپنے وعظ میں وہی بات پیدا کریں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے فلاح دارین کا وعدہ فرمایا ہے دوسری قسم اچھی بات کی رغبت دلانے اور بُری بات سے روکنے کی کسی خاص گروہ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جہاں تک بن پڑے ہر مسلمان کو اس کی تاکید ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو کوئی شخص خلاف شریعت کوئی بات کہیں دیکھے تو اس کو لازم ہے کہ ہاتھ سے زبان سے جس طرح بن پڑے اس خلاف شریعت بات کو نیست و نابود کر ڈالے اور اگر اس خلاف شریعت بات کا نیست نابود کرنا اس مسلمان آدمی کی طاقت سے باہر ہو تو اتنا تو ضرور ہے کہ دل سے اس خلاف شریعت بات کو بُرا جانے۔ اور یہ بہایت ضعیف الایمان کا مرتبہ ہے اور بعضی روایتوں میں یوں ہے کہ جس شخص میں اتنی بھی بات نہیں اس میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں[2]۔ اور ترمذی ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل میں مرفوع اور موقوف روایتوں میں ہے کہ اس امت میں سے جب یہ بات اٹھ جائے گی۔ کہ ایک دوسرے کو اچھی بات کی رغبت دلائے یا بُری بات سے روکے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۰ [2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۰ – ۵۱ باب کون النہی عن المنکر من الایمان؀

Marfat.com

لَيْسُوْا سَوَآءً ط مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ

وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور

هُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وہ سجدہ کرتے ہیں یقین لاتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر اور حکم کرتے ہیں پسند بات کو

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ط وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٤﴾

اور منع کرتے ہیں ناپسند سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر اور وہ لوگ نیک بختوں میں ہیں

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿١١٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور جو لوگ کریں گے نیک کام سو نا قبول نہ ہوگا اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی وہ لوگ جو

كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط وَاُولٰٓئِكَ

منکر ہیں ان کو نہ کام آئیں گے ان کے مال اور نہ اولاد اللہ کے آگے کچھ اور وہ

اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ

دوزخ کے لوگ ہیں وہ اس میں رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ط

میں اس کی مثال جیسے ایک باد اس میں وہ پالا مار گئی کھیتی ایک لوگوں کی جنھوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اس کو نابود کر گئے

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٧﴾

اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا پر اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں

تو اس وقت اللہ کا کوئی عذاب اس امت پر آئے گا۔ اور عذاب کے وقت پر نجات کی دعا ہرگز قبول نہ ہوگی[1]۔

۱۱۳ــــ ۱۱۷۔ طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ابن مندہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب یہود میں سے عبداللہ بن سلام و ثعلبہ بن شعبہ اور اسد بن عبد اور یہودی لوگ مسلمان ہوئے تو یہود کی علماء نے ان مسلمانوں کی طرح طرح کی مذمت اپنی قوم کے لوگوں میں کرنی شروع کردی۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے ان مسلمانانِ اہل کتاب کی تعریف میں ان مسلمانوں کا دل بڑھانے کی غرض سے یہ آیتیں نازل فرمائیں[2]۔ اور بعض مفسرین نے یہ شانِ نزول ان آیات کی جو بیان کی ہے کہ امت محمدیہ اور اہل کتاب کے برابر نہ ہوئے اور امت محمدیہ کی تعریف میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ روایت کہ ایک روز آنحضرت نے عشاء کی نماز بہت دیر کرکے پڑھی۔ اور پھر فرمایا کہ سوا اس امت محمدیہ کے کسی امت کے لوگ اس وقت اللہ کی عبادت میں نہ ہوں گے[3]۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ اس معاملہ پر بھی ان آیات کا مطلب صادق آتا ہے۔ کیونکہ اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور وہی شانِ نزول ہے جو پہلے

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۹ باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۷ و معالم ج ۲ ص ۲۲۴ طبع المنار مصر
[3] تفسیر الدر المنثور ج ۲ ص ۶۵۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا
اے ایمان والو نہ ٹھہراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں ان کی خوشی ہے

عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ
جس قدر تم تکلیف پاؤ نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے اور جو چھپا ہے ان کے جی میں سو اس سے زیادہ

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١١٨﴾ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا
ہم نے جتا دئے تم کو پتے اگر تم کو عقل ہے سنتے ہو تم لوگ ان کے دوست ہو اور وہ

يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّھٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ڰ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا
تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ

عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں دشمنی سے تو کہہ مرو تم اپنی دشمنی میں اللہ کو معلوم ہے

الصُّدُوْرِ ﴿١١٩﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ
جیوں کی بات اگر تم کو ملے کچھ بھلائی بری لگتے ان کو اور اگر تم پر پہنچے برائی خوش ہوں اس سے

بیان کی گئی حاصل ان آیتوں کا یہ ہے کہ جو لوگ شریعت رائج الوقت کے موافق عمل کر رہے ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک کسان نے کھیتی کی اور وقت پر اناج کاٹ کر اپنے گھر لے گیا۔ اور جو لوگ ضد سے شریعت منسوخ پر عمل کر رہے ہیں اجر کے حساب سے ان کے عمل اللہ کے نزدیک ایسے ہیں جس طرح ایک شخص کھیتی کرے اور عین کاٹنے کے وقت سخت آندھی چل گئی یا اولے پڑ کر وہ کھیتی ستیاناس ہو جائے پھر یہ دونوں کمر وہ کیونکہ برابر ہو سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو عمل شریعت محمدیہ کے موافق نہ ہو وہ بالکل رائگاں ہے ؛

۱۱۸ – ۱۲۰ - ابن جریر اور ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جس طرح اسلام سے پہلے یہود اور اہل عرب میں دوستی تھی اور آپس میں کچھ کفر اور اسلام کا فرق نہ تھا اسلام کے بعد بھی اکثر مسلمان یہود اور منافقوں سے وہی قدیمی اتحاد برتتے تھے اور یہود اور منافقوں کا یہ حال تھا کہ دوستی کے پردہ میں یہ کیا کہ اوس اور خزرج مسلمانوں کے دو قبیلوں میں لڑائی کا سامان کر دیا۔ جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذر چکا اور عبداللہ بن ابی منافق نے یہ کیا کہ عین میدان جنگ میں سے احد کی لڑائی کے وقت لشکر اسلام میں سے تین سو آدمیوں کو بہکا کر مدینہ میں لے آیا۔ جس کا ذکر آئندہ کی آیتوں میں آئے گا۔ اور زیادہ تر یہود اور منافقوں کا فریب اسی سبب سے کارگر ہو جاتا تھا کہ یہود اور منافق پہلے دوست بن کر مسلمانوں کے ہر طرح کے بھید پر واقف کاری حاصل کر لیتے تھے اور پھر فریب دے بیٹھتے تھے۔ اس واسطے اللہ نے اس سبب کو منقطع کرنے کی غرض سے یہ آیتیں آخر رکوع تک نازل فرمائیں[1] جن کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانوں تمہارے ساتھ منافقوں کا تو یہ حال ہے کہ منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ کہتے ہیں۔

[1] تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۰۶ طبع المنار مصر و تفسیر ابن جریر ج ۴ ص ۳۷ – ۳۸ طبع مصر۔

Marfat.com

وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲ ۱۱ ۳

اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو کچھ نہ بگڑے گا تمہارا ان کے فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے

وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۲۱﴾

اور جب فجر کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھانے لگا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ سنتا جانتا ہے

اور یہود کا یہ حال ہے کہ تم ان کی کتاب ان کے دین کو حق جانتے ہو اور وہ تم سے جل جل کر اپنی بوٹیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں فرقے جل کر مر بھی جائیں تو آخر ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہے کہ اسلام بڑھے گا اور یہ دنیا میں خوار ہوں گے۔ لیکن جب یہ دونوں فرقے تم سے دلی بغض رکھتے ہیں جس بغض کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے تو آیندہ تم بھی ان سے دوستی بالکل ترک کر دو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی غیر اسلام والے شخص کو اس طرح کا دوست بنانا جس سے وہ صلاح کار۔ اور مشیر بن سکے مسلمانوں کو منع ہے حدیث شریف میں بطانہ کے معنے مشیر اور صلاح کار کے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری اور کتب صحاح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ہر نبی اور حاکم کے دو بطانے ہیں۔ ایک نیک صلاح دینے والا اور دوسرا بری صلاح سے بچانا اور نیک صلاح پر چلانا اللہ کے ہاتھ ہے[1]۔

۱۲۱۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ لڑائی اُحد کی ہے جس کا آیت میں ذکر ہے اور پانچ رکوع تک اللہ نے اس لڑائی کے طرح طرح کے حالتوں کے بیان میں آیتیں نازل فرمائی ہیں اور اس لڑائی میں لشکر اسلام میں سات سو آدمی ہونے کے باوجود بعض مسلمانوں کی بے احتیاطی سے مسلمانوں کو شکست ہوگئی تھی اور بدر کی لڑائی میں کچھ اوپر تین سو آدمی تھے اور فتح ہوئی تھی۔

غزوۂ بدر اور اُحد کا مختصر بیان

اس لئے مثال کے طور پر اللہ نے اس احد کی لڑائی کے ذکر میں بدر کی لڑائی کا بھی حوالہ دیا ہے یہاں شروع میں بدر اور احد دونوں لڑائیوں کے قصہ کا حاصل بیان کر دیا جاتا ہے تاکہ آیندہ کی آیتوں کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجائے بدر کی لڑائی کے قصہ کا حاصل اسی قدر ہے کہ ۲ھ میں مشرکین مکہ کا ایک قافلہ شام کے ملک سے مکہ کو جا رہا تھا اس قافلہ میں تجارت کا بہت سا سامان تھا۔ آنحضرت نے اس قافلہ کی خبر پا کر اس کا مال چھین لینے کا ارادہ کیا اور کچھ اگلے تین سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے ادھر مشرکین مکہ اپنے قافلہ کے لوٹے جانے کی خبر سن کر مکہ سے چلے اور بدر کے مقام پر جو مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے لڑائی ہو کر مسلمانوں کی فتح ہوئی مشرکین کے بڑے بڑے سردار ابوجہل وغیرہ ستر آدمی مارے گئے اور ستر آدمی قید ہوگئے جن کو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اور تفصیل اس قصہ کی سورہ انفال میں آئے گی غرض مشرکین کو اپنی اس شکست کا بڑا قلق تھا اس لئے تیرہ مہینے کے بعد پھر آئے پہلے آنحضرت کی یہ صلاح ہوئی کہ مدینہ کے باہر نہ جانا چاہئے۔ بلکہ جب مشرکین چڑھ کر آئیں تو گھروں کے کوٹھوں پر سے اور بلند مقاموں پر سے ان کو پتھروں اور تیروں سے مارنا چاہئے عبداللہ بن ابی منافق بھی اس صلاح میں ہم صلاح آنحضرت کا تھا۔ لیکن اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بدر

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۸ باب بطانۃ الامام واہل مشورتہ

Marfat.com

إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا ۙ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ کریں

الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۲۲﴾

مسلمان ؛

کی لڑائی کے وقت جب آنحضرت مدینہ سے نکلے تو شروع میں لڑائی کا ارادہ نہ تھا۔ اس سبب سے اکثر صحابہ اس لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے انہوں نے میدان کی لڑائی کی آرزو ظاہر کر کے اس صلاح کے مان لینے سے انکار کیا۔ آخر ہزار آدمی کی جمعیت سے ابتدا میں آپ مدینہ سے نکلے اور احد کے پاس مناسب اور اچھے مقامات مسلمانوں کے لئے لڑائی کے وقت کھڑے رہنے کی تجویز کئے اسی حالت کا اس آیت میں ذکر ہے اس کے بعد عبداللہ بن ابی نے لوگوں کو بہکایا کہ جب ہماری صلاح کو بعضے مسلمان لوگوں نے نہیں مانا تو ہم کو ان کے ساتھ نہیں لڑنا چاہیئے اور تین سو آدمیوں کو ابھار کر لشکر اسلام میں سے مدینہ کو واپس لے آیا۔ اب لشکر اسلام میں سات سو آدمی رہ گئے اور مقابلہ شروع ہوا یہ لڑائی ایسے ڈھنگ سے تھی کہ احد پہاڑ مسلمانوں کی پشت پر تھا اور لڑائی سے پہلے پچاس تیر انداز آدمیوں کو آپ نے پہاڑ پر تعینات کر دیا اور عبداللہ بن جبیرؓ کو ان تیراندازوں پر افسر کر کے نہایت تاکید فرمائی تھی کہ خواہ مسلمانوں کی فتح ہو یا شکست یہ لوگ اپنے مقام کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں اور مشرک لوگ دھوکا دے کر اگر مسلمانوں کی پشت پر سے لڑائی کے وقت حملہ کرنا چاہیں تو ان کو روکیں سبب اس کا یہ تھا کہ ابوسفیان اور ۱۰۰ سوار احد پہاڑ کی ایک جانب اسی ارادہ سے کھڑے تھے کہ جب پیدلوں کی لڑائی شروع ہو جائے تو مسلمانوں کی پشت پر سے یہ سوار حملہ کریں آنحضرت نے ابوسفیان کے اس ارادہ کو رد کرنے کی غرض سے ان تیراندازوں کو تعینات کیا تھا اول اول تو تین دفعہ ابوسفیان نے حملہ کیا۔ مگر ان تیراندازوں نے بڑی جرأت سے روکا۔ مگر اتنے میں ان تیراندازوں نے دیکھا کہ مسلمان غلبہ کر کے مشرکوں کو دباتے اور پیچھے ہٹاتے جاتے ہیں اور مشرکوں کے پیر اکھڑے جاتے ہیں ایک دفعہ ہی یہ سب مسلمان تیر انداز لوٹ لوٹ کہتے ہوئے اپنی تعیناتی کی جگہ چھوڑ کر پیدل لشکر کی طرف چلے ہر چند عبداللہ بن جبیرؓ نے روکا۔ اور کہا کہ دیکھو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی نہ کرو مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور اپنی جگہ کو خالی چھوڑ دیا۔ موقع کا خالی ہونا تھا کہ ابوسفیان نے ۱۰۰ سواروں کے ساتھ پشت پر سے مسلمانوں پر حملہ کیا اور مسلمانوں کے پیر اکھاڑ دئے۔ آخر ستر آدمی مسلمانوں کے شہید ہوئے۔ حضرت امیر حمزہؓ اور نامی نامی صحابہ بھی انہی ستر میں شہید ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وندان مبارک شہید ہوا۔ آپ کے رخسارے اور ناک میں بھی زخم آئے۔ گھٹنا مبارک بھی چھل گیا۔ شیطان نے غل مچادیا کہ رسول وقت شہید ہو گئے چنانچہ ہر ایک آیت کے نیچے باقی قصہ کا ذکر آئے گا؛

۱۲۲۔ صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ خزرج قبیلہ کی ایک شاخ بنی سلمہ اور اوس قبیلہ کی ایک شاخ بنی حارثہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے[1] جس وقت عبداللہ بن ابی منافق نے لوگوں کو بہکا کر میدان جنگ سے مدینہ کی واپسی

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۴ و تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۴۰۰ ؛

Marfat.com

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ

اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے سو تم ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم احسان مانو جب

تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

تو کہنے لگا مسلمانوں کو کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمہاری مدد بھیجے رب تمہارا تین ہزار فرشتے

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ

آسمان سے اترے البتہ اگر تم ٹھہرے رہو اور پرہیزگاری کرو اور آویں تم پر اسی دم تو مدد بھیجے تمہارا

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى

رب پانچ ہزار فرشتے پلے ہوئے گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی

کی صلاح دی تو بنی سلمہ اور بنی حارثہ نے بھی مدینہ کی واپسی کا دل میں خیال کیا تھا۔ مگر اللہ تعالے مقلب القلوب نے فوراً ان کے دلوں کو پھیر دیا اور وہ عبداللہ بن ابی کے ساتھ مدینہ کو واپس نہیں گئے اسی واسطے فرمایا کہ اللہ ان کا دوستدار تھا کہ ان کو اتنے بڑے گناہ سے بچا لیا ورنہ ان کے دل میں اس گناہ کا خیال جم چکا تھا ان دونوں قبیلوں کے لوگ کہا کرتے تھے کہ آخر آیت میں اللہ تعالے نے ہمارے ساتھ اپنی ہی دوستداری کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے اگرچہ اس آیت میں ہماری نامردی کا ذکر ہے۔ مگر یہ آیت ہم کو بڑی عزت کا باعث ہے ابن جریر اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اسماء بنت یزید بن سکن رض سے روایت کی ہے کہ اسماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا مقلب القلوب کہتے ہوئے سن کر آپ سے پوچھا کہ حضرت کیا دل بھی پھر جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہر آدمی کا دل اللہ تعالے کی دو انگلیوں میں ہے جا ہے اُسے قائم رکھے یا جس طرف چاہے موڑ دے[1]۔ اسی طرح کی روایت مسلم[2] اور ترمذی[3] میں بھی عبداللہ بن عمرو بن عاص رض سے ہے۔ اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بُرے کام کا دل میں وسوسہ آکر پھر دل اسی بُرے کام سے پھر جائے تو اس کو مدد غیبی سمجھ کر آدمی کو اللہ کا شکر کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہر نعمت شکر سے بڑھا کرتی ہے۔ اگر آدمی اس نعمت پر شکر کرے گا تو دن بدن اللہ تعالے اس کو بُرے کاموں سے زیادہ بچائے گا اور رفتہ رفتہ یہ شخص بڑا نیک ہو جائے گا۔

۱۲۳—۱۲۷۔ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہو کر ایک بڑی پریشانی مسلمانوں میں پھیل گئی تھی۔ اس واسطے اللہ تعالے نے احد کی لڑائی کے ذکر میں دو جگہ بدر کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک اس آیت میں اور دوسرے آئندہ کی آیت میں اس طرح کہ اگر اس احد کی لڑائی میں تمہارے ستر آدمی شہید ہو گئے تو تم بھی تو بدر کی لڑائی میں کافروں کے ستر آدمی مار چکے ہو اور ستر کو قید کر چکے ہو یہ ایک لڑائی کے ذکر میں دوسری لڑائی کا ذکر اسی واسطے فرمایا ہے کہ اس فتح کی لڑائی کو یاد کر کے اس شکست کی لڑائی کا زیادہ افسوس مسلمانوں کو نہ رہے یہ فرشتوں کی مدد کا ذکر جو اس آیت میں ہے اس میں مفسروں کا اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ بدر اور احد دونوں لڑائیوں میں فرشتے مدد کو آئے تھے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۴ و تفسیر ابن جریر ج ۴ ص ۱۱۶[2] ص ۳۳۵ ج ۲ باب تصریف اللہ تعالے القلوب کیف شاء[3] ص ۱۹۰ ج ۲ کتاب الدعوات۔

Marfat.com

لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١٢٦﴾

اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو اور مدد ہے نری اللہ کے پاس سے جو زبردست ہے حکمت والا

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ

تا کاٹ ڈالے بعضے کافروں کو یا ان کو ذلیل کرے کہ پھر جائیں نامراد تیرا اختیار

الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ کا مال ہے

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ

جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ

ع ١٣ ٩

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٩﴾

بخشنے والا مہربان ہے ؛

اور بعضے کہتے ہیں کہ فقط بدر کی لڑائی میں فرشتے مدد کو آئے تھے ۔ اس اختلاف کا فیصلہ وہی ایک صحیح فیصلہ ہے[1] جو فخر المتاخرین ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں کیا ہے ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت خاص کے لئے احد کی لڑائی میں صرف حضرت جبرئیل و میکائیل آئے تھے ۔ جس کا ذکر صحیحین میں ہے[2] بدر کی لڑائی کی طرح عام ملائکہ احد کی لڑائی میں آتے تو مسلمانوں کو شکست نہ ہوتی ؛

١٢٨—١٢٩۔ اس آیت کے شان نزول علماء نے کئی طرح بیان کی ہے چنانچہ صحیح بخاری اور احمد بن حنبل کی مسند میں حضرت ابن عمرؓ سے اور صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ چند روز تک صبح کی نماز کی دوسری رکعت کے قومہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام اور سہیل بن عمر اور قریش کے نام لے کر بد دعا کرنی شروع کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی[3] اور مسلم اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ احد کی لڑائی کے بعد عتبہ بن ابی وقاص اور ابن قمیہ وغیرہ پر جنہوں نے آنحضرت کو زخمی کیا تھا آپ نے بد دعا کی اس پر یہ آیت اتری[4] اور مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رعل اور ذکوان اور عصیہ ان تینوں قبیلے کے لوگوں پر آپ نے بد دعا کی تھی[5] جب ان لوگوں نے ستر صحابہ کو شہید کر ڈالا تھا جس کو بیر معونہ کا واقعہ کہتے ہیں ۔ لیکن فیصلہ صحیح اس اختلاف کا وہی ہے جو علامہ ابن حجر نے فتح الباری[6] میں کیا ہے کہ احد کی لڑائی اور بیر معونہ کا واقعہ یہ دونوں واقعے ایک ہی سال کے اندر کے ہیں ان دونوں واقعوں کے بعد ان دونوں واقعوں کے سرکش لوگوں کے حق میں آپ نے بد دعا کی تھی اس پر یہ آیت اتری ہے ۔

[1] تفسیر ابن جریر ج ۴ ص ۵۰ طبع میمنیہ مصر [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۸ و ۵۸۰ کتاب المغازی [3] تفسیر ابن کثیر ص ۴۰۲ — ۴۰۳ و صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۲ کتاب المغازی و ج ۲ ص ۶۵۵ کتاب التفسیر [4] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۳ [5] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ [6] ص ۴۶ ج ۴ طبع دہلی کتاب التفسیر باب قولہ لیس لک من الامر شئی ؛

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا اور ڈرو اللہ سے شاید

تُفْلِحُوْنَ ۚ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

تمہارا بھلا ہو اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی ہے کافروں کے واسطے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ

شاید تم پر رحم ہو اور دوڑو اپنے رب کی بخشش پر اور جنت کی طرف جس کا پھیلاؤ ہے آسمان

نظام شرعی اور نظام تکوینی کے احکام

اللہ تعالیٰ کے دنیا میں دو انتظام ہیں ایک شرعی انتظام ہے جس کا تعلق انبیاء سے ہے اور جس کے قیام کے لئے اللہ نے ہر وقت کی حالت کے موافق آسمانی کتابیں نازل فرمائیں دوسرا انتظام تکوینی ہے یعنی قضا و قدر کے حکم کے موافق تمام عالم کے موجودات کا انتظام جس انتظام کی رو سے اللہ نے سوا حضرت موسیٰ کی ماں کے اور دائیوں کا دودھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حرام کر کے وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ (۲۸-۱۲) فرما دیا یہ حرمت شرعی نہیں بلکہ تکوینی تھی یا جس طرح الہام کے ذریعہ سے کشتی کے توڑنے یا دیوار کے سیدھا کرنے اور لڑکے کے مار ڈالنے کے اسباب تکوینی حضرت خضر کو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیئے اور حضرت موسیٰ کو ان اسباب سے بے خبر رکھا۔ اسی طرح شرعی اسباب کی بنا پر ان لوگوں کو آنحضرت نے قابل بددعا خیال فرمایا تھا۔ اور اسباب تکوینی اس بددعا کے مخالف تھے یعنے علم ازلی الٰہی میں فتح مکہ پر صفوان بن امیہ وغیرہ کا اسلام لانا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو بددعا کرنے سے منع فرمایا۔ اور فرما دیا کہ ان لوگوں کا حال اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔ جو ظالم ان میں سے حالت کفر میں مرے گا اس کو اللہ تعالیٰ عذاب کرے گا اور جو اسلام لائے گا اس کی توبہ قبول ہوگی۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا ابن قمیہ اور عتبہ بن ابی وقاص سعد بن ابی وقاص کا بھائی حالت کفر میں مرے اور اکثر لوگ ان میں کے ایمان لائے۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ؕ

۱۳۰—۱۳۴۔ احد کی لڑائی کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے یہ سود کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اسی لڑائی میں ایک بڑا موقع لین دین کا پیش آیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ احد کی لڑائی کے بعد مکہ کو واپس جاتے جاتے اپنے ساتھ کے مشرکین سے ابوسفیان نے کہا کہ مسلمانوں کی جوان جوان عورتیں لونڈیاں۔ بنا کر نہ لایا اور ان کے سرگروہ رسول وقت کو اور بقیہ مسلمانوں کو ناحق زندہ چھوڑ آیا۔ اس کا مجھ کو بڑا افسوس ہے۔ یہ خبر آنحضرت کو پہنچی۔ آپ نے حکم دیا کہ کل کے روز لڑائی میں جو لوگ گئے تھے وہی لوگ آج پھر مشرکین کے تعاقب میں چلیں۔ اگرچہ یہ لوگ زخمی تھکے ہوئے تھے۔ لیکن انہوں نے فوراً اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کی تعمیل کی جس تعمیل کی تعریف اللہ تعالیٰ نے آیندہ کی آیتوں میں فرمائی ہے۔ غرض ادھر تو آنحضرت نے یہ قصد کیا کہ مشرکین پر رعب ڈالنے کی نیت سے ان کا تعاقب کیا اور ادھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں ضعف اور رعب ڈال دیا۔ انہوں نے مقابلہ سے انکار کیا۔ اور آیندہ سال کے مقابلہ کا وعدہ کیا واپسی کے وقت مسلمانوں نے ان تاجروں سے جو ان دنوں میں ہمیشہ مکہ کو تجارت کے لئے جایا کرتے تھے بہت سا تجارت کا سامان خریدا اور اللہ تعالیٰ نے اس تجارت میں بہت نفع مسلمانوں کو دیا۔ لیکن اسلام میں اس طرح کی تجارتوں میں

Marfat.com

وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ

اور زمین تیار ہوئی ہے واسطے پرہیزگاروں کے وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں اور

الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو

خرید و فروخت اس طرح اکثر قبیلوں میں ہوا کرتی تھی کہ خرید و فروخت قرض کے طور پر ہوتی اور پہلی مدت پر روپیہ ادا نہ ہو تو دوسری مدت کی بابت کچھ روپیہ اور بڑھا دیا جاتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالے نے اس تجارت والی ودائی کے ذکر میں اس سود کی صورت کی ممانعت کے حکم کو ذکر فرمایا۔ تاکہ آئندہ کی آیت میں اس تجارت اور اس تجارت کے نفع کا ذکر جو آتا ہے اس نفع حلال کا ذکر اس نفع حرام کی صراحت سے خالی نہ رہے اس سود کی بیع کی صراحت میں مجاہد سے روایت ہے کہ ایک بیع اہل عرب میں اس طرح کی تھی کہ پہلی ایک مدت کے وعدہ پر ایک چیز فروخت کی جاتی تھی۔ اگر اس مدت مقررہ پر قیمت ادا نہ ہو سکتی تو مالک مال مدت میں کچھ اور دن بڑھا دیا کرتا تھا۔ اور خریدار قیمت میں کچھ دام اور بڑھا دیا کرتا تھا۔ یہ صورت سود کی تھی اسی کی مخالفت میں یہ آیت اللہ تعالے نے نازل فرمائی ہے[1]۔ اس آیت میں یہ جو ذکر آیا ہے کہ "جنت کا عرض آسمانوں اور زمینوں کی چوڑائی کے برابر ہے" اس کی صراحت اس قدر کافی ہے کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش معلے کے نیچے ہے اور عرش معلےٰ کرسی سے بہت بڑا ہے۔ اور کرسی زمین اور آسمان سے بہت بڑی ہے۔ چنانچہ تفسیر ابوبکر بن مردویہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر فرمایا کہ کرسی کے مقابلہ میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایسے ہیں جس طرح بہت بڑے میدان میں ایک انگلی کا چھلا گرا پڑا ہو۔ اور عرش معلے کرسی سے اتنا ہی بڑا ہے جیسا چھلے سے وہ میدان خیال کیا جا سکتا ہے[2]۔ اس حالت میں جنت کا زمین و آسمانوں کی لمبائی کے برابر ہونا یہ شبہ نہیں پیدا کر سکتا کہ پھر وہ جنت زمین آسمان میں کیونکر سمائے گی اور جنت کے ملنے کی کوشش کے ذکر میں اہل جنت کے چند اوصاف بھی اللہ تعالے نے ذکر فرمائے ہیں اور ان میں غصہ کے وقت تحمل کرنے اور غصہ کو ٹال جانے کا جو ذکر ہے اس کی نسبت مسند امام احمد بن حنبل اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مرفوع اور موقوف روایتیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو غصہ آئے اور باوجود طاقت بدلا لینے کے وہ اپنے غصہ کو پی جائے اور جس شخص پر اس غصہ کھونے والے کو غصہ آیا ہے اس سے بدلا نہ لیوے تو قیامت کے دن اللہ تعالے ایسے شخص کو اختیار دے گا کہ جنت کی جس حور کو وہ چاہے پسند کر لے[3]۔ اسی طرح صحیحین اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی آدمی کو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت تحمل کرکے اپنے غصہ پر غالب اور اپنے

[1] لباب النقول ص ۵۲ و تفسیر الدر المنثور ج ۲ ص ۷۱ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۹ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۶ و جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳ باب ماجاء فی کثرۃ الغضب ؏

Marfat.com

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا

اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ یا برا کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں

لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ

اپنے گناہوں کی اور کون ہے گناہ بخشتا سوائے اللہ کے اور اڑے نہ رہیں اپنے کئے پر

نفس پر قادر رہے[۱]

۱۳۵—۱۳۶۔ جس طرح اوپر کی آیت کو لڑائی سے ایک طرح کا تعلق تھا جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے اسی طرح اس آیت کو بھی لڑائی سے ایک تعلق ہے۔ چنانچہ ابی صالح نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی انصاری اور دوسرے ثقفی میں دینی بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ اتفاق سے ثقفی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑائی پر گیا اور انصاری مدینہ میں رہا اور اس ثقفی نے لڑائی پر جاتے وقت اپنی بی بی کی خبر گیری انصاری کو سونپی یہ انصاری اپنے دینی بھائی کی بی بی کو سودا سلف بازار سے لا دیا کرتا تھا۔ ایک دن انصاری نے بازار سے گوشت لا کر کواڑ کی جھری میں سے دیا۔ اور اس عورت نے کواڑ کی درز میں سے ہاتھ نکال کر گوشت لے لیا۔ اس عورت کا ہاتھ دیکھ کر انصاری کی نیت بگڑ گئی۔ اور گوشت لے کر جب وہ عورت مڑی تو یہ انصاری بھی اس کے پیچھے گھر کے اندر گھس گیا اور عورت کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اتنے میں خدا نے ہدایت کی فوراً عورت کا ہاتھ چھوڑ کر گھر کے باہر چلا آیا۔ اور بہت نادم ہوا۔ اور اپنے سر پہ خاک ڈالی اور جنگل اور پہاڑوں میں ندامت زدہ پھرتا رہا۔ ثقفی نے لڑائی سے واپس آن کر اپنے دینی بھائی کا حال اپنی بی بی سے پوچھا۔ عورت نے کہا خدا اس طرح کے دینی بھائی مسلمانوں میں نہ بڑھائے یہ کہہ کر سارا قصہ اپنے خاوند سے بیان کیا۔ ثقفی انصاری کی تلاش میں نکلا۔ اور اس کو جنگل میں سے ڈھونڈھ کر پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس لایا۔ اور سارا قصہ نقل کیا۔ انصاری نے بھی اپنے قصور کا اقرار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انصاری سے فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کو لڑائی پر جانے والے لوگوں کی اہل و عیال کی کیا کچھ عزت و حرمت مدنظر ہے پھر ثقفی اور انصاری حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور حضرت عمرؓ نے بھی وہی فرمایا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تھا پھر یہ دونوں آنحضرت کے پاس آئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[۲] حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ جو لوگ کبیرہ یا صغیرہ گناہ کر کے اللہ کو یاد کرتے ہیں کہ ایک دن اللہ کو منہ دکھانا ہے اور اس ڈر سے فوراً توبہ استغفار کرتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ بعد خالص توبہ کے اللہ غفور رحیم بخشنے والا ہے اس کے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں۔ تو ایسے لوگوں کی اللہ عقبے میں مغفرت فرما کر ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسا غفور رحیم ہے اور اس کو بخشش کی صفت ایسی پیاری ہے کہ کسی طرح کا گناہ کر کے آدمی توبہ کرے تو وہ فوراً معاف کر دیتا ہے بخشش کی صفت اللہ کو یہاں تک پیاری ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے قسم کھا کر فرمایا کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو زمین پر سے اٹھا کر بجائے تمہارے اور گنہگار مخلوق پیدا کرتا تاکہ اس کی

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۳ باب الحذر من الغضب و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۵ [۲] تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۴۵ ؛

Marfat.com

يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ أُولَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّٰتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا

جانتے ان کی جزا ہے بخشش ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے بہتی

الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَٰمِلِينَ ﴿١٣٦﴾

نہریں رہ پڑے ان میں اور خوب مزدوری ہے کام کرنے والوں کی

مغفرت کرے اور اپنی پیاری صفت غفور رحیمی کو کام میں لائے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو شیطان توبہ کرنے والے مسلمانوں کو اپنے ساتھ دوزخ میں لے جانے سے مایوس ہو کر بہت رویا۔ گناہ پر ہٹ کرنے اور اڑنے کے یہ معنے ہیں کہ آدمی گناہ کر کے توبہ نہ کرے۔ چنانچہ ابوداؤد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص دن بھر میں ستر دفعہ بھی گناہ کر کے توبہ کرے۔ وہ شخص گناہوں پر ہٹ کرنے والا نہیں اس حدیث کی سند میں اگرچہ ترمذی نے کلام کیا ہے مگر اور علماء نے اس حدیث کو حسن کہا ہے[۱] توبہ کے لئے دو رکعت نفل کا پڑھنا اور پھر توبہ کرنا یہ بھی حدیث[۲] میں آیا ہے۔ گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ توبہ فوراً بلا تاخیر ضرور ہے صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں دن بھر میں ستر دفعہ سے زیادہ توبہ کرتا ہوں[۴] اور مسلم میں اعز بن یسار رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اے لوگو اللہ سے توبہ کر و میں تو دن بھر میں سو دفعہ توبہ کرتا ہوں[۵]۔

گناہوں کی قسمیں اور توبہ کے شروط

گناہ کی دو قسمیں ہیں ایک فقط اللہ کا گناہ ہے مثلاً نماز کا نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا۔ دوسرا وہ گناہ ہے جس میں بندوں کا حق بھی شریک ہے۔ جس طرح کسی کا مال چرانا۔ یا کسی کی غیبت کرنا۔ اول قسم کے گناہوں کی توبہ صحیح ہونے کی یہ تین شرطیں ہیں۔ ایک توبہ کے وقت گناہ سے بے زار ہونا دوسرے گناہ پر نادم ہونا۔ تیسرے اس وقت دل میں یہ ٹھان لینا کہ پھر ایسا کام نہ کروں گا دوسرے قسم کے گناہوں کی توبہ میں سوا ان تین شرطوں کے صاحب حق کا راضی کر دینا بھی شرط ہے چنانچہ اوپر اس باب میں حضرت عائشہ رضی کی حدیث گذر چکی ہے۔

اور یہ بھی ابھی اوپر بیان ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کو غفور رحیمی کی صفت بہت پیاری ہے۔ اسی واسطے جب کوئی شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بہت خوشی ہوتی ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک مسافر آدمی کا جنگل میں وہ اونٹ جس پر اس کا کھانا پینا لدا ہوا تھا کھو جائے اور پھر مل جائے تو جس قدر خوشی اس مسافر کو اپنے اونٹ کے مل جانے کی ہوتی ہے اس سے بہت بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو خوشی ہوتی ہے[۶] جبکہ کوئی گنہگار آدمی توبہ کرتا ہے اگرچہ اس آیت کی شان نزول اور طرح بھی مفسرین نے بیان کی ہے۔ لیکن یہ شان نزول جو بیان کی گئی جید طریقہ سے تھی اس لئے اسی کو اختیار کیا گیا۔

---

[۱] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۵ باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبۃ [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۷ – ۴۰۸ [۳] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۵ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۷ بروایت ابوبکر رضی [۴] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳ باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الیوم واللیلۃ [۵] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶ باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ [۶] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳ باب التوبۃ

Marfat.com

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

ہو چکے ہیں تم سے آگے دستور سو پھرو زمین میں تو دیکھو کیا ہوا آخر

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾

جھٹلانے والوں کا یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ڈر والوں کو

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾ إِنْ يَمْسَسْكُمْ

اور سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تم نے زخم پایا

قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

تو وہ لوگ بھی پا چکے ہیں زخم ایسا ہی اور یہ دن بدلتے لاتے ہیں ہم لوگوں میں

وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۰﴾

اور اس واسطے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے بعضے تم میں شہید اور اللہ چاہتا نہیں ناحق والوں کو

وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۴۱﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا

اور اس واسطے کہ نکھار دے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا دے منکروں کو کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۴۲﴾

جنت میں اور ابھی معلوم نہیں کئے اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم کرے ثابت رہنے والے

۱۳۷ — ۱۴۲۔ احد کی لڑائی میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو مسلمانوں کو یہ خیال گذرا کہ ہم اسلام کی تائید میں لڑتے ہیں اور حق پر ہیں اور ہمارے دشمن اور مخالف لوگ ناحق پر ہیں اور دین الٰہی کو مٹانا چاہتے ہیں پھر ہماری شکست اور ان کی فتح کیوں اور کس مصلحت الٰہی سے ہوئی اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی تسلی اور کافروں کی تنبیہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ اللہ کی درگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے ابھی ان دین الٰہی کے دشمنوں کی بیخ کنی کا وقت نہیں آیا ہے جب وقت مقرر آجائے گا تو کچھ ان میں سے اپنے حال کی اصلاح کر کے مسلمان ہو جائیں گے اور جو اپنے کفر پر اڑے رہیں گے فوراً جس طرح اگلے لوگ رسولوں کی مخالفت کے سبب سے ہلاک ہو چکے ہیں یہ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ اور تم مسلمان لوگ ہی آخر کو غالب رہو گے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کی تاریخ سے دس برس کے اندر فتح مکہ ہو کر جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ہو گیا۔ اور مسلمانوں کی یہ بھی تسکین فرمادی۔ کہ اگر تمہارے کچھ لوگ اس لڑائی میں زخمی ہو گئے ہیں تو اس سے پہلے کی لڑائی میں ان کے لوگ بھی زخمی ہو چکے ہیں کچھ گھبرانے کی بات نہیں ہے اگر ہمیشہ تمہاری ہی فتح ہوتی تو نہ تمہاری ثابت قدمی کمزوری کے وقت کی جانچی جا سکتی اور نہ اس ثابت قدمی کا اجر تم پا سکتے اور نہ شہادت کا درجہ مل سکتا۔

Marfat.com

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ

اور تم آرزو کرتے تھے مرنے کی اس کی ملاقات سے پہلے سو اب دیکھا تم نے اس کو

ع ۱۴ ۵ تَنْظُرُونَ ﴿۱۴۳﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ

آنکھوں کے سامنے اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ

مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ

مر گیا یا مارا گیا تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں وہ نہ

يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ

بگاڑے گا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا بھلا ماننے والوں کو اور کوئی جی مر نہیں سکتا

إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ

بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا وعدہ اور جو کوئی چاہے گا بدلا دنیا کا اس میں سے دیں گے اس کو اور جو کوئی چاہے گا

۱۴۳۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو صحابہ بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ آرزو کیا کرتے تھے کہ خدا پھر کوئی ویسا دن دکھائے جب اللہ تعالیٰ نے احد کا دن دکھایا اور تیر اندازوں کے گھاٹی چھوڑ دینے کے سبب سے جس کا ذکر اوپر گذرا مسلمانوں کی شکست ہوگئی تو اکثر وہ آرزو کرنے والے لوگ ثابت قدم نہ رہے اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تنبیہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔ تاکہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے جان بازی کا عہد کیا اور وقت پر اپنے عہد کو پورا نہ کیا ان کی آنکھیں ذرا نیچے ہوں اور آئندہ پھر کبھی ایسا نہ کریں بلکہ اپنے عہد کے موافق جس طرح کی جان بازی انس بن نضر حضرت انسؓ کے چچا نے کی ہے آئندہ موقع پڑے تو یہ لوگ بھی ویسی ہی جان بازی کریں چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ان کے چچا انس بن نضرؓ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ تو ان کو بڑا افسوس ہوا کہ اسلام کی پہلی لڑائی میں وہ شریک نہ ہوئے اور انہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اب کے اللہ تعالیٰ نے کسی لڑائی میں شریک ہونا نصیب کیا تو وہ بڑی جان بازی کریں گے احد کی لڑائی میں وہ بھی شریک تھے جب مسلمانوں کی شکست ہوئی اور کچھ مسلمان تو مدینہ کو واپس چلے گئے اور کچھ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور آنحضرت کے ساتھ گیارہ بارہ آدمی رہ گئے تو انس بن نضرؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ جو کچھ مسلمانوں نے کیا اس سے در گذر فرما اور تلوار لے کر آگے بڑھے۔ راستہ میں ان کو سعد بن معاذؓ ملے تو انہوں نے کہا کہ اے سعدؓ تم کہاں پھر رہے ہو مجھ کو تو احد کے ارد گرد جنت کی خوشبو آرہی ہے یہ کہہ کر مشرکوں کی طرف چلے گئے۔ پھر ان کا پتہ نہ لگا۔ آخر جب ان کی لاش ملی تو اس پر کچھ اوپر اسی زخم تھے[2]۔

۱۴۴ تا ۱۴۸۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر اور اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں جو کچھ اس آیت کے شان نزول بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب احد کی لڑائی میں شیطان نے یہ افواہ اڑا دی

[1] لباب النقول ص ۵۲ وتفسیر الدر المنثور ج ۲ ص ۸۰ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۳ کتاب الجہاد

Marfat.com

ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ

بدلا آخرت کا اس میں سے دیں گے اس کو اور ہم ثواب دیں گے احسان ماننے والوں کو اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے

مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا

ہیں بہت خدا کے طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں

وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا

اور نہ دب گئے ہیں اور اللہ چاہتا ہے ثابت رہنے والوں کو اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کہ

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

قوم پر پھر دیا اللہ نے ان کو ثواب دنیا کا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى ع ۱۵/۵

نیکی والوں کو اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے منکروں کا۔ تو تم کو پھیر دیں گے

اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے نقصان میں بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد سب سے بہتر

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ

اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جس کی اس نے سند نہیں اتاری

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو مسلمانوں میں طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں کچھ لوگ تو یہ کہتے تھے کہ اگر آپ نبی ہوتے تو زندہ رہتے۔ اور کچھ لوگ یہ کہتے تھے کہ دین تو اللہ کا ہے اگر آپ شہید بھی ہو گئے تو جس دین کے واسطے آپ لڑتے تھے ہم کو بھی ضرور لڑنا چاہیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1] اس شان نزول کی روایت کے چند طریقے ہیں اس لئے ایک کو دوسرے سے قوت ہو جاتی ہے۔ حاصل معنے اس آیت کے یہ ہیں کہ پہلے زمانہ میں انبیاء اور ان کے ساتھ کے لوگ لڑے اور امت کے لوگوں کے سامنے بعضے نبی شہید بھی ہو گئے۔ لیکن وہ لوگ اسی طرح ثابت قدم رہے جس طرح اپنے نبی کے روبرو تھے اسی طرح تم کو بھی چاہیے۔

۱۴۹ — ۱۵۳۔ جب شیطان نے یہ خبر اڑا دی کہ حضور شہید ہو گئے تو بعضے کچے مسلمان یہ کہنے لگے کہ اب ہم اپنے باپ دادا کے دین پر قائم ہو جائیں تو اچھا ہے ان لوگوں کی صلاح نہ ماننے کی تنبیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرما دیا کہ ایسے لوگوں کا کہنا ماننے میں دین دنیا کا خسارہ ہے دنیا کا تو یہ کہ اللہ مسلمانوں کا حامی اور مددگار ہے۔ اس لئے آخر ان کو غلبہ ہوگا۔ اور جس طرح اب تم کو جان و مال کا خوف کافروں سے ہے۔ اگر تم کافروں میں شریک

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۹ و لباب النقول ص ۵۲ - ۵۳۔

Marfat.com

سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ

اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بری بستی ہے بے انصافوں کی اور اللہ تو سچ کر

اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ

چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم لگے ان کو کاٹنے اس کے حکم سے جب تک کہ تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور بے حکمی کی

وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ

بعد اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم

مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

میں سے چاہتا تھا آخرت پھر تم کو الٹ دیا ان پر سے اس واسطے کہ تم کو آزماوے اور وہ تو تم کو معاف کر چکا اور اللہ

ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ

فضل رکھتا ہے ایمان والوں پر جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول

يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ

پکارتا تھا تم کو پچھاڑی میں پھر تم کو تنگ کیا بدلا تمہارے تنگ کرنے کا تو غم نہ کھایا کرو جو ہاتھ سے جائے اور جو

اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ

سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی پھر تم پر اتارا تنگی کے بعد

اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ

امن کی اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم میں بعضوں کو اور بعضوں کو فکر پڑا تھا اپنے جی کا

ہو گئے۔ تو وہی خوف تم کو مسلمانوں سے کرنا پڑے گا اور دین کا یہ نقصان کہ عقبیٰ میں اللہ کے عذاب میں پکڑے جاؤ گے اور جن کافروں کا تم کو خوف ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بسبب ان کے جھوٹے دین پر ہونے کے مسلمانوں کا رعب ڈال دیا ہے۔ اس لئے ان سے ڈرنا بے فائدہ ہے۔ صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مہینہ کے راستہ پر سے میرا رعب دشمنوں پر پڑتا ہے[۱]۔ یہ بھی ہدایت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اس رعب کے سبب سے باوجود اس کے کہ مسلمان سات سو تھے اور ان کے دشمن تین ہزار تھے۔ اول اول شروع لڑائی میں اللہ کے حکم سے مسلمانوں کی فتح ہوئی تھی۔ لیکن تیر اندازوں نے لوٹ کے لالچ سے اللہ کے رسول کے حکم کی نافرمانی کی اس سے یہ شکست خود تمہارے ہاتھوں سے ہوئی۔ اور مال غنیمت ہاتھ نہ لگنے کا غم رسول وقت کے شہید ہونے کی خبر سننے کا غم بھائی بندوں کے شہید ہونے کا غم شکست کھانے کا غم یہ غم پر غم سب تم کو سہنے پڑے۔ خیر اللہ نے اپنے فضل سے اب تو تمہارا قصور معاف کیا۔ مگر آئندہ ایسا نہیں کرنا چاہئے ؎

۱۵۴ — ۱۵۵۔ جب مسلمان ان طرح طرح کے غموں میں مبتلا ہوئے جن کا ذکر اوپر گذرا تو اللہ تعالیٰ نے عین لڑائی کے وقت ان پر

۱؎ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ کتاب التیمم و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۱۸

Marfat.com

يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ

خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں کے کہتے تھے کچھ بھی کام ہے ہمارے ہاتھ

قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ

تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ اپنے جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ

اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں البتہ باہر

الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ

نکلتے جن پر لکھا تھا مارا ہی جانا اپنے پڑاؤ پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے

وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٥٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور نکھارنا تھا جو کچھ تمہارے دل میں ہے اور اللہ کو معلوم ہے جی کی بات جو لوگ

تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ

تم میں ہٹ گئے جس دن بھڑیں دو فوجیں سو ان کو ڈگا دیا شیطان نے کچھ ان کے گناہ کی شامت سے اور

لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٥٥﴾

ان کو بخش چکا اللہ اللہ بخشنے والا ہے تحمل رکھتا

تھوڑی دیر کے لئے ایک طرح کی غنودگی اتاری جس سے ان کی تھکان ذرا رفع ہو گئی۔ مگر اس غنودگی میں یہ حکمت الٰہی تھی کہ جو پکے مسلمان تھے ان کو تو غنودگی ہو گئی اور جو کچے تھے وہ اسی طرح پریشانی کے عالم میں رہے اور گھبرا کر یہ کہتے تھے کہ ہمارا کچھ اختیار ہوتا اور مدینہ کے اندر سے لڑائی لڑنے کی صلاح مان لی جاتی تو ہم یہاں جنگل میں کیوں ہلاکت میں پڑتے یہ مقولہ دبی زبان سے اس طرح چپکے چپکے کہتے تھے کہ آنحضرت کو معلوم نہ ہو مگر اس مقولہ کے کہنے والے کے پہلو میں جو شخص تھے انہوں نے اس مقولہ کو سنا ابھی آنحضرت تک یہ چرچا نہیں پہنچا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کچے مسلمانوں کا کچا پن ظاہر ہو جانے کی غرض سے یہ آیت نازل فرمائی۔ چنانچہ اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت زبیرؓ سے روایت کی ہے حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک غنودگی کی حالت میں تھا جس طرح خواب میں کوئی شخص کوئی آواز سنتا ہے۔ اسی طرح میں نے معتب بن قنبر[1] کی زبان سے یہی مقولہ سنا اور غنودگی میں اس کو میں نے یاد بھی کر لیا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی[2]۔ حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ یہ ان لوگوں کی خام خیالی ہے کہ ان کا اختیار ہوتا تو جو کچھ اللہ کے اختیار اور قدرت سے ہوا ہے یہ لوگ اس کو روک لیتے۔ بلکہ یہ لوگ اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جو کچھ ہونے والا تھا وہ ہوتا کہ پکے مسلمانوں اور منافقوں کی جانچ ہو جاتی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تدبیر سے تقدیر نہیں ٹلتی۔ خواہ آدمی گھر میں ہو یا جنگل میں۔

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۱۸ میں قنبر کی بجائے قشیر اور معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۷۲ میں معتب بن قشیر ہے ۲؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۱۸ و معالم ج ۲ ص ۲۷۲ طبع المنار مصر

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا
اے ایمان والو تم نہ ہو ان کی طرح جو منکر ہوئے اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جب سفر کو

فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ
نکلیں ملک میں یا ہوں جہاد میں کہ اگر ہوتے ہم پاس نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ اس سے ڈالے

ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾
افسوس ان کے دل میں اور اللہ ہے جلاتا اور مارتا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا
اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں یا مر گئے تو بخشش اللہ کی اور مہربانی بہتر ہے اس سے

يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ
جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے اللہ ہی پاس اکٹھے ہو گے سو کچھ اللہ کی مہر ہے

اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ
جو تو نرم دل ملا ان کو اور اگر ہوتا تو سخت گو اور سخت دل تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے سو تو ان کو معاف کر

عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ
اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورت لے کام میں پھر جب ٹھہرا چکا تو بھروسہ کر اللہ پر

۱۵۶ — ۱۵۸ - اوپر ذکر تھا کہ احد کی شکست کے وقت کچے مسلمان طرح طرح کی پریشانی اور ہراسگی کی باتیں کرتے تھے ان آیتوں میں اللہ تعالے نے اپنے پکے مسلمان بندوں کو ان کچے مسلمانوں کی باتوں اور ان کا سا اعتقاد رکھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے جب موت کا وقت آجاتا ہے تو آدمی خواہ گھر میں ہو یا جنگل میں وہ وقت کہیں نہیں ٹلتا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ خدا کی راہ میں جان کا دینا دنیا کے رہنے اور مال کے جمع کرنے سے بہتر ہے جس کی بہتری تم کو حشر کے دن معلوم ہو جائے گی اور فرمایا کہ یہ حسرت اور افسوس کے کلمات ان منافقوں کی زبان سے اللہ تعالے اس لئے نکلواتا ہے کہ صادق اور منافق اچھی طرح لوگوں کو معلوم ہو جائیں اور اس طرح کے کلمات سے منافقوں کا رنج اور افسوس و غم اور بڑھے غرض آیت میں کفار سے مراد وہ منافق ہیں جنہوں نے پریشانی کی باتیں منہ سے نکال کر اپنے ساتھ کے مسلمانوں کو بھی پریشانی میں ڈالنا چاہا تھا۔ اور گھڑی گھڑی یہ کہتے تھے کہ اگر وہ گھر سے باہر نہ نکلتے تو اس آفت میں نہ پھنستے ۔

۱۵۹ — ۱۶۰ - یہ اوپر گذر چکا ہے کہ احد کی تیاری کے وقت پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صلاح تھی کہ اس لڑائی کے لئے مدینہ کے باہر نہ جانا چاہئے۔ پھر بعضے صحابہ کی صلاح و مشورہ کے سبب سے آپ باہر نکلے اور لڑائی شروع شروع میں تو اچھی رہی اور پھر آخر کو اس میں کچھ لغزش آئی اب ان آیتوں میں یہ ارشاد ہے کہ اے نبی اللہ کے باوجود اس کے کہ لڑائی میں ایک طرح کی لغزش مسلمانوں سے ہوئی اس پر بھی تم مسلمانوں سے نرمی سے جو پیش آئے اور کسی پر کچھ خفگی ظاہر نہیں کی یہ اللہ کی

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾ إِن يَنصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِن يَخْذُلْكُمْ

اللہ چاہتا ہے توکل والوں کو اگر اللہ تم کو مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور وہ جو تم کو چھوڑ دے گا

فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾ وَ

پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے گا اس کے بعد اور اللہ پر بھروسہ چاہئے مسلمانوں کو اور

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ ۚ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ

نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے اور جو کوئی چھپاوے گا وہ لائے گا اپنا چھپایا دن قیامت کے پھر پورا پائے گا

كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَن

ہر کوئی اپنا کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ کی مرضی کا

بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ

برابر ہے اس کے جو کما لایا غصہ اللہ کا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ پہنچا لوگ کئی درجے

عِندَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہیں اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر

ایک رحمت تھی ورنہ ایسی حالت میں سختی سے پیش آتے تو لوگ اور بے دل ہو جاتے اور لڑائی کی تیاری کے وقت صلاح و مشورہ میں جو اختلاف پڑا اس کا بھی دل میں کچھ خیال نہ لانا چاہیئے۔ آیندہ حسب عادت، صحابہؓ سے مشورہ طلب امور میں مشورہ لیا کرو تاکہ ان کا جی خوش ہو اور امت کے لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مشورہ لینا مشروع ہے ہاں بعد مشورہ کے ہر طرح کا بھروسہ اللہ پر رکھنا چاہیئے کہ بغیر مدد اللہ کے کسی کام میں آدمی کو کچھ سرسبزی نہیں ہو سکتی۔ شعب الایمان بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مشورہ لینے کی ترغیب دی ہے۔ سیوطی نے اس حدیث کی سند کو معتبر بتلایا ہے[1] فبما رحمۃ لفظ ما تاکید کے لئے بڑھایا گیا ہے اصل برحمۃ من اللہ ہے ؀

۱۶۱ سے ۱۶۴ ابو داؤد اور ترمذی و طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی ہے جس کو ترمذی نے حسن کہا ہے[2] اس کا حاصل یہ ہے کہ ان آیتوں میں اللہ تعالے نے ان بے عنوانیوں کا ذکر فرمایا ہے جو جنگ بدر میں ہو گئی تھیں ایک بے عنوانی تو یہ تھی کہ جنگ بدر کے لوٹ کے مال میں کچھ چیز گم ہو گئی تھی اس پر بعضے مسلمانوں نے یہ بدگمانی کی کہ شاید آنحضرت کے کام میں وہ چیز آ گئی ہو گئی۔ دوسرے بے عنوانی یہ کہ ستر قیدی دشمنوں کے جو جنگ بدر میں پکڑے گئے تھے ان کو بغیر مرضی اللہ کے فدیہ لے کر چھوڑ دیا تھا اور جنگ بدر کی بے عنوانیوں کو اس لڑائی کے ذکر میں تذکرہ فرمانے سے یہ مراد ہے کہ اس لڑائی میں تیر اندازوں نے جو بے عنوانی کی یہ اور پہلی بے عنوانیاں ان سب بے عنوانیوں کی سزا میں یہ تمہاری

[1] تفسیر الدر المنثور ج ۲ ص ۹۰ ؀
[2] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۵ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۱ ؀

Marfat.com

إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور سنوارتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾ أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم

کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہ تھے کیا جس وقت پہنچے تم کو

مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ

ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اس کے دو برابر کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ یہ آئی تم کو اپنی طرف سے

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ تم کو سامنے آیا جس دن بھڑیں دو فوجیں سو

اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

اللہ کے حکم سے اور اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تا معلوم کرے ان کو جو منافق تھے اور کہا ان کو کہ آؤ

قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ

لڑو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن بولے اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو تمہارا ساتھ کریں وہ لوگ

يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ

اس دن کفر کی طرف نزدیک ہیں ایمان سے کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں ان کے دل میں

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا

اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپاتے ہیں وہ جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں اگر وہ ہماری بات مانتے

شکست ہو کر ستر آدمی شہید ہوئے ہیں۔ چنانچہ ترمذی اور نسائی میں حضرت علیؓ سے جو روایت ہے جس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی میں جب ستر قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑنے کی صلاح مسلمانوں کو جم گئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ فدیہ پر یہ ستر قیدی اس شرط سے چھوٹ سکتے ہیں کہ آئندہ کسی لڑائی میں اسی قدر آدمی مسلمانوں میں کے شہید ہوں گے۔ مسلمانوں نے اس شرط الٰہی کو قبول کیا۔ اور قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑ دیا[1]۔

۱۶۵—۱۶۸۔ احد کی لڑائی میں جو مسلمانوں کو شکست ہوئی اس کی تسلی میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر فرمایا کہ اس لڑائی میں تمہارے ستر آدمی جو شہید ہوئے تو اس کا زیادہ رنج کیا ہے تم بھی تو بدر کی لڑائی میں مخالفوں کو اس سے دو چند صدمہ پہنچا چکے ہو کہ ستر آدمی ان کے مارے اور ستر کو پکڑ لائے اور یہ جو تم کہتے ہو کہ اتنی بڑی مصیبت ہم لوگوں پر کیوں آئی تو یہ مصیبت تم میں ہی کے بعضے لوگوں کے سبب سے آئی کہ برخلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیا۔ اور برخلاف حکم اللہ تعالیٰ کے رسول کے تیر اندازوں نے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۵ و جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۹۰ باب ما جاء فی قتل الاساری والفداء۔

Marfat.com

قُتِلُوا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ

توبارے نہ جاتے تو کہہ اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت اگر تم سچے ہو اور تو نہ سمجھ جو

الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ

لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں. مردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے خوشی کرتے ہیں

بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ

اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی نہیں پہنچے ان میں

خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ

پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت

گھاٹی چھوڑ دی۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شکست میں یہ مصلحت تھی کہ کامل ایمان دار اور منافقوں کا اچھی طرح سے پردہ کھل جائے وہی ہوا کہ ایمان دار ثابت قدم رہے اور منافق کچھ تو اپنے اپنے گھروں میں آن بیٹھے۔ اور کچھ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے پھر فرمایا کہ یہ لوگ ایسی باتوں سے موت کے وقت کو ہرگز نہیں ٹال سکتے۔

۱۶۹۔۔۔۱۷۱۔ ابوداؤد اور مسند امام احمد بن حنبل اور مستدرک حاکم تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور ترمذی میں حضرت جابرؓ سے روایات ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ تمہارے ساتھ کے لوگ جو شہید ہوئے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ درجہ دیا کہ ان کی جانوں کو ایک طرح کے سبز جانوروں کی پوٹوں میں رکھا۔ اور وہ جانور جنت میں میوے کھاتے ہیں اور جنت کی نہروں میں پانی پیتے ہیں اور سونے کی قندیلیں جو عرش معلّے کے نیچے لٹکتی ہیں ان میں رہتے ہیں تو ان شہیدوں کی روحوں نے یہ تمنا کی کہ ان کے اس عیش اور راحت کی خبر کسی طرح ان کے ساتھ کے زندہ مسلمانوں کو پہنچ جائے تاکہ وہ زندہ مسلمان بھی شہادت کا درجہ حاصل کرنے کی کوشش کریں اللہ تعالیٰ نے ان شہیدوں کی روحوں سے فرمایا کہ میں تمہاری خبر تمہارے مسلمان بھائیوں کو پہنچا دیتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاکم نے اس شان نزول کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے[1]۔ اور مسلم میں یہ روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہے اس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان شہداء کی روحوں سے پوچھتا ہے کہ اب تمہیں کیا تمنا باقی ہے وہ روحیں کہتی ہیں کہ ہم نے سب کچھ پا پایا اگر ہے تو تمنا یہی ہے کہ ایک دفعہ ہم دنیا میں جائیں اور پھر تیرے نام پر شہید ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا[2]۔ اور مسند امام احمد بن حنبل میں جو صحیح روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوا شہیدوں کے اور مسلمانوں کی روحیں بھی جنت میں جانوروں

[1] تفسیر الدر المنثور ج ۲ ص ۹۵ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۷ نیز ابوداؤد طبع اصح المطابع ج ۱ ص ۳۴۱ باب فی فضل الشہادۃ و مستدرک ص ۲۹۷ ج ۲۔ کتاب التفسیر [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۵ باب فی بیان ان ارواح الشہداء فی الجنۃ الخ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۶۔

Marfat.com

اللّٰہِ وَفَضۡلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۷۱﴾ ع ۱۷

اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی

کے بھیس میں میوے کھاتی ہیں۔ فرق اسی قدر ہے کہ شہیدوں کی روحیں قندیلوں میں عرش کے نیچے لٹکتی ہیں اور عام مسلمانوں کی روحیں یوں ہی جنت کے جانوروں کے بھیس میں جنت میں رہتی ہیں۔ شہیدوں کی زندگی اور رزق کا ذکر آیت کی تفسیر کے طور پر جو ان حدیثوں میں آیا ہے۔ اکثر سلف نے اس کے معنے ظاہری زندگی اور رزق کے لئے ہیں۔ بعضے مفسروں نے اگرچہ ان معنے میں کچھ کچھ تاویلیں کی ہیں۔ لیکن آیت اور حدیثوں کے لفظوں سے ان تاویلوں کو کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوتی۔

ان صحیح حدیثوں سے جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ مرنے کے بعد پھر کسی طرح انسان دنیا میں نہیں آسکتا تو اس سے اہل تناسخ کا یہ مذہب غلط قرار پاتا ہے کہ نیک روح اچھی صورت کے بھیس میں اور بد روح بُری صورت کے بھیس میں ثواب اور عذاب کے طور پر دوبارہ پھر دنیا میں آتی ہے اسی طرح صحیح حدیثوں سے جب کہ یہ معلوم ہو گیا کہ حشر کے دن ہر روح کا تعلق جسم سے ہو جائے گا۔ اور پھر جنت اور دوزخ میں ہمیشہ وہی تعلق باقی رہے گا تو اس سے فلسفی لوگوں کا یہ مذہب بے اصل ٹھہرتا ہے کہ مرنے کے بعد جسم تو ہمیشہ کے لئے خاک ہو جاتے گا فقط روح اس طرح باقی رہے گی کہ نیک روح نیکی کی تصور سے خوش اور بد روح بدی کی تصور سے غمزدہ رہے گی اس کا نام ثواب و عذاب ہے"

احد کے چند شہدا ایسے ہیں جن کا قصہ قابل ذکر ہے ان میں ایک تو سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت امیر حمزہؓ نے بدر کی لڑائی میں ایک شخص کا فر طعمہ بن عدی کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس عداوت سے اس طعمہ کے بھتیجے جبیر بن مطعم نے اپنے غلام وحشی سے یہ کہہ رکھا تھا کہ کسی لڑائی میں موقع پاکر اگر امیر حمزہؓ کو شہید کر ڈالے گا تو میں تجھ کو آزاد کر دونگا اس وحشی نے جنگ احد میں ایک پتھر کی آڑ میں سے حضرت امیر حمزہؓ کے برچھا مار دیا۔ جس سے وہ شہید ہو گئے۔ شہید ہو جانے کے بعد ہندہ ابو سفیان کی بی بی یزید کی دادی نے حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبا ڈالا۔ اور جب اس کو نگل نہ سکی تو تھوک دیا احد کے ستر شہیدوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھی اور سید الشہداء کا خطاب دیا۔ فتح مکہ کے بعد یہ وحشی مسلمان ہوا اور مسیلمہ کذاب کو حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں اسی وحشی نے قتل کیا دوسرے شہید احد کے حنظلہ بن عامرؓ ہیں جن کو ملائکہ نے غسل دیا ہے۔ تیسرے عبداللہ بن عمرؓو جابرؓ کے باپ ہیں جن کی لاش پر فرشتوں نے اپنے پروں کا سایہ کیا تھا۔ غازیوں میں حضرت طلحہؓ نے ایک ہاتھ سے لڑائی کی اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال لے کر آخر لڑائی تک آنحضرت کی محافظت کرتے رہے اور بڑی بڑی جرأت کی چنانچہ جب احد کی لڑائی کا ذکر آیا کرتا تھا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے کہ احد کی ساری لڑائی طلحہؓ پر ختم ہے دوسرے نامی غازی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہیں جن پر آنحضرت نے اس لڑائی میں اپنے ماں باپ کو فدا کیا ہے ؎

ا‏ے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۷ بحوالہ مسند امام احمد بروایت کعب بن مالک عن ابیہ۔

Marfat.com

مع

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ

جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا پیچھے اس کے کہ ان میں پڑ چکا تھا گھاؤ جو ان میں

أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ

نیک ہیں اور پرہیزگار ان کو ثواب بڑا ہے جن کو کہا لوگوں نے کہ انہوں نے

قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ

جمع کیا ہے اسباب تمہارے مقابلہ کو سو تم ان سے خطرہ کرو پھر ان کو زیادہ آیا ایمان اور بولے بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب

۱۷۲-۱۷۵- آیت یاایھا الذین آمنوا لاتاکلوا الربوٰا کی تفسیر میں گذر چکا ہے کہ احد کی لڑائی کے بعد مکہ کو واپس جاتے وقت اپنے ساتھ کے مشرکین سے ابوسفیان نے کہا تھا کہ مسلمانوں کے سرگروہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام نہ کیا اور مسلمانوں کی جوان جوان عورتیں لونڈیاں بنا کر نہ لائے اس کا بڑا افسوس ہے۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپ نے حکم دیا کہ کل کے روز احد کی لڑائی میں جو لوگ گئے تھے وہی لوگ آج پھر مشرکین کا پیچھا کریں اگرچہ احد کی لڑائی والے لوگ زخمی اور تھکے ہوئے تھے لیکن انہوں نے فوراً اللہ کے رسول کے حکم کی تعمیل کی۔ اور مدینہ سے آٹھ میل پر حمراء الاسد ایک مقام ہے وہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستر صحابہ کو ساتھ لے کر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کی تلاش میں تشریف لے گئے۔ لیکن حکمت الٰہی یوں مقتضی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دل میں رعب ڈال دیا۔ جس سے پلٹ کر لڑائی کے لئے انہی سے کچے ہو گئے ابوسفیان نے جب یہ حال دیکھا کہ لوگوں کی ہمت لڑائی پر جانے کی نہیں ہے تو اپنے لشکر کی ہوا باندھنے کی نیت سے ادھر کے آنے والے کچھ تاجر لوگوں کی زبانی یہ خبر اڑا دی کہ ابوسفیان بہت بڑا لشکر جمع کر رہا ہے۔ لشکر کے جمع ہوتے ہی وہ لڑائی کے ارادہ سے آنے والا ہے اس خبر کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے یہ لفظ کہے حسبنا اللہ ونعم الوکیل غرض ان ستر صحابہ نے باوجود زخمی اور تھکے ہوئے ہونے کے حمراء الاسد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کی ہمت کی اور ابوسفیان نے جو خبر اڑا دی تھی اس سے ان کے دل پر کچھ خوف نہیں ہوا ان ہی کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اس شان نزول کو طبرانی نے معتبر سند سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن کثیرؒ نے اسی شان نزول کو صحیح قرار دیا ہے[۱]۔ ابوسفیان نے احد کی لڑائی سے واپس ہوتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہا تھا کہ بدر کے مقام پر ہمارے بڑے بڑے سرداروں کو مسلمانوں نے قتل کیا ہے۔ جس کا ہم لوگوں کے دل پر بڑا داغ ہے اب تو نہیں پر آئندہ سال ہم بدر صغریٰ پر آئیں گے۔ یہ بنی کنانہ کے ایک چشمہ کا نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ ہم بھی آئندہ سال اس مقام پر آئیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کے موافق وقت مقررہ پر وہاں مع صحابہ کے تشریف لے گئے۔ مگر مشرکین نہیں آئے حمراء الاسد کے سفر اور بدر صغریٰ کے سفر

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۳۰

Marfat.com

الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَّاتَّبَعُوا

کارساز ہے پھر چلے آئے اللہ کے احسان سے اور فضل سے کچھ نہ پہنچی انہیں برائی اور چلے

رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ

اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہے یہ جو ہے شیطان ہے کہ ڈراتا ہے

أَوْلِيَاءَهُ ۖ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾

اپنے دوستوں سے سو تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

ان دونوں سفروں میں مسلمانوں نے تجارت کا مال خریدا۔ اور اس تجارت میں ان کو بڑا نفع ہوا اس نفع کو ان آیتوں میں اللہ کی نعمت اور اللہ کا فضل فرمایا۔ "نہ پہنچی ان کو برائی" کا مطلب یہ ہے کہ اس موقع پر ان کو لڑنا نہیں پڑا بعضے مفسروں نے اس بدر صغریٰ کے سفر اور قصے کو ان آیتوں کے نازل ہونے کا سبب قرار دیا ہے مگر صحیح شان نزول ان آیتوں کا وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی یہ تو اوپر گذر چکا ہے کہ احد کی لڑائی کے وقت ہزار آدمی کی جمعیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے تھے پھر عبداللہ بن ابی کے بہکانے سے جب تین سو آدمی لڑائی سے پہلے مدینہ کو واپس چلے آئے اس کے بعد بھی سات سو آدمی لڑائی میں موجود تھے اور اب حمراء الاسد کے سفر کے وقت صرف ستر آدمی آپ کے ساتھ گئے ابوسفیان نے جو خبر اڑادی تھی اس کی دہشت سے کچھ لوگ نہیں گئے۔ اس لئے جو لوگ اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے ان کی اور آئندہ عام مسلمانوں کی ہدایت کے لئے فرمایا کہ شیطان کا کام یہی ہے کہ وہ اپنے ہواخواہوں کے ذریعہ سے مومنوں کو ڈراتا ہے ایسے موقع پر ایمان دار آدمی کو چاہیے کہ شیطان کے ہواخواہوں کی جھوٹی دھمکیوں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ایسی جھوٹی دھمکیوں میں آن کر دین کے کسی کام سے باز رہنا اللہ کی نافرمانی کا موجب ہے۔ اور اللہ کی نافرمانی ایمان دار آدمی کے لئے بڑے خوف کی چیز ہے۔ الذین قال لہم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوہم کا مطلب یہ ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کے ان سوداگر لوگوں نے جن کی معرفت ابوسفیان نے لشکر جمع کرنے کی خبر اڑائی تھی مسلمانوں سے ملنے کے وقت یہ کہا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے تمہارے مقابلہ کے لئے بڑا لشکر جمع کیا ہے۔ جس لشکر کا مقابلہ اندیشہ کے قابل ہے فزادہم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا مطلب یہ ہے کہ جن مسلمانوں کا ایمان کامل تھا انہوں نے اس اندیشہ ناک خبر کو سنکر کچھ خوف نہیں کیا۔ بلکہ ایسے ایمان کے ڈگ جانے کے وقت میں اپنے ایمان کی مضبوطی دکھلائی اور یہ کہا کہ ابوسفیان کو لشکر پر بھروسہ ہوگا۔ ہمارا پورا پورا بھروسہ اللہ پر ہے اور وہی ہمارا ہر حال میں مددگار ہے اور اس بھروسہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صحیح سالم اس سفر سے اپنے گھر کو آگئے اور تجارت کے مال سے نفع کمایا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں ڈالے جانے کے وقت یہی کہا تھا کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔[1] کسی بڑی مشکل کے وقت اس دعا کے پڑھنے کی اور بھی صحیح حدیثیں ہیں۔

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۳۰۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۵ کتاب التفسیر۔

Marfat.com

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ

اور تجھ کو غم نہ آئے ان لوگوں سے جو دوڑ کر لگتے ہیں کفر کرنے وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہے کہ

أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا

ان کو فائدہ نہ دے آخرت میں اور ان کو بڑی مار ہے جنہوں نے خرید کیا

الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٧﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ

کفر کو ایمان کے بدلے وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور ان کو دکھ کی مار ہے اور یہ نہ سمجھیں

الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا

منکر کہ ہم جو فرصت دیتے ہیں ان کو کچھ بھلائی ہے ان کے حق میں ہم تو فرصت دیتے ہیں اُن کو تا بڑھتے جائیں

إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿١٧٨﴾ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ

گناہ میں اور ان کو ذلت کی مار ہے اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے گا مسلمانوں کو جس طرح پر تم ہو

عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى

جب تک جدا نہ کرے ناپاک کو پاک سے اور اللہ یوں نہیں کہ تم کو خبر دے

الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ

غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر

وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٩﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا

اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تم کو بڑا ثواب ہے اور نہ سمجھیں جو لوگ بخل کرتے ہیں ایک چیز پر

آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا

کہ اللہ نے ان کو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بہتر ہے ان کے حق میں بلکہ یہ بُرا ہے ان کے واسطے آگے طوق پڑے گا ان کے جس پر بخل کیا تھا

۱۷۶ــ۱۸۰۔ کافر اور منافق جب کوئی مخالفت کی بات کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بڑا رنج ہوا کرتا تھا اس لئے اس لڑائی کے موقع سے جب عبداللہ بن ابی تہائی لشکر لے کر مدینہ واپس چلا آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج ہوا اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور ان میں اپنے رسول کی یوں تسلی فرمائی۔ کہ یہ لوگ اس طرح کی مخالفت کے سبب سے اللہ کے دین کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ اس مخالفت کے سبب سے ان ہی کو وقت مقررہ پر وہ سخت عذاب بھگتنا پڑے گا جو اللہ کے ارادہ میں ان کے لئے قرار پا چکا ہے اور یہ منکر حکم الٰہی یہ نہ سمجھیں کہ اللہ نے ان کو جیتے جی کچھ مہلت جو دے رکھی ہے اس میں ان کے حق میں کچھ بہتری ہے۔ بلکہ اس طرح کی زیست سے ان کے گناہوں کا تودہ اور بڑھتا جاتا ہے۔ عقبیٰ میں اس کی سب کسر نکل جائے گی رہی لڑائیوں میں اس طرح کی شکست اس سے تو پردہ غیب میں جو بھلے بُرے ہیں ان کا حال اللہ کے رسول کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتا ہے پھر جس طرح ان بُرے لوگوں کو اپنی جان پیاری ہے اسی طرح ان کو اپنا مال بھی پیارا ہے جن کے

Marfat.com

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
دن قیامت کے اور اللہ وارث ہے آسمان اور زمین کا اور اللہ جو کرتے ہو
خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ
سو جانتا ہے اللہ نے سنی ان کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مال دار
سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ
اب لکھ رکھیں گے ہم ان کی بات اور جو خون کیے ہیں نبیوں کے ناحق اور کہیں گے چکھو جلن کی
الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾
مار یہ بدلا اس کا ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں بھیجا اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر
اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ
وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ ہم یقین نہ کریں کسی رسول کو جب تک نہ لائے ہم پاس ایک نیاز جس کو کھا جائے

سبب سے حق مال ادا کرنے میں یہ لوگ پہلو تہی کرتے ہیں لیکن یہ مال قیامت کے دن ان کے حق میں وبال ہو جائے گا۔ صحیح بخاری صحیح ابن حبان وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس طرح کے لوگوں کے مال کا ایک گنجا سانپ طوق کی طرح ان کے گلے میں لپیٹا جائے گا جو سانپ گھڑی گھڑی صاحب مال کو کاٹے گا اور یہ کہے گا۔ اے شخص میں تیرا مال ہوں[1]۔

۱۸۱—۱۸۲- ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں متعدد معتبر طریقوں سے جو اس آیت کی شان نزول بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب آیت من ذالذی یقرض اللہ اتری تو یہود کہتے تھے کہ اللہ محتاج اور فقیر ہے جو لوگوں سے قرض مانگتا ہے ایک روز ابوبکر صدیقؓ یہود کے مدرسہ میں گئے وہاں فنحاص یہودیوں کا بڑا عالم اور بہت سے یہود جمع تھے فنحاص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہی بات کہی کہ اللہ فقیر ہے جو لوگوں سے قرض مانگتا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فنحاص کے منہ پر ایک طمانچہ مارا فنحاص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی فریاد کی۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے طمانچہ مارنے کا سبب پوچھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سارا قصہ بیان کیا۔ فنحاص اس بات کے کہنے سے منکر ہو گیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تصدیق میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ ان لوگوں کی سب گستاخیاں جو یہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کر رہے ہیں اللہ کو وہ سب معلوم ہیں۔ وقت مقررہ آنے کی دیر ہے۔ پھر ان کو سب گستاخیوں کا بدلا مل جائے گا حریق بھڑکتی ہوئی آگ کو کہتے ہیں[2]۔

۱۸۳—۱۸۴- انبیاء بنی اسرائیل میں سے بعضے نبیوں کا یہ معجزہ تھا کہ اللہ کی نیاز جس چیز پر کی جاتی تھی ان نبیوں کے معجزہ کے

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۸ باب اثم مانع الزکوٰۃ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۳۲ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۳۴ و معالم ج ۲ ص ۳۰۸ طبع المنار مصر و تفسیر الدر المنثور ج ۲ ص ۱۰۵۔ مگر ان سب میں اس یہودی کا نام فنحاص ہے "فخاص" نہیں۔

Marfat.com

النَّارُ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ

آگ۔ تو کہہ تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے پہلے نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر ان کو

قَتَلْتُمُوهُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ (۱۸۳) فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ

کیوں مارا تم نے اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ تم کو جھٹلائیں گے تو آگے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول

قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ (۱۸۴) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

جو لائے نشانیاں اور ورق اور کتاب چمکتی ہر جی کو چکھنی ہے موت

وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ

اور تم کو پورے بدلے ملیں گے دن قیامت کے پھر جس کو سرکا دیا آگ سے اور داخل کیا جنت میں

فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (۱۸۵) لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ

اس کا کام بنا اور دنیا کی زندگی تو یہی ہے دغا کی جنس البتہ تم آزمائے جاؤ گے مال سے

وَأَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ

اور جان سے اور البتہ سنو گے اگلی کتاب والوں سے اور

أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (۱۸۶)

مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر تم ٹھہرے رہو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں

سبب سے آگ آسمانی اس نیاز کی چیز کو جلا دیتی تھی اور یہی نشانی تھی کہ وہ نیاز قبول ہو گئی۔ اب یہود سے نبی آخر الزمان پر جب ایمان لانے کو کہا جاتا تھا تو یہ بہانہ کرتے تھے کہ ہم کو توراۃ میں حکم ہے کہ جس نبی سے وہ آگ کا معجزہ ظاہر نہ ہو اس پر ہم ایمان نہ لائیں اگرچہ یہ بہانہ جھوٹا تھا توراۃ میں کہیں ایسا ذکر نہیں ہے کہ ہر نبی کے لئے وہ آگ کا معجزہ ضروری ہے لیکن یہود کو پورا قائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ حد سے زیادتی انہیں یاد دلائی جس کا اوپر کی آیت میں ذکر تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ اگر تم اپنے اس بہانے میں سچے ہو کہ ہر نبی کے لئے وہ آگ کا معجزہ ضرور ہے تو جن نبیوں کے پاس یہ معجزہ بھی تھا ان کے خون ناحق کے درپے تم کیوں ہوئے اور ان کو کیوں قتل کیا پھر آخر آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی یوں تسلی فرمائی کہ اس قائلی معقولی کے بعد بھی یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ان کی یہ ہٹ دھرمی کچھ نئی نہیں ہے۔ بلکہ ان کے بڑوں سے بھی ہوتی آئی ہے ؏

۱۸۵-۱۸۶- اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی ہٹ دھرمی پر صبر اور درگذر کی ہدایت فرمائی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ یہ ان کی ہٹ دھرمی کچھ نئی نہیں ہے۔ بلکہ ان کے بڑوں سے بھی ہوتی آئی ہے یہ آیتیں اس ہدایت کی تکمیل میں نازل فرما کر فرمایا کہ یہ تو آخر سب کی آنکھوں کے سامنے کی بات ہے کہ دنیا میں اچھے اور

Marfat.com

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ

اور جب اللہ نے قرار لیا کتاب والوں سے کہ اس کو بیان کروگے لوگوں پاس اور نہ چھپاؤ گے

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿١٨٧﴾

پھر پھینک دیا وہ قرار اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے مول تھوڑا سو کیا بری خرید کرتے ہیں

رہے کسی کو قیام نہیں موت سب کے پیچھے لگی ہوئی ہے اچھے بُرے جو مر گئے ان کو تو دنیا کی بھلائی برائی کا نتیجہ معلوم ہوگیا جو رہ گئے ہیں ان کو بھی یہی موقع پیش آنے والا ہے۔ فقط آنکھ بند ہونے کی دیر ہے اور آنکھ کا بند ہونا کچھ دور نہیں۔ کوئی اس میں آگے ہے کوئی پیچھے اور جب بھلائی برائی کا نتیجہ وقت مقرر پر سامنے آنے والا ہے تو بھلوں کو ہر طرح کی آزمایش کو موجب اجر جاننا اور اس پر صبر کرنا چاہیے کہ دنیا میں یہ بڑی ہمت اور عقبےٰ میں بڑے اجر کا کام ہے ؛

١٨٧- یہ وہی معاہدہ ہے جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذرا کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا کے پیدا کرنے سے ہزارہا برس پہلے دنیا کے ہر ایک دورہ کی مصلحت کے موافق اپنے علم ازلی میں ایک قانون قرار دیا ہے جس کو اس دورہ دنیوی کی شریعت کہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے سب نبیوں سے اور نبیوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہ عہد لیا ہے کہ ہر زمانہ میں اس شریعت کے موافق عمل ہوگا جو شریعت اس زمانہ کے لئے ٹھرائی گئی ہے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اہل کتاب نے محض اس دشمنی سے کہ یہ نبی آخر الزمان بنی اسمٰعیل میں کیوں ہوئے بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے اس معاہدہ کی پابندی چھوڑ دی تھی۔ اور نبی آخر الزمان کے اوصاف کی آیتوں کو چھپا ڈالا تھا۔ لوگوں کو اپنی طرف رجوع رکھنے اور اپنی ریاست اور فضیلت قائم رہنے کے لئے تورات کے مسئلے غلط بتلاتے تھے۔ اسی معاہدہ کی یاد دہی کی تنبیہ میں اللہ تعالےٰ نے بہت سی آیتیں قرآن شریف میں حسب موقع نازل فرمائی ہیں۔ چنانچہ پچھلی آیتوں میں یہود کی ایک غلط بیانی کا ذکر تھا کہ ہر نبی کے لئے آگ کا معجزہ ضرور ہے اللہ تعالےٰ نے ان آیتوں میں ان کی اس غلط بیانی کا جواب دیا۔ اور ان آیتوں میں یہ تنبیہ فرمائی کہ دنیا کے تھوڑے سے لالچ کے لئے اتنے بڑے سخت اور قدیمی معاہدہ کی مخالفت جو ان لوگوں نے اختیار کی ہے اور پھر اس پر اس بات کی ان کو خوشی ہے کہ ان کی چوری کوئی پکڑ نہیں سکتا یہ ان کی تجارت ایک بڑے ٹوٹے کی تجارت ہے دنیا چند روزہ ہے اس میں پھر چل کر انہوں نے کچھ کھا کما لیا تو پھر عقبےٰ کے ابدالآباد عذاب سے بچ کر کہاں جائیں گے وہ اللہ جس کی بادشاہت زمین و آسمان میں ہے کیا کوئی ہے ایسا جو ان کو اس کے عذاب سے چھڑا سکے بعضی روایتوں میں یہ جو ہے کہ یہ آیتیں منافقوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ منافقوں کے حال پر بھی ان آیتوں کا مضمون صادق آتا ہے کہ وہ بھی یہود کی طرح کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں ورنہ جو شان نزول ان آیتوں کی اوپر بیان کی گئی ہے ؛

Marfat.com

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا

تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں تعریف بن کئے پر

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

سو نہ جان کہ وہ خلاص ہیں عذاب سے اور ان کو دکھ کی مار ہے اور اللہ کو ہے سلطنت

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ ع ۱۹ ۹ ۱۰

آسمان اور زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے بے شک آسمان

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ

اور زمین کا بنانا رات اور دن کا بدلتے آنا ان میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو وہ جو

وہ صحیحین وغیرہ میں امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہے جو قابل ترجیح ہے اتنا ضرور ہے کہ اس روایت کے موافق اگرچہ یہ آیتیں اہل کتاب کی شان میں ہیں لیکن حکم ان کا عام ہے اس امت کا کوئی عالم بھی کسی حق بات کو جان بوجھ کر چھپائے گا تو قیامت کے دن اس سے ضرور مواخذہ ہوگا۔ چنانچہ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ صحیح ابن حبان وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو عالم جان کر کسی دین کی بات کو چھپائے گا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے[۲] اور حاکم نے اس کو بخاری مسلم کی شرط کے موافق صحیح بتلایا ہے[۳]

۱۸۸-۱۸۹۔ صحیحین میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی لڑائی پر جاتے تو منافق لوگ جھوٹے عذر پیش کر کے مدینہ میں رہ جاتے اور اپنے اس حیلہ سازی پر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ لڑائی پر سے واپس آتے تو اپنے ان عذروں کے سچے ہونے اور لڑائی سے رہ جانے کے افسوس پر قسمیں کھاتے تھے[۴] غرض ان کی اس قسماقسمی سے یہ ہوتی تھی کہ باوجود لڑائی میں شریک نہ ہونے کے لوگ ان کی تعریف کریں اور کہیں کہ مجبوری سے وہ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ ورنہ وہ شریک ہونے پر پورے آمادہ تھے اب حکم اس آیت کا عام ہے جو کوئی بغیر کسی نیک کام کرنے کے اس کام پر اپنی جھوٹی تعریف چاہے گا وہ اس حکم میں داخل ہو کر جس سخت عذاب کا اس آیت میں ذکر ہے اس عذاب میں مبتلا ہوگا اسی واسطے یہود لوگ جو تورات کے بعضے مسئلے چھوڑ کر پھر اپنے آپ کو توریت کا پورا پابند جھوٹ موٹ بتلاتے تھے۔ اور اس جھوٹی پابندی پر لوگوں سے اپنی مدح چاہتے تھے ان کا اس آیت کے حکم میں داخل ہونا خیال کر کے بعض صحابہ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت یہود کی شان میں اتری ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ یہود پر بھی اس آیت کا مطلب صادق آتا ہے۔

۱۹۰-۱۹۴۔ طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے شان نزول اس آیت کی وہی بیان کی ہے جو اوپر گزری

۱؎ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۶ کتاب التفسیر و جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۶ کتاب التفسیر ۲؎ جامع ترمذی ج ۲ ص ۸۹ و ابوداؤد ج ۲ ص ۵۱۵ کتاب العلم
۳؎ مستدرک حاکم ص ۱۰۱ ج ۱ کتاب العلم ۴؎ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۶ کتاب التفسیر ۔

Marfat.com

يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہیں آسمان

وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾

اور زمین کی پیدائش میں اے رب ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک ہے عیب سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے

رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾

اے رب ہمارے جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اس کو رسوا کیا اور گنہگاروں کا کوئی نہیں مددگار

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا

اے رب ہمارے ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا

اب بخش ہم کو گناہ ہمارے اور اُتار ہماری برائیاں اور موت دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ اے رب ہمارے اور دے ہم کو جو

وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾

وعدہ دیا تو نے اپنے رسولوں کے ہاتھ اور رسوا نہ کر ہم کو قیامت کے دن تحقیق تو خلاف نہیں کرتا وعدہ

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ

پھر قبول کی ان کی دعا ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت

بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا

تم آپس میں ایک ہو پھر جو لوگ اپنے وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے گھروں سے اور ستائے گئے

خلق السموٰات (۲ – ۱۶۴) کے تحت میں اس سے پہلے سورہ بقرہ میں بیان ہو چکی۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے اس شان نزول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور سورہ بقرہ بھی بلا اختلاف مدنی ہے۔ اور قریش کا یہ سوال کہ صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے مکہ میں تھا۔ پھر یہ شان نزول کیونکر صحیح ہو سکتی ہے[1] جواب اس اعتراض کا وہی ہے جو حافظ ابن حجر نے فتح الباری[2] میں دیا ہے کہ قریش کا وہ سوال اگرچہ مکہ میں تھا مگر اس زمانہ میں نہیں تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے مکہ میں مقیم تھے بلکہ یہ سوال ہجرت کے بعد اس زمانہ کا ہے۔ جب قریش میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں صلح تھی؟

۱۹۵۔ ترمذی، حاکم، سعید بن منصور، عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ ایک روز میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی ہجرت کے اجر کا ذکر قرآن شریف میں نہیں فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[3] حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۲ – ۲۰۳ – ۳۷۴ – ۳۸۴ [2] ج ۴ ص ۱۵۱ طبع دہلی کتاب التفسیر شرح باب قولہ ان فی خلق السموٰات والارض الآیۃ

[3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۱۴ و معالم ج ۲ ص ۳۲۶ و جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۷ کتاب التفسیر۔

Marfat.com

فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ

میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے اتاروں گا ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا باغوں میں

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

جن کے نیچے بہتی ندیاں بدلا اللہ ہی کے یہاں سے اور اللہ کے یہاں ہے اچھا بدلا

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ؕ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ قف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ

تو نہ بہک اس پر کہ آتے جاتے ہیں کافر شہروں میں یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر ان کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ

دوزخ ہے اور کیا بُری تیاری ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کو باغ ہیں جن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

نیچے بہتی ندیاں رہ پڑے ان میں مہمانی اللہ کے یہاں سے اور جو اللہ کے یہاں ہے سو بہتر ہے نیک بختوں کو

نیک کاموں کا بڑا قدردان ہے۔ نیک کام خواہ کوئی مرد کرے یا عورت اللہ تعالیٰ ضرور اس کا اجر دے گا۔ حاکم نے اس شان نزول کو بخاری کی شرط کے موافق صحیح بتایا ہے[۱]۔

۱۹۶—۱۹۸۔ اوپر کی آیتوں میں ذکر تھا کہ مخالف شریعت لوگوں کی تجارت بڑے ٹوٹے کی تجارت ہے کیونکہ دنیا چند روزہ ہے اس میں چھرچل کر ان لوگوں نے کچھ کما لیا تو بہ سبب مخالفت شریعت الٰہی کے پھر عقبیٰ کا ابدالآباد عذاب الٰہی ان کو بھگتنا پڑے گا۔ اس مطلب کی فہمایش کے لئے اللہ نے سورت کو اس مضمون پر ختم فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں کی دنیا کی آسودگی بہت جلد جانے والی چیز ہے۔ پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے پھر فرمایا جو لوگ پابند شریعت الٰہی ہیں وہ بھی تجارت سے نفع دنیاوی اٹھاتے ہیں۔ لیکن ان میں یہ وصف ہے کہ دنیا کے پیچھے انہوں نے اپنے دین کو نہیں گنوایا۔ اس لئے ان کو عقبیٰ میں بڑی بڑی راحتیں ہیں جنت اور دوزخ کے طرح طرح کے حالات میں اس قدر کثرت سے حدیثیں ہیں جن کا بیان کرنا مشکل ہے اس لئے مختصر طور پر اتنا ذکر کر دینا کافی ہے کہ جنت کی نعمتوں کے باب میں تو ابوہریرہؓ کی حدیث قدسی صحیح بخاری و مسلم کی اوپر گذر چکی ہے کہ جنت کی نعمتوں کا تفصیلی حال نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سُنا نہ ان کا تصور خیال کسی کے دل میں گذر سکتا ہے[۲]۔ اور دوزخ کے باب میں نعمان بن بشیرؓ سے صحیحین کی روایت ہے کہ کم سے کم دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی جوتیاں ان کم عذاب والے دوزخیوں کے پاؤں میں پہنا دی جائیں گی جن سے ان کا بھیجا کھولنے لگے گا جس طرح دیگ میں پکتے وقت کوئی چیز کھولنے لگتی ہے[۳]۔ غرض خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عملوں کی توفیق دے جس سے ان کو دوزخ کی آفتوں سے بچنا اور جنت کی نعمتوں کو برتنا نصیب ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

[۱] مستدرک ص ۳۰۰ ج ۲ کتاب التفسیر [۲] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۰ باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ [۳] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱ باب صفۃ الجنۃ والنار۔

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ

اور کتاب والوں میں بعضے وہ بھی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور جو اترا تمہاری طرف اور جو اترا ان کی طرف

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ أُولٰۗئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ

دبے ہوئے ہیں اللہ کے آگے نہیں خرید کرتے اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا وہ جو ہیں ان کو ان کی مزدوری ہے

رَبِّهِمْ ۭ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا

ان کے رب کے ہاں بے شک اللہ شتاب لیتا ہے حساب اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو

ع ۲۰ / ۱۱

وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع

اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو

آیاتها ۱۷۶ (۴) سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ (۹۲) رکوعاتها ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے بنایا تم کو ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا

۱۹۹—۲۰۰۔ مستدرک حاکم میں عبداللہ بن زبیرؓ سے اور نسائی میں حضرت انسؓ[۲] سے اور تفسیر ابن جریر میں حضرت جابرؓ سے جو روایت اس آیت کی شان نزول میں ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کا جب انتقال ہو گیا تو آپ نے صحابہ کو ساتھ لے کر بقیع میں جا کر نجاشی کی صلوٰۃ الغائب پڑھی۔ بعضے منافقوں نے یہ چرچا کیا کہ نصرانی غلام حبشی کی نماز مسلمانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں پڑھوائی اس چرچے کو غلط ٹھہرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[۲]۔ حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ سب اہل کتاب ایک سے نہیں ہیں بعضے وہ ہیں کہ عہد کے بعد اللہ کے احکام کو بدلتے اور چھپاتے ہیں جن کا ذکر اوپر گذرا۔ اور بعضے وہ ہیں جو اللہ کی کتابوں پر پورا ایمان رکھتے ہیں جیسے عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی اور نجاشی ان لوگوں کو اللہ اجر دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نجاشی در پردہ مسلمان تھا۔ حاکم نے اس شان نزول کو صحیح بتایا ہے[۳]۔

صحیح قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں جو روایت[۴] ہے اس میں حضرت عائشہؓ کے نکاح کے بعد اس سورت کا نازل ہونا پایا جاتا ہے۔ اور اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوا ہے۔

از تفسیر ابن جریر وغیرہ میں جو متعدد روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آگے جو اس سورت کی آیتیں آتی ہیں

---

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۴۳ [۲] تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۱۳ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۳۲۹ [۳] مستدرک حاکم ص ۳۰ ج ۲۔
[۴] تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۱۶۔

Marfat.com

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ

جوڑا اور بکھیرے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کا واسطہ دیتے ہو آپس میں

بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا

اور خبردار رہو ناتوں سے اللہ ہے تم پر مطلع اور دے ڈالو یتیموں کو ان کے مال اور

تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ص وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ

بدل نہ لو گندا ستھرے سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہے

حُوْبًا كَبِيْرًا ②

بڑا وبال ؛

ان میں اللہ تعالےٰ نے طرح طرح کے احکام قرابت کے ذکر فرمائے ہیں مثلاً قرابت داروں جن کی پرورش میں یتیم بچے ہوں۔ یتیموں کے مال کی بابت ان کو حکم فرمایا ہے یا کوئی شخص اگر مرجائے تو اس کا مال قرابت داروارثوں میں کیونکر تقسیم ہونا چاہیئے اس کا حکم فرمایا ہے پھر جب تک آدمی قرابت داروں کا پاس اور لحاظ پورا پورا نہ رکھے گا تو ان حکموں کی پابندی پوری پوری آدمی سے نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے ان حکموں کے ذکر فرمانے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے قرابت داری کو اپنے نام پاک کے ساتھ اس آیت میں ذکر فرما کر قرابت داری کی پاس داری کا دھیان لوگوں کو دلا دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے اسی طرح قرابت داری کی فروگذاشت سے ڈرنا چاہیئے کس لئے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے آدمی دوزخی ہوجاتا ہے اسی طرح قرابت داری کے شرعی برتاؤ میں کچھ فروگذاشت کرنے سے بھی آدمی دوزخی ہوجاتا ہے۔ صحیحین میں جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرابت کے حق کو ادا نہ کرے گا وہ ہرگز جنت میں نہیں جائے گا[۱]۔ اسی طرح صحیح بخاری[۲] اور صحیح مسلم[۳] میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رحم عرش معلیٰ میں لٹکا ہوا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ یا اللہ جو شخص صلہ رحمی کرے اس پر رحم فرما اور جو قطع رحمی کرے اس کو کاٹ ڈال۔ اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں ہیں غرض آگے جو احکام آتے ہیں ان کی تعمیل کی تاکید میں یہ آیت اللہ تعالےٰ نے بطور پیش بندی کے نازل فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اصل پیدائش انسان کی ایک ماں باپ سے ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ آپس کے سلوک میں اول تو اصل پیدائش کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے یہ خیال کرنا چاہیئے کہ جب اس اصل پیدائش کے ساتھ اور قرابت قریبہ مل جائے۔ تو آپس کے سلوک کی تاکید اور بڑھ جاتی ہے۔ رقیب کہتے ہیں اس کو جو ہر طرح کی خبر رکھے ؛

۲۔ تفسیر خازن وغیرہ میں جو سعید بن جبیر کی معتبر سند سے روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ غطفان قبیلہ میں ایک شخص

۱؎ صحیح بخاری ص ۸۸۵ ج ۲ باب اثم القاطع وصحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵ ۔ ۲؎ ج ۲ ص ۸۸۶ باب من وصل وصلہ اللہ ؛ ۳؎ ج ۲ ص ۳۱۵ باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها۔

Marfat.com

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کرو جو تم کو خوش آئیں عورتیں

مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ

دو دو تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھو گے تو ایک ہی یا جو اپنے ہاتھ کا مال ہے

اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ۳

اس میں لگتا ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو ؏

کے پاس اس کا یتیم بھتیجا پرورش پاتا تھا۔ جب وہ لڑکا ہوشیار ہوا تو اس نے اپنے باپ کا مال چچا سے مانگا چچا نے مال کے دینے سے انکار کیا۔ یہ جھگڑا آنحضرت کے پاس آیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1]۔ تو اس آیت کا حکم سن کر چچا نے اپنے بھتیجے کو مال دے دیا اور اس لڑکے نے وہ سب مال خیرات کر دیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹے کو خیرات کا اجر ملا اور باپ پر مال کے جمع کرنے کا وبال باقی رہا۔ اور اکثر رشتہ دار لوگ یتیموں کا اچھا مال رکھ کر اس کے عوض میں اپنا ناکارہ مال یتیموں کو دے دیتے تھے یا کھا جاتے تھے۔ ان دونوں باتوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منع فرمایا۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یتیم کا مال کھا جانا۔ شرک کرنا۔ جادو کرنا۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ جہاد سے بھاگنا۔ پارسا عورتوں پر بدکاری کا بہتان باندھنا۔ سود کھانا۔ یہ سات بڑے گناہ ہیں جن سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے[2]۔ ان سے بچو۔ حوب کے معنے گناہ کے ہیں ؏

۳۔ صحیح بخاری[3] میں روایت ہے کہ عروہ بن زبیرؓ نے عائشہ صدیقہؓ سے اس آیت کی شان نزول پوچھی تھی حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اے میرے بھانجے بعضے یتیم لڑکیاں لوگوں کی پرورش میں ہوتی تھیں وہ لوگ ان لڑکیوں کو مالدار اور قبول صورت دیکھ کر ان کے مال اور جمال پر گرویدہ ہو جاتے تھے اور پہلے تو ان لڑکیوں سے نکاح کر لیتے تھے پھر ان کو گھر کی لڑکیاں سمجھ کر پرائے گھر کی لڑکیوں جیسے ان کے حق ادا نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس سے منع فرمایا اور فرما دیا کہ ایسی صورت میں ایک سے لے کر چار تک تم پرائے گھر کی لڑکیاں کیا کرو تا کہ ان کے حق ادا کرنے پر تم کو پرائے گھر کی شرم دامن گیر ہو۔ چار سے زیادہ عورتوں کے نکاح میں رکھنے کی حرمت پر حدیثیں وارد ہیں اس لئے شیعہ یا جو اور لوگ چار سے زیادہ عورتیں منکوحہ رکھنے کے قائل ہیں ان کا قول ان حدیثوں کے مخالف ہے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہؓ ثقفی جب مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیبیاں تھیں وہ سب ان کے ساتھ مسلمان ہو گئیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیلان سے فرمایا چار عورتوں

---

[1] تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۳۱۴ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۸ کتاب الوصایا و صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۴ باب الکبائر و اکبرھا و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۶
[3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۸ کتاب التفسیر ج ۲ ص ۷۶۳ کتاب النکاح، و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۴۹ ؏

Marfat.com

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا

اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے پھر اگر وہ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تم کو دل کی خوشی سے

فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۴ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ

تو وہ کھاؤ رچتا پچتا اور مت پکڑا دو بے عقلوں کو اپنے مال جو اللہ نے بنائے

لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۵

تمہاری گزران اور ان کو اس پر کھلاؤ اور پہناؤ اور کہو ان سے بات معقول

کو ان میں سے تم رکھ لو۔ باقی کو چھوڑ دو[۱] اور ابوداؤد میں حارث بن قیس رضؓ سے روایت ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کی آٹھ بیبیاں تھیں۔ ان کو بھی آنحضرتؐ نے وہی حکم فرمایا جو حکم غیلانؓ کو دیا تھا[۲]۔ غیلان بن سلمہؓ اور حارث بن قیسؓ کی روایتیں حسن اور قابل حجت ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ جس طرح آپ نے لوگوں کے پاس ایک ساتھ دو بہنوں کو پا کر ایک کو ان میں سے چھوڑوا دیا ہے جس کی روایت معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے اسی طرح آپ نے چار سے زیادہ عورتوں کو چھوڑوا دیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حرمت میں یہ دونوں امر برابر ہیں آخر آیت میں فرمایا کہ زیادہ بیبیاں کرنے میں تم کو یہ ڈر ہو کہ تم نان و نفقہ وغیرہ میں ان کے ساتھ انصاف سے نہ پیش آسکو گے تو نہ چار کرو نہ تین نہ دو۔ بلکہ ایک ہی بی بی۔ یا لونڈی پر قناعت کرو تا کہ تم پر بار کم ہو اور جس بے انصافی کا خطرہ ہے وہ پیش نہ آئے ؏

۴۔ صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ نکاح کے باب میں اسلام سے پہلے طرح طرح کے رواج تھے یہ آیت نازل فرما کر اللہ تعالےٰ نے اسلام میں جن کو بند فرما دیا ایک رواج تو یہ تھا کہ جب کوئی یتیم لڑکی ایسی مالدار یا خوبصورت نہ ہوتی کہ پرورش کرنے والا قرابت دار خود اس سے نکاح کرنے پر مائل ہو تو ایسی حالت میں وہ ولی پرورش کرنے والا۔ اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیتا تھا۔ مگر یہ نکاح اس طرح بے دلی سے کیا جاتا تھا کہ ماں باپ والی لڑکی کی طرح اس کا مہر نہیں باندھا جاتا تھا جو قدر قلیل مہر ٹھہر جاتا تھا۔ وہی کافی خیال کیا جاتا تھا۔ اور کبھی کبھی اس طرح کی لڑکی کو بلا مہر کے ایک اونٹ پر بٹھا کر خاوند کے گھر بھیج دیا جاتا تھا۔ کبھی کسی خاندان میں اپنی لڑکی بلا مہر بیاہی جا کر نکاح کے وقت یہ شرط ٹھہر جاتی تھی کہ اس خاندان کی ایک لڑکی ہم بھی بلا مہر لیویں گے۔ اسی کو نکاح شغار کہتے ہیں اور نکاح کے بعد عورت اگر اپنا سارا مہر یا اس کا کوئی حصہ معاف کر دیوے تو اس کو بھی جائز نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ اور پرورش کرنے والے مہر لے کر خود رکھ لیتے تھے۔ لڑکی کو اس میں سے کچھ نہیں دیتے تھے ؏

۵۔ یہاں عبداللہ بن عباسؓ وسعید بن جبیرؒ میں اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی شان نزول یہ فرماتے

[۱] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۲ باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۰ [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۱ و سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۰۴ باب فی من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع [۳] ج ۱ ص ۱۳۲ باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ اختان ؏

Marfat.com

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا

اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری تو حوالے کرد

اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ

ان کے مال اور کھا نہ جاؤ ان کو اڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ بڑے نہ ہو جائیں اور جو کوئی

غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ

محظوظ ہے تو چاہیے کہ بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہے تو کھائے موافق دستور کے پھر جب ان کو حوالے کرو

اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶

ان کے مال تو شاہد کر لو اس پر اور اللہ بس ہے حساب سمجھنے والا

ہیں کہ جس شخص کی بی بی بدسلیقہ ہو یا اولاد بدخرچ اور بے وقوف ہو تو ایسی بی بی بچوں کے ہاتھ میں خرچ نہ دینے کے لئے یہ آیت اتری ہے، اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ نہیں جو یتیم بے وقوف ہوں ان کا مال ان کے ہاتھ میں نہ سونپ دینے کے لئے یہ آیت اتری ہے۔ لیکن اصل میں اس آیت کا حکم عام ہے ہر طرح کے بے وقوف کو شامل ہے اور حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ بدسلیقہ خواہ بی بی بچے ہوں یا یتیم مال ان کے حوالہ نہ کیا جائے ہاں ان کو اس مال میں سے کھلانا پہنانا چاہئے اور ان سے اس طرح کی فہمایش کی باتیں کہہ دینی چاہئیں جس سے ان کا دل خوش ہو مال کو گذران اس لئے فرمایا کہ اس سے ہر طرح کا کام چلتا ہے ؛

۶۔ تفسیر خازن وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص رفاعہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انتقال ہوا رفاعہ کے بھائی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آن کر مسئلہ پوچھا کہ رفاعہ کا بیٹا ثابت میری پرورش میں ہے اس کا مال جو اس کا باپ چھوڑ مرا ہے کب اس کے حوالہ کیا جائے اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ یتیم لڑکا لڑکی جب بالغ ہو جائیں اور ان کی عقل بھی ترکہ کا مال سنبھالنے کے قابل نظر آئے اس وقت ان کا مال ان کے حوالہ کر دیا جائے اور غنی پرورش کرنے والا قرابت دار یتیم کے مال میں سے کچھ خرچ نہ کرے البتہ محتاج پرورش کرنے والا[1] قرابت دار ضروری اپنا ذاتی خرچ یتیم کے مال میں سے چلا لیا کرے اور یتیم کو جب مال حوالہ کیا جائے تو دو گواہوں کے روبرو حوالہ کیا جایا کرے تاکہ آیندہ کو جھگڑا نہ پڑے بعضے علماء نے لڑکا لڑکی کی عقل اور ہوشیاری آزمانے کی یہ صورت بیان کی ہے کہ پہلے ان کو تھوڑا سا مال دے کر ان کا کام کاج دیکھا جائے اور اس سے انکی ہوشیاری کا اندازہ کیا جائے۔ بالغ ہونے کی علامت زیر ناف کے بال اور احتلام ہے ؛

[1] تفسیر معالم ج ۲ ص ۳۵۰ ؛

Marfat.com

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ

مردوں کو بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور ناتے والے اور عورتوں کو بھی حصہ ہے

مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿۷﴾

اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور ناتے والے اس تھوڑے میں یا بہت میں حصہ مقرر کیا ہوا

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَ

اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج تو ان کو کچھ کھلاؤ اس میں سے اور

قُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿۸﴾

کہو ان کو بات معقول ؏

۷۔ ابن حبان نے کتاب الفرائض صحیح ابن حبان میں اور ابوالشیخ نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ لڑکوں کے قرابت دار مرنے کے مال میں سے لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے تھے۔ اور لڑکوں کو بھی حد بلوغ تک پہنچنے سے پہلے حصہ سے محروم رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ مردے کے مال میں سے حصہ پانے کا وہی حق دار ہے جو لڑائی بھڑائی کے کام کا ہو۔ اسلام کے بعد ایک شخص اوس بن ثابت انصاریؓ نے وفات پائی تین لڑکیاں اور ایک بی بی ام کجہ اوس بن ثابتؓ کے وارث اگرچہ موجود تھے لیکن اوس بن ثابتؓ کے چچازاد بھائی سوید اور عرفطہ نے سب مال اوس بن ثابتؓ کا لے لیا اور اوس بن ثابتؓ کی بی بی اور لڑکیوں کو کچھ نہ دیا۔ اوس بن ثابتؓ کی بی بی ام کجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ماجرے کا ذکر کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مگر یہ آیت مجمل تھی اس سے اسی قدر معلوم ہوتا تھا کہ جاہلیت کا دستور اللہ کو ناپسند ہے بی بی اور لڑکیوں کا حصہ خاوند اور باپ کے مال میں ہونا چاہیے۔ لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ حصہ کس قدر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بطور تمہید کے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور آگے کی آیت یُوصِيكُمُ اللّٰهُ میں ہر ایک کے حصہ کی تفصیل نازل فرمائی؏

۸۔ اس آیت کے منسوخ ہونے اور نہ ہونے میں صحابہ اور تابعین کا بڑا اختلاف ہے یہاں تک کہ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی اس باب میں دو روایتیں آئی ہیں۔ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت یوصیکم اللہ سے منسوخ ہے اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ منسوخ نہیں ہے اور رفع اس اختلاف کا یہی ہے کہ منسوخ نہ ہونے کی روایت بہ نسبت منسوخ ہونے کی روایت کے زیادہ قوی ہے چنانچہ اسی وجہ سے امام بخاری نے صحیح بخاری[۲] میں بوجہ ثقاہت راویوں کے منسوخ نہ ہونے کی روایت کو لیا ہے دوسری روایت کو نہیں لیا۔ اور اس صورت میں معنے اس آیت کے آیت یوصیکم اللہ کے ساتھ ملا کر یہ ہوں گے کہ آیت یوصیکم اللہ سے جن قرابت داروں کے حصہ قرار پائے ہیں ان قرابت داروں کے ماسوا جو اور ایسے قرابت دار ہیں جن کا کچھ حصہ مقرر نہیں ہے ان کا اس

[۱] لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی ص ۵۸ طبع مصر ۱۹۳۵ء و معالم ج ۲ ص ۵۶ [۲] ج ۲ ص ۶۵۸ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۵؏

Marfat.com

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ ص

اور چاہئے ڈریں وہ لوگ اللہ سے کہ اگر چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف تو خطرہ کھائیں ان پر

فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿۹﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ

تو چاہئے ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے

ع ۱۰/۱۲ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿۱۰﴾

ناحق وہی کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ اور اب پیٹھیں گے آگ میں

آیت میں ذکر ہے کہ تقسیم مال کے وقت ان کو کھانا کھلایا جائے۔ یا کچھ شے دیا جائے اور زیادہ نہ دینے کا عذر نرم لفظوں میں کر دیا جائے اس وجہ سے دونوں آیتوں کا حکم اپنی اپنی جگہ قائم ہے ایک حکم دوسرے حکم سے منسوخ نہیں ہے چنانچہ بعضی روایتوں میں خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اِن معنوں کی صراحت فرمائی ہے[1]۔

۹-۱۰۔ علمائے مفسرین نے اس آیت کی شان نزول دو طرح بیان کی ہے بعضے کہتے ہیں کہ قریب المرگ بیمار کے پاس اوپر والے لوگ۔ بیمار کو ایسی صلاحیں دیا کرتے تھے کہ حق دار وارثوں کا حق مار کر غیروں کے نام تہیسرے حصہ سے زیادہ نام نمود کے لئے وصیت کرے ان کی ممانعت میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور اس طرح کے صلاح کاروں کو ڈرایا ہے کہ صلاح نیک دو آج دوسروں کی اولاد کا حق مارا جانے کی صلاح دو گے تو کل تمہاری اولاد کے لئے بھی یہی دن پیش آنے والا ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ یتیموں کے بڑے بوڑھے یتیموں کو اور یتیموں کے مال کو بے احتیاطی سے رکھتے تھے ان کے ڈرانے کو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ کل کو تمہاری اولاد بھی یتیم ہونے والی ہے دوسروں کی یتیم اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھو اور اپنی اولاد کا یہ دن یاد کرو رفع اس اختلاف کا یہی ہے کہ آیت عام ہے دونوں حکموں کو شامل ہے چنانچہ خود امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دونوں شان نزول کی روایتیں ہیں۔ صحیح ابن حبان میں ابی برزہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ قیامت کے دن ایک گروہ خلقت کا قبروں سے جب اٹھے گا تو اُن کے منہ اور آنکھ ناک کانوں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے صحابہ نے پوچھا کہ حضرت وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا یتیموں کا مال کھانے والے[2]۔ اور وصیت میں بے احتیاطی کی ممانعت کی یہ حدیث ترمذی اور ابوداؤد کے حوالہ سے[3] اوپر سورہ بقرہ[4] میں گذر چکی ہے کہ بعضے لوگ ساری عمر نیک عمل کر کے آخر وقت وصیت میں بے احتیاطی کرتے ہیں جس سے ان کے سارے نیک عمل ضائع ہو جاتے ہیں بعضے مفسروں نے یہ جو وہم کیا ہے کہ آیت وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ[5] سے آیت إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ

[1] تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۲۳ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۶ [3] جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۳ کتاب الوصایا و ابوداؤد ج ۲ ص ۳۹۶ باب فی کراھیۃ الاضرار فی الوصیۃ بروایت ابی ہریرہؓ [4] یعنی زیر آیت فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۱۸۲)

Marfat.com

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً

کہہ رکھتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد میں مرد کو حصہ برابر دو عورتوں کے پھر اگر نری عورتیں ہوں

فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ

دو سے اوپر تو ان کو دو تہائیاں جو چھوڑ مرا اور اگر ایک ہے تو اس کو آدھا

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن

اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو دونوں میں چھٹا حصہ جو چھوڑ مرا اگر میت کی اولاد ہے پھر اگر

لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ

اس کو اولاد نہیں اور وارث ہیں اس کے ماں باپ تو اس کی ماں کو تہائی پھر اگر میت کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں

السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا

کو چھٹا حصہ بعد وصیت کے جو دلوا مرا یا قرض کے تمہارے باپ اور بیٹے تم کو معلوم نہیں

تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (۱۱)

کون شتاب پہنچتے ہیں تمہارے کام میں حصہ باندھا اللہ کا ہے اللہ خبردار ہے حکمت والا

اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا۔ منسوخ ہے یہ وہم بالکل غلط ہے یتیم کا مال کھانا کسی طرح جائز نہیں ہے اور نہ آیت وان تخالطوھم کا مطلب یہ ہے کہ یتیم کا مال کھانا جائز ہے بلکہ اس آیت کا مطلب تو اسی قدر ہے کہ یتیم کے خرچ سے یتیم کے کھانے کے موافق آٹا دال وغیرہ جنس میں ملا کر پکا سکتے ہو غرض یتیم کے مال کی بابت جب اللہ تعالے نے سخت اور تشددی احکام نازل فرمائے تو لوگ بہت ڈر گئے تھے۔ اور جن لوگوں کی پرورش میں یتیم تھے انہوں نے یہاں تک احتیاط کی کہ یتیموں کا کھانا بھی الگ پکوانے لگے اس میں ایک طرح کا حرج تھا اس لئے اللہ تعالے نے آیت وان تخالطوھم سے صرف اس حرج کو رفع فرما دیا ہے کسی حکم کی منسوخی اس آیت سے نہیں فرمائی ہے اوپر حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث گذر چکی ہے[۱] جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے مال کھا جانے کو بڑا گناہ فرمایا ہے۔ اس سے ابن حبان کی روایت کی تائید ہوتی ہے ؛

۱۱ صحاح ستہ[۲] اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت جابرؓ سے ان آیات کی شان نزول جو بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ خود حضرت جابرؓ بیمار تھے آنحضرت ان کی خیر و عافیت کی خبر کو تشریف لائے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی آنحضرت کے ساتھ تھے اتنے میں حضرت جابرؓ کو غش آگیا۔ آنحضرت نے ان کا یہ حال دیکھ کر پانی منگوا کر وضو کیا اور وضو کا بچا ہوا پانی حضرت جابرؓ پر چھڑکا۔ جس سے حضرت جابرؓ کو ہوش آیا۔ اور حضرت جابرؓ نے اپنے مال کی تقسیم کی بابت آنحضرت سے مسئلہ پوچھا۔ اسی طرح سعد بن ربیعؓ کی بی بی نے بھی آنحضرت سے فریاد کی تھی کہ سعد بن ربیعؓ کے بھائی نے سب مال سعدؓ کا لے لیا ہے۔ سعد بن ربیعؓ کی دونوں بیٹیوں کو

[۱] یعنی سورۃ النساء کے شروع میں آیت نمبر (۲)، [۲] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۸ کتاب التفسیر و کتاب الفرائض ص ۹۹۵ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۷ الخ ؛

Marfat.com

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ

اور تم کو آدھا مال جو چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر نہ ہوں ان کی اولاد پھر اگر ان کی اولاد ہے

وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَ

تو تم کو چوتھائی مال جو چھوڑا بعد وصیت کے جو دلوا مریں یا قرض کے اور

لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ

عورتوں کو چوتھائی مال جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تم کو اولاد پھر اگر تم کو اولاد ہے تو ان کو

الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ

آٹھواں حصہ جو کچھ تم نے چھوڑا بعد وصیت کے جو تم دلوا مرو یا قرض کے اور اگر جس

رَجُلٌ يُّورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

مرد کی میراث ہے باپ بیٹا نہیں رکھتا یا عورت ہو اور اس کا ایک بھائی ہے یا بہن تو دونوں میں ہر ایک کو

کچھ نہیں دیا۔ اور ام کجہ نے فریاد کی تھی جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اس طرح کی تقسیم کے سوالات پیش آنے سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں[1] اور طرح طرح کے حصوں کو اس آیت اور اس کے مابعد کی آیت اور آخر سورت کی آیت میں بیان فرمایا۔ منجملہ اس کے اس آیت میں دو میراثیں بیان فرمائیں اولاد کی اور ماں باپ کی۔ اولاد میں اگر لڑکے لڑکیاں دونوں ہوں تو لڑکوں کا دوہرا حصہ ہے اور لڑکیوں کا اکہرا اور اگر میت کا کوئی لڑکا نہ ہو بلکہ فقط ایک لڑکی اولاد میں ہو تو آدھا مال لیوے اور کئی لڑکیاں ہوں تو دو تہائی مال برابر بانٹ لیں۔ اگر میت کی اولاد ہے یا ایک سے زیادہ بھائی بہن ہیں تو ماں کا چھٹا حصہ اور دونوں نہیں تو تہائی اسی طرح میت کی اگر اولاد ہے تو باپ کا چھٹا حصہ ہے۔ اور اولاد نہیں ہے تو ماں کو تہائی مال دیا جا کر باپ کو باقی سب مال مل جائے گا۔ میت نے کچھ وصیت کی ہو یا اس کے ذمہ کچھ قرض ہو تو اجرائے وصیت اور ادائے قرضے کے بعد یہ حصے ہوں گے۔ آخر آیت کا یہ مطلب ہے کہ میت کا نفع ماں۔ باپ اور بیٹے دونوں سے متعلق ہے اس لئے وہ طریقہ جس میں مال بغیر وصیت کے فقط بیٹے کو ملتا تھا۔ اور وصیت ماں باپ کے لئے ہوتی تھی۔ آیندہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے موقوف کر دیا ؏

۱۲۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ بی بی کے مال میں شوہر کا آدھے مال کا حصہ ہے جب کہ بی بی کے اولاد نہ ہو اور اگر اس شوہر یا اور شوہر سے اولاد ہو تو شوہر کا چوتھائی مال کا حصہ ہے۔ اسی طرح شوہر کے مال میں بی بی کا چوتھائی مال کا حصہ ہے جب کہ شوہر کے کوئی اولاد نہ ہو اور اگر اولاد ہو تو بی بی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ اب میاں بی بی کے میراث کے بعد آیت میں بھائی بہن کی میراث کا جو ذکر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کے ساتھ بھائی بہن کو کچھ نہیں ملتا جب باپ اور بیٹا نہ ہوں تو میت کے بھائی بہن کی یہ صورت ہے کہ اگر وہ بھائی بہن سگے ہوں یا فقط باپ

[1] یعنی اسی سورت کی آیت (۷) میں [2] صحیح ترمذی ج ۲ ص ۳ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۷ و لباب النقول ص ۵۸ - ۵۹ ؏

Marfat.com

السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوْٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

چھٹا حصہ پھر اگر زیادہ ہوئے اس سے تو سب شریک ہیں ایک تہائی میں بعد وصیت کے

يُّوْصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

جو ہو چکی ہے یا قرض کے جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو یہ کہہ رکھا اللہ نے اور اللہ سب جانتا ہے تحمل والا

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

یہ حدیں باندھی اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کرے باغوں میں جنکے نیچے

تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ

بہتی ندیاں رہ پڑے ان میں اور وہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی بے حکمی کرے اللہ کی

میں شریک ہوں تو ان کا حصہ مثل میت کے اولاد کے دوہرا اور اکہرا ہے۔ لیکن ان کے حصہ کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے بلکہ اس آیت میں فقط ان بھائی بہن کے حصہ کا ذکر ہے جو ماں میں شریک ہیں کہ ایک کو ان میں سے چھٹا حصہ ہے اور زیادہ کو تہائی اور اکثر علما کا قول ہے کہ جس میت کا باپ بیٹا دونوں میں سے کوئی نہ ہو اس کو کلالہ کہتے ہیں۔ شروع رکوع سے یہاں تک حصہ داروں کا بیان ہوا۔ آدھا۔ پاؤ۔ آٹھواں۔ تہائی دو تہائی۔ چھٹا۔ یہ حصے ہیں جو ان حصہ داروں کو مل سکتے ہیں اگر ان حصوں میں کچھ خلل تقسیمی پڑ جاتے تو تہائی یا چھٹا حصہ مقررہ حصہ پر بڑھا لیتے ہیں جس کو عول کہتے ہیں زیادہ تفصیل اس کی فرائض کی کتابوں میں ہے۔ اب حصہ داروں کے سوا اور قسم کے وارث ہیں جن کو عصبہ کہتے ہیں ان کا کچھ حصہ نہیں ہے۔ لیکن اگر حصہ دار نہ ہوں تو عصبہ سب مال لے لیتا ہے اور کبھی عصبہ کو حصہ داروں سے بچا ہوا سب مل جاتا ہے جیسے اوپر گذرا کہ میت کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہوں تو ماں کو تہائی مال۔ دیا جا کر باقی سب مال باپ کو مل جاتا ہے۔ اگر حصہ دار اور عصبہ دونوں نہ ہوں تو تیسری قسم ذوی الارحام کی ہے وہ ایسے قرابت دار ہیں جن میں عورت کا واسطہ ہے جیسے نانا یا نواسا ان کا حساب بھی عصبہ کا سا ہے زیادہ تفصیل ان سب مسائل کی فرائض اور فقہ کی کتابوں میں ہے۔ وصیت میں نقصان کی دو صورتیں ہیں یا تو یہ کہ تہائی سے زیادہ وارثوں کے سوا کسی اجنبی شخص کے نام وصیت کرائی جائے یا یہ کہ جس وارث کا حصہ معین ہے اس کو اپنی طرف سے رعایت کر کے کچھ زیادہ کی وصیت کر دے، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں یہ ہے کہ بعضے آدمی عمر بھر اچھے کام کرتے ہیں اور آخر عمر میں خلاف شریعت وصیت کر کے اپنی عقبیٰ بگاڑ لیتے ہیں[1]۔ اس حدیث کی سند میں شہر بن حوشب ہے جن کا حال اوپر ایک جگہ گذر چکا ہے[2] اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے ؛

۱۳-۱۴۔ لفظ تلک سے ان احکام کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو شروع سورت سے یہاں تک نکاح، یتیموں کے مال، میراث، اور وصیت کے باب میں گذرے ہیں اور ان احکام کا نام حدود اس لئے فرمایا کہ ان کی پابندی اور ترک پابندی پر

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۳ کتاب الوصایا و ابوداؤد ج ۲ ص ۳۹۶ [2] یعنی سورۃ بقر کی زیر آیت (۱۸۲)

Marfat.com

وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ

اور رسول کی اور بڑھے اس کی حدوں سے اس کو داخل کرے آگ میں رہ پڑے ان میں اور اس کو ذلت

مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ع وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ ع ۲ ۱۴

کی مار ہے اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں تو شاہد لاؤ ان پر

اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ

چار مرد اپنے پھر اگر وہ گواہی دیں تو ان کو بند رکھو گھروں میں جب تک بھر لے ان کو

الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ

موت یا کردے اللہ ان کی کچھ راہ اور جو دو کرنے والے کریں تم میں سے وہی کام تو ان کو ستاؤ

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾

پھر اگر توبہ کریں اور سنوار پکڑیں تو ان کا خیال چھوڑ دو اللہ توبہ قبول کرتا ہے مہربان

جنت کے وعدے اور دوزخ کے وعید کو مختصر فرمایا ہے لیکن باوجود اس وعدہ اور وعید کے اس آخری زمانہ میں ان حدود اللہ کے اکثر لوگ پابند نہیں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو اپنے احکام کی پابندی کی توفیق عنایت فرمائے ۔

۱۵ ۔ ۱۶ ۔ معتبر سند سے سند بزار میں حضرت امام المفسرین عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سورہ نور کی آیت الزانیۃ والزانی کے نازل ہونے تک بدکار عورت کو بدکاری سے باز رکھنے کے لئے گھر میں تازیست بند رکھنے کا حکم تھا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ سورہ نور میں کنوارے مرد عورت کے لئے سو کوڑے مارنے اور سال بھر کی جلاوطنی کا اور بیاہے ہوئے مرد و عورت کے لئے سنگسار کرنے کا حکم نازل فرمایا ۔ اسی طرح مسند امام احمدؒ صحیح مسلم اور سنن میں عبادہ بن صامت رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سورہ نور کی آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورتوں کے تازیست گھر میں بند رکھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے کنوارے مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور برس دن کی جلاوطنی کا اور بیاہے ہوئے مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور سنگسار کرنے کا حکم نازل فرمادیا اس حکم کو یاد کرلو ۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے[1] ۔ سنگساری کے ساتھ کوڑوں کا حکم اس حدیث میں جو ہے امام احمدؒ کا عمل بھی اس کے موافق ہے ۔ باقی ائمہ کا اس میں اختلاف ہے ۔ اسی طرح برس دن کی جلاوطنی کو امام ابوحنیفہؒ نے حاکم کی رائے پر منحصر رکھا ہے[2] ۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ سورہ نور کی آیت سے یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں ظاہر یہی ہے کہ یہ صورت ناسخ منسوخ کی نہیں ۔ کیونکہ یہ آیت سرے سے ہی ایک مدت معینہ کے عمل کے لئے تھی ۔ منسوخ تو وہ ہے کہ بلا قید مدت کے ایک حکم نازل ہو اور پھر دوسرے حکم سے اس پہلے حکم کا عمل موقوف کردیا جائے آیت کے دوسرے ٹکڑے میں یہ جو فرمایا کہ " جو دو کرنے والے کریں تم میں

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵ باب حد الزنا و جامع ترمذی ص ۱۹۷ ج ۱ باب ما جاء فی الرجم و ابوداؤد ج ۲ ص ۶۰۶ باب فی الرجم و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۲ ۔ [2] وہ سب تقریباً سب ہی اماموں کا مسلک اور یہ کی حدیث کے موافق ہے اور وہی درست اور راجح ہے پوری بحث کے لئے دیکھئے نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۵۲ ۔ ۲۵۳ طبع منیریہ مصر ۔

Marfat.com

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن

توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور سو ان کی جو کرتے ہیں برا نادانی سے پھر توبہ کرتے ہیں

قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ

شتاب سے تو ان کو اللہ معاف کرتا ہے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا اور ان کی

التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ج حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

توبہ نہیں جو کرتے جاتے ہیں بُرے کام جب تک سامنے آئے ایسے کسی کو موت

قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا

کہنے لگا میں نے توبہ کی اب اور نہ ان کو جو مرتے ہیں کفر میں ان کے واسطے ہم نے تیار کی

لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾

دُکھ کی مار

وہی کام تو ان کو ستاؤ" اس کی تفسیر میں مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ بدفعلی ہے جو دو مرد آپس میں کریں۔ حد کے نازل ہونے سے پہلے ان کے ستانے کا حکم تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ان کو توبہ کرنے سے پہلے زبانی جھڑک دیا جائے اور کچھ معمولی مارپیٹ کر دی جائے اب حد کے نازل ہو جانے کے بعد بعضے سلف تو ان کے حق میں حد زنا کے قائل ہیں۔ ایک قول کے موافق امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے۔ اور بعضے حد قتل کے اور بعضے آگ میں جلانے یا بلند جگہ پر سے دھکا دے کر گرا دینے کے قائل ہیں حد قتل کے باب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے ایک مرفوع روایت بھی مسند امام احمدؒ ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ مستدرک حاکم اور بیہقی میں اور ایک روایت ابوہریرہؓ سے ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ہے۔ لیکن علماء نے ان حدیثوں میں طرح طرح کا کلام کیا ہے ہاں اتنی بات ہے کہ اس باب کی سب روایتوں کو ملایا جائے تو اس حکم کو ایک طرح کی قوت ہو جاتی ہے اسی واسطے ایک روایت کے موافق امام شافعی کا مذہب یہی قرار پایا ہے[۲]۔

۱۷۔۱۸۔ اوپر کی آیت میں توبہ کا ذکر تھا۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کے قبول ہونے اور نہ ہونے کا ذکر فرمایا اوپر گذر چکا ہے کہ توبہ کے قبول ہونے کا وقت وہی ہے کہ آدمی گناہ کر کے اضطرار کی حالت سے پہلے توبہ کر لے ورنہ موت کے آثار پیدا ہو جانے اور اضطرار کی حالت پیش آ جانے کے وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اضطرار کی حالت کے پیش آ جانے کا یہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح فرعون نے بالکل ڈوبتے وقت توبہ کی اور قبول نہ ہوئی اسی طرح خراٹا لگ جانے اور دم اکھڑ جانے کے وقت کوئی شخص توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول نہ ہو گی چنانچہ اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث

---

[۱] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۷۶ باب ماجاء فی حد اللوطی و سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۶۱۳ باب فیمن عمل عمل قوم لوط؛ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۳ و ابن ماجہ ص ۱۸۷ باب من عمل عمل قوم لوط بروایت ابن عباسؓ و ابی ہریرہؓ۔

[۲] پوری مدلل بحث کے لئے دیکھئے نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۸۷–۲۸۸ طبع منیریہ مصر؛

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

اے ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتوں کو زور سے اور نہ ان کو بند کرو

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَ

کہ لے لو ان سے کچھ اپنا دیا مگر یہ کہ وہ کریں بے حیائی صریح اور

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا

گزران کرو عورتوں کے ساتھ معقول پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں تو شاید تم کو نہ بھائے ایک چیز

19 وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ

اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت خوبی اور اگر بدلا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت

وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا

اور دے چکے ہو ایک کو ڈھیر مال تو پھیر نہ لو اس میں سے کچھ کیا لیا چاہتے ہو ناحق

20 وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ

اور صریح گناہ سے اور کیوں کر اس کو لے سکو اور تحقیق پہنچ چکی ایک دوسرے تک اور لے چکیں

21 مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

تم سے عہد گاڑھا ؎

جس کو ترمذی نے حسن کہا[1] ہے اوپر گذر چکی[2] ہے حاصل کلام یہ ہے کہ توبہ کے قبول ہونے کے لئے آیندہ گناہ سے باز رہنے اور نیک کام کرنے کا ارادہ ضرور ہے غرغرا لگ جانے کے بعد موت کا بالکل یقین ہو جاتا ہے اور اس ارادہ کا موقع باقی نہیں رہتا اس واسطے اس وقت کی توبہ پوری نہیں جیسے مغرب کی طرف سے آفتاب نکلنے کے وقت سب کو موت کا یقین ہو جائے گا اور اس وقت کی توبہ مفید نہ ہونے کے سبب سے توبہ کا دروازہ جو مغرب کی طرف ہے وہ بند ہو جائے گا۔ چنانچہ ترمذی[3] وغیرہ میں جو معتبر سند سے روایتیں ہیں ان میں صراحت سے اس کا ذکر ہے ؎

۱۹ ــ ۲۱ بخاری ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اسلام سے پہلے یہ دستور تھا کہ مرے کے وارث بیوہ عورت کو غیر جگہ نکاح نہیں کرنے دیتے تھے بلکہ اس عورت کو مجبور کر کے خود ہی اس سے نکاح کرتے تھے اور دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی اجازت دیتے تو مہر کی ساری رقم یا اس میں کا کوئی حصہ اس عورت سے خود لے لیتے تھے غرض بہ نسبت عورت کے رشتہ دار اور وارثوں کے خود ہی عورت کے زیادہ حق دار ٹھہرتے تھے اس دستور کو اسلام میں بند کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[4] اور فرمایا کہ مرے کے وارثوں کو یہ نہ چاہئے کہ بیوہ کو غیر جگہ نکاح کرنے سے روکیں تاکہ بیوہ عاجز ہو کر جو کچھ میت نے اس کو دیا تھا وہ پھیر دیوے ہاں بیوہ کوئی بے شرع بات کرے تو اس سے

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۹۲ [2] یعنی زیر آیت (۸۶ ــ ۹۱) سورۂ آل عمران [3] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۹۲ باب ما جاء فی فضل التوبۃ والاستغفار [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۸ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۵ ؎

Marfat.com

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً

اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ مگر جو آگے ہو چکا یہ بے حیائی ہے

وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ ع حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ ع ۳ / ۱۴

اور کام غضب کا اور بُری راہ ہے حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں

وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ

اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور جن ماؤں نے تم کو

روکنا ان کو پہنچتا ہے پھر فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ گذران حسن سلوک سے کرنی چاہئے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر ان میں کوئی بات بدخوئی کی ہوتی ہے تو کوئی بات خوبی کی ہوتی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ زبردستی مہر کا پھیر لینا مرنے کے وارثوں کو یا خود شوہر زندہ کو دوسرا نکاح کرنے اور پہلی بی بی کے چھوڑ دینے کی صورت میں ہرگز نہیں پہنچتا۔ کیونکہ نکاح کے وقت حسن سلوک کا عہد و پیمان ہو چکا اور ایک عرصہ تک وہ عورت خانہ داری کر چکی تو اب زبردستی اس سے مہر کا پھیر لینا ایک امر ناحق اور صریح گناہ ہے ؎

۲۲۔ طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ابن سعد نے انصار کا یہ دستور بیان کیا ہے کہ اسلام سے پہلے جب ایسا کوئی شخص مرجاتا تھا جس کی منکوحہ عورت ہو اور اس عورت کا سوتیلا بیٹا بھی ہو تو وہ سوتیلا بیٹا اس اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا کرتا تھا۔ چنانچہ اسلام کے بعد ایک شخص ابو قیس نے وفات پائی اور اس کے بیٹے قیس نے اپنی ماں سے نکاح کرنا چاہا اس عورت نے انکار کیا اور کہا کہ میں تجھ کو اپنا بیٹا شمار کرتی ہوں۔ اور اس عورت نے اس قصہ کو آنحضرت سے آن کر بیان کیا آپ نے فرمایا تو اپنے گھر جا کر بیٹھ اس دستور کے بند کرنے میں شاید اللہ تعالیٰ کوئی حکم نازل فرمائے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1]۔ اور فرمایا کہ اسلام سے پہلے جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا۔ مگر اسلام میں یہ کام بے حیائی اور قباحت شرعی اور گمراہی کا ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کے سلسلہ سے علیحدہ سوتیلی ماں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اس کی تاکید زیادہ مقصود تھی۔ اور اسی حکم سے امہات مومنین امت کے لوگوں پر حرام ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے حق میں بمنزلہ باپ کے ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل اور سنن میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسلام کے بعد جب اس آیت سے وہ دستور جاہلیت موقوف ہو گیا اس پر ایک شخص نے پہلے دستور کے موافق اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کر لیا تھا۔ آنحضرت نے اس شخص کے قتل کا حکم دیا[2]۔ اور علماء نے یہ بھی فتویٰ دیا ہے کہ باپ کی صحبت کی ہوئی لونڈی بھی اس حکم میں داخل ہے طبرانی کی ایک اسناد میں ایک شخص عبداللہ بن محمد بن سعید بن ابی مریم ضعیف ہے لیکن ابن ابی حاتم اور ابن سعد کی روایت سے طبرانی کی روایت کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے ؎

۲۳۔ اوپر کی آیت میں سوتیلی ماں سے نکاح کے دستور کو منع فرما کر اسی سلسلہ میں دوسری اور ایسی عورتوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے نکاح حرام ہے آدمی کی پیدائش جس خاندان میں ہو اس میں سے سات عورتیں اس شخص پر

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۸ و معالم ج ۲ ص ۳۸۷ ۲؎ جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۶۲ باب ما جاء فی من تزوج امرأة ابیه و ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۲ باب فی الرجل یزنی بحریمه و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۸ ؎

Marfat.com

أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَٰٓئِبُكُمُ الَّٰتِى

دودھ دیا اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو

فِى حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ الَّٰتِى دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم

تمہاری پرورش میں ہیں جن عورتوں سے تم نے صحبت کی پھر اگر تم نے صحبت نہیں

بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَٰٓئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَٰبِكُمْ وَأَن

کی تو تم پر گناہ نہیں اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ کہ

حرام ہیں وہ عورتیں یہ ہیں۔ ماں[1]۔ بہن[2]۔ بیٹی[3]۔ پھوپھی[4]۔ خالہ[5]۔ بھتیجی[6]۔ بھانجی[7]۔ ان کو محرمات نسبی کہتے ہیں دودھ پلانے سے بھی جو عورتیں اس رشتہ کی ہوں وہ ساتوں حرام ہیں آیت میں فقط دودھ کی ماں اور بہین کا ذکر فرما کر باقی کو نسب کے قیاس پر اس سبب سے چھوڑ دیا ہے کہ دودھ کا رشتہ بھی پیدائش کے رشتہ کی ایک شاخ ہے وہاں خون آدمی کے بدن کا جز۔ تو یہاں دودھ کا خون بن کر وہی بات پیدا ہو گئی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے بصراحت روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دودھ پلانے سے بھی ان دودھ کے رشتہ داروں سے نکاح حرام ہو جاتا ہے جن رشتہ داروں سے پیدائش کے سبب سے نکاح حرام ہے[1]۔ زید کے دودھ کی بہین وہ ہے جس کو زید کی ماں نے زید یا اپنے اگلے پچھلے کسی بچہ کے ساتھ ایک لڑکی کو دودھ پلایا ہے۔ یہ لڑکی زید پر بوجہ دودھ کے بہین ہونے کے اور زید کے باپ پر بوجہ دودھ کی بیٹی ہونے کے حرام ہے اور یہ نسب اور دودھ کے رشتہ کی عورتیں ہمیشہ کیلئے حرام ہیں۔ بیاہ شادی کے سبب سے، ساس اور سوتیلی بیٹی کے حرام ہونے کا ذکر اس آیت میں ہے اور سوتیلی ماں کا ذکر اوپر کی آیت میں گذرا۔ سوتیلی بیٹی کے حرام ہونے میں یہ شرط بھی ہے کہ اس کی ماں سے اس سوتیلے باپ نے صحبت بھی کی ہو:

۲۳۔ تفسیر ابن جریر میں ابن جریج سے روایت ہے کہ میں نے عطاء ابن رباح سے اس آیت کی شان نزول پوچھی انہوں نے کہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنے متبنّے زید بن حارثہؓ کی بی بی زینبؓ سے نکاح کر لیا تو مکہ میں مشرکین نے اس کا چرچہ کیا اس چرچہ کے غلط قرار دینے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اور آیت وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَكُمْ أَبْنَآءَكُمْ (۳۳-۴) اور آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ (۳۳-۴۰) نازل فرمائی[2]۔ اور بہو کے حرام ہونے میں بیٹے کے صلبی ہونے کی قید اس لئے لگادی تاکہ معلوم ہو جائے کہ زمانہ جاہلیت میں متبنّے بیٹے کی بی بی کو جو حرام ٹھہرانے کا دستور تھا وہ دستور ابراہیمی ملت کے برخلاف ہے اس لئے اس غلط دستور کی پابندی کی بنا پر زید بن حارثہؓ کی بی بی کے

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴ کتاب النکاح و صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۶ کتاب الرضاع و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۹: [2] لباب النقول فی اسباب النزول ص ۶۱ طبع مصر ۱۹۳۵ء و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۲:

Marfat.com

تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

اکٹھی کرو دو بہنوں کو مگر جو آگے ہو چکا اللہ بخشنے والا ہے مہربان

نکاح ثانی کا جو کچھ چرچا ہو رہا ہے وہ غلط ہے مسند امام احمد اور سنن میں ضحاک ابن فیروز دیلمیؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ضحاکؓ جب اسلام لائے تو جاہلیت کے دستور کے موافق ان کے جاہلی نکاح میں دو بہنیں تھیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ذکر کیا آپ نے فرمایا۔ ان دونوں میں سے اپنی مرضی کے موافق خواہ کوئی سی بھی ہو ایک کو رکھ کر دوسری کو طلاق دے دی جائے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے[1] یہ حدیث آیت کے ٹکڑے جمع بین الاختین کی گویا ایک تفسیر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی نومسلم شخص دونوں میں سے جس کو چاہے چھوڑ سکتا ہے۔ آیت میں فقط بی بی اور سالی کے جمع کرنے کی ممانعت ہے مگر بخاری اور مسلم اور سنن میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں رکھنا منع ہے اسی طرح ایک عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ دونوں میں سے کوئی بھی اسی عورت کے ساتھ نکاح میں نہیں رکھی جا سکتی[2] اس صورت میں یہ حدیث بھی آیت کے ٹکڑے ممانعت جمع بین الاختین کی تفسیر ہے اور اس تفسیر کے موافق تمام علماء اہل سنت کا عمل بھی بغیر کسی اختلاف کے پایا جاتا ہے۔ ہاں فرقہ خارجیہ اور شیعہ کی جماعت اس کے مخالف ہے جن کی مخالفت اہل سنت کے نزدیک کچھ اعتبار کے قابل نہیں۔ دو سوکنوں کی باہمی عداوت ایک لازمی بات ہے اسی خیال سے بعضے علماء نے اس ممانعت کا یہی سبب قرار دیا ہے کہ سوکنا پے کے سبب سے ان عورتوں میں عداوت پیدا ہو کر قطع رحمی کا خوف تھا اس لئے شارع نے یہ ممانعت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے صحیح ابن حبان وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہے کیونکہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضی عورتوں سے جو فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ ممانعت نہ کی جائے تو تم سے قطع رحمی کا اندیشہ ہے ان روایتوں کی اسناد میں ایک شخص ابوحریز عبداللہ بن حسین ہے۔ بعضے علماء نے اس کے ثقہ ہونے میں کلام کیا ہے۔ لیکن ابن معین اور ابوزرعہ نے اس کو ثقہ کہا ہے[3] فقط

---

[1] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۴ باب ما جاء فی الرجل یسلم وعندہ اختان وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۲ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۶ باب لاتنکح المرأۃ علی عمتہا وجامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۴ کتاب النکاح [3] نیل الاوطار ج ۶ ص ۲۸۷

Marfat.com

۵ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ

اور نکاح بندھی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ حکم ہوا اللہ کا تم پر

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ

اور حلال ہوئیں تم کو جو ان کے سوا ہیں یوں کہ طلب کرو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو

صحیح مسلم ابوداؤد و ترمذی نسائی اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کی لڑائی پر صحابہ کرام کا ایک لشکر روانہ کیا۔ وہاں سے کچھ لونڈیاں لوٹ میں ہاتھ لگیں مسلمانوں نے اس خیال سے کہ ان عورتوں کے خاوند ان کے دیس میں ہوں گے ان عورتوں کی صحبت سے پرہیز کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1] حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ خاوند والی عورت سے دوسرے کو صحبت حرام ہے مگر جو عورتیں لوٹ میں ہاتھ آئیں وہ غنیمت کے مال کی طرح حلال ہیں مگر اتنا انتظار صحبت کے کرنے میں ضرور ہے کہ حمل کے ہونے نہ ہونے کا حال معلوم ہو جائے تاکہ آئندہ اولاد میں شبہ نہ پڑے کہ کس کی ہے۔ محصنات کا لفظ قرآن شریف میں سوا شوہر والی عورتوں کے اور معنوں میں بھی آیا ہے۔ مگر والمحصنات من النساء میں یہ لفظ بیاہی ہوئی عورتوں کے معنوں میں ہے۔ کتاب اللہ علیکم کا مطلب یہ ہے کہ یہاں تک وہ عورتیں جو بتلائی گئیں جن سے نکاح حرام ہے یہ اللہ کا ایک حکم ہے جو اس نے اپنے بندوں پر لکھ دیا ہے جو کوئی اس کے برخلاف عمل کرے گا وہ اللہ کا گنہ گار ہوگا۔ یہ جو فرمایا "اور حلال ہوئیں تم کو جو ان کے سوا ہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ جن عورتوں کا ذکر ان آیتوں میں ہوا یا اللہ کے رسول نے قرآن کی آیتوں کی تفسیر کے طور پر جن عورتوں کا ذکر کیا جو عورتیں ان کے سوا ہیں وہ تم پر حلال ہیں۔ آیتوں کی تفسیر کے طور پر اللہ کے رسول نے جن عورتوں کے حرام ہونے کا ذکر فرمایا ہے اس کی مثال اوپر گذر چکی ہے کہ مثلاً ان آیتوں میں بی بی اور سالی کے جمع کرنے کی ممانعت ہے مگر ابوہریرہ ؓ کی صحیح حدیث کے موافق بی بی کی پھوپھی اور خالہ کا بھی یہی حکم ہے[2] سورۂ نور میں جن عورتوں کا ذکر آئے گا کہ ان کے شوہر بغیر گواہی کے ان پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور قسما قسمی ہو کر مرد اور عورت میں جدائی ہو جائے اس طرح کی عورت بھی اس قسما قسمی کرنے والے مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد[3] وغیرہ کی صحیح روایتوں میں اس کا ذکر ہے۔ زیادہ تفصیل اس کی سورۂ نور کی تفسیر میں آئے گی۔ محصنین غیر مسافحین کا مطلب یہ ہے کہ جن عورتوں کے حرام ہونے کا ذکر کیا جا کر جو عورتیں ان کے سوا تم پر حلال کی گئیں ہیں وہ اس شرط سے کہ قاعدہ شرعی کے موافق ان کا مہر اور نکاح ہونا چاہئے بدکار لوگوں کی طرح چند روزہ حاجت بشری رفع کرنے کے لئے بغیر نکاح کے ان کو نہ رکھا جائے۔

---

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۶ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۳ و لباب النقول ص ۶۱ طبع مصر۔ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۶ باب لا تنکح المرأۃ علی عمتھا۔ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۵ — ۲۶۷۔ واضح رہے کہ "ابو درداء" شاید کاتب کی غلطی ہو اور یہ لفظ "ابوداؤد" ہو کیونکہ ابو درداء سے لعان کی کوئی روایت مروی نہیں واللہ اعلم۔

Marfat.com

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ

پھر جو کام میں لائے تم ان عورتوں میں سے ان کو دو ان کے حق جو مقرر ہوئے اور گناہ نہیں

عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

تم کو اس میں جو ٹھہرالو تم آپس کی رضا سے مقرر کئے پیچھے اللہ ہے خبردار

حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

حکمت والا اور جو کوئی نہ رکھتا ہو تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ

تو جو ہاتھ کا مال ہے آپس کی تمہاری لونڈیاں مسلمان اور اللہ کو بہتر معلوم ہے تمہاری مسلمانی

۲۴۔ اگرچہ بعضے مفسروں نے اس آیت سے چند روزہ نکاح کے جائز ہونے کا مطلب نکالا ہے جس کو متعہ کہتے ہیں لیکن اوائل اسلام میں یہ نکاح چند روزہ جائز تھا۔ اب قطعی حرام ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں فتح مکہ یا حجۃ الوداع کے وقت بطور وعظ کے آپ نے جو لوگوں کو مخاطب ٹھہرا کر حدیث فرمائی ہے۔ اس میں صاف فرما دیا ہے کہ یہ نکاح اب قیامت تک حرام ہے[1]۔ اس واسطے صحیح معنے آیت کے وہی ہیں جو مجاہد نے بیان کئے ہیں کہ جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا اور ان سے گھرداری کی ان کا مہر ادا کرنا تم پر واجب ہے۔ اب ٹھہرا ہوگا تو وہ ورنہ نور واج خاندان کے موافق مہر مثل دواجز کے معنے مہر کے ہیں اور فریضہ کے معنے ٹھہرے ہوئے مہر کے ہیں پھر فرمایا مہر کے ٹھہر جانے کے بعد میاں بی بی کی رضامندی سے اس میں کچھ کم و بیش ہو تو اس کا مضائقہ نہیں اللہ غیب دان ہے اس کو سب باتیں معلوم ہیں۔ اس لئے اس نے اپنے بندوں کی ضرورتوں کے موافق یہ احکام مقرر فرمائے ہیں:

۲۵۔ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے اوپر ان کا ذکر فرما کر یہ فرمایا تھا کہ جو عورتیں ان کے سوا ہیں وہ تم پر حلال ہیں۔ اس حکم میں آزاد عورتیں اور لونڈیاں سب داخل تھیں اس لئے لونڈی سے نکاح جائز ہونے کی شرطیں ان آیتوں میں فرمائیں کہ جس شخص کو آزاد عورت کے مہر اور روٹی کپڑے کا مقدور نہ ہو اور بغیر نکاح کے اس کو بدکاری میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو لونڈی کے مالک کی مرضی سے ایسا شخص لونڈی سے نکاح کر سکتا ہے مسند امام احمد ابوداؤد ترمذی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے گا تو اس کا نکاح نہ ہوگا۔ بلکہ وہ بدکار قرار پائے گا ترمذی نے اس حدیث کو حسن[2]۔ ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے[3]۔ یہ حدیث فانکحوھن باذن اھلھن کی تفسیر ہے کیونکہ مالک کی ملکیت غلام اور لونڈی پر یکساں ہے غرض آیت کے اس ٹکڑے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لونڈی غلام دونوں کے نکاح کے لئے مالک کی اجازت ضرور ہے اب اس لونڈی کی مالک اگر عورت ہے

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۱ – ۴۵۲ باب نکاح المتعۃ الخ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۴ نیز دیکھئے تلخیص الحبیر ص ۲۹۵ [2] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۲ و سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۸۴ باب ما جاء فی نکاح العبد بغیر اذن سیدہ [3] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۹۴ ؛

Marfat.com

بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

تم آپس میں ایک ہو سو ان کو نکاح کر لو ان کے لوگوں کے اذن سے اور دو ان کو مہر

بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ

موافق دستور کے قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں اور نہ یار کرتیاں چھپ کر پھر جب

اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ

وہ قید میں آچکیں تو اگر کریں بے حیائی کا کام تو اُن پر ہے آدھی وہ مار جو بیبیوں پر مقرر ہے

الْعَذَابِ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ

یہ اس کے واسطے جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں پڑنے سے اور اگر صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۵)

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

تو جو مرد اس عورت کے نکاح کا متولی ہے اس کی اجازت اس لونڈی کے نکاح کے لئے ضرور ہو گی۔ کیونکہ ابن ماجہ دارقطنی بیہقی میں ابوہریرہؓ سے مرفوع اور موقوف جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ کوئی عورت نہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے نہ کسی دوسری عورت کے نکاح کی متولی قرار پا سکتی ہے[۱]۔ لونڈی۔ غلام۔ اور سب آزاد مرد اور عورت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کبھی لونڈی آزاد عورت سے زیادہ دیندار ہوتی ہے۔ اسی واسطے فرمایا اللہ کو تمہاری مسلمانی خوب معلوم ہے۔ اور یوں تو تم سب آپس میں ایک ہو پھر فرمایا کہ جب لونڈی سے نکاح ہو گیا تو اس کا مہر جو کچھ ہو وہ دستور کے موافق پورا دینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ لونڈی ہونے کے خیال سے اس کے مہر کی ادائی میں کچھ حیل حجت کی جائے اکثر سلف کا قول ہے کہ یہ مہر مالک کو ملے گا۔ پھر فرمایا کہ جن لونڈیوں سے نکاح کیا جائے تو نکاح سے پہلے اتنی بات کا دیکھ لینا ضرور ہے کہ وہ لونڈیاں نہ تو ظاہر طور پر کھلم کھلا بدکار ہوں نہ خاص طور پر کسی سے ان کی آشنائی ہو کیونکہ ان دونوں حالتوں میں طرح طرح کی خرابیاں ہیں پھر فرمایا کہ کوئی لونڈی نکاح کے بعد اگر بدفعلی کر بیٹھے تو اس پر آزاد عورت کی آدھی حد قائم کی جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو پچاس کوڑے مارے جائیں بیاہے جانے سے سنگساری کی سزا اس پر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ کنواری لونڈی اگر بدفعلی کر بیٹھے تو اس پر حد نہیں ہے۔ مگر یہ قول ابوہریرہؓ کی صحیحین[۲] کی روایت کے مخالف ہے جس میں کنواری لونڈی کے کوڑے مارنے کا حکم ہے اس لئے اکثر سلف کا مذہب یہی ہے کہ کنواری بیاہی ہر طرح کی لونڈی کی حد پچاس کوڑے ہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل بڑی تفسیروں میں زیادہ ہے[۳]۔ آخر کو فرمایا کہ یہ لونڈیوں سے نکاح کرنے کی اجازت اس حالت میں ہے جب کہ بغیر نکاح کے آدمی کو بدکاری میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اس پر بھی اگر آدمی آزاد عورت سے نکاح کے

[۱] نیل الاوطار ج ۶ ص ۲۵۰ بحوالہ سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶ طبع لکھنؤ [۲] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۱ باب اذا زنت الامۃ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۰ باب حد الزنا۔ [۳] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۶ لغایت ۴۷۷۔ تفسیر خازن ج ۲ ص ۵۵۔

Marfat.com

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ

اللہ چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلاوے تم کو اگلوں کی راہ اور تم کو معاف

عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللّٰهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيدُ

کرے اور اللہ جانتا ہے حکمت والا اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہو اور جو لوگ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللّٰهُ أَن يُخَفِّفَ

لگے ہیں اپنے مزوں کے پیچھے وہ چاہتے ہیں کہ تم مڑ جاؤ راہ سے بہت دور اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ

عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾

ہلکا کرے اور انسان بنا ہے کمزور

قابل ہونے تک لونڈی کے نکاح سے اپنے آپ کو روک تھام کر رکھے تو جلدی کر کے لونڈی سے نکاح کر لے اور اولاد کی آزادی کو بٹہ لگانے سے یہ روک تھام بہتر ہے۔ لیکن جن سے صبر نہ ہو سکے گا اللہ اپنی رحمت کے سبب سے ایسے شخص سے اسی طرح درگذر کرنے والا ہے۔ جس طرح اس نے اپنی رحمت سے یہ لونڈیوں کے نکاح کا حکم اپنے بندوں کی آسانی کے لئے نازل فرمایا ہے ؞

۲۶ ـ ۲۸ ـ اوپر حرام حلال کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا اللہ چاہتا ہے کہ تم کو اپنے دین کی جائز ناجائز باتیں اچھی طرح سمجھا دے تاکہ مثلاً ماں، بہن، بیٹی، وغیرہ کے حرام جاننے کا تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا طریقہ ایک ہو جائے اور اللہ نے اپنے وسیع علم سے بندوں کی ہر وقت کی مصلحت کو معلوم کر کے اپنی حکمت سے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کا عمل تم میں آسانی سے جاری ہو جائے اور اللہ یہ بھی چاہتا ہے کہ ان احکام کی تعمیل میں تم سے کوتاہی ہو اور اس کوتاہی پر نادم ہو کر اللہ کی جناب میں تم توبہ کرو۔ تو وہ تمہاری توبہ قبول کرے لیکن جن لوگوں کی قسمت میں اللہ کے دین کی پابندی نہیں لکھی گئی وہ خود بھی حرام حلال کے پابند نہیں بلکہ اپنی خواہش کے پابند ہیں اور تم کو بھی حق سے بچلانا اور اپنے راستہ پر چلانا چاہتے ہیں مثلاً بدکار لوگ خود بھی بدکار ہیں اور جوان کی ذیل کا ہو اس سے خوش ہیں اور جو ان کی ذیل میں نہ ہو اس سے کھٹکتے ہیں اسی طرح مثلاً آتش پرست بہن، بھانجی بھتیجی کو حلال جانتے ہیں اور اوروں کے لئے بھی اسی طریقہ کو اچھا سمجھتے ہیں پھر فرمایا کہ انسان کی پیدائش ایک ضعیف چیز پانی کے قطرہ سے ہے سخت احکام کا تحمل اس سے نہیں ہو سکتا اس واسطے اللہ تعالےٰ یہ بھی چاہتا ہے کہ دین کے احکام انسان کی حالت کے موافق نرم ہوں جس طرح مثلاً بے مقدور آدمی کے لئے۔ اس نے لونڈی سے نکاح کرنا جائز ٹھہرا کر بے مقدور شخص کی سختی کو رفع کر دیا صحیح بخاری و مسلم میں سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے شخص پر بڑا وبال پڑے گا جس کے بلا ضرورت مسئلے پوچھنے سے کسی مباح چیز کے حرام ہو جانے کا حکم اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے نازل ہو جائے گا[۱] اس باب میں اور بھی صحیح روایتیں ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ جب

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۲ باب مایکرہ من کثرۃ السوال وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۵۲ ؞

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ

اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ سودا ہو

تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾

آپس کی خوشی سے اور نہ خون کرو آپس میں اللہ کو تم پر رحم ہے

انسان کی حالت کے لحاظ سے اللہ اور اللہ کے رسول کی مصلحت اس میں ہے کہ دین میں جہاں تک ہو آسانی ہو تاکہ احکام دین کی پابندی انسان پر شاق نہ ہو تو آدمی کو چاہیے کہ پہلی امتوں کے بعضے لوگوں کی طرح کوئی ایسی سخت عبادت اپنے پیچھے نہ لگاوے جس کا نباہنا مشکل ہو جائے۔ چنانچہ ابوداؤد میں معتبر سند سے انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی امتوں کے کچھ عبادت خانے جو ویران پڑے ہیں وہ اس بات کا نمونہ ہیں کہ ان لوگوں نے اپنی طاقت سے باہر کچھ سخت عبادتیں اپنے پیچھے لگائیں اور ان عبادتوں کے ادا کرنے کے لئے جنگلوں میں یہ عبادت خانے بنائے آخر سختی کے سبب سے عبادت اور عبادت خانے سب کچھ چھوڑ بیٹھے۔ پھر فرمایا اے لوگو تم کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے[1] غرض اس ارشاد سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ایسا عمل پسند نہیں ہے کہ آج ہو اور کل نہ ہو۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کو تو وہ عمل پسند ہے جس کو آدمی نباہ سکے۔ چنانچہ صحیحین[2] کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس کا ذکر ہے اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ آدمی سے نباہ اسی عمل کا ہو سکتا ہے جو آسان ہو ورنہ وہی اہل کتاب کی حالت پیش آئے گی جس کا ذکر ابھی اوپر گذرا ؛

۲۹ ـ ۳۱ ـ جب تک آدمی مجرد رہتا ہے تو اس کو فقط اپنی ذات کے ہی خرچ اخراجات کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر جب شادی۔ بیاہ ہو کر بی بی کا اور بال بچے ہو کر ان کا خرچ اس کے ذمے پڑ جاتا ہے تو کسی نہ کسی حیلہ سے اس کو کمائی کا خیال ہوتا ہے۔ اسی مناسبت کے سبب سے نکاح کے احکام کے بعد ان آیتوں میں انسان کی کمائی کا ذکر فرمایا باطل ناحق کو کہتے ہیں۔ سود۔ چوری۔ خیانت وغیرہ یہ سب مال کے ناحق کے طور پر کمانے کے طریقے ہیں اور ان میں ہر ایک طریقہ کی ممانعت کی جدا جدا بڑی تفصیل سے شریعت میں احکام ہیں۔ ناحق طور پر کمائی کے طریقوں کے ذکر کے بعد جائز اور حق طور پر کمائی کے طریقہ خرید و فروخت کو مستثنےٰ فرما کر ذکر فرمایا۔ خرید و فروخت کی مختلف بہت سی صورتیں ہیں ہر ایک صورت کا شریعت میں جدا جدا حکم ہے یہ جو فرمایا "نہ خون کرو آپس میں" ایک مطلب تو اس کا یہ ہے کہ لوگوں کا مال ناحق کھا کر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ کیونکہ یہ گناہ حق العباد کی قسم میں سے ہے جو صاحب حق کو رضا مند کرنے کے بغیر فقط توبہ سے معاف نہیں ہو سکتا۔ یا یہ مطلب ہے۔ کہ دنیا کے معاملات سے تنگ آ کر خودکشی نہ کرو صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جس طرح سے کوئی شخص خودکشی کرے گا۔ آخرت میں بھی اسی طرح کے عذاب میں وہ شخص گرفتار ہوگا۔ مثلاً جو شخص زہر کھا کر مرے گا اس کو ہمیشہ زہر کھلایا جائے گا۔ اور جو شخص اونچی جگہ پر سے گر کر مرے گا اس کو ہمیشہ اونچی جگہ پر سے گرایا جائے گا[3]۔ اسی طرح اور باتوں کو سمجھ لینا چاہیئے" اللہ کا نام یہ

[1] سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۷۲ باب فی الحسد [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۴ [3] صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۲ باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ الخ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۸۰ و جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۵ باب ما جاء فیمن قتل نفسہ

Marfat.com

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ

اور جو کوئی یہ کام کرے زور سے اور ظلم سے تو ہم ڈالیں گے اس کو آگ میں اور یہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

اللہ پر آسان ہے اگر تم بچتے رہوگے بڑی چیزوں سے جو تم کو منع ہوئیں تو ہم اتار دیں گے تم سے تقصیریں تمہاری

وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں

رحم ہے" کا یہ مطلب ہے کہ پچھلی امتوں کی توبہ ان کا قتل کرنا قرار پائی تھی۔ اور تم پر ایسا کوئی سخت حکم نہیں نازل کیا جاتا۔" جو کوئی یہ کام کرے تعدی اور ظلم سے تو ہم اس کو ڈالیں گے آگ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی شخص خودکشی کرے گا۔ اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔ اور اس کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا پڑے گا۔ چنانچہ صحیحین میں جو روایتیں ہیں ان میں ایسے شخص پر جنت کے حرام ہو جانے کا ذکر ہے[1] "اللہ تعالےٰ پر یہ سب آسان ہے" کا مطلب یہ ہے کہ جنت اللہ کی ہے اس کو کچھ مشکل نہیں کہ جس پر وہ چاہے اپنی جنت کو حرام کر دے۔ اور تعدی اور ظلم کی قید لگا دینے سے بھول چوک کی خودکشی کا حکم الگ ہو گیا" اگر تم بچتے رہو گے بڑی چیزوں سے جو تم کو منع ہوئی ہیں تو ہم اتار دیں گے تم سے تقصیریں تمہاری اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں" اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں گے اگر ان سے کچھ صغیرہ گناہ ہو جائیں گے تو نیک عملوں کے طفیل سے وہ صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جائیں گے چنانچہ فرمایا ان الحسنات یذھبن السیات۔ دنیا میں جس گناہ پر حد شرعی ہے یا لعنت کی گئی ہے یا جس گناہ پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے اور جو گناہ ایسا نہیں ہے وہ صغیرہ ہے۔ معتبر سند سے نسائی، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان میں ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ سے جو روایت ہے[2] اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا جو شخص نماز روزہ کا اور ادائے زکوٰۃ کا پابند ہوگا اور سات کبیرہ گناہوں سے بچے گا وہ جنت میں جائے گا۔[2] اس خطبہ کے وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ اس لئے آپ نے اس خطبہ میں حج کا ذکر نہیں فرمایا۔ اب حج بھی دین کا ایک رکن ہے۔ ابوہریرہؓ کی دوسری ایک حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہے اس میں سات کبیرہ گناہوں کی تفصیل یوں فرمائی ہے کہ شرک[1]۔ قتل[2] ناحق۔ جادو[3] کرنا۔ سود[4] کھانا۔ یتیم[5] کا مال کھانا۔ جہاد[6] سے بھاگنا۔ پارسا عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا[7] یہ ساتوں کبیرہ گناہ آدمی کو ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں۔ ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ شرک تو بغیر خالص توبہ کے ہرگز معاف نہ ہوگا۔ باقی گناہوں کا گنہگار اگر بغیر توبہ کے مر جائے گا تو اس کی مغفرت اللہ کی مرضی پر منحصر ہے چاہے بخشے چاہے نہ بخشے۔ ان سات کبیرہ گناہوں کی تفصیل بعض روایتوں میں اور طرح بھی آئی ہے اور

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۲ باب ماجاء فی قتل النفس و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۔ ۸ ۴ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱ ۸ ۴ [3] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۸ باب قول اللہ تعالےٰ ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ الخ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۸۱ ۔

Marfat.com

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک سے مردوں کو حصہ ہے اپنی

اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ

کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس کا فضل

اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

اللہ کو ہر چیز معلوم ہے۔

بعض روایتوں میں سات کا حصر بھی باقی نہیں رہا۔ اس واسطے سلف سے کبیرہ گناہ کے معنے وہی بتلائے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے "عزت کے مقام" سے مراد جنت ہے۔

۳۲۔ ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ میں مجاہد کی روایت سے اس آیت کی شان نزول جو بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حسد کے طور پر یہ کہا تھا کہ مرد جہاد میں جاتے ہیں اس لئے ان کو لوٹ کے مال میں سے حصہ ملتا ہے اور جہاد کا ثواب بھی پاتے ہیں اور میراث میں بھی مردوں کا دوہرا حصہ ہے۔ عورتیں بڑے ٹوٹے میں ہیں کہ ان باتوں سے محروم ہیں۔ اس پر اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرمائی[۱] اور فرمایا کہ اللہ عالم الغیب ہے اس کو عورت مرد سب کی دین و دنیا کی ہر طرح کی مصلحتیں خوب معلوم ہیں اس نے دنیا کا انتظام ہر ایک کی مصلحت کے موافق کیا ہے جو کسی کے حسد سے پلٹ نہیں سکتا اس لئے بجائے ان حسد کی باتوں کے اللہ کے فضل اور مہربانی کی دعا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ ایسا مالک ہے کہ دنیا میں گھر بیٹھے جس کو چاہے مالا مال کر دے اور عقبٰی میں جس کو چاہے تھوڑے سے عمل کا بہت سا ثواب عطا فرمادے اس کی بارگاہ میں خلوص نیت پر اجر ہے مرد عورت کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں پھر حسد کا کیا موقع ہے۔ صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ کی جو حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حسد دو شخصوں کی حالت پر جائز[۲] ہے ایک وہ جس کو اللہ تعالٰے مال دے اور وہ شخص اس کو نیک راہ میں بیدریغ خرچ کرے دوسرا وہ شخص جسے اللہ علم عطا فرمائے اور وہ اس علم سے خلق اللہ کو فائدہ پہنچائے اس حدیث اور آیت میں کچھ مخالفت نہیں ہے کیونکہ حسد کا لفظ دو موقع پر بولا جاتا ہے ایک تو دوسرے شخص کی برتر حالت پر جلنا اور اپنے سوا دوسرے کو اس حالت پر نہ دیکھ سکنا۔ اس طرح کا حسد حرام ہے اور آیت میں اسی کا ذکر ہے۔ دوسرا موقع حسد کے استعمال کا یہ ہے کہ دوسرے شخص کی حالت اپنے سے بالاتر دیکھ کر کوئی شخص خدا تعالٰے سے یہ التجا کرے کہ یا اللہ تو مجھ کو بھی اپنے فضل سے اس بالاتر حالت پر پہنچا دے۔ لیکن اس التجا میں دوسرے شخص کی بالاتر حالت کے زائل ہو جانے کا کچھ خیال نہ ہو اس کو غبطہ کہتے ہیں حدیث میں اسی کا ذکر ہے اور اکثر سلف کا یہی قول ہے کہ غبطہ جائز ہے اوپر شان نزول کی جو مجاہد کی روایت بیان کی گئی ہے اگرچہ ترمذی نے اس کو مرسل کہا ہے۔ لیکن اس تفسیر کے مقدمہ میں

[۱] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۷ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۸۷ ۱۲م [۲] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷ کتاب العلم و ج ۱ ص ۱۸۹ باب انفاق المال فی حقہ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۸۹ ۱۲م

Marfat.com

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ

اور ہر کسی کے ہم نے ٹھہرا دیئے وارث اس مال میں جو چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور جن سے قرار باندھا تم نے

اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا (۳۳)

ان کو پہنچاؤ ان کا حصہ اللہ کے روبرو ہے ہر چیز

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر

یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ تفسیر کے باب میں مجاہد کی کل روایتیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ہوا کرتی ہیں اور جس مرسل میں واسطہ معلوم ہوجائے تو اس کا حکم مرفوع کا ہے اسی واسطے امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں قال مجاھد، قال مجاھد کہہ کر مجاہد کے اس طرح کے بہت سے قول لئے ہیں غرض کہ یہ شان نزول صحیح ہے ۞

۳۳۔ اس آیت کے منسوخ ہونے اور نہ ہونے میں علمائے مفسرین کا اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک روایت تو بخاری[1] میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن دو شخصوں میں دینی بھائی چارہ ہو اگر ان میں سے ایک دوسرے کو مرتے وقت کچھ وصیت کرے گا تو وصیت کے موافق عمل ہوگا۔ ورنہ بھائی چارہ کے سبب سے وراثت کا جو طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں قرار دیا تھا وہ طریقہ آیت ولکل جعلنا موالی سے موقوف ہے اس صورت میں فاتوھم نصیبھم سے وصیت کا ادا کرنا مراد ٹھہرے گا۔ دینی بھائی کو وارث ٹھہرا کر وراثت کا حصہ اس کو دینا مراد نہیں ہے اور وصیت کا ذکر خود آیت اولوالارحام بعضھم (۸-۷۵) میں موجود ہے اس لئے آیت واولوالارحام سے اس آیت کی تفسیر ہوسکتی ہے۔ تنسیخ نہیں ہوسکتی۔ دوسری روایت وہ ہے جس کو ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت۔ آیت اولوالارحام سے منسوخ ہے[2] رفع اس اختلاف کا یہ ہے کہ بخاری کی روایت بہ نسبت ابن جریر کے قابل ترجیح ہے اس واسطے یہی قول صحیح ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ نے اس اختلاف کو الفوز الکبیر[3] میں اسی طرح رفع کیا ہے۔ اگرچہ ابوداؤد اور تفسیر ابن ابی حاتم میں شان نزول اس آیت کی یہ بیان کی ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام لانے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی وراثت سے محروم رکھنے کی قسم کھائی تھی۔ پھر جب عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو اللہ نے ان کے وارث ٹھہرانے کے باب میں یہ آیت نازل فرمائی[4] لیکن یہ شان نزول بخاری کے شان نزول کے مخالف ہے اس واسطے مفسرین نے اس کو قوی شان نزول قرار نہیں دیا۔ موالی کے معنے ورثاء کے ہیں اور والوالدان والاقربون اس کا بیان ہے ۞

۳۴۔ ابن ابی حاتم ابن جریر ابن مردویہ نے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ انصار

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۹ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۸۹ [2] تفسیر ابن جریر ج ۵ ص ۳۲ [3] الفوز الکبیر ص ۲۰ طبع اول المکتبۃ السلفیہ لاہور [4] تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۱۵۰ ۞

Marfat.com

وَبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا

اور اس واسطے کہ خرچ کئے انھوں نے اپنے مال پھر جو نیک بختیں ہیں سو حکم بردار ہیں خبرداری کرتیاں ہیں پیٹھ پیچھے

حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی

اللہ کی خبرداری سے اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں

میں سے ایک صحابی نے اپنی بی بی کو ایک طمانچہ مارا اس عورت کا باپ اس عورت کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد کو آیا آپ نے قصاص کا حکم دیا۔ یہ دونوں عوض لینے کی نیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گھر کی طرف مڑے ابھی اپنے گھر تک نہیں پہنچے تھے کہ حضرت جبرئیل اللہ تعالے کی طرف سے یہ آیتیں لائے آپ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد قصاص کا حکم موقوف رکھا[1] حاصل یہ ہے کہ عورت پر مرد کا بڑا حق ہے۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر روئے زمین پر کسی آدمی کو آدمی کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو میں عورت کو خاوند کے سجدہ کا حکم دیتا ترمذی نے اگرچہ اس حدیث کو غریب کہا ہے لیکن ساتھ ہی اس کے یہ کہا ہے کہ اس باب میں معاذ بن جبلؓ سے بھی روایت ہے[2] معاذ بن جبلؓ کی یہ حدیث مسند بزاز میں معتبر سند سے آئی ہے[3] مسند امام احمد بن حنبل میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور بدکاری سے بچے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں جا سکتی ہے[4]۔ اس حدیث کی روایت میں امام احمد منفرد ہیں اور اس کی سند میں ایک شخص عبداللہ بن قارظ ہے جس کے نام میں بعضے علماء نے شبہ ڈالا ہے لیکن تقریب[5] میں اس کو صدوق کہا ہے۔ قوامون کے معنے یہ ہیں کہ مرد عورتوں کے حاکم ہیں۔ عورتوں پر ان کی فرمانبرداری لازم ہے فضل اللہ بعضهم علی بعض کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو نبی ہونے اور قاضی ہونے امام ہونے جہاد جمعہ وجماعت میں حاضر ہونے کی طرح طرح کی عورتوں پر فضیلتیں ہیں قانتات وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہوں۔ حافظات للغیب کے معنے اپنے شوہروں کے پیٹھ پیچھے شوہر کی عزت وحرمت اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والیاں۔ بما حفظ اللہ کے یہ معنے کہ اللہ نیک عورتوں کو شوہر کی عزت اور اس کے مال کی حفاظت کی توفیق دیتا ہے۔ ناشزہ وہ عورت جو اپنے شوہر کی فرمانبردار نہ ہو۔ جو عورتیں ایسی ہوں تو ان کو پہلے تو ہر طرح سمجھایا جائے۔ اور پھر بات چیت کرنی چھوڑ دی جائے۔ اور پھر مجبوری سے آخری درجہ مارنے کی اجازت ہے۔ لیکن وہ مار ایسی ہونی چاہئے جس سے زخم نہ پڑ جائے اور منہ پر بھی نہ مارنا چاہئے چنانچہ عمرو بن الاحوصؓ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے وقت عورتوں کے باب میں یہ نصیحت فرمائی کہ عورتوں کو ایسی مار نہ ماری جائے جس سے ان کے جسم پر زخم پڑ جائے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[5]۔ مسند امام احمد نسائی ابوداؤد ابن ماجہ مستدرک حاکم صحیح ابن حبان میں معاویہ بن قشیریؓ کی حدیث ہے جس کے ایک

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۱ [2] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۸ باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۲ [3] مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۹ [4] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۱ ومجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۶ [5] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۹ باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجہا [6] دیکھیے تقریب ص ۲۳

الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ ۚ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا ؕ

اور مارو ان کو پھر اگر تمہارے حکم میں آویں تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيۡرًا ﴿۳۴﴾

بے شک اللہ ہے سب سے اوپر بڑا

ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے منہ پر نہ مارنا چاہیئے[۱]۔ حاکم اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[۲]۔ عمرو بن الاحوصؓ کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب تک عورت کی پاک دامنی میں دھبہ لگنے کی کوئی بات نہ ظاہر ہو اس وقت تک عورت کو مارنا جائز نہیں ہے۔ اس سے عورتوں کے مارنے اور نہ مارنے کی حدیثوں میں مطابقت ہوسکتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر نا فرمانی کے بعد ظاہر میں عورت فرمانبردار بن جائے تو اس باب میں زیادہ کرید نہ کی جائے۔ کیونکہ زبردستی کی کرید کرنے میں۔ عورت کے ساتھ گذران مشکل ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں[۳] اس لئے پسلی کی ہڈی کی کجی کی طرح ہر ایک عورت کی عادت میں ایک کجی ہے جو کوئی اس کجی کی برداشت کرلے گا تو وہ عورت کے ساتھ زندگی بسر کرسکتا ہے۔ ورنہ گذران مشکل ہے۔ مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی دوسری حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت میں اگر کوئی بات بدخوئی کی ہوگی تو کوئی بات اچھی بھی ضرور ہوگی[۴]۔ اس واسطے عورت کی ہر طرح کی عادت کو مدنظر رکھ کر آدمی کو عورت کے ساتھ گذران کرنی چاہیئے۔ مسند امام احمد اور ترمذی میں ابوہریرہؓ کی ایک اور حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے پورے ایمان دار ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ نیک خصلت ہو[۵]۔ عمرو بن الاحوصؓ کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میاں کا بی بی پر یہ بھی حق ہے کہ بی بی گھر میں ایسے کسی شخص کو نہ آنے دے جس کے آنے کا اس کا میاں روادار نہ ہو اور بی بی کا میاں پر یہ حق ہے کہ میاں اپنے مقدور کے موافق اس کو روٹی کپڑا اچھی طرح سے دے۔ آخر کو یہ فرمایا کہ "اللہ سب سے بالا اور بڑا ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالےٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم کیا ہے۔ لیکن اللہ سب کا حاکم اور مالک ہے کوئی مرد بے جا زیادتی عورت پر کرے گا تو اس کو قیامت کے دن اس کی جواب دہی اللہ کے روبرو کرنی پڑے گی۔ مسند امام احمد اور ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنے دو غلاموں کا ذکر کیا کہ وہ دونوں غلام شرارت بہت کرتے ہیں اس لئے میں ان کو

---

[۱] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۱ باب فی حق المرأة علی زوجہا [۲] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۸۷ کتاب النکاح [۳] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۵ لم حدیث کے شروع کے لفظ یہ ہیں ان المرأة خلقت من ضلع جناب مفسرؒ نے "المرأة" کے الف لام کو عہد خارجی قرار دیتے ہوئے حضرت حوا مراد لی ہے۔ اور حدیث کے یہ معنے سلف سے مروی آثار کی روشنی میں کئے ہیں یہ آثار الدر المنثور (ج ۲ ص ۱۱۴) میں ذکر کئے ہیں حافظ ابن کثیر نے بھی یہی تفسیر اختیار کی ہے اور یہی صحیح ہے (ع ح) [۴] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۵ کتاب الطلاق [۵] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۸ باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة ۔

Marfat.com

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ

اور اگر تم لوگ ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے

اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

اگر یہ دونوں چاہیں گے صلح تو اللہ ملاپ دے گا ان میں اللہ سب جانتا ہے خبر رکھتا

برا بھلا اکثر کہتا رہتا ہوں اور مارا بھی کرتا ہوں کیا مجھ سے اس کی قیامت کے دن کچھ پرسش ہوگی۔ آپ نے فرمایا قصور سے زیادہ سزا کی ضرور پرسش ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا رعایا۔ لونڈی۔ غلام اہل وعیال غرض جس زبردست پر کوئی صاحب اقتدار بے جا زیادتی کرے گا۔ قیامت کے دن اس کی سزا ہوگی۔ ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ سوائے عبدالرحمٰن بن غزوان کے روایت کے کسی دوسرے راوی کی روایت سے یہ حدیث پائی نہیں جاتی[1]۔ اس عبدالرحمٰن بن غزوان کی کنیت ابو نوح ہے اور یہ ثقہ شخص ہے امام بخاریؒ نے اس سے روایت کی ہے[2]۔

۳۵۔ فقط عورت کی طرف سے جب بگاڑ کی باتیں ہوں تو ان کا ذکر تھا۔ اس آیت میں میاں بی بی دونوں کی طرف سے جب بگاڑ کی باتیں ہوں تو ان کا ذکر ہے کہ عورت مرد دونوں کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک پنچ ٹھہرایا جائے تاکہ وہ اس بگاڑ کا تصفیہ کردیں۔ خواہ یہ تصفیہ آئندہ کے ملاپ کا ہو یا جدائی کا۔ ابوداؤد وابن ماجہ مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو ناپسند چیز ہے وہ عورت کی طلاق ہے[3]۔ ابوداؤد کی سند میں اگرچہ ایک راوی یحییٰ بن مسلم ہے[4] جس کے حافظہ میں فتور ہے۔ لیکن وہ صدوق ہے۔ اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[5]۔ غرض اللہ تعالیٰ کو میاں بی بی کا ملاپ پسند ہے اور طلاق ناپسند ہے اس لئے آیت میں فقط ملاپ کا ذکر فرمایا ناپسند چیز طلاق کا ذکر نہیں فرمایا۔ تاکہ پنچوں کی توجہ ملاپ کی طرف زیادہ مصروف رہے آیت میں فقط ملاپ کا ذکر ہے اس واسطے امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ پنچوں کو میاں بی بی میں تفریق کردینے کا اختیار نہیں ہے اور علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ آیت میں اصلاح کا لفظ ہے جس میں ملاپ تفریق دونوں باتیں آسکتی ہیں۔ کیونکہ بعض صورتوں میں بغیر تفریق کے اصلاح نہیں ہوسکتی[6] رشتہ دار پنچ اس لئے فرمائے کہ وہ میاں بی بی کی حالت کو خوب جانتے ہیں۔ آخر کو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ خبر رکھتا ہے۔ اس میں میاں بی بی پنچ سب کو تنبیہ ہے کہ ان میں سے جو ناحق طریقہ اختیار

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۵۴ کتاب التفسیر [2] اور ثقہ ہے مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۴۲ طبع منیریہ مصر [3] ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۴۶ ابواب الطلاق طبع لکھنو ابوداؤد ص ۲۹۶ باب فی کراہیۃ الطلاق [4] نیل الاوطار ج ۷ ص ۲ لیکن مذکورہ بالا تینوں کتابوں کی سندوں میں یحییٰ بن مسلم راوی نہیں۔ معلوم نہیں امام شوکانیؒ کا کیا ماخذ ہے، واللہ اعلم [5] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۹۶ [6] اس اہم مسئلہ کی تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن جریر ص ۴۳ ۔ ۴۶ جزء ۵ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۳ تفسیر خازن ج ۲ ص ۶۸ ۔ ۶۹ وغیرہا۔

Marfat.com

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى
اور بندگی کرو اللہ کی اور ملاوٹ اس کے ساتھ کسی کو اور ماں باپ سے نیکی اور قرابت والے سے
وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ
اور یتیموں سے اور فقیروں سے اور ہمسایہ قریب سے اور ہمسایہ اجنبی سے اور برابر کے رفیق سے
وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاۙ (۳۶)
اور راہ کے مسافر سے اور اپنے ہاتھ کے مال سے اللہ کو خوش نہیں آتا جو کوئی ہو اتراتا بڑائی کرتا

کرے گا وہ اللہ کے نزدیک مؤاخذہ کے قابل قرار پائے گا۔ اکثر علماء کے نزدیک ان پنچوں کا حکم میاں بی بی کے برخلاف جاری ہو سکتا ہے۔

۳۶۔ اوپر کی آیتوں اور ان آیتوں میں بندوں کے آپس کے حقوق کا ذکر تھا اور سب سے بڑا حق انسان پر اللہ تعالےٰ کا ہے جس نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا۔ اسی مناسبت سے اللہ تعالےٰ نے اپنے حق عبادت کو ان آیتوں میں ذکر فرمایا کہ جب انسان کا خالق رازق وہی وحدہ لاشریک ہے تو اس کی عبادت میں کسی مخلوق کو شریک ٹھہرانا بڑی غلطی ہے صحیحین میں معاذ بن جبل رضؓ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ ان کو جنت میں داخل کریگا[1]۔ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے ان کی خدمت کرے۔ اور کوئی بات ان کی شان کے برخلاف نہ کرے۔ قرآن شریف کی اکثر آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے احسان کا ذکر فرمایا ہے جس سے ہر کوئی ماں باپ کے درجہ کو سمجھ سکتا ہے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو ضعیفی کی حالت میں پایا اور ان کی ہر طرح کی خدمت کر کے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ ٹھہرایا تو ایسا شخص بڑا بد نصیب ہے[2]۔ ذی القربےٰ رشتہ داروں کو کہتے ہیں صحیحین میں انس رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ منظور ہو کہ اس کی عمر بڑھے اور اس کے رزق میں کشایش ہو تو وہ اپنے رشتہ داروں سے سلوک کیا کرے[3]۔ بخاری میں سہل بن سعد رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ذرا فرق سے کھڑی کر کے فرمایا میں اور یتیم کے ساتھ شفقت سے پیش آنے والا شخص جنت میں ایسے قریب ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں[4]۔ مسکین کے معنے محتاج۔ صحیحین میں ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حاجت مند کی حاجت رفع کرنے والے کو قیامت کے دن مجاہدین کا سا اجر ہے[5]۔

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۲ کتاب اللباس و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۳ و معالم ج ۲ ص ۱۴۴ [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۴ باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام ونحو
[3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۵ باب من بسط لہ فی الرزق لصلۃ الرحم [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۸ باب فضل من یعول یتیماً و معالم ج ۲ ص ۱۴۸
[5] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۸ باب الساعی علی المسکین ؛

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ

وہ جو بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

اپنے فضل سے اور رکھی ہے ہم نے منکروں کو ذلت کی مار اور وہ جو خرچ کرتے ہیں

اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ

اپنے مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور نہ پچھلے دن پر اور جس کا

صحیحین میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی یہاں تک تاکید کی کہ مجھے گمان گذرا شاید دو ہمسایوں کی وراثت کا حکم آئے گا[1]۔ والصاحب بالجنب کے معنے بعضے علماء نے گھر کی بی بی کے لئے ہیں۔ اور بعضوں نے مسافرت کے ساتھی کے گھر کی بی بی کے ساتھ احسان کی حدیثیں اوپر گذر چکی ہیں کہ عورت کی اچھی بُری عادتیں سب مدنظر رکھ کر گذران کرنی چاہیئے اور اپنے مقدور کے موافق روٹی کپڑا اچھی طرح سے دینا چاہیئے۔ سفر اور حضر کے ساتھی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کے باب میں عبداللہ بن عمروؓ کی ترمذی کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے کے نزدیک اچھے وہ لوگ ہیں جو اپنے ساتھیوں سے اچھی طرح پیش آتے ہیں[2]۔ ابن السبیل کے معنے اکثر سلف نے مہمان کے لئے ہیں صحیحین میں خویلد بن عمر العدوی ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان آدمی کو چاہیئے وہ اپنے مہمان کی عزت اور خاطر داری کرے[3]۔ لونڈی غلام کے باب میں ابوذرؓ کی صحیحین کی روایت میں آنحضرت نے فرمایا کہ ان کو اچھی طرح سے کھلاؤ پہناؤ۔ اور ان کی طاقت سے بڑھ کر ان سے کام نہ لو۔ اور سخت کام میں تم خود بھی ان کی مدد کرو[4]۔ آخر کو فرمایا جو شخص ان احسانات کے بجا لانے میں تکبر اور خود پسندی کرے اللہ اس کو پسند نہیں کرتا ؁

۳۷ - ۳۹ - ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے جو شان نزول ان آیات کی بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ یہود لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو جن کا ذکر تورات میں چھپاتے تھے یہ تو علم کے چھپانے کا بخل ہوا علاوہ اس کے وہ لوگ صدقہ اور خیرات میں خود بھی بخیلی کرتے تھے اور انصار کے جن لوگوں سے ان کی جان پہچان تھی ان کو بھی خیرات سے ہاتھ روکنے کی نصیحت کرتے تھے اس پر اللہ تعالے نے یہ آیتیں نازل فرمائیں[5]۔ مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۹ باب الوصاۃ بالجار و صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۹ باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۴ [2] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۶ باب ماجاء فی حق الجوار و الترغیب و الترھیب ج ۲ ص ۳۷۱ تفسیر کے مطبوعہ نسخہ میں عبداللہ بن عمرؓ لکھا جامع ترمذی والترغیب کی طرف مراجعت کر کے تصحیح کر دی گئی [3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۹ باب من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یؤذ جارہ [4] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۴۶ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم العبید اخوانکم الخ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۵ [5] الدر المنثور ج ۲ ص ۱۶۲ و لباب النقول ص ۶۲ -

Marfat.com

يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ

ساتھی ہو شیطان تو بہت برا ساتھی ہے اور کیا نقصان تھا ان کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ

پچھلے دن پر اور خرچ کرتے اللہ کے دئیے میں سے اور اللہ کو ان کی خوب خبر ہے

اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ

اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ذرہ برابر اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کرے اور دیوے اپنے

کہ جس نیک عمل میں دکھاوے کی شرکت ہے وہ عمل ہرگز قبول نہیں [۱] ہے۔ اور ترمذی میں حضرت ابی سعید رضؓ خدری سے روایت ہے کہ بخل اور بدمزاجی یہ دو خصلتیں کسی مسلمان میں نہیں ہونی چاہئیں ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے [۲]۔ لیکن اس حدیث کو امام بخاری نے الادب المفرد [۳] میں روایت کیا ہے۔ علاوہ اس کے بخل اور بدخلقی کی مذمت کی صحیح حدیثوں سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ حاصل معنے دونوں آیتوں کے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جن لوگوں کو اپنے فضل سے علم کی دولت یا خوش مزاجی اور خوش حالی کی نعمت دی ہے۔ اگر وہ اس کے صرف کرنے میں بخل کریں گے یا دکھاوے کے طور پر اس کو صرف کریں گے تو ایسے لوگوں سے قیامت میں سخت مؤاخذہ ہوگا۔ صحیح مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اول دوزخ کو ریا کار لوگوں سے سلگایا جائے گا [۴]۔ اگرچہ یہ آیتیں یہود کی شان میں نازل ہوئی ہیں لیکن سوا یہود کے جس کسی میں یہ خصلتیں پائی جائیں گی وہ بھی ان آیتوں کے حکم میں داخل ہے۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ رہتا ہے [۵]۔ شیطان ہمیشہ برے کاموں کی رغبت دلاتا ہے اور فرشتہ اچھے کاموں کی اسی واسطے فرمایا کہ جس کا ساتھی شیطان ہوا وہی برے کاموں میں لگے گا۔ کیونکہ اس نے برے ساتھی کا کہا مانا۔ اور اچھے ساتھی کا کہنا نہ مانا۔ پھر فرمایا جب ان لوگوں کو جتلایا گیا کہ عاقبت کے منکروں بخیلوں اور ریاکاروں کے لئے اللہ تعالےٰ نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تو پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ لوگ وہ بری خصلتیں چھوڑ کر راہ راست پر نہیں آتے اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے اس کو ان کی سب بری خصلتوں کا حال خوب معلوم ہے ایک دن ان کو ان بری خصلتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ یہاں بخیلوں کا کفر کفرانِ نعمت کے معنوں میں ہے۔ اوپر رشتہ داروں اور محتاجوں کے ساتھ سلوک کرنے کا ذکر تھا۔ اسی مناسبت سے ان آیتوں میں بخیلی کی مذمت فرمائی ہے ؂

۴۰۔ اوپر کی دونو آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے بخل اور ریاکاری کی مذمت فرما کر ایمان اور خیرات کی جو ترغیب فرمائی

[۱] صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۱ باب تحریم الریاء [۲] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۸ باب ما جاء فی البخل [۳] الادب المفرد ص ۸۰ باب الشح طبع جدید مصر [۴] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۰ باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار جامع ترمذی ج ۲ ص ۶۱ باب فی الریاء والسمعۃ وسنن نسائی ج ۲ ص ۵۱ باب من قاتل لیقال فلان جری

[۵] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶ مشکوٰۃ باب الوسوسہ ؂

Marfat.com

لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا

پاس سے بڑا ثواب پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلاویں گے

بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ

تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا اس دن آرزو کریں گے جو لوگ منکر ہوئے تھے۔ اور رسول کی بے حکمی کی تھی

لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ ع

کسی طرح ملا دیجئے۔ ان کو زمین میں اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے ایک بات

تھی یہ ٹکڑا آیت کا اس ترغیب کی تائید میں ہے۔ حاصل معنے یہ ہیں کہ جب ذرہ ذرہ بھر کا قیامت میں اللہ تعالےٰ ان کو اجر دوگنا چوگنا دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو پھر کیوں لوگ نیک کاموں سے رک کر اپنے اتنے بڑے اجر کو ضائع کرتے ہیں اور دکھاوے کے عمل کیوں کرتے ہیں کیا جن لوگوں کے دکھانے کی غرض سے کوئی عمل کیا جاتا ہے وہ لوگ ان کو اللہ کا سا اجر دے سکتے ہیں۔ صحیحین میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے شفاعت کی جو بڑی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اچھے لوگ جب پل صراط سے گذر جائیں گے اور بد لوگ پل صراط پر سے دوزخ میں گر جائیں گے تو وہ اچھے لوگ اللہ تعالےٰ سے گنہ گاروں کی سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول ہو کر جس کے دل میں ذرا برابر بھی ایمان ہوگا اس کی نجات کا ذکر فرما کر حضرت ابو سعید خدریؓ اس آیت کو پڑھا کرتے تھے[۱] جس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اس حالت کی تصدیق میں جن کا ذکر حدیث میں ہے یہ آیت نازل ہوئی ہے ۔

۴۱ــــ۴۲۔ جس طرح اوپر کی آیت میں اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دن کی ایک حالت کو بیان فرمایا ہے اسی طرح اس آیت میں ایک دوسری حالت قیامت کے دن کی بیان فرمائی ہے۔ تاکہ سمجھانے بجھانے سے ایک ذرہ برابر جن کو ایمان نصیب ہوا ہے جس طرح ان کی نجات کی حالت معلوم ہوئی ہے۔ اسی طرح جو لوگ باوجود سمجھانے کے حضرت نوحؑ سے لے کر اب تک صاحب شریعت انبیاء کو جھٹلاتے رہے ہیں ان کی حالت بھی معلوم ہو جائے۔ بخاری، ابن ماجہ، نسائی، مسند امام احمد بن حنبل میں اس حالت کا جو ذکر ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حساب کے وقت حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت عیسٰےؑ تک کے منکر لوگوں سے اللہ تعالےٰ پوچھے گا کہ باوجود انبیاء کی ہدایتوں کے تم لوگ منکر کیوں رہے یہ لوگ انبیاء کی ہدایت کا انکار کر کے صاف مکر جائیں گے۔ اور کہیں گے یا اللہ ہم کو کسی نے ہدایت نہیں کی اس پر سب انبیاء کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزماں نبی ہیں ان کی شریعت میں ہر زمانہ کے نبی کی ہدایت کرنے کی تصدیق موجود ہے۔ پھر آنحضرت اور آپ کی امت کے لوگ حاضر کئے جائیں گے۔ اور ان انبیاء کے قول کی گواہی ادا کریں گے[۲]۔ اس پر نادم ہو کر یہ منکر لوگ جانوروں کو خاک

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۷ باب قول اللہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۷ [۲] صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۶۴ کتاب التفسیر ج ۱ ص ۴۷۰ کتاب الانبیاء و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۰ — ۱۹۱ ؛

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا
اے ایمان والو نزدیک نہ ہو نماز کے جب تم کو نشہ ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو

مَا تَقُوْلُوْنَ
جو تم کہتے ہو

ہوتا ہوا دیکھ کر اپنے خاک ہو جانے کی آرزو کریں گے۔ بعض آثار[1] سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سوا اس گواہی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی نیکیوں کی گواہی قیامت تک کی ادا فرمائیں گے۔ اسی واسطے امت کے اعمال آپ کے روبرو پیش ہوتے رہتے ہیں تا کہ گواہی کے لئے آپ کو امت کے اعمال کی اطلاع رہے چنانچہ چند روایتوں میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن تم لوگ درود زیادہ پڑھا کرو کہ اس دن تمہارے درود میرے روبرو پیش کئے جاتے ہیں اگرچہ ان روایتوں کی سند میں تردد ہے لیکن بعض روایتوں کو بعض سے ایک طرح کی قوت ہو جاتی ہے[2] خصوصاً مسند امام احمد ابوداؤد اور نسائی وغیرہ[3] کی اوس بن اوس کی حدیث سے جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے[4]

۴۲۔ ترمذی ابوداؤد نسائی اور حاکم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے ہم لوگوں کی دعوت کی اس وقت تک شراب حرام نہ تھی۔ اس سبب سے ہم لوگوں نے خوب شراب پی اتنے میں مغرب کی نماز کا وقت آیا۔ سب نے مجھ کو امام بنایا میں نے قل یاایھا الکٰفرون نحن نعبد ما تعبدون یعنے جس کی بندگی تم کرتے ہو اس کی ہم بھی کرتے ہیں پڑھ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[5] اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نماز کے وقت لوگوں نے شراب کا پینا موقوف کر دیا تھا۔ ایسے وقت پر شراب پیتے تھے کہ نماز کے وقت تک نشہ کی حالت باقی نہ رہے یہاں تک کہ سورہ مائدہ کی آیت یاایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر نازل ہوئی اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے قطعی حرام ہونے کا مطلب سمجھا اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے شراب کے استعمال شراب کی بیع سب کے حرام ہونے کا صریح حکم دے دیا چنانچہ مسند امام احمد صحیح مسلم اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سورہ مائدہ کے آیت کے نازل ہونے کے بعد ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ شراب تحفہ کے طور پر

[1] وہ اثر سعید بن مسیب کی طرف منسوب ہو کر مختصر تذکرہ للقرطبی (ص ۵۸) میں مذکور ہے لیکن حسب تحقیق حافظ ابن کثیر (ص ۹۹۴ ج اول) منقطع ہونے کے علاوہ مرسل ہونے کی بنا پر پایہ اعتبار سے ساقط ہے [2] لیکن تردد اس طرح رفع نہیں ہوتا اوس بن اوس کی حدیث کو امام ابوحاتم نے منکر بتلایا ہے (کتاب العلل لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۱۹۷) ان کے علاوہ بھی اکثر محققین نے اس قسم کی روایات کو کمزور قرار دیا ہے (نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۰۲)
[3] ابوداؤد باب الجمعہ باب فی الاستغفار سنن نسائی ج ۱ ص ۱۶۲ اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم طبع المکتبۃ السلفیہ لاہور [4] ج ۱ ص ۲۷۸ کتاب الجمعہ لیکن یہ روایت بھی سخت کمزور ہے جیسا کہ اوپر کے حاشیہ میں ہم نے علماء سے نقل کیا ہے اور حافظ منذری نے بھی اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے (عون المعبود ج ۱ ص ۵۶۳) [5] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۷ کتاب التفسیر و سنن ابی داؤد ص ۵۱۷ ج ۲ باب تحریم الخمر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۰ و مستدرک حاکم ص ۳۰۷ ج ۲ کتاب التفسیر

Marfat.com

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ط

اور نہ جب جنابت میں ہو مگر راہ چلتے ہوئے جب تک کہ غسل کر لو

بھیجی آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ شراب سورہ مائدہ کے بعد حرام ہو گئی۔ اس شخص نے اس شراب کے بیچ ڈالنے کی اجازت اپنے غلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دی۔ آپ نے اس سے بھی اس شخص کو منع کیا۔ اور فرمایا کہ جس اللہ نے شراب کا پینا حرام کر دیا۔ اسی نے شراب کا بیچنا بھی حرام کر دیا۔ آخر وہ شراب پھینکوا دی گئی[1] اس سے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی سورہ مائدہ میں آئے گی۔

ابن جریر نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہے کہ بعضے انصار کے گھروں کے دروازے مسجد نبوی میں اس طرح پر تھے کہ بغیر مسجد کے گذرے کے وہ گھر سے نہیں آسکتے تھے اور گھروں میں نہانے کے لائق پانی نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے ناپاکی کی حالت میں ان کو مسجد میں سے گذرنے اور گھروں کے باہر آنے میں بڑا تردد ہوتا تھا اس پر اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرما کر ناپاک آدمی کو مسجد سے گذر جانے کی اجازت فرما دی[2]۔ ناپاک آدمی کے حکم میں حیض و نفاس والی عورت بھی ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کی جو حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ مسجد میں سے بوریا اٹھا لاؤ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ میں حیض کی حالت میں ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خفا ہو کر فرمایا کہ حیض کیا تمہارے ہاتھ کو لگا ہوا ہے[3]۔ اس حدیث سے یہی تفسیر اس آیت کی صحیح ہے کہ اس آیت کے حکم میں حیض و نفاس والی عورت داخل ہے[4]۔ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ناپاک آدمی جب تک نہا نہ لے اس کو مسجد میں راستہ کے طور پر گذر جانے کے سوا ٹھہرنا جائز نہیں۔ لیکن امام احمد کے نزدیک فقط وضو بھی کافی ہے۔ اور امام احمدؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جو خود ان کی مسند اور سنن سعید بن منصور میں ہے کہ اکثر صحابہ ناپاکی کی حالت میں وضو کر کے مسجد میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ لیکن یہ بعضے صحابہ کا عمل ہے۔ صحابہؓ کا اس پر اجماع نہیں اس لئے اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ ناپاک آدمی کو مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ مرد ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو۔ بعضے علمائے نے راہ چلتے کے معنے مسافر کے جو کئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ مسافر کا الگ ذکر ہے۔ پھر وہ ذکر دو دفعہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگرچہ مسند امام احمد اور سنن سعید بن منصور کی سند میں ہشام بن سعد راوی ہے جس کو ابو حاتم وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن یہ روایت ہشام کی زید بن اسلم سے ہے جو مقبول ہے۔ اس لئے اس سند کو بعضے علماء نے مسلم کی شرط پر کہا ہے۔ ناپاک حالت میں جس طرح مسجد میں ٹھہرنا منع ہے اسی طرح قراءت قرآن اور طواف بھی منع ہے چنانچہ اس کی صراحت صحیح حدیثوں[5] میں آئی ہے۔

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲ باب بیع الخمر و سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۴ بیع الخمر مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور و تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۹۳ [2] تفسیر ابن جریر جز ۵ ص ۶۰ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۱ [3] صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۳ کتاب الحیض و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۱ [4] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۱ [5] ان مسائل کے پورے تفصیلی مباحث کے لئے ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۲ و تفسیر خازن ج ۲ ص ۸۰ — ۸۱ و نیل الاوطار جلد اول ص ۲۸۶ — ۲۷۹۔

Marfat.com

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ

اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آیا ہے کوئی شخص تم میں سے جائے ضرور سے یا لگے ہو

النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

عورتوں سے پھر نہ پایا پانی تو ارادہ کرو زمین پاک کا پھر مَلو اپنے منہ کو

وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۴۳)

اور ہاتھوں کو اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا

اگرچہ تیمم کی شان نزول میں مفسروں نے مختلف روایتیں نقل کی ہیں۔ لیکن صحیح شان نزول وہی ہے جس کو امام بخاری[1] نے اور امام احمد بن حنبل[2] نے روایت کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک سفر میں حضرت عائشہؓ حضور کے ساتھ تھیں حضرت عائشہؓ کے گلے کا ہار گر پڑا۔ اس کے ڈھونڈھنے میں صبح تک قافلہ روانہ نہ ہو سکا یہاں تک کہ صبح کی نماز کا وقت آگیا۔ اس جنگل میں سب قافلہ کے وضو کے لئے پانی نہ تھا اس سبب سے لوگ بہت گھبرائے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت عائشہؓ کی شکایت کی۔ حضرت ابوبکر صدیق بھی حضرت عائشہؓ پر بہت خفا ہوئے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ تیمم کا حکم نازل فرمایا۔ اس حکم کی خوشی میں پھر سب نے مل کر حضرت عائشہؓ کو بہت دعائیں دیں۔ تیمم کی یہ حدیثیں کہ فقط ایک دفعہ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر پہنچوں تک دونوں ہاتھوں اور منہ کو مل لے۔ زیادہ صحیح ہیں[3] جس مرض میں پانی کا استعمال مضر ہو اس میں تیمم جائز ہے اسی طرح سفر میں پانی نہ ملے تو اس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔ ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی میں جابرؓ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ ہم لوگ سفر میں تھے اور ہم میں سے ایک شخص کے سر میں زخم تھا۔ اتفاق سے اس زخمی شخص کو نہانے کی حاجت ہو گئی اور اس نے ہم سب ساتھ والے لوگوں سے تیمم کا مسئلہ پوچھا ہم نے اس کو تیمم کی اجازت دینے میں تامل کیا اس لئے اس شخص نے غسل کیا جس کے صدمہ سے وہ شخص فوت ہو گیا۔ مدینہ میں آنے کے بعد جب یہ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آیا تو آپ بہت خفا ہوئے اور فرمایا اس شخص کو تیمم کافی تھا۔ ابن سکن نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[4]۔

یہ ابن سکن، ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن السکنؒ بغدادی علم حدیث میں صاحب تصنیف اور اپنے وقت کے مشہور عالم ہیں۔ صحیح ابن السکن ان کی تصنیفات میں زیادہ شہرت رکھتی ہے[5]۔

اسی حدیث میں زخمی شخص کے لئے ایک صورت یہ بھی ہے کہ بدن پر جہاں زخم نہ ہو وہاں پانی بہا لیا جائے اور زخم کی جگہ پر پٹی باندھ کر اس پٹی پر مسح کر لیا جائے۔ صحیحین میں عمران بن حصینؓ سے روایت ہے جس کا حاصل

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ کتاب التیمم [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ کتاب التیمم للوجہ والکفین و نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۳۳۔۳۳۴ [3] ابوداؤد ج ۱ ص ۴۹ باب المجدور تیمم و ابن ماجہ ص ۴۳ باب فی المجروح تصیبہ الجنابۃ الخ طبع لکھنؤ و دارقطنی ص ۶۹ باب جواز التیمم لصاحب الجراح الخ [4] تلخیص الحبیر ص ۵۴ و نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۲۳ [5] دیکھئے مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۷۵ وغیرہ ÷

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ

تو نے نہ دیکھے جن کو ملا ہے کچھ ایک حصہ کتاب سے خرید کرتے ہیں گمراہی

وَيُرِيدُونَ أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿٤٤﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفَىٰ

اور چاہتے ہیں کہ تم بھی بہکو راہ سے اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ بس ہے

بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿٤٥﴾ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ

حمایتی اور اللہ بس ہے مددگار وہ جو یہود ہیں بے ڈھب کرتے ہیں بات کو

عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ

اس کے ٹھکانے سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سن نہ سنایا جائیو

یہ ہے کہ سفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کی نماز پڑھی۔ ایک شخص اس جماعت میں شریک نہیں ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جماعت میں شریک نہ ہونے کا سبب پوچھا اس نے کہا مجھ کو نہانے کی حاجت تھی۔ اور نہانے کے قابل پانی نہیں تھا آپ نے فرمایا ایسی حالت میں تیمم کافی تھا[1]۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے لٰمستم النساء کی تفسیر عورت سے صحبت کرنے کی کی ہے[2]۔ اس تفسیر کے مقدمہ میں یہ بات گذر چکی ہے کہ جہاں تفسیر کے باب میں سلف کا اختلاف ہو وہاں امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس لئے بعضے سلف نے آیت سے یہ مطلب جو نکالا ہے کہ فقط عورت کو ہاتھ لگانے سے بھی وضو والے کو وضو اور تیمم والے کو تیمم لازم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کے مخالف وہ مطلب ترجیح دینے کے قابل نہیں ہے۔ صعیدا کے معنے روئے زمین اور مٹی دونو کے ہیں۔ اس واسطے اس میں اختلاف ہے کہ تیمم فقط زمین پر کی مٹی سے ہی ہوسکتا ہے یا روئے زمین پر کی اور چیزوں مثلاً چونہ وغیرہ سے بھی ہوسکتا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سوائے مٹی کے اور کسی چیز سے تیمم جائز نہیں ہے اور سلف اس کے مخالف ہیں، دلیل ہر ایک مذہب کی فقہ کی کتابوں میں ہے[3]۔ "اللہ معاف کرنے والا بخشنا" کا یہ مطلب ہے کہ اس نے اپنی مہربانی اور درگذر کے سبب سے اس طرح نرم اور سہل احکام نازل فرمائے؛

۴۴-۴۶۔ ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رفاعہ بن زید اور مالک بن دخشم یہودیوں میں دو بڑے سردار تھے وہ طرح طرح کی شرارتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے کبھی آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتے اور آپ جو جواب دیتے اس کو بدل کر اور طرح پر لوگوں سے بیان کرتے اور کبھی زبان دبا کر دو معنے کلمات آپ کو کہتے مثلاً راعنا کو ان معنوں میں بولتے جن کا ذکر سورہ بقرہ میں گذرا اور ظاہر میں سمعنا واطعنا کہہ کر چپکے سے کہتے سنا ہم نے اور نہ مانا۔ اور واسمع غیر مسمع سے یہ مطلب نکالتے۔ آپ بہرے ہو جائیں غرض ان دونوں شخصوں اور اس قسم کے شریر النفس جو یہود تھے ان سب

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹ باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ الماء، وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۴ [2] تفسیر ابن جریر جزء ۵ ص ۶۱ وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۲ [3] مثلاً دیکھئے نیل الاوطار ج اول ص ۳۲۷ — ۳۲۸ — ۳۳۰ وغیرہ؛

Marfat.com

وَّرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

اور کہتے ہیں راعنا موڑ کر اپنی زبان کو اور عیب دے کر دین میں اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا

وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ

اور سُن اور ہم پر نظر کر تو بہتر ہوتا ان کے حق میں اور درست لیکن لعنت کی ان کو اللہ نے ان کے کفر سے

فَلَا يُؤْمِنُوْنَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

سو ایمان نہیں لاتے مگر کم ۔

کی تنبیہ میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[۱] اور فرمایا جس تورات سے ان لوگوں کو موسےٰ علیہ السلام کی نبوت معلوم ہوئی اس تورات میں نبی آخر الزماں کی نبوت کا بھی ذکر ہے۔ مگر ان لوگوں نے ایسی بری سوداگری کی کہ ہدایت کے معاوضہ میں گمراہی خریدی اور کچھ تو اسی دشمنی کے سبب سے کہ ان کے گھرانے میں یہ آخری نبوت کیوں نہ ہوئی۔ اور کچھ دنیا کے تھوڑے سے لالچ کے خیال سے انہوں نے تورات کے لفظوں اور بعض جگہ معنوں کو بدلا اور اس دھوکے سے اے مسلمانوں یہ لوگ تم کو بھی نیک راستہ سے بھلانا چاہتے ہیں لیکن اللہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں تم ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرو اس کی مدد تم کو کافی ہے اس کی مدد کے آگے ان کی دشمنی کیا چل سکتی ہے "اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور سن اور ہم پر نظر کر تو بہتر ہوتا ان کے حق میں اور درست لیکن لعنت کی ان کو اللہ نے ان کے کفر سے اس لئے ایمان نہیں لاتے مگر کم" مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ یہود لوگ اگر ان شرارت کے لفظوں کی جگہ یہ سیدھے سیدھے لفظ کہتے تو ان کے لئے دین دنیا میں یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔ دین کی بہتری تو یہ تھی کہ تورات میں نبی آخر الزماں پر ایمان لانے کا حکم تھا۔ اس کی تعمیل ہو کر ان لوگوں کی عقبےٰ درست ہوجاتی اور دنیا کی بہتری یہ تھی کہ یہ لوگ جزیہ کی چٹی سے بچ جاتے اور ان لوگوں کے طرح طرح کے گناہوں کے سبب سے ان پر تنگ دستی جو سوار ہے وہ جاتی رہتی چنانچہ سورہ مائدہ میں فرمایا وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيْلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ (۱۵- ۶۵/۶۶) حاصل مطلب ان سورہ مائدہ کی آیتوں کا وہی ہے جو اوپر بیان ہوا کہ اگر یہ اہل کتاب تورات اور انجیل کے پابند ہو کر نبی آخر الزماں اور قرآن پر ایمان لاتے تو ان کے لئے دین و دنیا میں بہتر تھا۔ پھر فرمایا کہ یہ ہوتا تو کیونکر ہوتا۔ یہ تو ایسوں کی اولاد اور ان ہی اپنے بڑوں کے ڈھنگ پر ہیں جن پر داؤد علیہ السلام اور عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خدا کی لعنت اتر چکی ہے۔ یہ پورا قصہ سورہ مائدہ میں آئے گا۔ لیکن مسند امام احمد ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ میں جو روایتیں بنی اسرائیل پر لعنت اترنے کی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں جب گناہوں کی کثرت ہوگئی اور ان کے علماء نے جاہل لوگوں کی نصیحت کو چھوڑ کر خود بھی ان گنہ گاروں کی مجلسوں میں شریک ہونا شروع کردیا۔

---

[۱] لباب النقول ص ۴۶ و تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۴۳ و تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۶۸ ۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ

اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا سچ بتاتا تمہارے پاس والے کو پہلے اس سے

اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ

کہ ہم مٹا ڈالیں کتنے منہ پھر الٹ دیں ان کو پیٹھ کی طرف یا ان کو لعنت کریں جیسے لعنت کی

السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

ہفتے والوں کو اور اللہ نے جو حکم کیا سو ہوا۔

تو حضرت داؤد علیہ السلام اور عیسےٰ علیہ السلام کی زبانی ان پر اللہ کی لعنت اتری۔ یہ روایت متصل۔ اور مرسل چند طریقوں سے ہے جس سے ایک روایت کو دوسری سے تقویت حاصل ہو جاتی ہے[1]۔ آخر آیت میں فرمایا کہ اس خاندانی پھٹکار کے سبب سے ان میں سے عبد اللہ بن سلام رضؓ وغیرہ چند لوگ راہِ راست پر آئے باقی سب اسی پھٹکار میں گرفتار ہیں۔ اللہ کی لعنت اور پھٹکار کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت نہ ہوگی۔ اگرچہ یہ قصہ یہود کا ہے۔ لیکن اس امت میں بھی جب وہ حالت گناہوں کی کثرت اور علماؤں کی چشم پوشی کی پیش آئے گی تو اسی طرح کے کسی عذاب کے آنے کا خوف ہے چنانچہ ترمذی میں حذیفہ رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا اے لوگو نیک باتوں کی تاکید اور بری باتوں کی ممانعت انجان لوگوں کو کرتے رہو ورنہ جب یہ بات تم میں نہ رہے گی تو کوئی نہ کوئی اللہ کا عذاب آئے گا۔ اور پھر اس عذاب سے بچنے کی دعا کی جائے گی تو کسی کی دعا قبول نہ ہوگی۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے[2]۔

۴۷۔ ابن اسحاق وغیرہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن صوریا اور کعب بن اسید یہود کے علماء سے کہا کہ تورات سے تم کو میری نبوت بخوبی معلوم ہو چکی ہے پھر تم خدا سے کیوں نہیں ڈرتے اور نبی برحق پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو تورات سے آپ کی نبوت ہرگز نہیں معلوم ہوتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[3]۔ اور فرمایا کہ ان لوگوں کو تورات کی ہدایت کے موافق قرآن اور نبی آخر الزماں پر ایمان لانا ہے تو یہ لوگ جلدی کریں ورنہ جس طرح ان لوگوں نے جان بوجھ کر حق باتوں سے منہ پھیرا ہے اسی طرح ہم بھی ان کو یہ سزا دیں گے کہ ان کا چہرہ۔ آنکھ، ناک سب گدی کی طرف سے پھیر دیں گے اور ان کے بڑوں میں سے جن لوگوں نے شکار کھیلا تھا۔ ان کی طرح ان کو بھی ملعون ٹھہرا کر بندر اور سور کی شکل کر دیا جائے گا۔ اس قصہ کا تذکرہ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اور زیادہ تفصیل اس قصہ کی سورہ اعراف میں آئے گی۔ عبد اللہ بن سلام رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور کعب احبار حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں اسی آیت کو سن کر ایمان لائے۔ "اللہ نے جو حکم کیا سو ہوا" اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حکم ایسا زبردست ہے کہ ایک کن کے

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص۔ ۱۳۰ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۸۲ [2] جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۹ باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر۔
[3] تفسیر معالم ج ۲ ص ۴۷۵۔ لباب النقول ص ۶۴

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ

تحقیق اللہ نہیں بخشتا ہے یہ کہ اس کا شریک پکڑے اور بخشتا ہے اس سے نیچے جس کو چاہے اور

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان باندھا ؛

کہنے سے سب کچھ پیدا ہوگیا۔ اس لئے اس کے حکم کے آگے کسی عذاب کا ان لوگوں پر آجانا ادنےٰ سی بات ہے ؛

۴۸۔ طبرانی[۱] اور ابن ابی حاتم نے ابوایوب انصاری رضؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرا ایک بھتیجا ہے وہ رات دن بُرے کاموں میں مصروف رہتا ہے آپ نے فرمایا اس کا دین کیا ہے اس شخص نے عرض کیا خدا کو ایک جانتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے اس کو اس کے دین سے مفت پھر کچھ لالچ دے کر ہٹانا چاہیئے۔ تاکہ معلوم ہو کہ باوجود بُرے کام کرنے کے وہ دین پر کہاں تک پکا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس شخص نے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیان کیا کہ وہ اپنا دین کسی طرح نہیں چھوڑتا اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[۲] حاصل معنے آیت کے وہی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائے ہیں چنانچہ مسند ابویعلی موصلی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کو پڑھ کر یہ معنے بیان فرمائے کہ جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ ایک شرک تو اس میں نہیں ہے۔ لیکن سوا شرک کے اور طرح طرح کے گناہوں میں بلا توبہ کے مبتلا ہے تو ایسے شخص کے لئے مغفرت تو اللہ کی حلال ہو چکی اب یہ بات اللہ کے اختیار میں ہے کہ چاہے بلا کسی مؤاخذہ کے اس کو جنت نصیب کرے چاہے کسی قدر مؤاخذہ کے بعد اس کو جنت میں داخل کرے۔ یہ جابرؓ کی روایت صحیح مسلم میں بھی ہے[۳] مگر مختصر طور پر بغیر ذکر آیت کے طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اللہ کو گناہوں کے بخشنے پر قادر جان کر مرے گا اور اس کے گناہوں میں شرک بلا توبہ نہ ہوگا تو اللہ کو اس کے بخشنے میں کچھ دریغ نہ ہوگا[۴] حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیت اور ان احادیث کے سبب سے جمہور سلف اور عام اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ خواہ قتل نفس کا گنہ گار یا اور کسی کبیرہ کا گنہ گار اگر وہ بلا توبہ کے مر جائے گا تو اس کی مغفرت اللہ کے اختیار میں ہے اور توبہ شرک اور ہر کبیرہ گناہ کی مقبول ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا خلاف اس باب میں مشہور ہے کہ وہ آیت ومن یقتل مؤمنا متعمدا اسے یہ حجت قائم کرتے ہیں کہ جو شخص مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی ہے

[۱] طبرانی کی سند میں اگرچہ ایک شخص واصل بن السائب ضعیف ہے لیکن ابن ابی حاتم کی روایت سے طبرانی کی روایت کو تقویت ہو جاتی ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ لیکن تفسیر ابن ابی حاتم کی جو سند تفسیر ابن کثیر (ج ۱ ص ۵۱۰) میں مذکور ہے اس میں بھی یہی راوی ہے لہٰذا روایت ضعیف ٹھہری۔ ع۔ ر۔ [۲] الدر المنثور ج ۲ ص ۱۶۹

[۳] صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۶ باب الدلیل علی ان من مات لا یشرک باللہ شیئا الخ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۹ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۸۱ ۴ ؛

[۴] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۰ ؛

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُم ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ

نے دیکھے وہ جو آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں بلکہ اللہ پاکیزہ کرتا ہے جس کو چاہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا

یہ مذہب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ایسا ہے کہ اس میں سلف کو بھی بڑا تردد رہا ہے۔ چنانچہ بخاری وغیرہ
کتب حدیث میں روایت ہے کہ سعید بن جبیر نے خاص طور پر جا کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے آیت
ومن یقتل مومنا متعمدا اور آیت والذین لایدعون مع اللہ الہا اخر ولایقتلون النفس (۲۶-۶۸) ان
دونوں کو بلا کر مطلب پوچھا اس سے غرض سعید بن جبیر کی یہ تھی کہ جب آیت والذین لایدعون میں قاتل کی توبہ قبول
ہونے کا ذکر ہے تو پھر آپ یہ کیونکر فتوے دیتے ہیں کہ مسلمان کے قاتل کی نہ مغفرت ہے نہ اس کی توبہ قبول ہے۔
لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ جواب دیا کہ آیت والذین لایدعون خاص اہل شرک کے قاتلین کے
لئے ہے مسلمان قاتل کا حکم سورہ نساء کی آیت ومن یقتل میں جدا ہے۔ اور سورہ نساء سورہ فرقان سے
چھ مہینے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس لئے سورۂ نساء کی آیت سے میں یہی کہتا ہوں کہ مسلمان کے قاتل مسلمان کی
نہ مغفرت ہے نہ توبہ ہے اور علماء نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے جواب کا جواب الجواب اس طرح دیا ہے کہ طبرانی
کی روایت میں یہ صراحت آچکی ہے کہ جب آیت والذین لایدعون نازل ہوئی تو صحابہ حاضرین مجلس نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ یہ آیت اہل شرک کے لئے خاص ہے آپ نے فرمایا نہیں سب مسلمانوں
کے لئے عام ہے۔[۱] پھر یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ آیت اہل شرک کے لئے خاص ہے ابوسعید خدریؓ کی متفق
علیہ حدیث میں جب یہ آچکا ہے کہ ایک شخص اسرائیلی نے ننانوے[99] خون کئے اور بنی اسرائیل کا جو عالم یہ کہتا
گیا کہ تیری توبہ قبول نہیں اسی کو اس نے قتل کیا۔ آخر توبہ کی نیت سے جاتے جاتے مر گیا۔ اللہ تعالےٰ نے
فرشتوں سے زمین کی ماپ کرائی اور جدہر وہ شخص توبہ کی نیت سے جاتا تھا ادھر زمین کے ایک بالشت بھر قریب
نکلنے سے باوجود ننانوے خون کے اللہ تعالےٰ نے اس شخص کی مغفرت فرمائی اور اس کی توبہ قبول کی[۲] پھر یہ
کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ مسلمان کے قاتل کی توبہ قبول نہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے
قول کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قتل کا جرم حق العباد میں سے ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مقصود
یہ ہے کہ قصاص یا معافی جرم سے جب تک صاحب حق کو حق کی کچھ تلافی نہ ہو اس وقت تک حقوق عباد میں فقط
توبہ سے آدمی کی سبکدوشی نہیں ہوسکتی اس صورت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور جمہور کے مذہب میں کوئی
خلاف باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ حقوق عباد میں جمہور کا مذہب یہی ہے جو مطلب حضرت عبداللہ بن عباسؓ
کے قول کا حافظ ابن کثیرؒ نے بیان کیا ہے[۳]؛

۴۹۔ ۵۰۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہود ایک دفعہ کچھ اپنے چھوٹے بچوں کو

[۱] صحیح بخاری ص ۶۶۶ ج ۲ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۶ [۲] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۹ باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ
[۳] ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۷ ۔

Marfat.com

فَتِيلًا ﴿٤٩﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا

تاگے برابر دیکھ کیسا باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور یہی کفایت ہے گناہ

مُّبِيْنًا ﴿٥٠﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ

صریح تونے نہ دیکھے جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں بتوں کو

وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور شیطان کو اور کہتے ہیں کافروں کو یہ زیادہ پائے ہیں مسلمانوں سے

سَبِيْلًا ﴿٥١﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾

راہ وہی ہیں جن کو لعنت کی اللہ نے اور جس کو لعنت کرے اللہ پھر تو نہ پائے کوئی اس کا مددگار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور پوچھا کیا لڑکے گنہ گار ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں پھر یہود نے کہا ہم بھی ان لڑکوں کے مانند ہیں۔ جو گناہ ہم دن کو کرتے ہیں وہ رات کو اور جو رات کو کرتے ہیں وہ دن کو معاف ہو جاتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1] اور فرمایا غیب کا علم اللہ کو ہے کہ مرنے کے بعد کس کا کیا انجام ہونے والا ہے یہ لوگ جو زبردستی اپنے آپ کو بے گناہ بچوں کی طرح سے عذاب آخرت سے بری بتاتے ہیں یہ اللہ کی شان میں ان کا ایک صریح جھوٹ ہے عقبےٰ میں ایک ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا۔ کہ نیکوں کی جزا بدوں کو یا بدوں کی سزا نیکوں کو مل جائے۔ بلکہ وہاں تو جیسا کوئی کرے گا ویسا پائے گا۔ اور گناہ تو درکنار ان لوگوں نے اللہ کی شان میں یہ ایک جھوٹ بات کہی ہے کہ باوجود طرح طرح کے گناہوں کے ان سے عقبےٰ میں مؤاخذہ نہ ہوگا۔ یہی ایک ایسا بڑا گناہ ہے کہ وہی ان کی گرفت کے لئے کافی ہے فتیل اس پتلے سے چھلکے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی پر تاگے کی طرح باریک ہوتا ہے تزکیہ کے معنے اپنے نفس کی بڑائی کرنا۔ صحیح حدیثوں میں شیخی کے طور پر اپنے آپ کو جو آدمی اچھا کہنے لگتا ہے اس کی اور خوشامد کے طور پر دوسرے کی جو زبردستی تعریف کرتا ہے اس کی ممانعت آئی ہے[2]۔

۵۱ – ۵۲ مسند امام احمد تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ مجاہد، عکرمہ، اور قتادہ کی روایتوں سے جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کی گئی ہے اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب یہود لوگ احزاب کی لڑائی کے لئے قریش کو رغبت دلانے کے لئے مکہ کو گئے اس وقت قریش نے حی بن اخطب اور کعب بن اشرف یہود کے سرداروں سے پوچھا کہ تم اہل کتاب ہو بھلا یہ تو بتاؤ کہ ہم لوگ حق پر ہیں یا محمد اور ان کے ساتھی حق پر ہیں اس وقت یہود کی یہ غرض قریش سے متعلق تھی کہ کسی طرح قریش کو بہکا کر جنگ احزاب پر لایا جائے۔ اس لئے ان یہود کے سرداروں نے کہا کہ تمہارا دین اچھا ہے۔ اور تم حق پر ہو اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں[3] اور فرمایا۔ ان لوگوں کی بے ایمانی دیکھنے کے قابل ہے کہ دنیا کی ایک غرض کے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۱ و الدر المنثور ج ۲ ص ۱۷۰۔ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۵ باب مایکرہ من التمادح و صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴ باب النہی عن المدح الخ [3] تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۷۱ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۸۵۴۔

Marfat.com

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿۵۳﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ

یا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں پھر تو یہ نہ دیں گے لوگوں کو ایک تل برابر یا حسد کرتے ہیں

النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ

لوگوں کا اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم کے گھر میں کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن

اور علم اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت پھر ان میں کسی نے اس کو مانا اور کوئی اس سے

صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿۵۵﴾

اٹک رہا اور دوزخ بس ہے جلتی آگ

سبب سے انہوں نے اہل کتاب ہو کر شرک کو توحید سے اور مشرکوں کو موحدوں سے اچھا بتایا۔ ایسے بے ایمانوں پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جس پر اللہ کی پھٹکار ہو اس کو دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا یہ جو فرمایا کہ اہل کتاب ہو کر "مانتے ہیں بتوں کو اور شیطان کو" اس شان نزول کی بعض روایتوں میں اس کا قصہ یوں ہے کہ جب ان یہود کے سرداروں نے قریش کو احزاب کی لڑائی کے لئے ابھارنا چاہا تو قریش نے کہا کہ تم اور محمد اہل کتاب اور دونو ایک ہو اس لئے ہم کو تمہاری باتوں پر اس وقت تک بھروسہ نہیں ہے جب تک تم ہمارے بتوں کو سجدہ نہ کرو اس پر یہود کے دونو سرداروں نے شیطان کے بہکانے سے اہل مکہ کے بتوں کو اپنی غرض کے لئے سجدہ بھی کیا[1]۔ جبت کے معنے بتوں کے ہیں۔ اور طاغوت کے معنے شیطان کے۔

۵۳ــ۵۵۔ اوپر ذکر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہود کو یہاں تک دشمنی تھی کہ یہ لوگ قریش کو احزاب کی لڑائی پر آمادہ کرنے کے لئے اطراف مدینہ سے سفر کر کے مکہ گئے ان آیتوں میں فرمایا یہود کی یہ دشمنی فقط اس سبب سے ہے کہ نبی آخر الزماں بنی اسمٰعیل میں سے کیوں ہوئے اولاد اسحاق میں سے کیوں نہیں ہوئے حالانکہ بنی اسحاق اور بنی اسمٰعیل دونوں کا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے اسحاق کی اولاد میں ایک مدت دراز تک نبوت بادشاہت سب کچھ رہا اب ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے اسمٰعیل کی اولاد میں ایک نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے سے نبی آخر الزماں کے ساتھ ان لوگوں کی اس قدر دشمنی فقط ان لوگوں کی بخیلی کے سبب سے ہے کیونکہ ان کی بخیلی کی عادت یہاں تک بڑھی ہوئی ہے۔ کہ ان کے قبضہ میں ایک سلطنت بھی ہو تو یہ لوگ اس میں سے ایک تل برابر چیز بھی کسی کو نہ دیں۔ کھجور کی گٹھلی پر نقطہ کی برابر ایک نشان جو ہوتا ہے اس کو نقیر کہتے ہیں یحسدون الناس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے فرمایا کہ ناس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی مقصود ہیں[2]۔ انہیں آیتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسکین کے لئے یہ بھی فرمایا کہ ان لوگوں کی مخالفت اللہ کے نبی کے ساتھ کچھ نئی نہیں ہے۔ بلکہ نبی آخر الزمان کی

[1] تفسیر ابن جریر جزو ۵ ص ۷۹ و تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۷۱ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۳

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ط كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم

جو لوگ منکر ہوئے ہماری آیتوں سے ان کو ہم ڈالیں گے آگ میں جس وقت پک جائے گی کھال ان کی

الربع بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٦﴾

بدل کر دیں گے ان کو اور کھال کہ چکھتے رہیں عذاب اللہ ہے زبردست حکمت والا

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن

اور جو لوگ یقین لائے اور کیں نیکیاں ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں جن کے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَ

نیچے بہتی نہریں رہ پڑے وہاں ہمیشہ ان کو وہاں عورتیں ہیں ستھری اور

نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿٥٧﴾

ان کو ہم داخل کریں گے گھنی کی چھاؤں میں ؛

بنی اسمٰعیل میں پیدا ہونے کا تو ایک حیلہ ہے یہ لوگ تو ایسوں کی اولاد ہیں جنہوں نے خود اپنے گھرانے کے نبیوں کے ساتھ بڑی مخالفتیں کر کے بعضے نبیوں کو شہید کر ڈالا۔ آخر کو فرمایا یہ لوگ ہوں یا ان کے بڑے ایسے لوگوں کو جہنم کی دھکتی آگ کی سزا کافی ہے ؛

۵۶ — ۵۷۔ اوپر ذکر تھا کہ بدلوگوں کے لئے جہنم کی دھکتی آگ کی سزا کافی ہے اس پر یہ خیال گذر سکتا تھا کہ جب ایک دفعہ دھکتی آگ میں دوزخیوں کا گوشت پوست جل جائے گا۔ تو پھر اسی جلی ہوئی کھال پر شاید آگ کی تکلیف کچھ کم ہو جائے گی کیونکہ جلی کھال مردار ہو جاتی ہے اس لئے فرمایا کہ اللہ کی آیتوں کے منکر لوگوں کی کھال جب دوزخ میں جل کر مردار ہو جائے گی تو عذاب کی تکلیف قائم رہنے کے لئے فوراً تازی کھال بدل جائے گی۔ بیہقی، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن مردویہ میں حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور معاذ بن جبلؓ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ تھوڑی سی دیر میں دوزخیوں کی کھالیں کئی دفعہ بدلی جائیں گی[1] یہ ان لوگوں کا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے منکر ہونے کے سبب سے ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں جو لوگ دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہونے والے ہیں ان کی کھال نہیں بدلی جائے گی بلکہ وہ ایک دفعہ کے جلنے میں مر کر کوئلے ہو جائیں گے پھر ان کوئلوں کو نہر حیات میں غوطہ دیا جائے گا جس سے وہ زندہ ہو جائیں گے اور ان کو جنت میں جانے کا حکم ہو گا۔ چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی شفاعت کی ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے[2]۔ عزیزاً حکیماً کا یہ مطلب ہے کہ اللہ ایسا زبردست ہے کہ اس کے عذاب کو کوئی روک نہیں سکتا۔ صاحب حکمت وہ ایسا ہے کہ اس نے ہر ایک کی سزا جرم کے موافق مقرر کی ہے کسی کی کھال عذاب کی تکلیف بڑھانے کے لئے بدلی جائے گی کوئی دوزخ کے پہلے ہی جھونکے میں جل کر کوئلہ ہو جائے گا۔ تاکہ دیر تک جلنے کی تکلیف

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۴ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۴۸۸ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۷ باب قول اللہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ

اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچاؤ امانتیں امانت والوں کو اور جب چکوتی کرنے لگو لوگوں میں

جو اہل دوزخ کے مقابلہ میں اب آگے اہل جنت کا ذکر فرمایا کہ ان کے رہنے کو عالی شان محل عمدہ باغ جن میں نہریں جاری ہیں ان محلوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے جہاں ان کو نہ بیماری کا کھٹکا ہے نہ موت کا ان کی صحبت کے لئے حسن ونفاست اور سب عیبوں سے پاک بیبیاں ہوں گی جنت کے محلوں اور باغوں کے گھنے درختوں کی چھاؤں ہوگی جس میں وہ بیٹھیں گے۔ اگرچہ جنت میں دھوپ نہ ہوگی جس سے بچنے کے لئے سایہ درکار ہو لیکن زیادہ ٹھنڈک کے لئے اس سایہ میں جنتی لوگ بیٹھیں گے۔ عرب کے بے سایہ ملک میں سایہ کی بڑی قدر ہے اس لئے خاص طور پر سایہ کا ذکر فرمایا۔

۵۸۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت ان عثمان بن طلحہ کی شان میں اتری ہے جو ابو طلحہ بشیر بن عثمان کے چچازاد بھائی اور اسی گھرانے میں کعبہ کی دربانی آج تک ہے۔ معتبر سند سے ابن اسحاق وغیرہ نے اس قصہ کو نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ سے کعبہ کی کنجی لے کر کعبہ کو کھولا۔ اور کعبہ کے دروازہ پر خطبہ پڑھا۔ لوگوں کو طرح طرح کی نصیحت کی اسی موقع پر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ کعبہ کی کنجی ان دونوں میں سے کسی کو مل جائے تاکہ کعبہ کی دربانی آئندہ ان کے گھرانے میں رہے اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور جن عثمان بن طلحہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنجی بطور امانت کے لی تھی۔ اس آیت کے موافق ان کو واپس کردی[1] بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کنجی واپس دیتے وقت عثمان بن طلحہ سے یہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ کنجی تم کو واپس دلوائی ہے اس لئے اب جو کوئی بعد اس کے تم سے یہ کنجی چھینے گا وہ ظالم کہلائے گا[2] اس روایت کے لفظوں سے یہ بھی نکلتا ہے کہ آیت کا نزول اسی قصہ کے متعلق ہے۔ اس شان نزول کے بیان کرنے کے بعد اکثر مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اگرچہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب خاص ہے۔ لیکن امانت کا لفظ ان سب حقوق کو شامل ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے ذمے کئے ہیں۔ مثلاً توحید اور عبادت یا وہ حقوق جو بندوں کے بندوں پر ہیں۔ مثلاً امانت کی چیز یا مانگی ہوئی چیز کا واپس کرنا آیت انا عرضنا الامانۃ الخ کی تفسیر علی بن ابی طلحہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جو صحیح روایت کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ امانت سے وہ باتیں مقصود ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے انسان پر فرض کیا ہے جن کے بغیر کسی خیانت کے ادا کرنے کے انسان کی نجات ہی نہیں مثلاً جو عبادت بغیر ریاکاری کی خیانت کے ادا ہوئی وہ نجات کا موجب ہے عبادت کی محنت رائیگاں اور ریاکاری کا مواخذہ قائم انہی شرائط کے ڈر سے آسمان وزمین۔ اور

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۵ — ۵۱۶ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۴۹۰ — ۴۹۱ ولباب النقول ص ۶۶ [2] تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۷۵۔

Marfat.com

اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

تو چکوتی کرو انصاف سے اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو اللہ ہے

سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ (۵۸)

سنتا دیکھتا ؛

پہاڑوں نے اس امانت کو قبول نہیں کیا[1] اس کی پوری تفصیل تو سورہ احزاب میں آئے گی۔ مگر یہاں مطلب اسی قدر ہے کہ آیت ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات اور آیت انا عرضنا الامانۃ ان دونوں آیتوں میں امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک امانت کا لفظ سب حقوق اللہ اور حقوق الناس کو شامل ہے اور اس عام حکم میں یہود کو یہ تنبیہ ہے کہ تورات میں نبی آخر الزماں کے اوصاف کی آیتوں میں ان لوگوں نے تبدل تغیر جو کیا ہے وہ اللہ کی امانت میں انہوں نے خیانت کی ہے۔ وقت مقررہ پر جس کا مؤاخذہ ہوگا صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منافق کی علامتوں میں سے امانت کی خیانت کو بھی ایک علامت فرمایا ہے[2]۔ ترمذی، ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آدمی کو امانت کا واپس کرنا لازم ہے اگر اس کے مال میں کوئی دوسرا شخص خیانت بھی کرے تو اس کو کسی کے مال میں خیانت نہیں چاہئے[3]۔ اس حدیث کی سند میں اگرچہ بعضے علماء نے کلام کیا ہے لیکن ترمذی نے اس حدیث کو حسن[4] اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے[5]۔ مستدرک[6] حاکم میں اس طرح کی ایک روایت انسؓ کی بھی ہے جس کی سند میں ایوب بن سوید ایک راوی ہے جس کو بعض علماء نے ضعیف الحافظ کہا ہے۔ لیکن حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے[6]۔ قاضی حاکم۔ امیر۔ والی۔ جن کے سپرد لوگوں کے ہر طرح کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا ہے ان کے ذمہ بھی اللہ کی یہ امانت ہے کہ بغیر کسی کی رعایت کے ان کو ہر ایک فیصلہ انصاف سے کرنا چاہئے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابوذرؓ سے یہ روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوذرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بستی پر حاکم ہوجانے کی خواہش کی آپ نے ابوذرؓ کو جواب دیا کہ تمہارے مزاج میں ایک طرح کا ضعف ہے اور حکومت اللہ تعالےٰ کی بڑی بھاری امانت ہے جس کی ذمہ داری صاحب ضعف آدمی سے دشوار ہے[7]۔ غرض اسی تعلق کے سبب سے امانت کے ذکر میں حاکم لوگوں کا یہ ذکر فرمایا کہ جب چکوتی کرنے لگو لوگوں میں تو چکوتی کرو انصاف سے مسند امام احمد صحیح مسلم اور نسائی میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصاف سے لوگوں کا فیصلہ کرنے والے حاکموں کو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۱۶ (۲) صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰ باب علامۃ المنافق (۳) ابوداؤد ج ۲ ص ۹۸۴ باب فی الرجل یاخذ حقہ من تحت یدہ (۴) جامع ترمذی ص ۱۵۲ کتاب البیوع (۵) مستدرک حاکم ج ۲ ص ۴۶ (۶) مستدرک حاکم ج ۲ ص ۴۶ مگر ہمارے مطبوعہ نسخے میں حاکم کی تصحیح کا ذکر نہیں ہے واللہ اعلم (۷) صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۱ باب کراہیۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ ؛

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور جو اختیار والے ہیں تم میں سے

اپنے دائیں ہاتھ کی جانب نور کے منبروں پر عزت سے بٹھلائے گا۔ پھر فرمایا یہ محض شفقت حاکموں کی عزت بڑھانے کے لئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں[1]۔ یہ ان حاکموں کا ذکر ہے جن کی اصلی کوشش انصاف سے فیصلہ کرنے کی ہے اس لئے اکثر فیصلے تو ان کے منصفانہ ہیں اور شاذ و نادر اقتضائے بشریت سے بعضے فیصلوں میں ان سے کچھ غلطی بھی ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل درگذر ہے۔ رہے وہ حاکم جو رشوت کے لالچ یا سعی و سفارش کے مان لینے کے سبب سے منصفانہ فیصلہ کی زیادہ پروا نہیں کرتے اس واسطے اکثر فیصلہ تو ان کے رعایتی اور نامنصفانہ ہیں اور کچھ تھوڑے سے فیصلے منصفانہ بھی اُن کے قلم سے نکل گئے ہیں ایسے حاکموں اور قاضی کا سیدھا ٹھکانا جہنم ہے۔ چنانچہ معتبر سند سے ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس حاکم کے منصفانہ فیصلوں کی تعداد نامنصفانہ فیصلوں پر قیامت کے دن غالب آئے گی وہ جنتی ہے اور جس حاکم کا حال اس کے برخلاف ہے وہ دوزخی ہے[2]۔ اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ نصیحت فرمائی ہے جس پر عمل کرنے سے آدمی کی نجات ہو سکتی ہے اس لئے فرمایا "اللہ نصیحت کرتا ہے تم کو۔ اللہ ہے سنتا دیکھتا"۔ کا یہ مطلب ہے کہ اس نصیحت کی تعمیل جو اللہ تعالیٰ کے سننے سے متعلق ہے مثلاً آپس میں تمہارا وعظ و نصیحت پر قائم رہنا یا سچی گواہی کا ادا کرنا اس سب کو سنتا ہے اور جو عمل دیکھنے سے متعلق ہے نماز روزہ حج زکوٰۃ ان سب نیک عملوں کو دیکھتا ہے۔

۵۹۔ اوپر کی آیت میں حاکموں کا ذکر فرما کر اس آیت میں محکوم لوگوں کا ذکر فرمایا اس آیت کی شان نزول قصہ طلب ہے حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہؓ صحابی کو سردار کر کے اور کچھ لوگ اُن کے ساتھ کر کے نجد کی طرف ایک چھوٹی سی لڑائی پر ان کو بھیجا تھا۔ راستے میں عبداللہ بن حذافہؓ کو اپنے ساتھ کے لوگوں سے کچھ رنجش ہو گئی۔ انہوں نے اپنے ساتھ کے لوگوں سے کہا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کو میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے ان لوگوں نے کہا ہاں دیا ہے۔ اس پر عبداللہ بن حذافہؓ نے جنگل سے لکڑیاں جمع کرا کے ان لکڑیوں میں آگ لگا دی۔ اور اپنے ساتھ کے سب آدمیوں سے کہا کہ تم سب اس آگ میں کود پڑو۔ اب عبداللہ بن حذافہؓ کے ساتھیوں کے دو گروہ ہو گئے کچھ لوگ تو آگ میں کودنے پر راضی ہو گئے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ آگ سے بچنے کے لئے تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں بغیر اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز یہ فعل نہ کریں گے۔ آخر یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک آیا آپ نے فرمایا کہ جس امر کی شریعت اجازت دے حاکم کی اطاعت ایسے امر میں ہے تم اگر

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۱ باب فضیلۃ الامیر العادل الخ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۱۹۲ م [2] سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۰۳ باب فی القاضی یخطی۔

Marfat.com

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو اللہ کی اور رسول کی طرف اگر یقین رکھتے ہو

بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۵۹﴾ ع ۹ ۵

اللہ پر اور پچھلے دن پر یہ خوب ہے اور بہتر تحقیق کرنا ہے ؀

آگ میں کود پڑتے تو ہمیشہ اس آگ میں رہتے [1]

اس شان نزول کو امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری میں روایت کیا ہے اور داؤدی شارح صحیح بخاری نے اس شان نزول پر جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب اچھی طرح علامہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دے دیا ہے۔ اور مفسرین نے سوا اس شانِ نزول کے اور شان نزول جو اس آیت کے بیان کئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان حالات پر بھی آیت کا مطلب صادق آتا ہے۔ ورنہ اصل شان نزول وہی ہے جو امام بخاری نے بیان کی ہے کیونکہ امام بخاری کی روایت پر دوسری روایت کو فوقیت نہیں ہو سکتی بخاری کی اس شان نزول کی روایت پر بخاری کی شرح داؤدی میں جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر آیت کا نزول عبداللہ بن حذافہؓ کے قصے سے پہلے مانا جائے تو آیت کو قصہ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا اگر آیت کا نزول قصے سے بعد مانا جائے تو عبداللہؓ کے نافرمان لوگوں کو آیت میں کچھ سرزنش نہیں ہے حالانکہ حب آیت اولی الامر کی فرماں برداری کے حکم میں ہے اور قصےؓ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے سردار کا حکم نہیں مانا تو آیت میں ان کا کچھ ذکر ہونا چاہئے تھا۔ حافظ ابن حجرؒ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ قصہ میں حاکم اور محکوم کا اس پر جھگڑا تھا کہ عبداللہؓ کے حکم سے جو آگ جلائی گئی ہے اس میں کود پڑنا جائز ہے یا نہیں اس کا حکم آیت میں یہ ہے کہ ایسی باہمی نزاع کی صورت میں آپس کی نزاع کو بڑھانا نہیں چاہئے۔ بلکہ ہر ایمان دار آدمی کو چاہئے کہ ایسے نزاع کی حالت میں اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم تلاش کر کے اس کے موافق آپس کے جھگڑے کا تصفیہ کرے تاکہ بغیر حکم خدا و رسول کے عقلی طور پر کسی کام کو کر لینے سے دین کی کوئی خرابی نہ لازم آجائے جس طرح عبداللہؓ کے ساتھیوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنی بڑی خرابی جتلائی کہ اگر وہ بغیر آنحضرت سے پوچھنے کے اپنی سمجھ سے اس آگ میں کود پڑتے تو قیامت تک اس آگ میں رہتے یہ آپ نے اس لئے فرمایا کہ یہ ایک صورت خودکشی کی تھی اور خودکشی کا حکم اوپر آیت ولا تقتلوا انفسکم کی تفسیر میں گذر چکا ہے کہ جس طرح سے کوئی شخص خودکشی کرے گا اسی طرح کا عذاب اس پر ہمیشہ کیا جائے گا۔ اولی الامر کی تفسیر میں سلف کا اختلاف ہے بعضوں نے اس لفظ کی تفسیر امراء کی ہے اور بعضوں نے علماء دونوں تفسیروں میں کوئی تغیر بھی لی جائے

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۷ و صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۲۲ باب سریۃ عبداللہ بن حذافۃ السہمی [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۹ کتاب التفسیر [3] فتح الباری ج ۴ ص ۱۵۹ — ۱۶۰ طبع دہلی و لباب النقول ص ۶۷ ؀

Marfat.com

جب کہ آیت کی شان نزول کی بعض روایتوں میں الطاعۃ فی المعروف اور بعض روایتوں میں انما الطاعۃ فی المعروف کا لفظ موجود ہے تو معنے آیت کے یہی ہوں گے کہ اولی الامر منکم کی اطاعت اسی حد تک ہے جو حد کسی شرعی حکم سے شریعت میں معروف ہے اسی واسطے اللہ اور رسول کے نام کے ساتھ اطیعوا کا لفظ فرمایا اور اولی الامر کے ساتھ اطیعوا کا لفظ نہیں فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ اولی الامر کا حکم مستقل طور پر شرعی حکم نہیں ہے بلکہ اللہ اور رسول کے حکم کی یہ ایک شاخ ہے اور دنیا میں کوئی شاخ بغیر جڑ کے قائم نہیں رہ سکتی چنانچہ اسی بنا پر اہل سنت اور مخالف اہل سنت فرقوں کے مابین قدیم سے یہ جھگڑا چلا آتا ہے کہ ان فرقوں نے احادیث شفاعت، حوض، میزان، عذاب قبر، صفات وغیرہ کے مخالف فقط قیاس سے اپنے مذہب کی چند شاخیں قائم کی ہیں جن کے رد وقدح کے اہل سنت درپے ہیں اور کہتے ہیں کہ صریح حکم شرعی کے مقابلہ میں کوئی قیاس مقبول نہیں ہوسکتا۔ اسی بحث میں دفتر کے دفتر تالیف ہوگئے۔ اور قیامت تک ہوں گے بعض علماء نے اس بحث کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اہل سنت کی وہ بحث مسائل اعتقادی سے متعلق ہے مسائل عملی سے متعلق نہیں ہے اور علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اطیعوا الرسول کے حکم سے اللہ کے رسول کی اطاعت تمام مسائل اعتقادی اور عملی میں فرض ہے باوجود اس کے اس اطاعت کو مسائل اعتقادی میں منحصر کردینا گویا نبوت کو اس کے ایک جز میں منحصر کردینا ہے۔ جس کی جرأت کسی مسلمان کو نہیں چاہئے۔ اب غور طلب یہ بات ہے کہ جب ایسے دو مختلف حکم ہوں کہ ایک طرف صحیح سند سے حکم رسول ہو۔ اور دوسری طرف کسی عالم کا فتوے تو ان میں معروف شرعی کس کو کہا جائے گا۔ اور انما الطاعۃ فی المعروف کے موافق ان دونوں حکموں میں کون سے حکم کو حصر کے طور پر واجب الطاعت ٹھہرایا جائے گا۔ جس کے دل میں نور ایمان کی کچھ جھلک ہے اس غور طلب بات کا جواب اس کی زبان سے تو یہی نکلے گا کہ ایسی صورت میں واجب الاطاعت معروف شرعی وہی اللہ کے رسول کا حکم ٹھہرایا جائے گا جس کی معروفیت کو اللہ نے اس آیت میں اپنی اطاعت کے بعد اور اولی الامر کی اطاعت کے ماقبل ذکر فرمایا ہے اس لئے حاصل آیت کا یہ ہے کہ ماقبل کو ماقبل کے اور مابعد کو مابعد کے رتبہ پر رکھنا حکم الٰہی کی فرمانبرداری اور اس کے برعکس میں نافرمانی ہے جس سے ہر مسلمان کو خوف کرنا اور ان کنتم مؤمنین کی شرط کو پورا کرنا چاہئے۔ اس شرط کا مطلب بھی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ کہ جس کے دل میں نور ایمانی کی کچھ جھلک ہے اس کو اس طرح کے اختلاف کے موقع پر اللہ تعالےٰ کی اس نصیحت کے موافق عمل کرنا چاہئے جو اس نے اس آیت میں فرمائی ہے ذلک خیر و احسن تاویلا کا مطلب یہ ہے کہ آیت کی ہدایت کے موافق عمل کرنے میں یہ خوبی ہے کہ جو اختلاف تھا وہ بھی رفع ہوجائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کا اجر بھی عقبےٰ میں ملے گا۔ تاویل کے معنے یہاں انجام کے ہیں ؏

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ

تو نے نہ دیکھے وہ جو دعوے کرتے ہیں کہ یقین لائے ہیں جو اترا تیری طرف اور جو اترا

قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا

تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس سے منکر ہو

بِهِ ط وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿۶۰﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

جائیں اور چاہتا ہے شیطان کہ ان کو بہکا کر دوری ڈالے اور جو ان کو کہئے

تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ

آؤ اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول کی طرف تو تو دیکھے منافقوں کو بند ہو رہتے ہیں تیری طرف سے

۶۰ــ ۶۳ــ اوپر اللہ و رسول کے حکم کے موافق عمل کرنے کی تاکید تھی ان آیتوں میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس تاکید کے پابند نہیں ہیں ان آیتوں کی شان نزول میں سلف کا اختلاف ہے مگر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی ایک روایت کے موافق جس شان نزول کو حافظ ابن کثیرؒ نے صحیح ٹھہرا کر اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک منافق اور یہودی میں کچھ جھگڑا تھا یہودی کہتا تھا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں ہونا چاہیے اور منافق کعب بن اشرف یہودیوں کے سردار کی پیشی کا اصرار کرتا تھا۔ آخر مقدمہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں آیا۔ اور آپ نے یہودی کی طرف اس مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔ منافق نے اس خیال سے کہ حضرت عمرؓ شاید اس کو مسلمان سمجھ کر کچھ اس کی پاس داری کریں گے۔ اس یہودی کو اس پر مجبور کیا کہ مقدمہ از سر نو حضرت عمر کی پیشی میں لے جانا چاہیے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عمرؓ ان دنوں میں مدینہ کے قاضی تھے اس لئے اس منافق کے اصرار پر مقدمہ حضرت عمرؓ کی پیشی میں گیا۔ اور حضرت عمرؓ نے اس یہودی سے جب یہ سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدمہ کا فیصلہ یہودی کی طرف کر چکے ہیں تو فوراً اس منافق کو قتل کر ڈالا اور اس کے قتل کے بعد یہ فرمایا کہ جو شخص اللہ کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا یہی فیصلہ ہے کہ اس کو قتل کر ڈالا جائے اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں[1]۔ اور فرمایا کہ یہ منافق لوگ ایمان کا دعوٰی کرتے ہیں لیکن ان کا ایمان پورا نہیں ہے کیونکہ اس آخری شریعت اور اس سے پہلے سب شریعتوں میں اللہ تعالےٰ نے ہر رسول وقت کی فرمانبرداری اس وقت کے لوگوں پر لازم کی ہے اور رسول وقت کے حکم کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی بات کے ماننے سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی تعظیم کے سوا جس کسی کی تعظیم اللہ کی تعظیم کے برابر کی جائے اس کو طاغوت کہتے ہیں یہاں اس منافق نے کعب بن اشرف کو اللہ کے رسول سے اور اس کے فیصلہ کو اللہ کے رسول کے فیصلہ سے بہتر ٹھہرایا تھا۔ اس لئے کعب بن اشرف اور اس کو

[1] تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۱۸۰۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹ لیکن مختصر ہے مفصل قصہ تفسیر معالم ج ۲ ص ۹۹ ؎ و درمنثور ج ۲ ص ۱۷۹ــ و ۱۸۱ میں ہے نیز دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۱۵۱ ؎ باب سکر الانہار ؛

Marfat.com

صُدُوۡدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ

الگ کر پھر وہ کیا کہ جب ان کو آن پہنچے مصیبت اپنے ہاتھوں کے کئے سے پیچھے

جَآءُوۡكَ يَحۡلِفُوۡنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِيۡقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓـئِكَ

آئیں تیرے پاس قسمیں کھاتے اللہ کی کہ ہم کو غرض نہ تھی مگر بھلائی اور ملاپ یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُ اللّٰهُ مَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَعِظۡهُمۡ وَقُلْ لَّهُمۡ

کہ اللہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے سو تو ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان سے کہہ

فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَوۡلًاۢ بَلِيۡغًا ﴿۶۳﴾

ان کے حق میں بات کام کی ؂

فیصلہ کو طاغوت فرمایا پھر فرمایا کہ اگرچہ سب شریعتوں میں رسول وقت کے حکم کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی بات کو ماننے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن شیطان لوگوں کو راہ راست سے روک کر گمراہی میں ڈالتا ہے اس منافق نے کعب بن اشرف کی پیشی میں مقدمہ لے جانے کی ضد جو اس یہودی سے کی تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں وہ مقدمہ کو لانا نہیں چاہتا تھا اس پر یہ فرمایا کہ "جب ان سے کہئے آؤ اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول کی طرف" تو یہ منافق لوگ اللہ کے رسول کے پاس آنے سے کتراتے ہیں۔ صحیحین میں ابو موسےٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح مینہ سب جگہ یکساں برستا ہے لیکن اچھی زمین کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور ناکارہ زمین کو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔ اسی طرح اس ہدایت کا حال ہے جو میں اللہ کی طرف سے لایا ہوں کہ علم الٰہی میں جو دل اچھے اور قابل ہدایت قرار پائے ہیں ان میں اس ہدایت کا اثر ہوتا ہے نہیں تو نہیں؂ جب حضرت عمرؓ نے اس منافق کو قتل کر ڈالا تو اور منافق لوگ بات بنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے جس کو عمرؓ نے قتل کر ڈالا وہ شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے ناراض نہیں تھا بلکہ وہ تو عمرؓ کے پاس فقط اس لئے گیا تھا کہ شاید عمرؓ کے دباؤ سے فریقین میں راضی نامہ ہو جائے گا؂ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ جب ان منافقوں پر ان کے نفاق کے سبب سے کوئی آفت آجاتی ہے تو یہ لوگ اوپری دل سے ایسی ہی باتیں بناتے ہیں۔ مگر ان کے دل میں جو چور ہے اس کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے پھر اپنے رسول کو نصیحت فرمائی کہ جب تم کو ان لوگوں کے دل کا حال معلوم نہیں ہے تو تم اپنا ظاہری معاملہ ان لوگوں سے درگذر کا رکھو اور ہر وقت ان کو دلچسپ نصیحت کرتے رہو تاکہ کچھ لوگ ان میں کے راہ راست پر آجائیں۔ اس تفسیر میں یہ ذکر آچکا ہے کہ اس طرح کی درگذر کی آیتیں منسوخ نہیں ہیں اور اس تفسیر کے مقدمہ میں یہ بھی جتلا دیا گیا ہے کہ مثل اس آیت کی شان نزول کے اختلاف کے

؂ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸ باب فضل من علم وعلم ؂ تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۵۰

Marfat.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمان سے اور اگر ان لوگوں نے جس وقت اپنا برا کیا تھا
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا
آتے تیرے پاس پھر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا ان کو رسول تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا
رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ
مہربان سو قسم ہے تیرے رب کی ان کو ایمان نہ ہوگا جب تک تجھی کو منصف نہ جانیں جو جھگڑا اٹھے آپس میں پھر

جن آیتوں کی شان نزول میں سلف کا اختلاف ہے وہ اس سبب سے ہے کہ بعضے سلف نے شان نزول کے اصل قصہ کو لیا ہے اور بعضوں نے ان قصوں کو لیا ہے۔ جن پر آیت کا مطلب صادق آتا ہے۔ غرض حقیقت میں یہ اختلاف کچھ شان نزول کا اختلاف نہیں ہے فقط طرز بیان کا اختلاف ہے ؛

۶۴۔ اوپر اس منافق کا ذکر تھا جو اپنے مقدمہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں لانے پر رضامند نہیں تھا بلکہ اس کو اصرار تھا کہ اس کا مقدمہ کعب بن اشرف کی پیشی میں فیصل ہو۔ اسی ذکر کو پورا کرنے کے لئے اس آیت میں اس زمانے کے عام منافقوں کو اللہ تعالٰے نے یہ ہدایت فرمائی کہ کچھ اس زمانہ پر منحصر نہیں ہے نوح علیہ السلام پہلے صاحب شریعت رسول سے لے کر آخر الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالٰے نے جتنے رسول بھیجے ہیں ان سب کے حق میں اللہ کا یہی ایک حکم تھا کہ ہر وقت کی امت پر اللہ کے رسول کی فرمانبرداری فرض ہے اس لئے جتنی پچھلی امتوں نے رسولوں کی نافرمانی کی ان پر اللہ کا عذاب آیا۔ اور وہ لوگ طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہو کر غارت ہو گئے اس واسطے حال کے منافقوں میں سے جس کسی سے ایسی چوک ہو جائے جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں ہے تو ایسے شخص کو اللہ کے رسول کے پاس آن کر خود بھی خالص دل سے توبہ استغفار کرنی چاہئے اور اللہ کے رسول سے بھی اپنے حق میں مغفرت کی دعا کرانی چاہئے تاکہ اپنے رسول کی دعا کی برکت سے اللہ ان پر مہربان ہو کر ان کے گناہ معاف کر دیوے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی[1] یہ حدیث آیت کی ویسی ہی تفسیر ہے جیسے آیت ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ اس آیت کی تفسیر ہے ؛

۶۵۔ اوپر اللہ کے رسول کی اطاعت کی تاکید تھی اس آیت میں اللہ تعالٰے نے اس تاکید کو اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر اور قوت دے دی ہے اس آیت کی شان نزول کی بابت صحاح ستہ کی چھٹوں کتابوں میں عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری اور حضرت زبیر کا کھیت متصل تھا۔ اور ایک ہی ذریعہ آب پاشی سے دو کھیتوں کو پانی پہنچتا تھا۔ اس پانی کی بابت حضرت زبیرؓ اور انصاری کا جھگڑا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ جھگڑا

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۷ باب قول اللہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الخ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۸۔

Marfat.com

لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

نہ پائیں اپنے جی میں خفگی تیری چکوتی سے اور قبول رکھیں مان کر

فیصلہ کو آیا آنحضرت نے زبیرؓ سے کہا کہ تم اپنے کھیت کو پانی دے کر انصاری کے کھیت کے لئے پانی چھوڑ دیا کرو انصاری نے کہا کہ زبیرؓ آپ کے قرابت دار ہیں اس لئے آپ نے ان کی رعایت کا فیصلہ کیا ہے اس پر آپ کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ زبیرؓ تم پانی کو یہاں تک روکا کرو کہ تمہارے کھیت کے مینڈ تک پانی چڑھ جایا کرے۔ پھر پانی چھوڑا کرو اور انصاری کے خلاف شان نبوت گفتگو کرنے پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1] اور اپنی ذات پاک کی قسم کھاکر فرمایا کہ رسول وقت کے فیصلہ اور حکم پر جو کوئی دل سے پابندی اختیار نہ کرے گا وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے جو لوگ قول رسول کے مقابلہ میں صریح قول رسول کو چھوڑ کر ادھر اُدھر کے قولوں کو مانتے ہیں ان کی نسبت پورا خوف ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اپنی قسم پوری کرے اور ان لوگوں کو پورے مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہ فرمائے۔ یہ شان نزول از خود عروہ کی روایت سے مرسل طور پر بھی ہے اور عروہ نے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ سے متصل طور پر بھی اس کو روایت کیا ہے۔ چنانچہ بخاری کی کتاب المساقات میں یہ دونوں روایتیں ہیں۔ یہ عبداللہ بن زبیرؓ وہی ہیں جن کو ہجرت کے بعد مہاجرین کی پہلی اولاد کہا جاتا ہے۔ امام بخاری کے نزدیک ان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سماعت احادیث کا مرتبہ حاصل ہے اس لئے امام بخاری نے عروہ کی مرسل روایت کو عروہ کے بھائی عبداللہ کی متصل[2] روایت سے قوت دی ہے۔ عروہ کی مرسل روایت کو حاکم نے یہ جو کہا ہے کہ صحیحین میں یہ روایت نہیں[3] ہے۔ حاکم کا یہ قول سہو سے خالی نہیں کیونکہ یہ مرسل روایت بخاری میں موجود ہے[4] اسی طرح حمیدی نے اپنی کتاب جمع بین الصحیحین میں یہ جو کہا ہے کہ صحیحین میں عروہ نے اپنے بھائی عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ زبیرؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے حمیدی کا بھی یہ قول سہو سے خالی نہیں کیونکہ اس طرح کی سند جس میں عبداللہ کے بعد زبیر کا بھی ذکر ہے سوا نسائی[5] کے صحاح ستہ کی کسی کتاب میں نہیں ہے[6]۔ "نہ پائیں اپنے جی میں خفگی تیری چکوتی سے" اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو اللہ کے رسول کا حکم خالص دل سے ماننا چاہئے۔ اگر کسی نے اس کو ظاہری طور پر تو مان لیا اور دل میں کچھ خلجان باقی رکھا تو یہ سمجھ لینا چاہئے۔ اللہ تعالےٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ایسا شخص اللہ کے نزدیک پورا مسلمان نہیں ہے جن انصاری سے زبیرؓ کا پانی پر جھگڑا تھا۔ ان کے نام کی صراحت بعض روایتوں میں ہے کہ وہ حاطب بن ابی بلتعہ[7] تھے ؛

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۰ کتاب التفسیر و ج ا ص ۳۷۳ باب اذا اشار الامام بالصلح فابی حکم علیہ بالحکم البین و ابن کثیر ج ا ص ۵۲۰ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۰۲ [2] صحیح بخاری ج ا ص ۳۱۷ باب سکر الانهار [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۶۴ طلحۃ والزبیر جار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنۃ [4] صحیح بخاری ج ا ص ۳۱۸ باب شرب الاعلے قبل الاسفل [5] سنن نسائی ج ۲ ص ۳۰۵ طبع لاہور [6] یہ ساری بحث فتح الباری ج ۲ ص ۴۵۰ میں ہے [7] اس کی تحقیق کے فتح الباری حوالہ بالا صفحہ دیکھئے ؛

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا

اور اگر ہم ان پر حکم کرتے کہ ہلاک کرو اپنی جان یا چھوڑ نکلو اپنے گھر تو کوئی نہ

فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا

کرتے مگر تھوڑے ان میں اور اگر یہی کریں جو ان کو نصیحت ہوتی ہے تو ان کے حق میں بہتر

لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ

ہو اور زیادہ ثابت ہوں دین میں اور اسی میں ہم دیں ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب اور چلاویں ان کو

صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

سیدھی راہ ؎

۶۶ — ۶۸۔ اوپر اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کا ذکر تھا ان آیتوں میں اس کی تاکید اور طرح سے فرمائی۔ تفسیر سدی وغیرہ میں ان آیتوں کی شان نزول کی بابت جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ مدینہ کے گرد و نواح میں جو یہود رہتے تھے ان میں سے کسی نے بعضے مسلمانوں کے روبرو ذکر کیا۔ کہ ہمارے بڑوں پر بچھڑا پوجنے کی توبہ قتل قرار پائی۔ اور ہمارے بڑوں نے اس پر عمل کیا۔ مسلمانی شریعت میں تو ایسا سخت حکم کوئی بھی نہیں ہے مسلمانوں نے اس کا جواب دیا کہ ہمارے اوپر بھی اگر کوئی ایسا حکم نازل ہوتا تو ہم ضرور اس کی تعمیل کرتے اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں[۱]۔ اور فرمایا کہ حال کی شریعت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کی فرمانبرداری لازم کردی ہے وہ بھی ایسے مسلمانوں سے پوری نہیں ہوسکتی جن کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گزرا ایسی حالت میں قتل نفس یا جلاوطنی کا کوئی حکم حال کی شریعت میں نازل ہوتا تو بہت تھوڑے لوگ اس پر عمل کرتے پھر فرمایا حال کی شریعت میں جن باتوں کے کرنے اور نہ کرنے کا حکم ہے اگر حال کے مسلمان اس کی پوری پابندی نیک نیتی سے کریں گے تو ان کی بہتری اور ان کی فرمانبرداری کی مضبوطی کی نشانی ہے اور جب یہ لوگ ایسا کریں گے تو اللہ تعالےٰ اپنی توفیق سے ان کو ہمیشہ راہ راست پر قائم رکھے گا اور ان کے تھوڑے سے عملوں کا بہت سا ثواب اپنے پاس سے عطا فرما کر ان کی نجات فرمائے گا۔ صحیح بخاری و مسلم، موطا اور صحیح ابن حبان میں حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ ایسا تھوڑا سا عمل بھی اللہ تعالےٰ کو پسند ہے جس پر آدمی ہمیشہ قائم رہے[۲] اسی واسطے فرمایا کہ ہم "ان کو چلاویں راہ سیدھی" جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ وہ سیدھی راہ پر رہیں گے۔ تو ہمیشہ ان سے کچھ نہ کچھ نیک عمل ہوتا رہے گا۔ اور ہمیشہ کا تھوڑا سا عمل بھی اللہ کو بہت پسند ہے۔ اس لئے ان کے تھوڑے سے عملوں پر اللہ تعالےٰ ان کو ایسا اجر دے گا جو ان کی نجات کا باعث ہوگا۔ جس نصیحت میں ثواب و عذاب دونوں کا ذکر ہو اس کو وعظ کہتے ہیں

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۲ و لباب النقول ص ۶۹ [۲] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱ باب احب الدین الی اللہ عزوجل ادومہ و ج ۱ ص ۱۵۲ باب من نام عند السحر و ج ۱ ص ۲۶۴ باب صوم شعبان ؎

Marfat.com

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ

اور جو لوگ حکم میں چلتے ہیں اللہ کے اور رسول کے سو ان کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا

النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ

نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت اور خوب ہے ان کی

رَفِيْقًا ۝۶۹ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝۷۰ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ع ۹

رفاقت یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بس ہے خبر رکھنے والا اے ایمان

اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝۷۱ وَاِنَّ مِنْكُمْ

والو کرلو اپنی خبرداری پھر کوچ کرو جدی جدی فوج یا سب اکٹھے اور تم میں کوئی

لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ

ایسا ہے کہ البتہ دیر لگائے گا اور پھر اگر تم کو مصیبت پہنچے کہے اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں

قرآن وحدیث میں ان دونوں باتوں کا ذکر ہے اس لئے قرآن وحدیث کو وعظ فرمایا:

۶۹ ـــ ۷۰ ۔ طبرانی ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ نے متعدد طریقوں سے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے غلام ثوبان اور چند صحابہ نے ایک روز عرض کیا کہ دنیا میں تو جب ہمارا دل آپ کے دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دیکھ لیتے ہیں جنت میں آپ تو عالی مقام میں تشریف رکھتے ہوں گے۔ اور ہم لوگ اپنے اپنے درجہ پر ہوں گے وہاں ہم لوگ آپ کو کیونکر دیکھ سکیں گے اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1]۔ معنے آیت کے یہ ہیں کہ جنت میں اوپر کے درجہ کے لوگ نیچے کے درجہ والوں سے اور نیچے کے درجہ والے اوپر کے درجہ والوں سے ملتے رہیں گے۔ مرفوع حدیث[2] میں یہی معنے آیت کے آئے ہیں جس کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی اور امت کا درجہ جنت میں برابر ہوگا۔ کیونکہ آیات قرآن اور صحیح حدیثوں سے جنت کے درجوں کا تفاوت ثابت ہوا ہے، سورہ الرحمان اور سورہ واقعہ میں اس کا ذکر تفصیل سے آئے گا۔ نبی وہ جن پر اللہ کی طرف سے وحی آئے۔ صدیق جن میں وحی کی صداقت کا مادہ زیادہ ہو۔ شہید وہ جو اللہ کے حکم پر اپنی جان دینے کو تیار رہیں نیک وہ جس کی طبیعت میں ظاہر و باطن کی نیکی ہو:

۷۱ ـــ ۷۴ ۔ اوپر ذکر تھا کہ بعضے مسلمانوں نے یہود کی توبہ قتل سے قبول ہونے کا حال یہود سے سن کر یہ کہا تھا کہ ہمارے اوپر کی اگر کوئی ایسا حکم نازل ہوتا تو ہم ضرور اس کی تعمیل کرتے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور ان میں جہاد کا ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے قتل کا سا حکم تو اس

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۲ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۰۷ و لباب النقول ص ۶۹ [2] تفسیر ابن جریر جز ۵، ص ۹۷ نیز تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۳ میں متعدد احادیث لائی گئی ہیں ایضاً ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۸ کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا۔

Marfat.com

لَمْ أَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ

نہ ہوتا ان کے ساتھ اور اگر تم کو پہنچا فضل اللہ کی طرف سے تو اس طرح کہنے لگے گا کہ گویا نہ

تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾

تھی تم میں اور اس میں کچھ دوستی اے کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ تو بڑی مراد پاتا

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَن

سو چاہیے لڑیں اللہ کی راہ میں جو لوگ بیچتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت پر اور جو کوئی

يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾

لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جائے یا غالب ہووے ہم دیں گے اس کو بڑا ثواب ؛

شریعت میں نہیں ہے۔ لیکن اس شریعت میں دین کی ترقی کے لئے دین کے مخالفوں سے لڑنے کا حکم ہے جس کو اجر کمانا ہو وہ اس حکم کی تعمیل میں کوشش اور جرأت کرے لغت میں جہاد کے معنے مشقت کے ہیں اور شرع میں جہاد اس لڑائی کو کہتے ہیں جو خاص دین کی ترقی کے لئے کی جائے۔ مشہور قول علماء کا یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جہاد فرض کفایہ ہے فرض کفایہ اس فرض کو کہتے ہیں کہ قوم کے بعضے لوگوں کے عمل سے تمام قوم کے ذمہ سے اس فرض کا بوجھ ساقط ہو جائے صحاح ستہ کی چھیوں کتابوں میں[1] ابوموسےٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرعی جہاد وہی ہے جس میں فقط دین کی ترقی کے لئے لڑائی کی جائے۔ صرف دنیاوی فائدہ یا ناموری یا کسی بدلا لینے یا دکھاوے کے لئے جو لڑائی کی جائے گی۔ وہ شرعی جہاد نہیں ہے۔ خوف کی جہیر سے بچنے کو حذر کہتے ہیں حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ ہتھیاروں سے فوج کی تعداد سے جب دشمن کا حملہ روکنے کے قابل ہو جاؤ تو پھر تھوڑے تھوڑے یا اکٹھے لڑائی کے لئے نکلو۔ پھر فرمایا بعض تم میں ایسے مسلمان بھی ہیں جو لڑائی پر جانے سے کچیاتے ہیں۔ اور جب تم کو کسی لڑائی میں کچھ صدمہ پہنچ جاتا ہے تو اپنی جان کی خیر مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے بڑی خیر کی کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ نہ تھے ورنہ ہمارا بھی یہی حال ہوتا جو ان کا ہوا۔ اور جب کسی لڑائی میں تم کو کچھ کامیابی ہوتی ہے تو بالکل غیروں کی طرح حسد سے یہ کہنے لگتے ہیں کہ کاش کے ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تاکہ ہم بھی اس کامیابی کے حصہ دار ٹھہرتے ان کچے مسلمانوں کی حالت سے نفرت دلانے کے بعد پکے مسلمانوں کو دین کی لڑائی کی یوں ترغیب دلائی کہ جن لوگوں نے دنیا کی چند روزہ زندگی کو بیچ کر عقبےٰ کا اجر مول لیا ہے ان کو دین کی لڑائی پر ہمت باندھنی چاہیئے۔ بعضے علماء نے کہا ہے کہ "لڑیں اللہ کی راہ میں" کا ارشاد ان ہی کچے مسلمانوں کے حق میں ہے کہ پکے مسلمانوں کی فتح اور شکست پر گھر میں بیٹھ کر

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴ باب من سأل وھو قائم عالماً جالساً وصحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۹ ـــ ۱۴۰ باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا فہو فی سبیل اللہ ؛

Marfat.com

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
اور تم کو کیا ہے کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور واسطے ان کے جو مغلوب ہیں مرد
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ
اور عورتیں اور لڑکے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ
الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ
ظالم ہیں لوگ اس کے اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے
نَصِيرًا ﴿٧٥﴾ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
مددگار وہ جو ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو منکر ہیں

باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ ان لوگوں کو چاہیئے کہ پکے مسلمان بن جائیں اور نیک نیتی سے دین کی لڑائی لڑیں۔ کیونکہ نیک نیتی کی دین کی لڑائی میں جان دینا فتح پانا دونوں حالتیں اجر عظیم سے خالی نہیں۔ صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک نیتی سے دین کی لڑائی لڑنے والوں کو ہر طرح فائدہ ہے خدا کی راہ میں جان دی تو جنت کمائی جیتے بچ کر گھر آئے تو عقبے کا اجر جدا کمایا۔ اور لوٹ کا مال جدا ہاتھ آیا[1]۔

۷۵-۷۶۔ اوپر کی آیتوں کی ترغیب کے علاوہ مشرکین مکہ سے دین کی لڑائی میں یہ اور طرح سے ترغیب مسلمانوں کو دلائی۔ مکہ میں کمزور لوگ عورتیں بچے ایسے بہت آدمی تھے جو حضرت کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ کو نہ آسکے اب وہ مظلوم بن کر مشرکین مکہ کے قابو میں تھے اور مشرکین مکہ ان مظلوموں پر طرح طرح کی زیادتی کرتے تھے۔ تاکہ وہ تنگ آن کر اپنے دین سے پھر جائیں اس لئے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم کو اس بات سے کس نے روکا ہے کہ تم نہ لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں کو چھوڑانے میں جو مغلوب بن کر بے بس کافروں کے قابو میں ہیں اور رات دن اسی آفت سے نجات پانے کی اللہ سے التجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ جلدی ہمارا کوئی ایسا حمایتی کھڑا کر جس کی حمایت سے ہم ان ظالموں کی بستی سے نکلیں۔ صحیح بخاری۔ مسلم۔ سنن اور مستدرک حاکم میں ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کی کسی طرح کی سختی رفع کرے گا اللہ تعالےٰ اس کی قیامت کے دن کی سختی رفع فرمائے گا۔ اور دنیا میں بھی ایسے شخص کی ہر طرح سے مدد کرے[2] گا

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴۰ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احلت لکم الغنائم الخ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۳ باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۴ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۰ باب لایظلم المسلم المسلم ولایسلمہ و سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۰۷ باب المواخاۃ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۰ باب تحریم الظلم۔

Marfat.com

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ج اِنَّ كَيْدَ

سو لڑتے ہیں مفسدوں کی راہ میں سو لڑو تم شیطان کے حمائتیوں سے بے شک فریب

الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ع ﴿۷۶﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ

شیطان کا سست ہے تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ بند رکھو

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ج فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

اور قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ پھر جب حکم ہوا ان پر لڑائی کا اسی وقت ایک جماعت ان میں

غرض اوپر کی آیتوں میں دین کی لڑائی کا جو اجر اور فائدہ تھا مشرکین مکہ سے لڑ ملنے میں اس کے علاوہ مظلوموں کی مدد کا بھی اجر تھا۔ اس لئے اس کو خاص طور پر ان آیتوں میں فرمایا۔ پھر لڑائی پر مستعد ہو جانے کی مسلمانوں کی یوں جرأت بڑھائی کہ تم لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہو اس لئے اللہ اپنے وعدہ کے موافق ہر حال میں تمہاری مدد کرے گا۔ اور اللہ کی مدد سے تمہارا ہی غلبہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اور تمہارے دشمن شیطان کے ہوا خواہ ہیں جو خود بھی جھوٹا ہے اور اس کے سب وعدے بھی مکر و فریب کے ہیں اس واسطے تمہارے دشمن آخر کو مغلوب ہوں گے۔ فتح مکہ کے وقت اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ کا ظہور ہوا سب دشمن مغلوب ہو گئے۔ اور جو مسلمان مظلوموں کی طرح دشمن کے قابو میں تھے ان کی رہائی ہو گئی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہجرت سے پہلے جب تک مسلمانوں کی جماعت تھوڑی سی تھی اور ان کے پاس لڑائی کا سامان بھی کچھ نہیں تھا۔ اس وقت تک اگرچہ مکہ کے موجودہ مسلمان مشرکین مکہ کی طرح طرح کی ایذا سے تنگ آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہتے تھے کہ مشرکین سے لڑیں۔ چنانچہ آگے کی آیت میں اس کا ذکر ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی حکمت میں اس وقت تک لڑائی کے حکم کا نازل فرمانا خلاف مصلحت تھا۔ ان مسلمانوں کی خواہش پر لڑائی کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ بلکہ درگذر کی آیتیں نازل ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ ہجرت کا حکم نازل ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لے آئے مہاجرین اور انصار کے ایک جا ہونے سے مسلمانوں کی جماعت بڑھ گئی۔ لڑائی کا کچھ سامان بھی فراہم ہو گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے دین کی لڑائی کا حکم نازل فرمایا۔ اور اس حکم کی تعمیل کی یہ ترغیبیں ہیں جن کا ان آیتوں میں ذکر ہے شریعت موسوی سے لے کر شریعت محمدی تک دین کی لڑائی کے جائز کر دینے میں بڑی مصلحت یہ ہے کہ اس سے دین کی حفاظت ہوتی ہے کوئی مخالف کسی دین کی ہتک نہیں کر سکتا۔ چنانچہ تفصیل سے یہ ذکر سورہ حج کی تفسیر میں آئے گا؛

۷۷۔ ۷۹۔ اوپر جہاد کا ذکر تھا یہ آیتیں بھی اسی ذکر سے متعلق ہیں معتبر سند سے نسائی، حاکم، ابن ابی حاتم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی شان نزول جو بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ

Marfat.com

يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ

ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو اللہ کا یا اس سے زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں فرض کی

عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ

ہم پر لڑائی کیوں نہ جینے دیا ہم کو تھوڑی سی عمر تو کہہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ

اور آخرت کا بہتر ہے پرہیزگار کو اور تمہارا حق نہ رہے گا ایک تاگا جہاں تم ہوگے موت تم کو

الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا

آپکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط برجوں میں اور اگر پہنچے ان لوگوں کو کچھ بھلائی کہیں

ہجرت سے پہلے مکہ میں جب مسلمان کمزور تھے تو مشرک لوگ مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے ایک روز ان تکلیفوں سے تنگ آکر عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور مقداد بن اسودؓ اور قدامہ بن مظعونؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ اور چند صحابہ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرکین کی ایذا دہی کی شکایت پیش کی۔ اور لڑائی کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی لڑائی کی اجازت نہیں ہے اس لئے بالفعل لڑائی سے ہاتھ روکنا اور فقط نماز اور زکوٰۃ پر قائم رہنا چاہیے مدینہ میں آنے کے بعد لڑائی کا حکم آیا اور بدر اور احد کی لڑائی ہوئی اور بعضے مسلمانوں کے دل میں مشرکوں سے لڑائی کا وہ جوش نہیں پایا گیا۔ جو لڑائی کے حکم سے پہلے مکہ میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاہنا دینے کو یہ آیات نازل فرمائیں[۱] اس شان نزول کی چند روایتیں ہیں جن کے سبب سے ایک روایت کو دوسری روایت سے تقویت ہو جاتی ہے۔ اس مکی آیت میں زکوٰۃ کا جو ذکر ہے اس سے ان علماء کے قول کی تائید ہوتی ہے جو مکہ میں زکوٰۃ کے فرض ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن بعضے علماء کا یہ قول ہے کہ ہجرت سے پہلے جب مسلمان مکہ میں تھے تو ان کو محتاج لوگوں کے ساتھ مقدور کے موافق کچھ سلوک کرنے کا حکم تھا اسی کو ان آیتوں میں زکوٰۃ فرمایا ہے۔ جہاد کا حکم نازل ہونے کے بعد کچے مسلمان دو طرح کی باتیں کرتے تھے ایک تو لڑائی پر جانے میں موت کے اندیشہ سے یہ کہتے تھے کہ جہاد کا حکم تھوڑی مدت تک ٹل جاتا تو اچھا تھا۔ اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ لڑائی پر جانے سے کچھ وقت مقررہ سے پہلے موت نہیں آتی۔ موت کا تو ایک خاص وقت مقرر ہے۔ اور جب وقت آ جائے گا تو لڑائی کے میدان پر کیا موقوف ہے یہ لوگ اگر مضبوط قلعہ میں بھی ہوں تو موت ان کو ہرگز نہ چھوڑے گی۔ پھر جب یہ بات ہے کہ دنیا کے عیش و آرام دنیا کی زندگی چند روزہ ہے تو ایسے عارضی عیش و آرام ایسی عارضی زندگی کے پیچھے عقبیٰ کا ہمیشہ عیش و آرام ہمیشہ کی زندگی کے حاصل کرنے کی

[۱] سنن نسائی ج ۲ ص ۵۴ باب وجوب الجہاد و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۶ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۱۳ و لباب النقول ص ۷۰۔

Marfat.com

هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ

یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر پہنچے ان کو کچھ برائی کہیں یہ تیری طرف سے ہے

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ

تو کہہ سب اللہ کی طرف سے ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا لگتے نہیں کہ سمجھیں

حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ

ایک بات جو تجھ کو بھلائی پہنچے سو اللہ کی طرف سے اور جو تجھ کو برائی پہنچے

فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾

سو تیرے نفس کی طرف سے اور ہم نے تجھ کو بھیجا پیغام پہنچانے والا لوگوں کو اور اللہ بس ہے سامنے دیکھتا ؏

ہمت نہ باندھنا کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہے کیونکہ عقبےٰ میں پرہیزگاروں کے لئے جو عیش و آرام اللہ تعالےٰ نے ان کے ذرہ ذرہ سے عمل کی جزا میں رکھے ہیں دنیا کے عیش و آرام کی ان کے آگے کچھ اصل نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں مستورد بن شدادؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح کوئی شخص دریا میں انگلی ڈبو کر نکالے اور اس کی انگلی میں پانی کی ذرا سی نمی رہ جائے دنیا اور عقبےٰ کی بالکل ایسی مثال[1] ہے کہ عقبےٰ کا عیش و آرام ایک دریا ہے اور اس کے مقابلہ میں دنیا کا عیش و آرام مثل اس نمی کے ہے جو اس شخص کی انگلی کو لگ کر رہ گئی تھی۔ دوسری باتیں یہ کچھے مسلمان اوران کے ملنے جلنے والے یہودیل کر جو کرتے تھے وہ یہ تھیں کہ مثلاً جب بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوئی تو اس فتح کو اللہ کی قدرت سے ایک اتفاقی فتح کہتے تھے اس بات کے قائل نہیں تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کی مدد فرمائی۔ اس لئے یہ فتح ہوئی۔ اسی طرح جب احد کی لڑائی میں معاملہ برعکس ہوا اور مدینہ کے کچھ لوگ اس میں کام آئے تو اس معاملہ کو آنحضرت کے مدینہ میں آنے کو ایک بدفالی خیال کر کے یوں کہتے تھے کہ نہ یہ نبی مدینہ میں آن کر اس طرح کی بے انتظامی کی لڑائی لڑتے نہ یوں مفت ہماری بستی کے لوگوں کی جانیں جاتیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا یہ ان لوگوں کی نادانی ہے جو یہ ایسی باتیں کرتے ہیں دنیا میں فتح و شکست اور رنج خوشی کی باتیں اللہ کے حکم سے ہوتی ہیں کسی بدفالی کا اس میں کچھ دخل نہیں رہی لشکر اسلام کی کبھی کبھی کی ناکامیابی اور اس ناکامی کا صدمہ وہ انسان کی شامت اعمال سے ہے جیسے تیر اندازوں کے گرد نے پہاڑ کا ناکہ چھوڑ کر احد کی لڑائی میں ناکامی اٹھائی اور اس دنیا کے صدمہ میں عین اللہ کی مصلحت ہے کہ مسلمانوں کے گناہوں کا کفارہ یہیں دنیا میں ہوجاتا ہے۔ عقبےٰ کا مواخذہ باقی نہیں رہتا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایمان دار آد

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۴ باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامۃ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۱۵ ؏

Marfat.com

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ

جن نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر

حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ

نگہبان اور کہتے ہیں کہ قبول کیا پھر جب باہر گئے تیرے پاس سے مشورت کرتے ہیں

مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ

بعضے بعضے ان میں رات کو سوا تیری بات کے اور اللہ لکھتا ہے جو ٹھہراتے ہیں سو تو تغافل کر ان سے اور بھروسہ کر

عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ

اللہ پر اور اللہ بس ہے کام بنانے والا کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر یہ ہوتا

غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

کسی اور کا سوا اللہ کے تو پاتے اس میں بہت تفاوت ؂

کو دنیا میں ایک کانٹا چبھنے کا صدمہ بھی پہنچے تو اس کا حساب بھی اس کے گناہوں کے کفارے میں
لگایا جائے گا[1] پھر فرمایا اے رسول اللہ کے ہم نے تو اپنا نائب اور رسول بنا کر تم کو دنیا میں بھیجا
ہے تاکہ یہ لوگ تم سے دین کے احکام سیکھیں اور ان پر عمل کریں۔ جس سے ان کی نجات ہو اور
اللہ کی گواہی تمہارے رسول ہونے پر ایک کافی بشارت ہے باوجود اس کے یہ لوگ جو تم کو
بدفالی کا سبب ٹھہراتے ہیں یہ ان کی کمال نادانی ہے ؂

۸۰—۸۲۔ اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی گواہی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سچا نبی ہونے کا ذکر
فرمایا تھا اب ان آیتوں میں فرمایا کہ جب یہ نبی اللہ کے رسول ہیں اور لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے
فرمانے کے موافق کرتے ہیں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے تو ان کی فرمانبرداری عین اللہ کی فرمانبرداری
ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری فرمانبرداری عین اللہ کی فرمانبرداری ہے۔ میری نافرمانی عین اللہ تعالیٰ
کی نافرمانی ہے[2]۔ یہ حدیث اس آیت کی پوری تفسیر ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ارشاد
فرماتا ہے کہ جو کوئی اس فرمانبرداری میں کوتاہی کرے تو اے رسول اللہ کے ہم نے ایسے لوگوں کا تمہیں نگہبان
نہیں ٹھہرایا اور پھر فرمانبرداری میں کوتاہی کرنے والوں منافقوں کی مذمت فرمائی کہ اے رسول اللہ
کے وہ لوگ تمہارے روبرو تو فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ان
کی جان ان کے مال کو کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ لیکن تمہارے سامنے سے جب یہ لوگ ہٹ کر

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۳ باب ماجاء فی کفارۃ المرض و صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۸ باب ثواب المؤمن الخ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۸ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۷ کتاب الاحکام و صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۴ باب وجوب طاعۃ الامراء الخ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۸ ؂

Marfat.com

وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِۦ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ

اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی اس کو مشہور کرتے ہیں اور اگر اس کو پہنچاتے رسول تک

وَإِلَىٰٓ أُولِى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ

اور اپنے اختیار والوں تک تو تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی اور اگر نہ ہوتا فضل

اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَٰنَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾

اللہ کا تم پر اور اس کی مہر تو تم شیطان کے پیچھے جاتے مگر تھوڑے ؀

اپنے گھروں کو جاتے ہیں تو اپنے اقرار کے برخلاف راتوں کو مشورے کرتے ہیں۔ اور اللہ کے دفتر میں ان کی یہ سب کرتوت لکھے جاتے ہیں۔ دنیا میں اے رسول اللہ کے تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو وقت مقررہ پر اللہ ان سے خود بھگت لے گا۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ لوگ قرآن کی فصاحت پر اس کی غیب کی خبروں پر اور ان خبروں کے بغیر کسی اختلاف کے آئندہ کے ظہور پر غور کرتے تو ان کو اچھی طرح یقین آجاتا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور جن پر یہ نازل ہوا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ کے علم ازلی میں جن لوگوں کا نفاق کی حالت میں دنیا سے اٹھنا قرار پا چکا ہے وہ اس راستہ پر کبھی نہ آئیں گے ؀

۸۳۔ صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے کنارہ کشی اختیار کی تھی تو لوگوں نے مدینہ میں چرچا کر دیا کہ آنحضرت نے سب ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہیں اس چرچا کی برداشت نہ کر سکا اور میں نے جا کر حضرت سے پوچھا کہ کیا آپ نے سب بی بیوں کو طلاق دے دی آپ نے فرمایا نہیں پھر حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کے دروازہ پر کھڑے ہو کر باآواز بلند یہ پکار دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی[1] مفسرین نے یہ جو کہا ہے کہ آنحضرتؐ کے وقت کی لڑائیوں کی خبریں فتح و شکست اوپری طور پر سن کر اس کو لوگ مشہور کر دیا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی[2]۔ اس سے غرض ان مفسروں کی یہ ہے کہ اس مطلب پر بھی آیت کا مضمون صادق آتا ہے ورنہ صحیح شان نزول وہی ہے جو صحیح مسلم کی روایت میں ہے مگر اولیٰ یہی ہے کہ ان سب قصوں کے مجموعہ کو شان نزول قرار دیا جائے۔ تاکہ اس آیت کو پچھلی جہاد کی آیتوں سے تعلق پیدا ہو جائے۔ حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ اگر یہ کچے مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور واقف کار صحابہ سے اس خبر کی حقیقت دریافت کر کے اس کو شائع کرتے تو یہ غلط چرچا نہ کیا جاتا آئندہ کسی خبر کو بغیر سوچے سمجھے اور سمجھ داروں سے صلاح لینے کے شائع نہ کرنا چاہئے۔ علماء نے اس آیت کو قیاس کے جائز ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ زمانہ اللہ کے فضل اور رحمت کا ہے کہ اللہ کے رسول تم لوگوں میں موجود ہیں ہر روز قرآن کی آیتوں کے ذریعہ سے ہر طرح کی غلطی کی اصلاح

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۰ باب بیان ان تخییرہ امرأتہ الخ و تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۱۸۶ [2] تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۲۲ ؀

Marfat.com

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى

سو تو لڑ اللہ کی راہ میں تجھ پر ذمہ نہیں مگر اپنی جان سے اور تاکید کر مسلمانوں کو قریب ہے

اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

کہ اللہ بند کرے لڑائی کافروں کی اور اللہ بہت سخت لڑائی والا اور سخت سزا دینے والا

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً

جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو بھی ملے اس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے

سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

بری بات میں اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے اور اللہ ہے ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا ؛

ہو کہ ہر طرح کی آئندہ کی ہدایت ہوتی رہتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو شیطان بہت سے لوگوں کو بے اصل باتوں میں اپنا تابع کر لیتا ؛

۸۴ - ۸۷ - اوپر گذر چکا ہے کہ احد کی لڑائی سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے سال آئندہ بدر صغریٰ پر لڑائی کے لئے آنے کا وعدہ کیا تھا اور اس وعدہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ستر صحابہ کو ساتھ لے کر وقت مقررہ پر بدر صغریٰ کو تشریف لے گئے اور تین روز تک وہاں قیام کیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ابوسفیان وغیرہ کے دل میں رعب ڈال دیا۔ اس لئے یہ لوگ وعدہ کے موافق بدر صغریٰ پر نہیں آئے یہ بدر صغریٰ ایک مقام ہے جہاں سالانہ بازار بھرتا ہے۔ اس لڑائی کے سفر کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیب دلانے پر ستر آدمی باوجود زخمی ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے جن کی تعریف اوپر گذر چکی ہے اس لئے ان آیتوں میں فرمایا کہ اسی طرح لے نبی اللہ کے تم مسلمانوں کو دین کی لڑائی ترغیب دلایا کرو باقی رہی فتح شکست وہ لشکر کی مدد پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ فتح شکست اللہ کے حکم سے ہوتی ہے تم تو ان کو فقط دین کی لڑائی کی تاکید کر دو اور تم بذات خود اللہ کی راہ میں لڑو۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ یہ جو فرمایا قریب ہے کہ "اللہ بند کرے لڑائی" یہ ایک غیب کی خبر تھی۔ چنانچہ اسی کے موافق ظہور ہوا کہ اس موقع پر ابوسفیان وغیرہ کوئی منکر لڑائی کو نہیں آیا۔ قرآن شریف کی آیتوں میں جگہ جگہ پچھلی امتوں کے تباہ اور برباد ہو جانے کا حال اور دوزخ کے عذاب کا حال یہ لڑائی سے پہلے لڑائی سے پس و پیش کرنے والے مسلمان اور مکہ کے مشرک سب سن چکے تھے اس لئے ان سب کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اللہ کی لڑائی اور عذاب سخت ہے اس سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے ان آیتوں میں مکہ کے اہل شرک سے دین کی لڑائی کا حکم تھا اور ان اہل شرک میں اکثر لوگ ایسے تھے جو مسلمانوں کے قرابت دار بھی تھے اور ان کو مسلمانوں کی لڑائی سے کچھ واسطہ بھی نہ تھا۔ اس واسطے لڑائی کی آیتوں میں باہمی سفارش اور سلام اور دعا کا ذکر فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مکہ کے اہل شرک میں سے وہ لوگ جو لڑائی کے درپے ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول

Marfat.com

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي

اور جب تم کو دعا دے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو اُلٹ کر اللہ ہے ہر چیز کا

كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا

حساب کرنے والا اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن اس میں

رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ ع

شک نہیں اور اللہ سے سچی کس کی بات ہے ؟

النصف ۸ ع ۱۱

اور مسلمانوں کو مکہ سے نکالا تھا۔ ان آیتوں کا حکم ان سے خصوصیت رکھتا ہے مکہ کے بقیہ قرابت داروں اور صلح والے قبیلوں خزاعہ وغیرہ سے آپس کا سلوک منع نہیں ہے سورہ ممتحنہ کی تفسیر میں اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔ اسی حکم کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور اہل شرک کے قرابت داروں میں عمل درآمد بھی جاری رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی اسماءؓ سے صحیحین میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسماءؓ کی والدہ حالت شرک میں مکہ سے مدینہ کو اپنی بیٹی سے ملنے آئیں انہوں نے ان کے ملنے سے اور کچھ تحفہ جو وہ اپنے ساتھ لائی تھیں اس کے لینے سے انکار کیا اور اپنی ماں کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت بھی نہیں دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حال سنا تو اسماء سے سفارش فرما کر ان سب باتوں پر ان سے عمل کرا دیا[1]۔ اسلام سے پہلے عرب میں سلام علیک کی جگہ حیاک اللہ کہنے کا دستور تھا جس کے معنے ہیں تو جیتا رہ اس سے یہ نہیں نکلتا تھا کہ اس جینے میں صحت و سلامتی بھی ہو یا نہ ہو۔ اس لئے اسلام میں حَيَّاكَ اللّٰهُ کی جگہ سَلَامٌ عَلَيْكَ ٹھہرایا گیا۔ جو زندگی اور صحت و سلامتی سب کو شامل ہے۔ ابتدا میں سَلَامٌ عَلَيْكَ کرنا سنت کفایہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت میں سے ایک شخص نے بھی سلام کر لیا تو کافی ہے اگر نہ کیا تو ایک سنت کا ترک ہوا اور سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت میں سے ایک شخص نے بھی جواب دے دیا تو سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو گیا۔ ورنہ سب گنہ گار ہوں گے۔ صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان سے فرمایا اے آدم تم فرشتوں کی ایک جماعت سے السلام علیکم کہو پھر جو کچھ وہ جواب دیں وہی طریقہ تمہاری اولاد میں جاری رہنا چاہئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالے کے حکم کے موافق فرشتوں کی ایک جماعت سے السلام علیکم کہا۔ انہوں نے جواب میں کہا علیک السلام ورحمۃ اللہ[2]۔ معتبر سند سے ترمذی اور ابوداؤد میں عمران بن حصینؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقط سلام علیک سے دس نیکیوں کا ثواب ہوتا ہے اور سلام علیک ورحمۃ اللہ سے بیس نیکیوں کا اور سلام علیک

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۴ باب صلۃ المرأۃ امہا ولہا زوج ۔ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۸ باب خلق آدم وذریتہ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۰ کتاب الجنۃ ۔

Marfat.com

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے تیس نیکیوں کا[1] اوسط طبرانی میں ابوہریرہؓ کی حدیث معتبر سند سے ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سلام علیک میں کوتاہی کرتا ہے وہ بڑا بخیل ہے[2] ترمذی، ابوداؤد اور نسائی وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں جائے اس وقت بھی سلام علیکم کہے اور جب مجلس سے اُٹھے اس وقت بھی السلام علیکم کہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے[3] معتبر سند سے اوسط طبرانی میں حذیفہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک شخص مسلمان دوسرے سے مل کر جب سلام علیک و مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جس طرح خزاں کے موسم میں کسی پیڑ کے پتے جھڑ جاتے ہیں[4] اس سے معلوم ہوا گناہوں کی مغفرت کی امید سے ہر سلام علیک کے ساتھ مصافحہ بھی کرنا چاہیئے ابوہریرہؓ کی حدیث اوپر گذری جب اس کے موافق مجلس سے اٹھ کر چلتے وقت بھی سلام علیک سنت ہے۔ اور حذیفہؓ کی اس حدیث کے موافق گناہوں کی مغفرت کی امید سے ہر سلام علیک کے ساتھ مصافحہ بھی کرنا چاہیئے تو بعضے یہ جو کہتے ہیں کہ چلتے وقت کا مصافحہ جائز نہیں ہے ان کا قول تردد طلب ہے۔ معتبر سند سے طبرانی میں انسؓ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کا یہ عمل درآمد تھا کہ جب کوئی صحابی سفر کر کے واپس آتا تھا تو بجائے مصافحہ کے اس سے معانقہ کیا کرتے تھے[5] صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیدل سے اور راہ چلتا بیٹھے ہوئے شخص سے سلام علیک کرے۔ اسی طرح تھوڑے سے ہوں تو وہ بہت سے آدمیوں سے سلام علیکم کہیں[6] بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ چھوٹی عمر والا شخص بڑی عمر والے سے سلام علیک کرے[7] ابوامامہؓ سے ترمذی اور ابوداؤد میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سلام علیک کی ابتداء کرے وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے[8] تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں سلمان فارسیؓ کی روایت ناقابل اعتراض سند سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے السلام علیک کہا اس کے جواب میں آپ نے ورحمۃ اللہ بڑھایا۔ دوسرے نے السلام علیک ورحمۃ اللہ کہا اس کے جواب میں آپ نے وبرکاتہ بڑھایا۔ تیسرے نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا تو آپ نے بھی جواب میں یہی لفظ فرمائے[9] یہ حدیث فحیوا باحسن منہا اوردوھا کی تفسیر ہے سلام علیک

---

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۴ باب ماذکر فی فضل السلام و سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۰۶ باب کیف السلام [2] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۶ طبع مصر سنہ ۱۳۲۴ھ [3] جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۵ باب التسلیم عند القیام والقعود [4] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۷ [5] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۷ [6] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۱ باب تسلیم الراکب علی الماشی و صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۲ کتاب السلام [7] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۱ باب تسلیم الصغیر علی الکبیر [8] جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۴ باب ماجاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام و ابوداؤد ج ۲ ص ۷۰۶ باب فی فضل من بدء بالسلام [9] تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۵۳۱ و تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۸۸؎

Marfat.com

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ

پھر تم کو کیا پڑا ہے منافقوں کے واسطے دو جانب ہو رہے ہو اور اللہ نے ان کو الٹ دیا ان کے کاموں پر کیا - کیا تم چاہتے ہو کہ

تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا

راہ پر لاؤ جس کو بچلایا اللہ نے اور جس کو اللہ راہ نہ دے تو پھر تو نہ پائے گا اس کے واسطے کہیں راہ چاہتے ہیں

لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ

کہ تم بھی کافر ہو جیسے وہ ہوئے پھر سب برابر ہو جاؤ سو تم ان میں کسی کو مت پکڑو رفیق

حَتّٰي يُھَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْھُمْ وَاقْتُلُوْھُمْ حَيْثُ

جب تک وطن چھوڑ آویں اللہ کی راہ میں پھر اگر قبول نہ رکھیں تو ان کو پکڑو اور مارو جہاں

وَجَدْتُّمُوْھُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْھُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ

پاؤ اور نہ ٹھہراؤ کسی کو رفیق اور نہ مددگار مگر وہ جو مل

يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَاۗءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ

رہے ہیں ایک قوم سے جن میں اور تم میں عہد ہے یا آئے ہیں تمہارے پاس خفا ہو گئے ہیں دل ان کے

کے مسئلہ کی اس سے زیادہ تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔ تحیہ کے معنے دعا دینے کے ہیں جس کا مطلب آیت میں سلام علیک ہے مقیت کے معنے صاحب قدرت۔ حسیب کے معنے حساب کرکے جزا دینے والا کہ کس نے سلام علیک کہا۔ اور کس نے ورحمۃ اللہ یا برکاتہ بڑھایا جن لوگوں سے لڑائی کا حکم ان آیتوں میں تھا۔ وہ بت پرست اور منکر حشر تھے اس واسطے ان کی تنبیہ کے لئے آخر پر توحید اور قسم کھا کر حشر کا ذکر کرکے فرمایا۔ اللہ سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے۔ پھر جب اس نے توحید اور حشر کے سچے ہونے کی خبر دی ہے۔ تو اسے سب کو ماننا چاہیئے ؎

۸۸—۹۱۔ صحیحین اور مسند امام احمد بن حنبل میں جو شان نزول آیتوں کی بیان کی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جنگ احد میں ہزار آدمیوں میں سے تین سو آدمی جب عبداللہ بن ابی منافق کے ساتھ لشکر اسلام سے جدا ہو کر مدینہ کو چلے آئے تو سات سو آدمی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے تھے ان کے دو فرقے ہو گئے تھے ایک فرقہ تو یہ کہتا تھا کہ یہ تین سو آدمی عین وقت پر لشکر اسلام کا ساتھ چھوڑ کر ایک منافق کے بہکانے سے گھر جا بیٹھے اس واسطے اب وہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ اب موقع پڑے تو ان کا قتل کرنا لازم ہے اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ نہیں وہ ہمارے بھائی مسلمان ہیں نہ ہم ان سے لڑیں گے اور نہ ان کو قتل کریں گے۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کا آپس کا اختلاف رفع ہو جانے کی غرض سے یہ آیت نازل فرمائی[1] اور فرما دیا کہ وہ لوگ جب تک تمہارا پورا ساتھ نہ دیں ان کو مسلمان نہ شمار کرنا چاہیئے۔ اور ضرور

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۰ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۲ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۲۹ ؎

Marfat.com

أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ

تمہارے سے لڑنے سے بھی اور اپنی قوم کے لڑنے سے بھی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر زور دیتا پھر تم سے لڑتے

فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ

تو اگر تم سے کنارہ پکڑیں پھر نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح ڈالیں تو اللہ نے نہیں دی تم کو

عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا

ان پر راہ اب تم دیکھوگے ایک اور لوگ چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے بھی اور اپنی

قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا

قوم سے بھی جس بار بلائے جاتے ہیں فساد کرنے کو الٹ جاتے ہیں اس ہنگامہ میں پھر اگر تم سے کنارہ نہ پکڑیں اور

إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ

صلح نہ لائیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور مارو جہاں پاؤ ان کو

وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ﴿٩١﴾

اور ان پر ہم نے دی تم کو سند صریح ؏

حسب موقع ان کو قتل کرنا چاہیے اوپر جو شان نزول بیان کی گئی اس کے علاوہ اور شان نزول بھی ان آیتوں کی سلف سے منقول ہے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں یہ ہے۔ کہ کچھ عرب کے لوگ مدینہ میں آن کر داخل اسلام ہو گئے تھے اور پھر مدینہ کی آب و ہوا کے ناموافق ہونے سے مکہ چلے گئے اور مشرکوں سے بھی مل گئے اور مسلمانوں کو بھی لکھا ہم تمہارے دین پر ہیں[1] بعض روایتوں میں یہ ہے کہ کچھ لوگ مکہ میں تھے جنہوں نے ظاہری اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن مشرکوں کی مدد کو تیار رہتے تھے۔ اور ہجرت پر آمادہ نہ تھے۔ لیکن یہ سب منافقوں کی قسمیں ہیں اس لئے ان روایتوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ حاصل مطلب شان نزول کا یہ ہے کہ اوپر کی صحیح روایت کے موافق منافقوں کی ایک خاص قسم کی شان نزول میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور جتنے منافق ہیں ان سب پر آیتوں کا مطلب صادق آتا ہے ارکسوا کے معنی پچھلے قدموں ہٹا کر پہلی حالت پر لانا حاصل مطلب یہ ہوا کہ ان کی نیت کے فساد کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو حالت اسلام سے نکال کر حالت نفاق میں ڈال دیا ہے۔ ان کے اسلام کا خیال غلط ہے۔ بلکہ وہ تو اے مسلمانو تم کو بھی اپنا سا کر لینے کی آرزو کرتے ہیں اس لئے نہ ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا چاہیے نہ ان کی مدد کی خواہش کرنی چاہیے پہلی شان نزول کی بنا پر حتیٰ یہاجروا کے معنے مفسرین نے یہ کیے ہیں کہ عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھی جب تک احد کی لڑائی کے دھوکے سے باز نہ آئیں گے اور خالص نیت سے لشکر اسلام کا ساتھ نہ دیں گے اور اس ساتھ رہنے کے لئے گھر چھوڑ کر لڑائی

[1] تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۲۹ لیکن حافظ سیوطی لباب النقول ص ۷۱ میں یہ روایت لا کر لکھتے ہیں کہ اسکی سند میں تدلیس اور انقطاع ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا

اور مسلمان کا کام نہیں کہ مار ڈالے مسلمان کو مگر چوک کر اور جس نے مارا مسلمان کو چوک کر

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ

تو آزاد کرنی گردن ایک مسلمان کی اور خون بہا پہنچانی اس کے گھر والوں کو مگر کہ وہ خیرات کریں پھر اگر وہ

کے میدانوں میں نہ جائیں گے تو نہ ان کا شمار مسلمانوں میں ہو سکتا ہے۔ نہ ان کے جان و مال کی خیر مسلمانوں کے ہاتھ سے ہو سکتی ہے۔ اب ان منافقوں میں سے دو طرح کے لوگوں کو مستثنےٰ فرمایا ہے۔ ایک صلح والوں کے ہم عہد کہ وہ بھی بالواسطہ صلح میں داخل ہیں جس طرح مثلاً صلح کے بعد صلح والے قریش اور ان کے ہم عہد بنو مدلج دوسرے وہ لوگ جو لڑائی سے عاجز ہو کر اس بات پر قائم رہیں کہ نہ اپنی قوم کی طرف سے مسلمانوں سے لڑیں گے نہ مسلمانوں کی طرف سے کسی سے لڑیں گے۔ جس طرح قبیلہ بنو مدلج کہ نہ مسلمانوں سے لڑتے تھے۔ نہ قریش سے۔ پھر فرمایا جب تک یہ لوگ اس حالت پر قائم رہیں تو یہ اللہ کی ایک مصلحت ہے اس نے ان کو تمہاری لڑائی سے روک رکھا ہے۔ ان کے قریب ایک فرقہ فرمایا کہ جو اپنی جان اور اپنا مال بچانے کے لئے ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ مشرک ہیں تفسیر سدی وغیرہ میں ہے کہ فتنہ کے معنی یہاں شرک کے ہیں[1] ان کا حکم یہ فرمایا کہ "اگر وہ صلح پر قائم نہ رہیں تو ان کو قید کر لو۔ اور مار و جہاں پاؤ کیوں کہ ان کی حالت اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے ایک سند ٹھہرا دی ہے۔ بعضے مفسروں نے آیت فان اعتزلوکم کو آیت فاقتلوا المشرکین سے منسوخ کہا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر یہ لوگ عہد صلح پر قائم بھی رہیں تو ان سے لڑنا چاہئے۔ لیکن عہد و صلح والوں کا حکم مستثنےٰ کے طور پر اوپر گذر چکا ہے۔ اس لئے یہ آیت مستثنےٰ کے حکم میں داخل ہے۔ منسوخ نہیں ہے؛

۹۲- ابن جریر ابن ابی حاتم اور ابن اسحاق وغیرہ نے جو شان نزول اس آیت کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ مجاہد اور سعید بن جبیر کی روایتوں سے بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ابوجہل کا سوتیلا بھائی عیاش بن ابی ربیعہؓ ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن مشرکین کے خوف سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لے آئے۔ تو عیاش بن ابی ربیعہؓ بھی مدینہ میں آن کر ایک جگہ اپنے بھائیوں کے ڈر سے چھپ کر رہنے لگا۔ عیاشؓ کی ماں نے عیاشؓ کے غم میں گھر کا رہنا اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔ سوتیلی ماں کا یہ حال دیکھ کر حارث بن ہشام حارث بن یزید عامری اور ابوجہل عیاشؓ کی تلاش میں نکلے اور پتہ لگا کر پھر اس کو مکہ میں لے گئے اور اس کو بہت مارا اور طرح طرح کی اذیت دی اور حارث بن یزید نے عیاشؓ کو بُرا بھلا بھی بہت کچھ کہا اس

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۳؛

Marfat.com

كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ

تھا ایک قوم میں کہ تمہارے دشمن ہیں اور آپ مسلمان تھا تو آزاد کرنی ایک گردن مسلمان کی اور اگر وہ تھا ایک

قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

قوم میں کہ تم میں اور ان میں عہد ہے تو خون بہا پہنچانی اس کے گھر والوں کو اور آزاد کرنی گردن

مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ

ایک مسلمان کی پھر جس کو پیدا نہ ہو تو روزے دو مہینے لگتے تار بخشوانے کو اللہ سے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾

اور اللہ جانتا سمجھتا ہے ۰

عیاش رضؓ نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان لی تھی کہ کبھی موقع پاکر حارث بن یزید کو مار ڈالوں گا۔ اب فتح مکہ سے پہلے حارث رضؓ اگرچہ اسلام لے آیا تھا مگر عیاش رضؓ کو اس کے اسلام کی خبر نہ تھی۔ فتح مکہ پر اس لئے عیاش رضؓ نے حارث رضؓ کو قتل کر ڈالا۔ اور پھر حارث رضؓ کا اسلام سن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی ندامت ظاہر کی۔ اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی[1] حارث دو ہیں ایک حارث بن ہشام ابوجہل بن ہشام کا بھائی۔ اور دوسرا حارث بن یزید قرشی عامری۔ یہ شخص بنی عامر میں سے ہے ابوجہل کے ساتھ یہ شخص بھی عیاش رضؓ بن ابی ربیعہ کو اسلام کے چھوڑ دینے پر مارپیٹ کیا کرتا تھا۔ اسی غصہ سے عیاش رضؓ نے اس کو موقع پاکر مار ڈالا۔ حنفیہ شافعیہ اور امام احمدؒ کے نزدیک قتل عمد قتل خطا قتل شبہ عمد یہ تین قسمیں قتل کی ہیں امام مالکؒ کے نزدیک قتل شبہ عمد ثابت نہیں ہے لیکن قتل کے باب کی صحیح حدیثوں سے قتل شبہ عمد کا وجود شریعت میں پایا جاتا ہے[2] جو قتل کسی غلطی کے سبب سے واقع ہو جائے اس کو قتل خطا کہتے ہیں جس طرح اس قتل میں عیاش رضؓ کو حارث بن یزید رضؓ کے اسلام میں غلطی ہو گئی قتل خطا کا خون بہا سو اونٹ ہیں ان اونٹوں کی اقسام میں سلف کا اختلاف ہے جس کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے[3] قتل خطا میں خون بہا کے علاوہ ایک بردہ کا آزاد کرنا بھی ہے اگر اتنا مقدور نہ ہو تو سلسلہ وار دو مہینے کے روزے ہیں مقتول شخص کے وارث خون بہا معاف کر دیں تو ان کو اختیار ہے عہد والے یا بلا عہد والے مشرکوں میں کوئی مسلمان رہتا ہو اور اس کو کوئی مسلمان غلطی سے مشرک سمجھ کر مار ڈالے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اتنا فرق ہے کہ اگر مقتول کے وارث بلا عہد والے مشرک ہوں تو ان کو خون بہا نہیں دیا جاتا[4] جس شخص کو متصل دو مہینے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا کر روزوں کے بار سے سبکدوش ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ جس اختلاف کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے[5]

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۴ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۳۳ — ۵۳۴ و تفسیر در منثور ج ۲ ص ۱۹۲ [2] نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۶۷ و ۱۶۸ باب ما جاء فی شبہ العمد [3] تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۳۸ و نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۳۷ [4] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۵ و تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۳۷ [5] ایضاً نیز تفسیر خازن۔

Marfat.com

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ

اور جو کوئی مارے مسلمان کو قصد کر کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے اس میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا

عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب ؎

شبہ عمد وہ ہے۔ جس میں قصداً ایسی چیز سے کسی کو ضرب پہنچائی جائے۔ جس سے عادتاً آدمی مر نہیں سکتا ہو جیسے لکڑی یا کوڑا اس قتل میں قصاص نہیں ہے خون بہا دینا آتا ہے ؎

۹۳۔ اوپر قتل خطا کا ذکر تھا اس آیت میں قتل عمد کا ذکر ہے قتل عمد وہ ہے جس میں ایسی چیز سے قصداً کسی کو ہلاک کیا جائے جس چیز سے بطور عادت کے آدمی مر سکتا ہو قتل عمد میں قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے اور اگر مقتول کے وارث قصاص معاف کر دیں تو خون بہا لیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل مسئلہ کی بڑی کتابوں میں ہے[1]۔ ابن جریر وغیرہ نے عکرمہ کی روایت سے شان نزول یہاں بیان کی ہے کہ مقیس بن صبابہ کنانی اور اس کا بھائی ہشام یہ دونوں شخص مسلمان ہو گئے تھے۔ ایک روز مقیس نے اپنے بھائی ہشام کو بنی نجار قبیلہ کی سرحد میں مقتول پایا اور حضرت سے اس کا قصہ کا تذکرہ کیا آپ نے بنی نجار سے سو اونٹ اس کے بھائی کے خون بہا کے مقیس کو دلا دئیے اس نے یہ سو اونٹ بھی لئے اور موقع پا کر ایک آدمی بنی نجار کا قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ کو چلا گیا۔ اور مشرکوں میں جا ملا۔ فتح مکہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عام امن میں سے اس کو واجب القتل قرار دے کر قتل کرایا۔ اسی مقیس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[2] بعضے مفسروں نے اس آیت کو آیت سورہ فرقان والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا اٰخر (۲۵—۶۸) سے منسوخ جو کہا ہے یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیت ناسخ کی یہ شرط ہے کہ منسوخ سے اس کا نزول بعد میں ہونا چاہئیے۔ حالانکہ زید بن ثابتؓ کی روایت سے ابوداؤد اور نسائی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ سورہ فرقان کی آیت سے چھ سات مہینے بعد نازل ہوئی ہے[3] پھر وہ سورۂ فرقان کی مقدم آیت اس متاخر آیت کی ناسخ کیونکر ہو سکتی ہے اس لئے بعضے مفسروں کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک (۴ — ۴۸ / ۱۱۶) سے منسوخ ہے کس لئے کہ ناسخ منسوخ امر و نہی میں ہوا کرتا ہے خبر میں نہیں ہوا کرتا۔ کیونکہ ایک خبر دیکھ کر پھر اس کو رد کرنا پہلی خبر کو گویا جھٹلانا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی شان پاک ہے۔ اور یہ آیت خبر کی قسم میں سے ہے انشاء میں سے نہیں پھر اس میں ناسخ منسوخ کیسا اس سبب سے صحیح مذہب وہی معلوم ہوتا ہے۔ جس کو بعضے مفسرین نے اختیار کیا ہے کہ یہ آیت مطلق ہے اور سورہ فرقان کی آیت کی توبہ کی قید اس آیت میں بھی لگانی چاہئے اس صورت میں آیت کے وہ

---

[1] مشکٰوۃ نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۴۹ [2] تفسیر ابن جریر ج ۵ ص ۱۲۷ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۴۰ [3] سنن نسائی ج ۲ ص ۱۵۶ کتاب المحاربہ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۴۱ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۵ — ۵۳۶ ؎

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

اے ایمان والو جب سفر کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کرو اور مت کہو جو شخص

اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ

تمہاری طرف سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں چاہتے ہو مال دنیا کی زندگی کا تو

اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا

اللہ کے یہاں بہت غنیمتیں ہیں تم ایسے ہی تھے پہلے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا سو اب تحقیق

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

کرو اللہ تمہارے کام سے واقف ہے ؎

معنے ہوں گے جو پہلے آیت ان اللہ لا یغفر کے تحت میں بیان ہو چکے کہ مسلمان کے قاتل کی توبہ قبول ہے اگر وہ بلا توبہ مر جائے تو اس کی بخشش اللہ کی اختیار اور اللہ کی مرضی پر ہے چاہے وہ مقتول کو کچھ معاوضہ دے کر راضی کر دے اور قاتل کو بلا مواخذہ بخش دے چاہے قاتل سے مواخذہ کرے یہی مذہب جمہور سلف و خلف نے اختیار کیا ہے اور یہی مذہب آیت وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ (۲۰-۸۲) اور احادیث صحیحہ کے موافق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور جمہور کے مذہب میں جو اختلاف تھا وہ حافظ ابن کثیرؒ کے قول کے حوالہ سے اوپر رفع کیا جا چکا ہے[۱]۔ اس صورت میں قاتل کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا ذکر یا تو قتل کے جرم سے ڈرانے کے لئے ہے یا اس صورت کے لئے ہے کہ مسلمان مقتول کی مسلمانی کو کسی سبب سے مانع قتل نہ ٹھہرایا جائے کہ یہ درجہ کفر کا ہے یہ حالت ایسی ہے جس طرح محلم[۲] بن جثامہ کا قصہ آیندہ کی آیت کی تفسیر میں ہے ؛

۹۴- اس آیت میں بھی قتل خطا کا بیان ہے بخاری ترمذی حاکم امام احمد بن حنبل اور طبرانی وغیرہ نے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکوں کے ایک قبیلہ بنی سلیم پر جب مسلمان لوگ چڑھ کر گئے اور مشرکوں کو شکست ہوئی تو ایک شخص مرداس بن نہیک جو پہلے سے درپردہ مسلمان تھا۔ سلام علیک کہہ کر مسلمانوں کی طرف آنے لگا۔ مگر مسلمانوں نے مرداس کے سلام علیک کو خالص نہ خیال کیا بلکہ یہ خیال کیا کہ جان کے خوف سے یہ فریبی سلام علیک کرتا ہے چنانچہ آخر کار اسامہ بن زید نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اور جو کچھ اس کے پاس مال تھا وہ لے لیا۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[۳]۔ حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ بلا دریافت حال کے فقط خیال پر کسی کو مشرک سمجھ کر قتل کرنا اور اس کا مال لینا اللہ کی مرضی کے خلاف ہے کیا ان مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ اسلام کی کمزوری کے زمانہ میں اکثر لوگ ان میں کے درپردہ مسلمان تھے پھر انہوں نے مرداس کے

۱؎ یعنی ص ۲۱۹ پر ۲؎ مطبوعہ میں محکم تھا، مراجع سے تصحیح کی گئی ۳؎ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۰ کتاب التفسیر وجامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۷ کتاب التفسیر ومستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۳۵ کتاب التفسیر وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۸ وتفسیر معالم ج ۲ ص ۵۴۴ ؛

Marfat.com

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ
برابر نہیں بیٹھنے والے مسلمان جن کو بدن کا نقصان نہیں اور لڑنے والے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ
اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے اللہ نے بڑائی دی لڑنے والوں کو اپنے مال

وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ
اور جان سے ان پر جو بیٹھے ہیں۔ درجے میں اور سب کو وعدہ دیا اللہ نے خوبی کا اور زیادہ کیا اللہ نے

درپردہ مسلمان ہونے پر کیوں اچنبا کیا۔ اور اس کا اندرونی حال دریافت کرنے سے پہلے اس کے قتل کرنے میں کیوں جلدی کی بعضے مفسروں نے قاتل کے نام میں اختلاف جو کیا ہے کہ اسامہ بن زید ہے یا مقداد ہے یا محلم[1] بن جثامہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ متعدد قصے ہیں اور ان قصوں کا مجموعہ آیت کی شان نزول ہے ایک قصہ میں قاتل اسامہ بن زید اور مقتول مرداس بن نہیک ہے اور اس قصہ میں اسامہؓ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خفگی کے بعد استغفار کی ہے اور محلم بن جثامہ نے عامر بن الاضبط کو باوجود سلام علیک کرنے کے ایام جاہلیت کی دشمنی کے سبب سے قتل کر ڈالا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے محلم بن جثامہ کے لئے استغفار نہیں کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد محلم کا انتقال ہوگیا۔ اور دفن کے بعد کئی دفعہ زمین نے محلم کی لاش باہر پھینک دی۔ آخر لاچار ہو کر لوگوں نے محلم کی لاش کو پہاڑوں میں یونہی ڈال دیا۔ اور اوپر سے چند پتھر ڈھانک دئے اور آپ نے فرمایا کہ زمین میں تو محلم سے بھی بدشخصوں کی لاشوں کا ٹھکانا ہے مگر اللہ تعالٰے نے محلم کا یہ حال تم کو دکھلا کر آیندہ کے لئے تمہیں نصیحت کی ہے[2] اسی طرح مقداد کا قصہ بھی جدا ہے۔ جس کا ذکر مسند بزاز میں معتبر سند سے ہے[3] ان سب روایتوں کو اکٹھا کر کے دیکھا جائے تو ہر ایک قصہ کی حالت معلوم ہوتی ہے ؀

۹۵۔۹۶۔ بخاری، ترمذی، ابن حبان وغیرہ نے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے ٹکڑا آیت کا اترا تھا کہ جہاد کرنے والے اور بیٹھ رہنے والے برابر نہیں ہیں ابن ام مکتومؓ اور ابن جحشؓ نے آن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت ہم لوگ اندھے ہیں ورنہ ضرور آپ کے ساتھ جہاد کو چلتے اس پر اللہ تعالٰے نے اندھے لنگڑے بیمار کو جہاد کے حکم سے معاف رہنے کی غرض سے غیر اولی الضرر کا یہ ٹکڑا نازل فرمایا[4] حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ جو لوگ بلا عذر جہاد سے بیٹھ رہیں گے وہ ثواب سے محروم رکھے جائیں گے ہاں معذور لوگ جن کی نیت جہاد کی ہے لیکن معذوری کے سبب سے وہ مجبور ہیں ایسے لوگ اپنی نیت کا ثواب پائیں گے۔ بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تبوک کی لڑائی سے واپس ہونے وقت

---

[1] مطبوعہ تفسیر میں "حکم" کاف کے ساتھ ہے جو غالباً کاتب کی غلطی ہے مراجع سے تصحیح کی گئی [2] تفسیر ابن جریر جز ۵ ص ۱۳۰ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۰ میں یہ قصہ تفصیلاً ہے۔ اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۴ کتاب الدیات میں مختصر ہے۔ [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۰ کتاب التفسیر و جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۷ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۰ و صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۷ کتاب الجہاد ؀

Marfat.com

الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً

لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے بڑے ثواب میں بہت درجوں میں اپنے یہاں کے اور بخشش میں

وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ع ۱۴ ۵ ۱۰

اور مہربانی میں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان جن لوگوں کی جان کھینچتے ہیں فرشتے

ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ

اس حال میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں تم کس بات میں تھے وہ کہتے ہیں ہم تھے مغلوب اس ملک میں

قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ

کہتے ہیں کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ کہ وطن چھوڑ جاؤ وہاں سو ایسوں کا ٹھکانا ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عذر کے سبب سے جو لوگ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے جتنے کام لڑائی میں ہم نے کئے ہیں ان سب کاموں میں گھر بیٹھے وہ ثواب میں ہمارے شریک حال وہ لوگ بھی کئے جائیں گے[1] اسی طرح کی روایت ابوداؤد[2] اور مسند امام احمد بن حنبل میں بھی ہے اسی آیت سے علماء نے جہاد کو فرض کفایہ کہا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد میں جانے والوں سے ان کی جانفشانی کے ثواب کا وعدہ کیا ہے اور بیٹھ رہنے والوں کو کچھ ڈرایا نہیں۔ یہی شان فرض کفایہ کی ہے۔ مگر جب دشمن اپنے شہر پر چڑھائی کرے تو اس کا دفع کرنا شہر والوں پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ اور صحیح حدیثوں میں بھی اس کی صراحت ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری[3] میں حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، پر قائم ہے اگرچہ وہ جہاد نہ کرے لیکن وہ جنتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ لوگوں میں اس خوشخبری کو عام طور پر پھیلا دیا جائے آپ نے فرمایا جہاد والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت میں سو درجے رکھے ہیں ہر ایک درجہ میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ درجہ لوگوں کو حاصل کرنے دو۔

۹۷-۹۹۔ بخاری، ابن منذر، ابن ابی حاتم ابن مردویہ اور ابن جریر نے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی ہے[4] اس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ لوگ ظاہر میں تو جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اس وقت اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے مگر مشرکوں کا ساتھ انہوں نے نہیں چھوڑا تھا۔ مشرکوں کے ڈر سے مکہ سے مدینہ منورہ کو انہوں نے ہجرت بھی نہیں کی۔ اور بدر کی لڑائی میں مشرکوں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے وہ لڑنے کو آئے اور مارے گئے ان کی شان میں اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ایسے لوگوں کے باب میں ایک طرح کا اختلاف مسلمانوں میں پڑ رہا تھا۔ بعضے لوگ کہتے تھے کہ اگرچہ اس طرح کے لوگ مشرکوں کی فوج

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۸ باب من حبسہ العذر عن الغزو و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۱ [2] سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۰ باب الرخصۃ فی القعود من العذر [3] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۱ باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۱ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۲ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۵۲ و تفسیر در منثور ج ۲ ص ۲۰۵

Marfat.com

جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

دوزخ اور بہت بری جگہ پہنچے مگر جو ہیں بے بس مرد اور عورتیں

وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولَٰئِكَ عَسَى

اور لڑکے نہ کر سکتے ہیں تلاش اور نہ جانتے ہیں راہ سو ایسوں کو امید

اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾ وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ

ہے کہ اللہ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشتا اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں

اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ

پائے اس کے مقابلہ میں جگہ بہت اور کشائش اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے

مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ

وطن چھوڑ کر اللہ اور رسول کی طرف پھر آ پکڑے اس کو موت سو ٹھہر چکا اس کا ثواب اللہ پر

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٠﴾ ع

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

میں شمار ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ لیکن حقیقت میں وہ مسلمان تھے اور بعضے ان کو مسلمان نہیں کہتے تھے۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے لوگوں کو دوزخی قرار دیا۔ اور اس اختلاف رفع فرما دیا۔ فتح مکہ سے پہلے ہجرت بھی اسلام کی شرط تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا اسلام قبول نہیں فرمایا۔ جنہوں نے بلا عذر ہجرت نہیں کی اور مشرکوں میں رہ کر مشرکوں کی جماعت اور بھیڑ بڑھائی۔ فتح مکہ کے فرمادیا۔ کہ اب فتح مکہ کے بعد ہجرت شرط اسلام باقی نہیں رہی[1]

۱۰۰۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن سعد ابو یعلیٰ الموصلی۔ اور ابن مندہ نے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا کہ جو کوئی در پردہ مسلمان ہو کر بلا عذر فتح مکہ سے پہلے مدینہ کو ہجرت نہ کرے گا۔ اس کا اسلام قبول نہ ہوگا۔ تو بہت سے لوگوں نے ہجرت کی اور ان میں بعضے لوگ مدینہ میں پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئے ان کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[2] حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ اللہ کی درگاہ میں سب کاموں کا دارومدار نیت پر ہے۔ جو شخص ہجرت کی نیت کر کے گھر سے نکلا۔ وہ اسی وقت ہجرت کے ثواب کا مستحق ٹھہر چکا خواہ مدینہ میں پہنچے یا راستہ میں مر جائے اور جو شخص مدینہ میں بھی پہنچ جائے اور اس کی نیت خالص ہجرت کی نہ ہو بلکہ کسی دنیوی غرض سے اس نے ہجرت کی ہو وہ شخص ہجرت کا ثواب نہ پائے گا۔ چنانچہ

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۳ کتاب الجہاد باب لاہجرۃ بعد الفتح۔ [2] تفسیر ابن جریر جزء ۵ ص ۱۴۰ — ۱۴۱ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۲ و درمنثور ج ۲ ص ۲۰۷ — ۲۰۹۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ

اور جب سفر کرو تم ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے

إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ

اگر تم کو ڈر ہو کہ ستائیں گے تم کو کافر البتہ کافر تمہارے

عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿١٠١﴾

دشمن ہیں صریح

صحاح ستہ کی چھیوں کتابوں میں حدیث[1] انما الاعمال بالنیات میں اس کی صراحت موجود ہے ؛

۱۰۱۔ تفسیر ابن جریر میں حضرت علیؓ کی روایت سے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے[2] کہ بنی نجار قبیلہ کے کچھ لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ہم لوگ سفر کرتے رہتے ہیں سفر میں ہم نماز کیوں کر پڑھا کریں اس پر اللہ تعالٰے نے اس آیت کا وہ ٹکڑا نازل فرمایا جس میں نماز کے قصر کرنے کا حکم ہے پھر اس کے ایک برس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی پر تشریف لے گئے۔ دشمنوں کے عین مقابلہ کے وقت میں آپ نے ظہر کی نماز پڑھی نماز کے وقت تو اللہ تعالٰے نے مشرکوں کی عقل پر پردہ ڈال دیا۔ لیکن جب آپ اور صحابہ کرام جماعت کی نماز پڑھ چکے تو خالد بن ولید نے جو مشرکوں کے لشکر کے سردار تھے بڑے افسوس کے ساتھ اپنے لشکر والوں سے یہ کہا کہ جس وقت سب مسلمان صف باندھ کر نماز میں مشغول تھے اس وقت ان کی پشت کی طرف سے ان پر حملہ کرنے کا خوب موقع تھا۔ پھر یہ بھی کہا کہ تھوڑی دیر میں اور دوسری نماز کا موقعہ ہے۔ جس نماز کو مسلمان لوگ اپنی جان اور اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اس پر اللہ تعالٰے نے ظہر اور عصر کے مابین میں یہ صلوٰۃ الخوف کا حکم نازل فرمایا[3]۔ اور جس طرح مشرکوں نے عصر کی نماز کے وقت مسلمانوں کی پشت کی طرف سے حملہ کرنے کا منصوبہ کیا تھا۔ وہ موقع ان کو نہیں ملا۔ اگرچہ حافظ ابن کثیر نے اس شان نزول کی روایت کو غریب کہا ہے لیکن اور صحیح روایتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم اور سنن میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے قصر نماز میں خوف کی قید کی بابت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ بغیر خوف کے سفر میں نماز کا قصر کرنا۔ یہ صدقہ کے طور پر اللہ تعالٰے کی ایک مہربانی ہے اس کو قبول کرنا چاہئیے[4]۔ حضرت عمرؓ کی یہ حدیث بہت صحیح ہے ائمہ حدیث نے بالاتفاق اس کی صحت بیان کی ہے۔ اور اس صحیح حدیث سے اوپر کی شان نزول کی روایت کے اس ٹکڑے کی پوری تائید

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲ [2] تفسیر ابن جریر جزو ۵ ص ۱۴۴ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۸ و لباب النقول ص ۷۷ [3] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۱ کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرها و جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۸ کتاب التفسیر و ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۰ باب صلوٰۃ المسافر و سنن نسائی ج ۱ ص ۱۶۸ کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۴ ؛

Marfat.com

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ

اور جب تو ان میں ہو پھر ان کو نماز میں کھڑا کرے تو چاہئے ایک جماعت ان کی

مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَّرَآئِكُمْ

کھڑی ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لیں اپنے ہتھیار پھر جب سجدہ کر چکیں تو ہو جائیں تیرے پیچھے اور آئے

وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ

دوسری جماعت جس نے نماز نہیں کی وہ نماز کریں تیرے ساتھ اور پاس لیں اپنا بچاؤ

وَأَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ

اور ہتھیار کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے

فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ط

تو تم پر جھک پڑیں ایک حملہ کر کر ؂

ہوتی ہے کہ بغیر حالت خوف کے سفر میں قصر نماز جائز ہے رہا اس شان نزول کا دوسرا ٹکڑا کہ ایک لڑائی میں ظہر اور عصر کے مابین میں صلوۃ الخوف کا حکم نازل ہوا اس کی تائید آئندہ کی آیت کے شان نزول سے ہو سکتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی یہی پایا جاتا ہے کہ حالت سفر میں آپ اکثر قصر کیا کرتے تھے[1] رہی یہ بات کہ کس قدر مسافت کے سفر میں قصر نماز پڑھنی چاہئے اس باب میں حضرت انسؓ کی صحیح مسلم کی روایت سے بڑھ کر کوئی صحیح روایت نہیں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تین میل یا نو میل کی مسافت کے سفر میں آپ قصر کیا کرتے تھے[2] اس سے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی بڑی کتابوں میں ہے[3] ؂

۱۰۲- مسند امام احمد سنن اربعہ مستدرک حاکم صحیح ابن حبان میں ابی عیاش زرقیؓ کی روایت سے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ عسفان کی لڑائی کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی جماعت کی نماز ہو چکنے کے بعد خالد بن ولید نے اپنے ساتھ کے مشرکوں سے یہ کہا کہ جس وقت سب مسلمان صف باندھ کر نماز میں مصروف تھے اس وقت ان کی پشت کی طرف سے حملہ کرنے کا خوب موقع تھا۔ پھر سب مشرکوں نے مل کر یہ بھی کہا تھا کہ تھوڑی دیر میں اور دوسری نماز کا موقع آنے والا ہے اس وقت ان کی پشت کی طرف سے حملہ کرنا چاہئے اس پر اللہ تعالے نے عصر کی نماز سے پہلے یہ نماز خوف کا حکم نازل فرمایا[4] حاکم اور ابن حبان نے اس شان نزول کو صحیح کہا ہے[5] اس صحیح شان نزول سے اوپر کی آیت کا شان نزول کے آخری ٹکڑے کی پوری تائید

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۲ کتاب صلوۃ المسافرین و قصرہا و تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۴۷ [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۲ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۷ ؂

[3] ملاحظہ فرمائیے نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۵۲ — ۲۵۴ [4] ابو داؤد ج ۱ ص ۱۷۴ باب صلوۃ الخوف و سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۵ باب صلوۃ الخوف و تلخیص الحبیر ص ۱۴۱ [5] مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۳۸ کتاب صلوۃ الخوف ؂

Marfat.com

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا

اور گناہ نہیں تم پر اگر تم کو تکلیف ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو

أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (۱۰۲)

اپنے ہتھیار اور ساتھ لو اپنا بچاؤ اللہ نے رکھی ہے منکروں کے واسطے ذلت کی مار

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا

پھر جب نماز ادا کر چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے پھر جب

ہوتی ہے کہ ظہر اور عصر کے مابین میں صلوۃ الخوف کے حکم کا ٹکڑا نازل ہوا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس لڑائی کا نام حضرت علیؓ کی اوپر کی روایت میں مبہم تھا وہ عسفان کی لڑائی تھی۔ اگرچہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں صلوۃ الخوف کے نازل ہونے کا موقع اس لڑائی کو قرار دیا ہے جس کو ذات الرقاع کی لڑائی کہتے ہیں یہ لڑائی عسفان کی لڑائی کے بعد ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اسیکو ترجیح دی ہے۔ کہ صلوۃ الخوف کے نازل ہونے کا موقع جنگ عسفان ہے[1]۔ دشمن کبھی قبلہ کی جہت پر ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا اس لئے صلوۃ الخوف کی مختلف صورتیں ہیں جن کا ذکر حدیث کی کتابوں میں ہے جو صورتیں صحیح حدیثوں میں ہیں وہ بنظر حفاظت لشکر اسلام کے سب جائز ہیں۔ بعضے علماء نے یہ کہا ہے کہ صلوۃ الخوف کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھا۔ لیکن جمہور علماء نے اس قول کو تسلیم نہیں کیا[2]۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری اور علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت سے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں جب کہ اللہ تعالےٰ نے نماز کی حالت میں بھی مسلمانوں کو ہتھیار بندھے رہنے کا حکم فرمایا تو اس حکم کے سبب سے مسلمان حالت مینہ اور حالت بیماری ہر حال میں ہتھیار بند رہتے تھے۔ حالانکہ مینہ میں ہتھیاروں کے بھیگ کر بھاری ہو جانے سے اور بیماری میں نقاہت سے ان کو ہتھیار بار خاطر معلوم ہوتے تھے۔ چنانچہ عبد الرحمان بن عوفؓ ایک دفعہ لڑائی کے وقت زخمی تھے مگر ہتھیار بند رہتے تھے اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اجازت فرمادی کہ حرج کے وقت ہتھیار کھول ڈالو۔ تو مضائقہ نہیں مگر ہوشیار رہو تاکہ خالی ہاتھ پاکر مشرکین تم پر حملہ نہ کر بیٹھیں[3]۔

۱۰۳-۱۰۴- اوپر کی آیتوں میں صلوۃ الخوف کی اجازت تھی اور صلوۃ خوف میں لڑائی کا خدشہ دل میں رہتا ہے اس لئے رکوع سجدہ اس طرح کے اطمینان سے نہیں ہو سکتا جس طرح امن کی حالت میں ہو سکتا ہے

[1] پوری بحث کے لئے ملاحظہ فرمایئے فتح الباری ج ۴ ص ۹۷ باب غزوۃ الرقاع [2] تفسیر خازن ص ۵۵ ۱- نیل الاوطار ج ۴ کتاب صلوۃ الخوف

[3] فتح الباری ج ۴ ص ۶۵ ۱ کتاب التفسیر۔

Marfat.com

اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا

خاطر جمع سے ہو تو درست کرو نماز بیشک نماز ہے مسلمانوں پر وقت

مَّوْقُوتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ

باندھا حکم اور ہمت مت ہارو ان کا پیچھا کرنے سے اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی بے آرام ہیں

يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا

جس طرح تم ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو ان کو نہیں اور اللہ سب جانتا ہے

حَكِيمًا ﴿۱۰۴﴾ إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰىكَ ع ۱۵ ۱۲

حکمت والا ہم نے اتاری تجھ کو کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو سمجھائے تجھ کو

اس واسطے فرمایا کہ صلوٰۃ الخوف کے بعد اللہ کا ذکر کثرت سے ہر حال میں کیا جائے۔ تاکہ لڑائی کے خدشہ کے سبب سے اس نماز کے ارکان میں جو کچھ کمی ہوئی ہے وہ آسانی سے پوری ہو جائے کیونکہ ذکر الٰہی میں نماز کی طرح نہ وقت کی قید ہے نہ وضو کی چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بلاقید وقت اور وضو کے ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے[1] پھر فرمایا کہ صلوٰۃ الخوف میں وقت اور تکمیل ارکان کی پوری پابندی نہ ہوسکے تو ضرورت شرعی کے سبب سے معاف ہے لیکن امن کی حالت میں اس طرح کی ادھوری نماز کی عادت نہ ڈال لی جائے کہ امن کی حالت میں اس طرح کی ادھوری نماز ہرگز قبول نہ ہوگی۔ بلکہ امن کی حالت میں جس طرح حکم ہے وقت اور ارکان کا پورا خیال رکھ کر نماز پڑھی جائے اوپر گذر چکا ہے کہ جنگ احد کے بعد جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے تعاقب کے لئے حمراء الاسد کے سفر کا ارادہ کیا تھا تو کچھ مسلمان پست ہمت ہو کر آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ اس واسطے صلوٰۃ الخوف کے رعایتی حکم کے ساتھ یہ تنبیہ بھی فرمائی کہ آئندہ دین کے مخالفوں کے تعاقب اور مقابلہ میں اس طرح کی پست ہمتی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ مخالف لوگ جو عقبےٰ اور جنت کی نعمتوں کے منکر ہیں باوجود تمہاری طرح صدمے اٹھانے کے جب وہ لڑائی سے باز نہیں آتے تو پھر عقبےٰ کے اجر کی توقع رکھ کر تم لوگ ایسی پست ہمتی کیوں کرتے ہو اللہ نے اپنے علم اور حکمت ازلی کے موافق عقبےٰ میں دین کے حامیوں کے لئے وہ نعمتیں رکھی ہیں کہ جو نہ کسی نے کانوں سے سنیں نہ آنکھوں سے دیکھیں نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا تصور سما سکتا ہے۔ اس لئے ذرا سی پست ہمتی کر کے ایسی بڑی نعمتوں کو ہاتھ سے دینا کسی عقلمند کا کام نہیں ؁

۱۰۵ ــ ۱۰۹۔ ترمذی، مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور قتادہ بن نعمانؓ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صحابی قتادہ بن نعمانؓ کی زرہ چوری جاتی رہی اور

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۲ باب ذکر اللہ تعالےٰ فی حال الجنابۃ وصحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴ (ترجمۃ الباب)

Marfat.com

اللّٰهُ ۚ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا

اللہ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا اور بخشوا اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں اللہ کو خوش نہیں آتا

مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ

جو کوئی ہو دغا باز گنہ گار چھپتے ہیں لوگوں سے اور نہیں چھپتے اللہ سے

وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

اور وہ ان کے ساتھ ہے جب رات کو ٹھہراتے ہیں جس بات سے وہ راضی نہیں اور جو کرتے ہیں اللہ کے

مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ

قابو میں ہے سنتے ہو تم لوگ جھگڑتے ہو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پھر کون جھگڑے گا

اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾

ان کے بدلے اللہ سے قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا کام بنانے والا۔

دریافت سے معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی ظفر میں سے ایک شخص طعمہ بن ابیرق نے وہ زرہ چرائی ہے طعمہ نے یہ چالاکی کی کہ وہ زرہ ایک شخص یہودی زید بن سمین کے پاس رکھوا دی۔ اور طعمہ کی خانہ تلاشی کے وقت جب وہ زرہ طعمہ کے گھر سے برآمد نہیں ہوئی تو طعمہ نے اسی یہودی کو چور ٹھہرا کر زرہ کا پتہ اسی یہودی کے گھر میں ہونے کا دے دیا اور ادھر طعمہ کی قوم نے رات کو یہ مشورہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر طعمہ کی برأت کی گواہی ادا کی جائے چنانچہ ان لوگوں نے جب گواہی ادا کر دی تو ان کی گواہی کے بھروسہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طعمہ کو بری اور یہودی کو چور ٹھہرایا اس پر اصلی حال ظاہر ہو جانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں حاکم نے اس شان نزول کی روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے[1] یہ آیتیں نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خبردار کر دیا کہ اگرچہ طعمہ کی چالاکی اور اس کی قوم کی جھوٹی گواہی کے سبب سے ظاہر میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طعمہ بری ہے۔ اور یہودی چور لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس ہے پھر فرمایا کہ ظاہری روداد کی بنا پر اے رسول اللہ کے تم نے جو طعمہ کی برأت کی بابت یہودیوں سے جھگڑا کیا وہ استغفار کے قابل ہے کیوں کہ چوروں کی حمایت اللہ کو پسند نہیں اس کے بعد جھوٹی گواہی پر طعمہ کی قوم کے لوگوں کو یہ تنبیہ فرمائی کہ تم لوگوں نے جھوٹی گواہی کا مشورہ تو کیا مگر اتنا نہ سوچا کہ اللہ غیب دان ہے ظاہر و باطن اس کو سب کچھ معلوم ہے اس سے یہ جھوٹی گواہی کا مشورہ کیونکر چھپا رہ سکتا ہے۔ اور جب وہ عالم الغیب اس جھوٹی گواہی کے

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۸ — ۱۲۹ کتاب التفسیر و مستدرک حاکم ج ۴ ص ۳۸۸ حکایۃ سرقۃ متاع رفاعۃ سرقہ بنو ابیرق و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۱ — ۵۵۲۔

Marfat.com

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا

اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے پھر اللہ سے بخشوائے پائے اللہ کو بخشتا

رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

مہربان اور جو کوئی کمائے گناہ سو کماتا ہے اپنے حق میں اور اللہ سب جانتا

حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗـــــَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔـا فَقَدِ احْتَمَلَ

ہے حکمت والا اور جو کوئی کمائے تقصیر یا گناہ پھر لگائے بے گناہ کو اس نے سر دھرا

بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ ع ۸ ۱۶ ۱۳

طوفان اور گناہ صریح اور اگر نہ ہوتا تجھ پر فضل اللہ کا اور مہر تو قصد کیا ہی تھا

حال سے اپنے رسول کو خبردار کر دے گا تو جھوٹے گواہوں کی کس قدر رسوائی ہوگی۔ پھر یہ تو دنیا کی رسوائی ہوئی۔ دنیا میں اگر اس رسوائی سے کوئی بچ بھی جاوے اور کسی چالاکی یا جھوٹی گواہی سے اپنے مقابل پر غالب آجائے تو قیامت کے دن اس غیب دان کے روبرو ایسے چالاکوں۔ اور جھوٹے گواہوں کا وکیل کون ہوگا جو ان کو عقبٰے کے عذاب سے چھڑائے گا۔

۱۱۰۔۱۱۳۔ یہ آیتیں بھی طعمہ کے قصے سے متعلق ہیں ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے طعمہ کو چوری کے گناہ سے اور ایک شخص بری پر جو اس نے چوری کا بہتان لگایا تھا۔ اس سے اور طعمہ کے قبیلے کے لوگوں کو جھوٹی گواہی کے گناہ سے توبہ استغفار کرنے کی رغبت دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ کبیرہ صغیرہ جس طرح کے گناہوں سے جو کوئی توبہ کرے گا اللہ ایسا غفور رحیم ہے کہ وہ فوراً ہر ایک گناہ گار کی خالص نیت کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اس توبہ کرنے والے شخص کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے ابو سعید خدریؓ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان جب مردود ٹھہرایا جا کر آسمان پر سے نکالا جانے لگا تو اس نے قسم کھا کر اللہ تعالےٰ کے روبرو اپنا یہ پکا ارادہ ظاہر کیا کہ انسان کے جسم میں جب تک جان رہے گی وہ ملعون انسان کے بہکانے اور اس کی عقبٰے کے خراب کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے گا۔ اللہ تعالےٰ نے بھی قسم کھا کر اس ملعون کے اس ارادہ پر جواب دیا کہ ہر طرح کے گناہ کے بعد انسان جب تک توبہ استغفار کر لے گا تو میں بھی اس توبہ قبول کرنے اور اس کے گناہوں کے معاف کر دینے میں کسی طرح کا دریغ نہ کروں گا[1] یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی پوری تفسیر ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے گنہ گاروں کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ آگے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو قرآن کی نعمت کی قدر جتائی اور فرمایا کہ طعمہ کی قوم کے لوگوں نے تو جھوٹی گواہی دے کر غلط فیصلہ کرانے کی کوشش کی تھی مگر اے رسول اللہ کے یہ اللہ کا تم پر بڑا فضل اور اس

[1] تفسیر در منثور ج ۲ ص ۲۲۷ مشکوٰۃ ص ۲۰۴ باب الاستغفار والتوبۃ بحوالہ مسند امام احمدؒ۔

طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ

ان میں ایک جماعت نے کہ تجھ کو بہکا دیں اور بہکا نہ سکتے مگر آپ کو اور تیرا کچھ نہ بگاڑتے

شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ

اور اللہ نے نازل کی تجھ پر کتاب اور کام کی بات اور تجھ کو سکھایا جو تو نہ جان سکتا

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ

اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے ۞ کچھ بھلی نہیں اکثر ان کی مشورت مگر جو کوئی

اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

کہے خیرات کو یا نیک بات کو یا صلح کروانے کو لوگوں میں اور جو کوئی یہ چیزیں کرے

بڑی رحمت ہے کہ اس معاملہ میں اور بدر کے قیدیوں کے فدیہ کے معاملہ میں جہاں ایسا غلطی کا موقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً بذریعہ وحی کے اس غلطی کو رفع کر کے معاملہ کی صحیح صورت تم کو بتلا دیتا ہے۔ اس طرح کی آیتوں سے ان علماء کے قول کی تائید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول بعضے فیصلے اپنے اجتہاد سے بھی کرتے تھے اور اس اجتہاد میں اگر کچھ خطا واقع ہو جاتی تھی تو فوراً اس کی اصلاح بذریعہ وحی کے ہو جایا کرتی تھی برخلاف امت کے مجتہدوں کے اجتہاد کے کہ اس کی حالت ایسی یقینی نہیں ہے۔ اسی واسطے مجتہدین امت نے احتیاطاً اپنے بعضے قولوں سے رجوع اختیار کیا ہے اور بعضے مسئلوں میں قول قدیم اور قول جدید اپنے یہ دو قول قرار دیئے ہیں تاکہ ایک قول کی اصلاح دوسرے قول سے ہو جائے۔ اپنے رسول کی تسکین کے لئے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ اے رسول اللہ کے تم اگر غلط رو داد پر فیصلہ کر دیتے تو اس کا وبال ان ہی لوگوں پر ہوتا جنہوں نے وہ غلط رو داد گھڑی تھی تمہارے اوپر اس کا کچھ وبال نہیں تھا کیونکہ تمہارا فیصلہ تو ظاہری رو داد پر ہوتا لیکن یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے یہ نوبت نہیں آنے دی اور جو بات تم کو معلوم نہیں تھی وہ عین وقت پر بذریعہ وحی کے تم کو جتلا دی۔ اوپر گذر چکا ہے کہ قرآن کے ساتھ جہاں حکمت کا لفظ آتا ہے تو اس کے معنے حدیث کے ہوتے ہیں۔

۱۱۴ — ۱۱۵۔ طعمہ کی قوم کے لوگوں نے آپس میں رات کو اس جھوٹی گواہی کا مشورہ کیا جس کا ذکر اوپر گذرا اور صبح کو وہ جھوٹی گواہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو ادا کی اور پھر اوپر کی آیتوں کے نازل ہو جانے کے بعد جب طعمہ کی چوری کا حال کھل گیا تو وہ اپنے ہاتھ کے کاٹے جانے کی سزا سے ڈر کر مدینہ سے مکہ کو بھاگ گیا۔ اور وہاں مرتد ہو کر مر گیا۔ ان ہی باتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ طعمہ کی قوم کی طرح جو کوئی خلاف شریعت باتوں کا مشورہ کرے تو اس طرح کے مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں بلکہ اس طرح کے مشوروں میں آدمی کے دین کا نقصان ہے ہاں دین کے فائدہ کے مشورہ یہ ہیں

Marfat.com

ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ

اللہ کی خوشی چاہ کر تو ہم اس کو دیں گے ثواب بڑا اور جو کوئی مخالفت کرے رسول سے

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ

جب کھل چکی اس پر راہ کی بات اور چلے الگ سب مسلمانوں کی راہ سے سو ہم اس کو

مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع ۱۷ ۳ ۱۴

حوالہ کریں وہی طرف جو اس نے پکڑی اور ڈالیں اس کو دوزخ میں اور بہت بری جگہ پہنچا

کہ کسی کو صدقہ خیرات کا یا شریعت میں اور نیک کام جو ہیں ان کا یا جہاں کہیں مسلمانوں میں لڑائی ہو ان میں صلح کرانے کا مشورہ دیا جائے۔ لفظ معروف کے معنے میں اگرچہ شریعت کے سب نیک کام داخل ہیں لیکن صدقہ اور آپس کی صلاح کی طرف خاص توجہ دلانے کے لئے ان کا ذکر خاص طور پر فرمایا۔ انس بن مالکؓ سے ترمذی، اور صحیح ابن حبان میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صدقہ ایسی چیز ہے جس سے اللہ کا غصہ اگر کسی بندہ پر ہو تو وہ جاتا رہتا ہے۔ اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے اور ابن حبان کی سند بھی معتبر ہے[1]۔ یہ حشر کے دن کے غصہ کا ذکر ہے۔ جس کا ذکر ابو ہریرہؓ کی صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس دن کا سا غصہ اللہ تعالیٰ کو کبھی آیا نہ آئے گا[2]۔ ترمذی۔ ابو داؤد، صحیح ابن حبان میں ابو درداءؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑتے ہوئے مسلمانوں میں صلح کرانے کو نفلی نماز روزہ اور صدقہ سے بہتر فرمایا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[3]۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی یہ نیک کام خالص ثواب کی نیت سے کرے گا تو اس کو عقبےٰ میں بڑا اجر ملے گا۔ کیونکہ جس عمل میں دنیا دکھاوے کا کچھ دخل ہوتا ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں چنانچہ مسند بزار میں معتبر سند سے ضحاک بن قیسؓ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اے لوگو جو نیک کام کرو وہ خالص ثواب کی نیت سے کرو بغیر اس کے کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہو سکتا[4]۔ اب آگے ایسے لوگوں کے انجام کا ذکر فرمایا جو طعمہ کی طرح اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائیں کہ ایسے لوگوں کو دنیا میں اللہ ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ کیونکہ کسی کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اور عقبےٰ میں ایسے لوگوں کا انجام جہنم ہے شریعت کی دلیل میں جس اجماع امت کو ایک شرعی دلیل قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعضے علماء نے اس اجماع کو آیت کے اس ٹکڑے سے ثابت کیا ہے۔ لیکن شان نزول کے لحاظ سے یہ آیت مرتد لوگوں کی شان میں ہے

[1] جامع ترمذی ج ۱ ص ۸۴ باب ما جاء فی فضل الصدقہ۔ والترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۵۹ [2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۱ باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار [3] سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۱۷ باب فی اصلاح ذات البین و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۴ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۸۰ [4] الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۴

Marfat.com

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ

اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اس کا شریک ٹھہرائیے اور اس سے نیچے بخشتا ہے جس کو چاہے اور جس نے

يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾ إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا

اللہ کا شریک ٹھہرایا وہ دور پڑا بھول کر اس کے سوا پکارتے ہیں سو

إِنَاثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَعَنَهُ اللَّهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ

عورتوں کو اور اس کے سوا پکارتے ہیں شیطان سرکش کو جس کو لعنت کی اللہ نے اور وہ بولا کہ میں البتہ لوں گا

مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ

تیرے بندوں سے حصہ ٹھہرایا ہوا اور ان کو بہکاؤں گا اور ان کو توقعیں دوں گا اور ان کو سکھاؤں گا

فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَّخِذِ

کہ چیریں جانوروں کے کان اور ان کو سکھاؤں گا کہ بدلیں صورت بنائی اللہ کی اور جو کوئی پکڑے

اصطلاحی اجماع اور اس کے مخالف لوگوں سے آیت کا تعلق نہیں ہے[1]۔

۱۱۶ — ۱۲۲۔ اس سے پہلے یہ آیت اہل کتاب کے ذکر میں تھی اس لئے وہاں فقد افتری (۴۸-۴) فرمایا تھا کیونکہ اہل کتاب کا شرک جان بوجھ کر افترا کے طور پر تھا یہاں عرب کے مشرکوں اور مرتد لوگوں کا ذکر ہے اس لئے فقد ضل فرمایا کہ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ ان کی جہالت کا سبب ہے، باقی معنے آیت کے پہلی جگہ جہاں یہ ہے وہاں بیان کئے گئے ہیں عرب کے مشرک لوگ اپنے بتوں کے نام لات و منات اور عزیٰ عورتوں کے سے رکھتے تھے۔ اس واسطے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے سوا عورتوں کو پکارتے ہیں۔ اللہ کے سوا جس چیز کی کوئی پوجا کرتا ہے وہ شیطان کے بہکانے سے کرتا ہے اس لئے فرمایا کہ حقیقت میں یہ لوگ شیطان ملعون کی پوجا کرتے ہیں نصیب مفروض کے معنے ایک معین اور مقرر حصہ کے ہیں صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج ماجوج کو ملا کر بنی آدم کی ہزار آدمی کی جماعت میں سے نو سو ننانوے شیطان کا حصہ قرار پا کر اس کے ساتھ جہنم میں جائیں گے[2] یہی گویا شیطان کا معین حصہ ہوا۔ شیطان کا لوگوں کو گمراہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ ملعون طرح طرح سے لوگوں کو بہکاتا ہے اور ان کو راہ راست سے روکتا ہے۔ شیطان کی "توقعیں دلانے کا

[1] یہ بات جناب مفسرؒ نے تفسیر فتح البیان (ج ۱ ص ۶۳۰ طبع بھوپال) سے اور صاحب فتح البیان نے فتح القدیر شوکانی (ج ۱ ص ۴۷۷) سے اخذ کی ہے لیکن اجماع کو اس آیت سے ثابت کرنے والے سب سے پہلے حضرت امام شافعیؒ ہیں دیکھئے احکام القرآن جمع کردہ امام بیہقی ج ۱ ص ۳۹ و تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۶۶ امام شافعیؒ کے اس استنباط کو حافظ ابن کثیرؒ نے بہترین استنباط فرمایا ہے ج ۱ ص ۵۵۵ دوسرے علماء کے علاوہ امام ابن تیمیہؒ نے متعدد جگہ اس استدلال کو محقق کہا ہے اور مخالف حجت اجماع لوگوں پر مدلل تنقید کی ہے، رہی شان نزول کی بات سو اگر امام شوکانی کی بات تسلیم بھی کر لی جاوے تو یہ مسلمہ اصول ہے، کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے، خصوص سبب کا نہیں حاصل یہ کہ اجماع کا حجت ہونا درست بات ہے واللہ اعلم۔

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۲ کتاب الانبیاء

Marfat.com

الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَ

شیطان کو رفیق اللہ کو چھوڑ کر وہ ڈوبا صریح نقصان میں ان کو وعدے دیتا ہے

يُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ

اور ان کو توقعیں بتاتا ہے اور جو توقع دیتا ہے ان کو شیطان سو سب دغا ہے ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ

وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ

اور نہ پاویں گے وہاں سے بھاگنے کی جگہ اور جو یقین لائے اور عمل کئے نیک ان کو ہم داخل کریں گے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ

باغوں میں جن کے نیچے بہتی نہریں رہ پڑے وہاں ہمیشہ کو وعدہ ہے اللہ کا سچا

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

اور اللہ سے سچی کس کی بات ہے

یہ مطلب ہے کہ وہ دنیا کی امیدوں کو اس طرح طویل طویل کر کے اس کوتاہ عمر انسان کے دل میں ڈال دیتا ہے کہ انسان ان امیدوں کے پورا کرنے میں مصروف ہو کر عقبےٰ سے غافل رہتا ہے اور اسی حالت میں اپنی عمر گذار دیتا ہے آخر وہ سب آرزوئیں دل کی دل ہی میں رہتی ہیں اور انسان دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، ترمذی، نسائی، وغیرہ میں عبداللہ بن مسعودؓ اور انس بن مالکؓ سے جو روایتیں ہیں ان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی عمر کا ایک چھوٹا خط اور اس کی طرح طرح کی امیدوں کا ایک بڑا خط کھینچ کر اس مطلب کو اچھی طرح سمجھایا ہے اس لئے یہ روایتیں[1] آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہیں یہ ذکر تفصیل سے سورہ مائدہ میں آئے گا۔ کہ مشرکین مکہ بتوں کے نام پر کچھ جانور چھوڑ دیتے تھے اور نشانی کے لئے ان جانوروں کے کانوں میں شگاف دے دیا کرتے تھے دین ابراہیمی میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے اس لئے شیطان کے بہکانے کی باتوں میں سے یہ بھی ایک بات تھی جس کو اس نے اپنے اس آیت کے دعوے کے موافق مشرکین مکہ میں رسم کے طور پر پھیلا دیا تھا اللہ کی بنائی ہوئی صورت کے بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً بدن کی کھال کو گود کر اس میں سرمہ بھر لیا جاتا ہے۔ یا اصلی سر کے بالوں میں اور بال جوڑ کر اصلی بالوں کو لمبا کیا جائے اور اس طرح کی سب باتیں جن سے اصلی حالت کو بدل دیا جائے صحیحین اور سنن میں صحابہ کی ایک جماعت سے روایتیں[2] ہیں جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے کام کرنے والوں پر خدا کی لعنت اترنے کی خبر دی ہے خدا کی لعنت کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے مرد اس طرح کی عورتیں خدا کی رحمت سے دور رہیں گے اسی واسطے فرمایا کہ جس نے ایسے کام کر کے شیطان کی دوستی ادا کی وہ بڑے نقصان میں پڑ گیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا شخص شیطان کے ساتھ

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵۰ باب فی الامل وطولہ الخ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۸ ــ ۸۸۰ کتاب اللباس وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۶

Marfat.com

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا

نہ تمہاری آرزو پر ہے اور نہ کتاب والوں کی آرزو پر جو کوئی برا کرے گا اس کی سزا پائے گا اور نہ

يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

پاوے گا اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور نہ مددگار اور جو کوئی کچھ عمل نیک کرے گا

جہنم میں جائے گا پھر فرمایا کہ شیطان کے سب وعدے دغا بازی کے ہیں کیونکہ شیطان کو کچھ اختیار نہیں کہ وہ کسی کی امید پوری کر سکے یا اپنا کوئی وعدہ وفا کرے اس واسطے اس کی دلائی ہوئی امیدوں یا اس کے وعدوں پر جو کوئی بھروسہ کرتا ہے وہ بڑے دھوکے میں ہے اور انجام اس دھوکے کا وہی ہے جو فرمایا کہ دھوکا دینے والے اور دھوکا کھانے والوں کا سب کا ٹھکانا جہنم ہے جہاں سے نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں اب مشرکوں اور منافقوں کے مقابلہ میں ان مومنوں کا ذکر فرمایا جو خود شرک سے بیزار اور ان کے عمل دنیا کے دکھاوے سے پاک صاف ہیں یہ تو ان لوگوں کا دنیا کا حال ہوا۔ عقبیٰ کا ان کا انجام یہ فرمایا۔ کہ ان کو ہم داخل کریں گے۔ ایسے باغوں میں جن میں طرح طرح کے میوے اور طرح طرح کی نہریں ہیں اور دنیا میں کسی مالدار آدمی کے پاس کوئی باغ ہوتا ہے تو وہ باغ اور باغ والا دونوں چند روزہ ہیں۔ عقبیٰ میں نہ باغ والوں کو کبھی فنا ہے نہ باغ کو کبھی خزاں و زوال اوپر شیطان کے وعدہ کو دھوکا فرما کر اس کے مقابلہ میں فرمایا کہ یہ وعدہ اللہ کا ہے جو دونوں جہان کا مالک ہے اس لئے دونوں جہان میں جو کچھ جس کو وہ چاہے دے سکتا ہے ایسے صاحبِ قدرت صاحبِ اختیار مالک کے وعدہ میں سوائے سچ کے اور کسی وہم و گمان کا دخل کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے فرمایا اللہ سے زیادہ سچا وعدہ کس کا ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث اوپر گذر چکی[1] ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اس کے بعد بندوں کا حق اللہ پر یہ ہوگا کہ وہ ان کو عذاب دوزخ سے نجات دے کر جنت میں داخل کرے[2] یہ حدیث اس آیت کی گویا تفسیر ہے؛

۱۲۳ــ ۱۲۶۔ اوپر ذکر تھا کہ شیطان وسوسہ کے طور پر لاحاصل آرزوئیں انسان کے دل میں ڈالتا ہے ان آیتوں میں اس قسم کی بعض آرزوؤں کا ذکر ہے چنانچہ تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے آپ کو افضل اور جنتی گنتے اور مسلمانوں سے اس بات پر جھگڑتے تھے اور بعضے مسلمان بھی اسی طرح اہل کتاب سے جھگڑتے تھے اور مشرکین مکہ حشر کے قائم نہ ہونے پر طرح طرح کی خیالی باتیں کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں[3] اور فرمایا کہ عمر بھر برے عمل کر کے اس کے مواخذہ سے بے خوف رہنا اور جو لوگ اللہ کی مرضی کے موافق

[1] یعنی ص ۱۰۱ اپر سے [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۲ کتاب اللباس [3] تفسیر ابن جریر جز ۵ ص ۱۷۱ و تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۲۵؛

Marfat.com

مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

مرد ہو یا عورت اور ایمان رکھتا ہوگا سو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور ان کا حق نہ رہے گا

نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ

تل بھر اور اس سے بہتر کس کی راہ جس نے منہ دھرا اللہ کے حکم پر اور نیکی میں لگا ہے اور چلا

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور اللہ نے پکڑا ابراہیم کو یار اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۸/۱۱/۱۵

اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کے ڈھب میں ہے سب چیز ؀

نیک عمل کرتے ہیں اللہ سے ان کی طرح عقبٰے میں راحت کی توقع رکھنا بڑی نادانی ہے کیونکہ اللہ کا انصاف اس کا مقتضی نہیں ہے کہ وہ نیک و بد کا عقبٰے کا انجام یکساں کر دے بلکہ اس کا انصاف تو اس کا مقتضی ہے کہ دنیا میں جو کوئی بُرے کام کرے گا وہ عقبٰے میں اس کی سزا پائے گا معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ کی شداد بن اوسؓ کی حدیث گزر چکی ہے[1] جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کی مرضی کے خلاف کام کر کے پھر عقبٰے میں اللہ سے راحت کی توقع رکھنا ایک نادانی کی بات ہے[2]۔ یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی پوری تفسیر ہے "جو کوئی بُرا کرے گا" کی تفسیر میں سلف کا اختلاف ہے۔ بعضے سلف نے بُرے کے معنے شرک کے کئے ہیں۔ اور بعضوں نے بُرے کے معنے میں شرک اور گناہ سب کو لیا ہے اور یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب آیت کا ٹکڑا من یعمل سوءً یجز بہ صحابہ نے سنا تو ان کو اس کا مضمون اس لئے بہت سخت معلوم ہوا کہ ہر بُرے کام کی جب عقبٰے میں سزا ہوگی تو گنہ گاروں کی نجات مشکل ہے یہ حالت سن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ نیک عمل کرنے کی کوشش کئے جاؤ مسلمان آدمی کے بہت سے گناہوں کا کفارہ دنیا کا دنیا میں ہی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایماندار نیک آدمی کے ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو اس کا ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے[3] اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور عام صحابہ نے آیت کے مضمون میں شرک اور گناہ سب کو داخل شمار کیا ہے۔ بعضے مفسروں نے یہ جو شبہ کیا ہے کہ جن بُرائی کرنے والوں کا آیت میں ذکر ہے ان کے حق میں یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سوا اللہ کے ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا۔ یہ بات تو مشرکوں کے حق میں ہی صادق آ سکتی ہے کس لئے صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسلمان کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا شفاعت

[1] بیہقی ص ۹۶ پر [2] جامع ترمذی ج ۲ ص ۶۹ ابواب صفۃ القیامۃ [3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۹ باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض الخ و جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۹ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۸ — ۵۵۹ ؀

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي

اور تجھ سے رخصت مانگتے ہیں عورتوں کی تو کہہ اللہ تم کو رخصت دیتا ہے ان کی اور وہ جو تم کو سناتے ہیں

کے ذریعہ سے اس کی مدد اور حمایت ہو گی۔ جس سے آخر کو اس کی نجات ہو جائے گی۔ اس شبہ کا جواب اور علماء نے یہ دیا ہے کہ شفاعت مدد اور حمایت اللہ تعالٰے کی اجازت اور مرضی سے ہو گی[1] اس لئے حقیقت میں یہ اللہ کی مدد اور حمایت ہے۔ سوائے اللہ کے اور کسی کی مدد اور حمایت اس کو نہیں کہا جا سکتا۔ بُرے کاموں کی سزا کے ذکر کے بعد نیک کاموں کی جزا کا ذکر فرمایا کہ مرد ہو خواہ عورت ہو ہر ایک کو اس کے نیک عمل کا اجر بغیر تل بھر کی کمی کے پورا دیا جائے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ ایک تو نیک عمل کرنے والا ایمان دار ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس کے رسول، ملائکہ اور احکام قیامت پر اس شخص کا ایمان پورا ہو مشرکین مکہ کی طرح نہ ہو جو اللہ تعالٰے کی توحید اور قیامت کے منکر ہیں۔ نہ اہل کتاب کی طرح کا ہو جو بعضے ملائکہ کے دشمن اور بعضے رسولوں اور احکام کو نہیں مانتے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کا کوئی نیک عمل خدا کی بارگاہ میں مقبول نہیں بلکہ ایسے لوگوں کے نیک عمل بے اصل قرار پا کر قیامت کے دن اس طرح اڑ جائیں گے جس طرح تیز ہوا میں ریت اُڑ جاتی ہے۔ چنانچہ سورہ فرقان میں اس کا ذکر تفصیل سے آئے گا۔ ان آیتوں کی شان نزول میں گزرا کہ لوگوں کے آپس کے جھگڑے کے سبب سے یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں اور یہ بھی اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت ابراہیم اور ملت ابراہیمی کو اہل کتاب مشرکین مکہ سب مانتے تھے اس لئے اس جھگڑے کا فیصلہ ان آیتوں کے آخر میں اللہ تعالٰے نے یہ فرمایا کہ حکمت الٰہی کے اقتضا کے موافق آخری زمانہ میں وہ آخری شریعت نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے جس کے اکثر مسئلے مثلاً وہ پوری توحید جس کے سبب سے ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ٹھہرے۔ اور قبلہ کا مسئلہ حج کے مسائل ختنہ کا مسئلہ وغیرہ ملت ابراہیمی کے موافق ہیں۔ اسی سبب سے اللہ کے نزدیک اس آخری زمانہ میں اس شریعت سے بہتر کوئی شریعت نہیں اس لئے اس آخری زمانہ میں نبی آخر الزماں اور ان کے زمانہ کے سب لوگوں کو اس آخری شریعت کی پابندی کا اللہ کا حکم ہے اور زمین و آسمان میں اللہ کا حکم اس طرح بغیر روک ٹوک کے جاری ہے کہ اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اس کا علم زمین و آسمان کے ذرہ ذرہ پر چھایا ہوا ہے اپنے حکم کی تعمیل کرنے والوں اور نہ کرنے والوں سے وہ خوب واقف ہے قیامت کے دن فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا فیصلہ کر دے گا۔

۱۲۷۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہؓ اور اور صحابہؓ سے جو روایات[2] ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کی پرورش

[1] تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۷۲ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۸ — ۶۶۱ کتاب التفسیر و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۶۱ و تفسیر معالم ج ۲ ص ۵۹۲ ولباب النقول ص ۸۰۔

Marfat.com

الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ

کتاب میں سو حکم ہے یتیم عورتوں کا جن کو تم نہیں دیتے جو اُن کا مقرر ہے اور چاہتے ہو کہ

تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى

ان کو نکاح میں لو اور مغلوب لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو یتیموں کے حق میں

بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

انصاف پر اور جو کرو گے بھلائی سو وہ اللہ کو معلوم ہے ؛

میں جب کوئی یتیمہ لڑکی ایسی ہوتی جس کا کچھ مال بھی ہوتا۔ اور خوبصورت بھی ہوتی تو اس کے متولیوں میں ایسا شخص جس سے اس لڑکی کا نکاح جائز ہوتا وہ شخص اس لڑکی سے نکاح کرلیا کرتا تھا۔ اور جو لڑکی بدصورت ہوتی تو نہ خود اس سے نکاح کرتا نہ کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح کرنے دیتا یہاں تک کہ وہ مرجاتی تو اس کے مال پر قبضہ کرلیتا۔ اسی طرح جب کوئی متولی یتیمہ لڑکی سے نکاح کرلیتا تو نہ اس کا مہر پورا ادا کرتا نہ اس کے اور حقوق ادا کرتا۔ اس پر اللہ تعالے نے وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتمٰی (الخ) فرما کر لوگوں کو اس طرح کے نکاح سے روکا تھا۔ لیکن بعض جگہ لڑکے کے لئے متولیوں میں اچھی نظر آتی تھی۔ کہ وہیں نکاح ہوجائے تو بہتر ہے۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت میں چھوٹے لڑکے اور چھوٹی لڑکی کو لوگ کچھ حصہ نہیں دیتے تھے اللہ تعالے نے آیات یوصیکم اللہ میں لڑکے کا دوہرا۔ لڑکی کا اکہرا حصہ ٹھہرا کر جاہلیت کے اس دستور کو بھی توڑ دیا۔ ان دستورات کے ٹوٹ جانے کے سبب سے لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ان ابواب کے گھڑی گھڑی مسئلے پوچھتے تھے کہ شاید کوئی آیت اترے۔ جس سے وہ قدیمی دستورات پھر قائم ہوجائیں۔ اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ اس باب میں پہلے جو حکم ہوچکا ہے اب بھی وہی قائم ہے کہ ایسی لڑکیوں کے حقوق ادا کرنے کا پورا لحاظ رکھا جائے اور ان کے حقوق میں کوئی بے انصافی نہ کی جائے تو ایسی لڑکیوں سے متولیوں کو نکاح کی اجازت ہے نہیں تو غیر جگہ ان کا نکاح کیا جائے تاکہ متولی لوگوں کے رعب سے غیر لوگ ان لڑکیوں کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ اور متولی لوگ ان لڑکیوں کو گھر کی لڑکیاں سمجھ کر ان کے حقوق میں کوتاہی جو کرتے تھے وہ بات بھی جاتی رہے۔ اسی طرح لڑکے اور لڑکی کا جو حصہ مقرر کردیا گیا ہے اس کے موافق عمل کیا جائے۔ اللہ تعالے اور اللہ تعالے کی کتاب آسمانی تم کو یہی فتوی دیتے ہیں۔ جس کی تم لوگوں کو ہدایت کی گئی۔ اللہ تعالے کی اس شریعت کے موافق جو کوئی عورتوں اور یتیم لڑکوں کے ساتھ کچھ بھلائی کرے گا وہ اللہ تعالے کو سب معلوم ہے۔ اور اللہ تعالے اس کی پوری جزا دے گا۔ اور جو کوئی اس کے برخلاف کرے گا۔ وہ سزا پائے گا ؛

Marfat.com

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ

اور اگر ایک عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی پھر جانے سے تو گناہ نہیں دونوں پر کہ کرلیں

يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ

آپس میں کچھ صلح اور صلح خوب چیز ہے اور جیوں کے سامنے دھری ہے حرص

وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ

اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے سب کام کی خبر ہے اور تم ہرگز برابر

تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ

نہ رکھ سکو گے عورتوں کو اگرچہ اس کا شوق کرو سو نرے پھر بھی نہ جاؤ

۱۲۸ ــــ ۱۳۰۔ ابوداؤد، ترمذی، اور مسند امام احمد بن حنبل میں جو شان نزول اس آیت کی بیان کی گئی ہے جس کو مستدرک حاکم میں روایت کیا جا کر صحیح کہا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ام المومنین سودہ؅ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بی جب ضعیف ہوگئیں تو ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ دیں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنی باری کی رات حضرت عائشہ؅ کو ہبہ کردی۔ اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی[۱] سوا اس شان نزول کے مفسروں نے اور شان نزول جو اس آیت کی بیان کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قصہ پر بھی اس آیت کا مضمون صادق آتا ہے ورنہ اصل شان نزول وہی ہے جو صحیح روایتوں کے حوالہ سے اوپر بیان ہوئی ہے حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ عورت اپنے شوہر کی بے دلی اور بے توجہی دیکھ کر اس کے خوش کرنے کو اپنے مہر یا حق نان و نفقہ میں سے کچھ دیوے تو مرد ضرور راضی ہوجائے گا۔ کیونکہ انسان کے جی میں مال کی حرص ہے اسی لئے مال کی بچت سب کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح شب باشی کی نوبت میں اگر عورت کچھ چھوڑ دے تو اس پر بھی صلح ہوسکتی ہے۔ اور جدائی سے صلح اللہ کے نزدیک بہتر ہے اس لئے جو میاں بی بی خدا کا خوف کرکے آپس میں حسن سلوک سے رہیں گے تو اللہ تعالے اس کا نیک بدلہ دینے سے بے خبر نہیں ہے۔ میاں بی بی کے حسن سلوک کی رغبت کا ذکر جو آیت میں ہے اس کی تفسیر جناب صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے کہ کسی شخص کا اپنے اہل و عیال کے ساتھ حسن سلوک سے گذران کا کرنا اس شخص کے ایمان داری کی نشانی ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ابوہریرہ؅ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[۲]۔ سنن اربعہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ؅ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں باری ٹھہرا کر یہ فرمایا کرتے تھے یا اللہ یہ میری وہ تقسیم و باری ہے جو

[۱] جامع ترمذی ص ۱۲۹ کتاب التفسیر و مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۸۶ باب التشدید فی العدل بین النساء و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۶۲ [۲] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۸ باب ماجاء فی حق الزوج علی المرءة والترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۱ ؛

Marfat.com

الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا

کہ ڈال رکھو ایک کو جیسے ادھر میں لٹکتی اور اگر سنوارتے رہو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

مہربان ہے۔ اور اگر دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو محفوظ کرے گا اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا ہے تدبیر جانتا

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور اللہ کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور ہم نے کہہ رکھا ہے پہلی

میرے اختیار میں ہے اور جو بات میرے اختیار سے باہر اور تیرے ید قدرت میں ہے اس پر مجھ کو ملامت نہ فرمائی جائے اگرچہ ترمذی نے اس حدیث کو مرسل کہا ہے لیکن ابن حبان اور حاکم نے اس کو متصل اور صحیح کہا ہے[1]۔ اس حدیث کے معنے میں علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کی مثلاً دو بیبیاں ہوں ان میں باری کے ٹھہرانے میں اور روٹی کپڑے میں برابری کا برتنا یہ آدمی کے اختیار میں ہے۔ رہی ذاتی الفت اس میں عام لوگ تو درکنار اس حدیث کے موافق یہ امر انبیاء کے اختیار سے بھی باہر ہے۔ اس صورت میں آیت ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم کے یہ معنے ہیں کہ دلی الفت میں برابری کا برتنا انسان کے اختیار سے باہر ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس کی کمی بیشی کو تو معاف کیا لیکن اس کی کمی بیشی کو اس حد تک نہ پہنچانا چاہیئے کہ رفتہ رفتہ ایک عورت کو بالکل بے خبری سے ادھر میں رکھو کہ نہ اس کے ساتھ خود اختیاری امور میں برابری برتو نہ اس کو بالکل چھوڑ ہی دو کہ وہ اور کسی سے نکاح کر لے اب آگے میاں بی بی کی علیحدگی ہو جائے تو اس کا ذکر فرما کر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بڑا صاحب فضل اور صاحب تدبیر ہے اور اس کے فضل سے ناامید نہ ہونا چاہیئے اس کے فضل سے کچھ دور نہیں کہ اس جدائی اور علیحدگی کے بعد بھی میاں بی بی دونوں کے لئے کوئی اور بہتر صورت نکال دے۔ صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی وغیرہ میں ام سلمہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابو سلمہؓ کے انتقال کے بعد ام سلمہؓ کہتی ہیں مجھ کو امید نہیں تھی کہ ابو سلمہؓ سے بہتر مجھ کو مرد ملے گا۔ پھر اللہ کے فضل سے میرا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا[2]۔ اس طرح کی مثالیں شریعت کی کتابوں میں اور تجربہ کے حالات میں اور بھی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نکاح میں میاں بی بی کی مفارقت ہو جائے تو اس علیحدگی کے بعد اللہ اپنے فضل سے کبھی پہلی صورت سے بہتر صورت نکال دیتا ہے ؛

۱۳۱-۱۳۴۔ اوپر ذکر تھا کہ اللہ جس کو چاہے اپنے فضل سے خوش حال کر دے کیونکہ وہ بڑا صاحب فضل ہے ان آیتوں میں کشائش رزق بے پروائی کاربرآری تین باتوں کا ذکر فرما کر ہر ایک کے ساتھ فرمایا کہ جو کچھ آسمان

[1] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۶ باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر و مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۸۷ کتاب النکاح و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۶۴ [2] صحیح مسلم ج ۱ ص۔۔ کتاب الجنائز و سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۴۴ باب مایقال عند المیت من الکلام ؛

Marfat.com

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي

کتاب والوں کو اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ سے اور اگر منکر ہو گئے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

آسمان و زمین ہیں اور اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ

زمین ہیں اور اللہ بس ہے کام بنانے والا اگر چاہے تم کو دور کرے اے لوگو

وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ

اور لے آوے اَور لوگ اور اللہ کو یہ قدرت ہے جو کوئی چاہتا ہو انعام

الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع ۱۹ / ۸ / ۱۶

دنیا کا سو اللہ کے یہاں ہے انعام دنیا کا اور آخرت کا اور ہے اللہ سب سنتا دیکھتا

وزمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے تاکہ جو لوگ ایسے بڑے صاحب اختیار مالک کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو پوجتے یا کسی دوسرے سے اپنی حاجت روائی چاہتے ہیں ان کی نادانی معلوم ہو جائے اور جو لوگ دین اور دنیا کی بھلائی اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں دین اور دنیا کی بھلائی ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اسی تنبیہ کے لئے یہ بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈر کر اسی کی عبادت کرنا یہ ایک پرانی شریعت ہے کوئی نئی بات نہیں ہے اول صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لے کر اب تک سب شریعتوں میں اسی کی تاکید ہے پھر فرمایا کہ جو اس کا منکر ہو تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے آسمان و زمین میں سب اسی کا ہے۔ بنی آدم سے زیادہ فرمانبردار آسمان پر اس خالق کی مخلوقات موجود ہے۔ پھر پچھلی نافرمان امتوں کی حالت یاد دلا کر فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو جس طرح اس نے نوح علیہ السلام سے لے کر فرعون تک ایک نافرمان قوم کو غارت کر کے دوسری قوم کو اس کی جگہ پیدا کر دیا۔ اس طرح اسی زمانہ کے نافرمان لوگوں کو ہلاک کر کے دوسری مخلوق کو ان کی جگہ پیدا کر دے۔ عرب کے مشرک لوگ قیامت کے تو منکر تھے۔ اس لئے وہ دنیا میں جو کچھ بھلائی کرتے تھے فقط اسی نیت سے کرتے تھے کہ ان کی دنیا میں کچھ بہبودی ہو جائے۔ اسی طرح بعضے کچے مسلمان بھی دنیا کی بہبودی پر غش تھے اس لئے فرمایا کہ جو لوگ عقبیٰ کے منکر یا عقبیٰ سے غافل ہیں اور انہوں نے اپنے سب کاموں کا دار و مدار فقط دنیا پر ہی رکھا ہے وہ بڑے نادان ہیں ان کی آنکھوں کے سامنے جس طرح دنیا کو چھوڑ کر ان کے بڑے بوڑھے دنیا سے اٹھ گئے ایک دن یہی حال ان کا بھی ہونے والا ہے اور یہ تو دنیا کی حالت خود جتلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کا اتنا بڑا انتظام کھیل تماشے کے طور پر نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ انتظام ایک بہت بڑے مقصد کے لئے کیا گیا ہے جو گھڑی گھڑی

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ

اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف اگرچہ نقصان ہو اپنا یا

الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا

ماں باپ کا یا قرابت والوں کا اور اگر کوئی محظوظ ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ ہے تم سے زیادہ سو تم جی کی

تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

چاہ نہ مانو اس بات میں کہ برابر سمجھو اور اگر تم زبان کو گے یا بچا جاؤ گے تو اللہ تمہارے کام

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

سے خبردار ہے ؛

ان لوگوں کو جتلایا جاتا ہے کہ دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد ایک اور جہاں دنیا کے نتیجہ کے طور پر پیدا کیا جائے گا جس میں دنیا کے سب نیک و بد کی جزا سزا دی جائے گی۔ اس لئے ان لوگوں کو چاہیئے کہ بجائے فقط دنیا کی پابندی کے دین و دنیا دونوں کے پابند ہو جائیں۔ اور دین و دنیا دونوں جہان کی بہبودی کمائیں کہ اللہ کی بارگاہ میں دنیا کی بہبودی عقبےٰ کا ثواب سب کچھ موجود ہے۔ اور بندوں کے ہر طرح کے قول فعلوں کو وہ سنتا اور دیکھتا ہے کہ کس کا قول فعل دنیا کی نیت سے اور کس کا عقبےٰ کی نیت سے ہے۔ معتبر سند سے ابن ماجہ، طبرانی وغیرہ میں زید بن ثابتؓ کی روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عقبےٰ کی درستی کے خیال میں لگا ہوا ہے اس نے دونوں جہان کا پھل پایا۔ اور جو شخص فقط دنیا کے درپے ہے دنیا تو اس کو نصیب سے زیادہ ملنے والی نہیں ہاں عقبےٰ ایسے شخص کی برباد ہے[1]؛

۱۳۵۔ اوپر طعمہ کے قصہ میں گزرا کہ طعمہ کی قوم کے لوگوں نے ہم قومی کی رعایت سے جھوٹی گواہی دی۔ اب ان آیتوں میں سچی گواہی ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر سدی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں ایک مال دار شخص اور ایک محتاج شخص کا جھگڑا پیش ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال گزرا کہ مال دار شخص نے محتاج شخص پر زیادتی کی ہو گی اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[2]۔ اس شان نزول کی بنا پر یہ آیت حاکم اور گواہ دونوں کے حکم کو شامل ہے حاکم کو تو یہ حکم ہے کہ فریقین کا بیان سننے سے پہلے کوئی رائے دل میں نہ قائم کرے اس باب میں صریح حدیث بھی حضرت علیؓ کی روایت سے مسند امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، صحیح ابن حبان میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ فریقین کا بیان سُنے بغیر کسی مقدمہ میں کوئی حکم نہیں

[1] سنن ابن ماجہ ص ۳۱۲ طبع لکھنؤ و ترغیب ترہیب ج ۲ ص ۲۲۵؛
[2] تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۳۳؛

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو نازل کی ہے اپنے رسول پر

وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ

اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر

وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

اور رسولوں پر اور پچھلے دن پر وہ دور پڑا بھول کر ❊

دینا چاہئے ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے[1] گواہوں کو آیت میں یہ حکم ہے کہ ان کا اپنا ذاتی یا ان کے کسی رشتہ دار کا نقصان بھی سچی گواہی کے ادا کرنے سے ہوتا ہے تو اس نقصان کے خیال سے بھی سچی گواہی کے ادا کرنے میں کچھ پس و پیش نہ کریں اور گواہی صاف لفظوں میں ادا کریں۔ نہ مالدار آدمی کا کچھ پاس کریں نہ محتاج آدمی پر کچھ ترس کھائیں کیونکہ مالدار اور محتاج ہر ایک شخص کی مصلحت اللہ کو خوب معلوم ہے خواہش نفسانی کو دخل دے کر ایسی دو رخی بات دبی زبان سے نہ کہیں جس سے سچی گواہی میں بل پڑ کر حاکم کو شبہ ہو جائے۔ پھر فرمایا اللہ تعالے تمہارے سب کاموں سے واقف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو گواہ سچی گواہی میں کچھ کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالے اس سے بازپرس فرمائے گا۔ صحیح بخاری و مسلم میں انسؓ اور ابوبکرہؓ سے روایتیں ہیں جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہ فرمایا ہے[2]۔ گواہی میں رعایت سے کوئی بات گھڑی جائے یا دبی زبان سے کوئی دو رخی شہادت ادا کی جائے تو یہ باتیں بھی اس آیت کے حکم کے موافق جھوٹی گواہی میں داخل ہیں ان تعدلوا کا مطلب یہ ہے کہ گواہی میں خلل ڈال کر حق بات سے نہ پھرنا چاہئے ❊

۱۳۶۔ اوپر سچی گواہی کے ادا کرنے کی تاکید تھی ان آیتوں میں اہل کتاب کا ذکر اس تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہود کے ذمہ یہ ایک بڑی شہادت تھی کہ تورات کی آیتوں میں جو اوصاف نبی آخر الزمان کے ہیں ان کے موافق وہ لوگوں کے روبرو شہادت ادا کر دیں۔ لیکن انہوں نے اس سچی گواہی کو چھپا کر یہ جھوٹی گواہی لوگوں کے روبرو ادا کی کہ یہ نبی وہ آخر الزمان نبی نہیں ہیں اسی پر فرمایا کہ یہ لوگ اگرچہ اپنے آپ کو ایمان دار کہتے ہیں لیکن جب تک تورات کے عہد کے موافق یہ لوگ قرآن اور نبی آخر الزمان پر ایمان نہ لائیں گے تو راہ راست سے بہت دور پڑے رہیں گے۔ کیونکہ ہر ایک شریعت میں دوسری شریعت کی صداقت موجود ہے پھر جو شخص اللہ تعالے کی شریعت کے احکام اللہ کے فرشتہ

[1] جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۵۹ باب ما جاء فی القاضی لا یقضی الخ و ابوداؤد ج ۲ ص ۵۰۴ باب کیف القضاء و نیل الاوطار ج ۹ ص ۱۸۰ [2] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۳۶۲ باب ما قیل فی شہادۃ الزور۔

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ

جو لوگ مسلمان ہوتے پھر منکر ہوئے پھر مسلمان ہوئے پھر منکر ہوئے پھر بڑھتے رہے انکار میں

اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿١٣٧﴾ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ

اللہ ان کو بخشنے والا نہیں اور نہ ان کو دیوے راہ خوشی سنا منافقوں کو کہ ان کو ہے

عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣٨﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ

دکھ کی مار وہ جو پکڑتے ہیں کافروں کو رفیق مسلمان چھوڑ کر

جبرئیل کو عیسےٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ کو نہ مانے گا وہ اس وقت تک ایماندار نہیں کہلا سکتا۔ جب تک ان سب باتوں پر ایمان نہ لائے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ جو یہودی یا نصرانی میرا حال سنے گا۔ اور پھر قرآن کے کتاب آسمانی اور میرے رسول ہونے کی صداقت ادا نہ کرے گا اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔[1] یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے ان آیتوں میں یہود کو ایمان دار اس لئے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو تورات کا پابند کہتے تھے۔ اس لفظ ایمان دار سے اللہ تعالےٰ نے ان کو جتلا دیا کہ تورات کا پابند اور اس کے موافق ایمان دار وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس کی باتیں مانے ورنہ زبانی ایمان دار بننے سے کچھ فائدہ نہیں۔

۱۳۷—۱۴۰۔ اوپر کی آیتوں میں یہود کا ذکر تھا ان آیتوں میں یہود اور منافقوں کو ملا کر دونوں کا ذکر فرمایا یہود کا یہ کہ پہلے موسےٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر بچھڑے کو پوجا۔ مشرک بنے۔ پھر موسےٰ علیہ السلام کے کوہ طور سے واپس آنے کے بعد ایمان دار بنے پھر عیسےٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کرکے کافر بنے اس کے بعد قرآن اور نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کے انکار سے اس کفر میں اور ترقی اور زیادتی کی اور اسی حالت پر مر گئے ایسے اڑیل لوگوں کو دنیا میں توبہ کی توفیق ہے نہ عقبےٰ میں ان کی بخشش کی کوئی صورت ہے کیونکہ مصلحت الٰہی کے موافق آخری زمانہ میں یہ آخری شریعت ایسی شریعت ہے جس میں پچھلی سب شریعتوں کی تصدیق ہے اس کا منکر گویا سب پچھلی شریعتوں کا منکر ہے ایسے منکر کی بخشش کی صورت کیونکر ہو سکتی ہے۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس نے میری نافرمانی کی اس کی نجات ممکن نہیں۔[2] اور مسلم کی روایت کی ابوہریرہؓ کی دوسری حدیث اوپر گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہودی خواہ عیسائی میری نبوت کی تصدیق نہ کرے گا اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔[3] یہ حدیثیں گویا ان آیتوں کی تفسیر کے طور پر ہیں۔ اب آگے مدینہ کے منافقوں کا ذکر فرمایا کہ ان لوگوں نے اللہ کے رسول اور مسلمانوں کی رفاقت چھوڑ کر مدینہ کے گرد و نواح کے یہود کی رفاقت جو اختیار کی ہے قیامت کے دن جہنم میں ان کو یہی رفاقت نصیب

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۶ باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد صلے اللہ علیہ وسلم [2] صحیح بخاری ص ۱۰۸۱ ج ۲ باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم [3] صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۶ کتاب الایمان۔

Marfat.com

أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ

کیا ڈھونڈھتے ہیں ان کے پاس عزت سو عزت اللہ کی ہے ساری اور حکم اتار چکا تم پر

فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ

کتاب میں کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنستے ہوئے تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ

حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ

جب تک وہ بیٹھیں اور بات میں اس کے سوا نہیں تو تم بھی ان کے برابر ہوئے اللہ اکٹھا کرے گا

الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿۱۴۰﴾

منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ

ہوگی۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ یہود کے سرداروں سے میل جول رکھنے میں اپنی عزت جو خیال کرتے ہیں یہ ان کا خیال غلط ہے۔ عزت تو اسی کی قائم رہتی ہے جس کو اللہ عزت دے فرعون جیسے دنیا کے صاحب عزت کو اس نے ایک دم میں غارت کر دیا۔ اس کے آگے یہود کے ان چھوٹے چھوٹے سرداروں کی عزت کی کیا اصل ہے اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا یہود اور ان کے سرداروں کی عزت کا جو انجام ہوا وہ سراپا ذلت ہے جس کا ذکر سورہ حشر میں آئے گا یہود کہ مدینہ کے اطراف میں بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ یہ تین قبیلے رہتے تھے ان میں سے بنی قریظہ کا قتل ہوا اور باقی کے دونوں قبیلوں کا اخراج ہوا۔ یہود اور منافقوں کی مجلسوں میں اکثر اسلام کی اہانت ہوتی رہتی تھی۔ اور ایک شہر کی سکونت کے سبب سے کبھی کبھی بعضے مسلمان بھی ان مجلسوں میں جا بیٹھا کرتے تھے۔ اس لئے ان کو تنبیہ فرما دی۔ کہ ہجرت سے پہلے مشرکین مکہ جب اپنی مجلسوں میں آیات قرآنی اور اسلام کی اہانت کیا کرتے تھے تو سورہ انعام کی مکی آیت واذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنھم (۶-۶۸) کے حکم سے ایسی مجلسوں میں بیٹھنے کی ممانعت ہو چکی ہے۔ پھر ایسی مجلسوں کی نشست کیوں اختیار کی جاتی ہے اور اہانت اسلام کے سننے کا گناہ اپنے ذمہ کیوں لیا جاتا ہے صحیح مسلم[۱] میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جگہ کسی مسلمان شخص کو کوئی خلاف شریعت بات نظر آئے تو جہاں تک ہو سکے اس بات کو مٹا دے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ضعیف درجہ ایمان کا یہ ہے۔ کہ اس خلاف شریعت بات کو دل سے برا جانے یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیت اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ مجبوری سے کوئی شخص کبھی خلاف شریعت مجلس میں بیٹھے اور خلاف شریعت بات کا مٹانا اس کے اختیار سے خارج ہو تو جب تک دل سے اس خلاف شریعت بات کو یہ شخص برا جانے گا اس وقت تک اس کا شمار ضعیف الایمان مسلمانوں میں ہوگا۔ ورنہ اہل مجلس کے گناہ میں یہ شخص بھی شریک ہوگا ؎

[۱] صحیح مسلم ص۵۱ ج۱ باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان الخ ؎

Marfat.com

الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ

وہ جو تکا کرتے ہیں تم کو پھر اگر تم کو فتح ملی اللہ کی طرف سے کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ

وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِنَ

اور اگر ہوئی کافروں کی قسمت کہیں ہم نے گھیر نہ لیا تھا تم کو اور بچا دیا تم کو

الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ

مسلمانوں سے سو اللہ چکوتی کرے گا تم میں قیامت کے دن اور ہرگز نہ دے گا اللہ کافروں کو

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿١٤١﴾ ع ع ۲۰ ۱۷

مسلمانوں پر راہ

۱۴۱- اوپر منافقوں کے یہود سے میل جول رکھنے کا ذکر تھا اس آیت میں اس کا سبب فرمایا کہ یہ لوگ اپنے ضعیف الایمان ہونے کے سبب سے دو دلے ہو رہے ہیں مسلمان اور یہود دونوں فریق سے ظاہری دوستی اس لئے جتلاتے ہیں کہ جس فریق کا غلبہ ہو اس سے کہہ دیں کہ ہم تو تمہاری ہی خیر مناتے تھے۔ لیکن ان ظاہری باتوں سے دنیا میں ان کے جان مال کی کچھ حفاظت ہو جائے گی عقبےٰ میں ان اوپری باتوں سے کام نہیں چلتا وہاں تو آدمی کے سب دل کے بھید اس کے سامنے آجائیں گے اور ان دل کے بھیدوں کے موافق قیامت کے دن مسلمان اور منافق دونوں فریق کا فیصلہ اللہ تعالےٰ غیب داں کے روبرو ہوگا اس وقت ان کو اس دھوکے بازی کی قدر کھل جائے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ اے مسلمانو یہ منافق لوگ اس دو دلے پنے میں کچھ تمہارے خیر خواہ نہیں بلکہ ان کے دل میں یہ بسی ہوئی ہے کہ ذرا بھی تمہاری ہوا بگڑتی ہوئی دیکھیں تو تمہارے مخالفوں سے پورے طور پر جا ملیں مگر یہ خیال ان کا غلط ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے دین کا مددگار ہے کبھی آزمائش کی طرح احد کی لڑائی کی سی ہل چل لشکر اسلام میں آن پڑے تو وہ اور بات ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی مدد سے آخری غلبہ لشکر اسلام کو ہی رہے گا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے آخر کو یہود منافق سب مغلوب اور ذلیل ہوئے۔ اور مسلمان جب تک احکام الٰہی کے پورے پابند رہے اس وقت تک لشکر اسلام کا غلبہ دن بدن بڑھتا گیا معتبر سند سے مسند امام احمد نسائی میں براء بن عازب رضی کی اور دلائل النبوۃ بیہقی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں اور صحابہ کی جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ احزاب کی لڑائی کے وقت مدینہ کے گرد جب خندق کھودی جا رہی تھی اور اس میں ایک سخت پتھر نکلا تھا جس کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ پھاوڑا مار کر توڑا اور پہلا پھاوڑا مارنے کے وقت جب کسی قدر وہ پتھر ٹوٹا تو آپ نے ملک شام فتح ہونے کی اور پھر فارس اور یمن فتح ہونے کی خبر دی اور بعضی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ ملک میری امت کے ہاتھ پر فتح ہوں گے[1] اور یہ بھی ہے کہ اس خبر کو سن کر پکے مسلمان تو بہت خوش ہوئے اور منافقوں نے یہ کہا کہ دشمنوں کے گھیرے کے سبب سے

۱؎ فتح الباری ج ۴ ص ۶۰ باب غزوۃ الخندق ۔

Marfat.com

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ

منافق جو ہیں دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا اور جب کھڑے ہوں نماز کو

قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾

تو کھڑے ہوں جی ہارے دکھانے کو لوگوں کے اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر کم

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ

ادھر میں لٹکتے دونوں کے بیچ نہ ان کی طرف اور نہ ان کی طرف اور جس کو بھٹکا دے

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

اللہ پھر تو نہ پاوے اس کے واسطے کہیں راہ

پیشاب پاخانہ جانے کو ٹھکانہ تو ہیں نظر نہیں آتا۔ پھر ہیں کیونکر یقین آوے کہ یہ ملک فتح ہوں گے[1] اس سے معلوم ہوا کہ آخر کو مسلمانوں کے غالب ہونے کی حدیثوں سے منافق لوگ کچھ بے خبر نہیں تھے ان کے کانوں تک اللہ کے رسول کی یہ پیشین گوئی پہنچ چکی تھی مگر ضعف ایمان کے سبب سے ان لوگوں کو اس پیشین گوئی کا یقین نہیں تھا۔ اس واسطے یہ لوگ یہود سے دوستی رکھتے تھے کہ شاید کبھی مسلمان مغلوب ہو جائیں اور یہود کا غلبہ ہو جائے تو اس وقت یہ دوستی کام آئے:

۱۴۲۔۱۴۳۔ منافق لوگ اپنی نادانی سے یہ خیال کرتے تھے کہ جس طرح دنیا میں ہم نے ظاہری مسلمان بن کر مسلمانوں کو دھوکا دے دیا جس دھوکے کے سبب سے ہماری جان ہمارا مال سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ گیا اسی طرح قیامت کے دن خدا کے روبرو بھی ہمارا یہ دھوکا چل جائے گا۔ اور اس ظاہری اسلام پر اس دن ہماری نجات ہو جائے گی۔ ان لوگوں کے اس خیال کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اس غیب دان کے ساتھ تو یہ لوگ کیا دغا بازی اور دھوکا کر سکتے ہیں۔ بلکہ ان کی دغا بازی کا وبال ان ہی پر دونوں جہان میں یہ پڑ رہا ہے کہ دنیا میں تو یہ لوگ اپنی دغا بازی کو اچھا جان کر اسی میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے موافق جو ان میں سے اسی حالت پر مرنے والے ہیں ان کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا دنیا دار الامتحان کے انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اور عقبیٰ میں ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم کے ساتویں طبقہ ہاویہ میں ہوگا۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ اور انسؓ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ منافق لوگ قیامت کے دن اپنے ظاہری اسلام اور نماز روزہ کا حال اللہ تعالیٰ کے روبرو بیان کر کے اپنی نجات کی خواہش اللہ تعالیٰ سے ظاہر کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا کر ان کے اعضاء کو گواہی دینے کا حکم دے گا۔ اور اعضاء کی گواہی سے ایسے لوگوں کے منافقانہ سب عمل ظاہر ہو جائیں گے[2]۔

[1] البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۱۰۰ [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۹ کتاب الزہد و مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۵ باب الحساب والقصاص والمیزان۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
اے ایمان والو نہ پکڑو کافروں کو رفیق مسلمان چھوڑ کر
اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (۱۴۴) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي
کیا لیا چاہتے ہو اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح منافق ہیں

یہ حدیثیں آیت کے ٹکڑے یخادعون اللہ کی گویا تفسیر ہیں عقبےٰ کی جزا و سزا کا پورا یقین تو منافق لوگوں کے جی میں ہوتا نہیں اس لئے وہ کوئی عبادت عقبےٰ کے ثواب کی نیت سے دل لگا کر نہیں کرتے بلکہ جو کچھ کرتے ہیں وہ مسلمان کہلانے کے لئے لوگوں کے دکھانے کے طور پر کرتے ہیں مثلاً نماز جیسی چیز کو جو دین کا ایک بڑا رکن ہے۔ بے وقت اوپری دل سے اس طرح جھٹ پٹ اس کو پڑھ لیتے ہیں کہ جس کا نہ رکوع ادا ہوتا ہے نہ سجدہ صحیح مسلم، ترمذی، نسائی، اور موطا میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق لوگ عصر کی نماز میں یہاں تک دیر کرتے ہیں کہ جب سورج غروب کے قریب پہنچ جاتا ہے تو اس وقت جانوروں کی طرح چار ٹھونگیں زمین پر مار لیتے ہیں جن میں اللہ کے ذکر کا بہت تھوڑا موقع ان کو ملا کرتا ہے[۱] یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر ہے جس میں منافقوں کی نماز کا ذکر ہے منافق لوگ جب مسلمانوں میں آتے تو ان کی سی کہنے لگتے۔ اور جب مخالف لوگوں میں جاتے تو ان کی سی کہنے لگتے غرض پورے طور پر نہ ادھر تھے نہ ادھر اسی واسطے فرمایا کہ یہ لوگ ادھر میں لٹک رہے ہیں نہ مسلمانوں میں ان کی گنتی ہے نہ منکروں میں پھر فرمایا جو اللہ تعالےٰ کے علم ازلی میں بھٹکا ہوا قرار پا چکا وہ ہرگز راہ راست پر نہیں آسکتا صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق شخص کی مثال ایسی ہے جس طرح بھٹکی ہوئی بکری بکریوں میں دو ریوڑ دیکھ کر کبھی ایک ریوڑ میں جاتی ہے اور کبھی دوسرے میں[۲] منافقوں کی جس سرگردانی کی حالت کا ذکر ان آیتوں میں ہے یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے کہ منافق لوگ گھڑی مسلمانوں کے گروہ میں ہیں گھڑی منکروں کے ؀

۱۴۴۔۔۔ ۱۴۷۔ اوپر ذکر تھا کہ منافق لوگ یہود سے میل جول رکھتے تھے ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ وہ منافقوں کی سی عادت اختیار نہ کریں تفسیر خازن وغیرہ میں ان آیتوں کی شان نزول جو بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بعضے انصار اور یہود میں ہجرت سے پہلے کی دوستی اور دودھ پلانے کی رشتہ داری تھی ان انصار نے اس تعلق کے باقی رکھنے کا مسئلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا[۳] اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی اور فرمایا کہ دین کے

[۱] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۵ باب استحباب التبکیر بالعصر و جامع ترمذی ج ۱ ص ۲۳ باب ما جاء فی تعجیل العصر و سنن نسائی ج ۱ ص ۶۰ باب التشدید فی تأخر العصر [۲] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۰ کتاب صفات المنافقین و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۶۹ [۳] تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۱ مطبوع در مجموعہ تفاسیر اربعہ ؀

Marfat.com

الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا (۱۴۵) إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَ

سب سے نیچے درجے میں آگ کے اور ہرگز نہ پائے گا تو ان کے واسطے کوئی مددگار مگر جنہوں نے توبہ کی اور

أَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ

سنوارا آپ کو اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور نرے حکمبردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں ایمان والوں کے ساتھ

مخالف لوگوں سے میل جول رکھنا منافقوں کی عادت ہے جن کا ٹھکانا جہنم کا ساتواں طبقہ ہے جس میں اور طبقوں سے زیادہ عذاب ہے کیونکہ ان لوگوں نے دنیا میں دلی کفر کے سوا ظاہری اسلام جتلا کر ایک طرح کی دغابازی اللہ اور اللہ کے رسول سے کی تھی جس کے سبب سے ان کی سزا میں قیامت کے دن سختی ہوگی اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص منافقوں کی سی عادتیں اختیار کرتا ہے وہ اللہ کی خفگی اور اس کے عذاب کا ایک سبب مول لیتا ہے جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے جنت کے ساتوں طبقوں کو درجات اور دوزخ کے ساتوں طبقوں کو درکات کہتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے رفیق کی مثال مشک پاس رکھنے والے شخص کی ہے کہ کبھی نہ کبھی اس سے کچھ فائدہ ضرور پہنچے گا زیادہ نہیں خوشبو ہی کا فائدہ سہی اور بُرے رفیق کی مثال کھال دھونکنے والے شخص کی سی ہے کہ کبھی نہ کبھی اس سے نقصان ضرور پہنچے گا۔ زیادہ نہیں تو کبھی کوئی آگ کا پتنگا اڑ کر آن پڑے گا۔ جس سے کپڑے جل جائیں گے[1] حاصل یہ ہے کہ نیک صحبت سے نیک اثر پڑنے کی امید ہے اور بُری صحبت سے بُرا اثر پڑنے کا خوف ان آیتوں میں مخالف دین لوگوں سے میل جول رکھنے کی جو ممانعت ہے یہ حدیث اس کی تفسیر ہے۔ پھر فرمایا کہ دنیا میں تو یہ منافق لوگ یہود کی دوستی کے بھروسے پر ہیں لیکن عقبے میں دوزخ کے عذاب سے بچانے کی مدد ان کو کسی سے نہ پہنچے گی یہ اس لئے فرمایا کہ کلمہ گو گنہ گاروں کو اپنے دوستوں سے شفاعت کی مدد ملے گی جس کا ذکر شفاعت کی صحیح حدیثوں میں ہے[2] جن منافق لوگوں کی اوپر مذمت تھی ان کی نجات کیلئے بطور استثنا کے یہ چار باتیں فرمائیں ایک تو یہ کہ ان لوگوں نے اب تک جو دو دلی پنے کی باتیں کی ہیں ان پر یہ نادم ہوں عبداللہ بن معقل رضؓ سے مستدرک حاکم میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچھلے گناہوں پر انسان کا نادم ہونا ہی توبہ ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[3]۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس ندامت کے بعد آئندہ بُرے کاموں سے بچنے اور نیک کاموں میں مشغول ہونے کی کوشش کی جائے تاکہ اس ندامت کی ظاہر میں صداقت ہو جائے اور نیکیوں سے پچھلی بدیوں کا کفارہ ہو جائے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی میں ابوذرؓ اور معاذ بن جبل رضؓ کی جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان سے کوئی بُرا کام ہو جائے تو اس کے بعد نیک کام ضرور کرنا چاہیے۔ تاکہ نیکی سے بدی کا کفارہ ہو جائے[4]۔ تیسری بات یہ کہ اللہ کا سہارا مضبوط پکڑو جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں طاعت کے بجالانے اور گناہ سے بچنے کے احکام جو نازل فرمائے

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۲ باب فی العطار وبیع المسک و صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۰ باب استحباب مجالسة الصالحین الخ [2] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۶۱
[3] مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۴۳ باب الندم توبة [4] جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰ باب ماجاء فی معاشرة الناس

Marfat.com

وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (۱۴۶) مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ

اور آگے دے گا اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب کیا کرے گا اللہ تم کو عذاب کر کے

اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (۱۴۷)

اگر تم حق مانو اور یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب جانتا

ہیں دوزخی کو چھوڑ کر ان احکام کی پابندی مضبوطی سے کی جائے۔ معتبر سند سے صحیح ابن حبان میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچھلی امتیں اللہ کے رسولوں سے اختلاف کرنے کے سبب سے ہلاکت میں پڑ گئیں[1]۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول جو احکام شرعی اللہ کی طرف سے لاتے ہیں جب تک انسان مضبوطی سے ان احکام کی پابندی نہ کرے تو وہ ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ چوتھی بات یہ کہ دین کا جو کام کیا جائے وہ خالص اللہ کے حکم کی تعمیل میں عقبےٰ کے اجر کی نیت سے ہو دنیا کے دکھاوے کا اس میں کچھ دخل نہ ہونا چاہیے[2]۔ کیونکہ دنیا کے دکھاوے کی شراکت کا کوئی عمل اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہے نسائی اور ابو داؤد میں معتبر سند سے ابو امامہؓ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین کا جو کام خالص اللہ کے واسطے نہ ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا[3]۔ اب آگے فرمایا کہ جن لوگوں میں یہ چار باتیں ہیں ان کی گنتی ان کامل ایمان داروں میں ہے جن کے لیے اللہ تعالےٰ نے عقبےٰ میں بڑے بڑے اجر رکھے ہیں پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور اس کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا اس کی شکر گزاری یہی ہے اگر انسان نے اتنا کیا کہ اللہ کو برحق معبود جانا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا تو اللہ کو کچھ ضرور نہیں کہ پھر بھی ایسے لوگوں کو عقبےٰ کے عذاب میں پکڑے صحیحین کی معاذ بن جبلؓ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے[4] جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اگر اللہ کا یہ حق بندوں سے ادا ہو گیا تو اللہ نے اپنے بندوں کا یہ حق اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ ان کو عقبےٰ کے عذاب سے بچا لیوے۔ یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کی قدردانی یہ ہے کہ اس نے ایک نیکی کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ ٹھہرایا ہے جیسی جس کی نیت ویسا ہی اس کا ثواب چنانچہ اس کا ذکر صحیح بخاری وغیرہ[5] میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے آیا ہے "اللہ سب جانتا ہے" کا یہ مطلب یہ ہے کہ اس کو دل کے ارادہ اور نیت کا حال معلوم ہے اسی واسطے اس نے دل کے ارادہ اور نیت کے موافق ثواب کے درجے ٹھہرائے ہیں۔

---

[1] مسند امام احمد ج ۱۰ ص ۲۳۰ طبع جدید لیکن بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ [2] سنن نسائی ج ۲ ص ۵۱ من غزا یلتمس الاجر والذکر و الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۴ [3] بیہقی ص ۱۰۱ و ص ۴۰ پ ۴ [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۲ کتاب اللباس و صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴ کتاب الایمان [5] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۰ باب من ہم بحسنۃ او سیئۃ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۱۶ — ۳۱۷ و ج ۲ ص ۱۹۶ — ۱۹۷۔

Marfat.com

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا

اللہ کو خوش نہیں آتا بری بات کا پکارنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو اور اللہ ہے سنتا

عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

جانتا اگر تم کھلی کرو کچھ بھلائی یا اس کو چھپاؤ یا معاف کرو برائی کو تو اللہ بھی

عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾

معاف کرنے والا ہے مقدور رکھتا

۱۴۸—۱۴۹۔ لڑائی کے وقت گالی کا منہ سے نکالنا منافقوں کی عادت ہے چنانچہ صحیحین میں عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے[1] لیکن لڑائی کے وقت پہلے پہل ایک شخص گالی منہ سے نکالے اور بعد اس کے دوسرا مظلوم شخص بغیر کسی زیادتی کے اسی گالی کے جواب میں گالی دیوے تو وہ منافقانہ عادت میں داخل نہیں ہے اس لئے منافقوں کے ذکر میں اس طرح کی لڑائی جھگڑے کا تذکرہ فرما کر مظلوم شخص کو بری بات کے وبال سے مستثنیٰ فرما دیا مگر ساتھ ہی اس کے سَمِیْعًا عَلِیْمًا فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مظلوم شخص بدلہ میں کچھ زیادتی کرے گا تو اللہ اس کو سنتا جانتا ہے اور اس زیادتی کا مواخذہ مظلوم سے کرے گا۔ صحیح مسلم، ابوداؤد، اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپس کے جھگڑے میں دو شخص گالیاں بکنے لگیں تو اس کا سارا وبال اس پر ہے جس نے پہلے پہل گالی منہ سے نکالی بہ شرطیکہ مظلوم شخص جواب کی حد سے نہ بڑھ جائے[2]۔ یہ حدیث آیت کے ٹکڑے اِلَّا مَنْ ظُلِمَ کی پوری تفسیر ہے۔ جو شخص کسی کے گھر میں مہمانوں کے طور پر جائے اور صاحب خانہ اس مہمان کی پوری خاطرداری نہ کرے تو مجاہد کے قول کے موافق اس طرح کا مہمان بھی اِلَّا مَنْ ظُلِمَ کے حکم میں داخل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب خانہ کی واجبی شکایت اس طرح کے مہمان کے منہ سے نکلے تو وہ غیبت نہ گنی جائے گی۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہمان کی خاطرداری کا کرنا ایمان داری کی نشانی ہے[3]۔ اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں ہیں ان سب حدیثوں سے مجاہد کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ ان حدیثوں کے تاکیدی لفظوں کے لحاظ سے امام احمدؒ مہمان کی خاطرداری کے واجب ہونے کے قائل ہیں[4]۔ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم ایک رات دن اور زیادہ سے زیادہ تین دن مہمانی کی ہے۔ اس سے بڑھ کر پھر اختیاری صدقہ ہے[5]۔ یہاں تک اس کا ذکر تھا کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص دوسرے پر زیادتی کرے۔ اب آگے اس کا ذکر ہے

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰ باب علامۃ المنافق و ج ۱ ص ۳۳۲ و صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۶ باب خصال المنافق [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۱ باب النہی عن السباب و تفسیر معالم ج ۲ ص ۳ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۷۱ [3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۶ باب اکرام الضیف وخدمتہ و صحیح مسلم ص ۵۰ باب الحث علی اکرام الجار والضیف [4] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۷۱ [5] صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۰ باب الضیافۃ ونحوہا ۔

Marfat.com

کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص دوسرے پر کچھ احسان کرے اس باب میں فرمایا کہ جس پر احسان کیا جائے وہ اس احسان کی شکر گزاری میں ظاہری طور پر کچھ بدلے کرے یا احسان کرنے والے کے حق میں مخفی کچھ دعائے خیر کرے تو یہ سب کچھ اللہ کو معلوم ہے۔ نسائی، ابوداؤد، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر کوئی دوسرا شخص احسان کرے یا تو ظاہری اس کا کچھ بدلہ کیا جائے اگر بدلہ ممکن نہ ہو تو احسان کرنے والے کے حق میں دعائے خیر کی جائے۔ حاکم نے اس حدیث کو شرط بخاری ومسلم پر صحیح کہا ہے[1] اس حدیث کا یہ ٹکڑا آیت کے ٹکڑے اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ کی تفسیر ہے۔ اور اسی تفسیر کو حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اختیار کیا ہے[2] اب آگے پہلی صورت کے متعلق مظلوم شخص کو دنیا میں ظلم وزیادتی کا بدلہ نہ لینے کی اور ظلم وزیادتی کے معاف کر دینے کی یوں ترغیب فرمائی کہ باوجود بدلہ لینے اور انتقام کی قدرت کے اللہ کی عادت درگزر اور معافی کی ہے اس لئے جو مظلوم اللہ تعالے کی اس عادت کے موافق دنیا میں ظلم وزیادتی کا بدلہ نہ لیوے گا بلکہ اس کو معاف کر دیوے گا تو اس کو عقبے میں بڑا اجر ملے گا صحیح بخاری ومسلم میں عبداللہ بن عمر رضی سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالے بعضے مسلمان گنہ گاروں کو ان کے گناہ یاد دلائے گا جب ان گناہوں کو یاد کر کے وہ لوگ خوف زدہ ہو جائیں گے تو اللہ تعالے فرمائے گا جس طرح دنیا میں تمہارے ان گناہوں کو میں نے کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیا اسی طرح آج بھی میں تمہارے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں[3] عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی کی معتبر سند سے مسند امام احمد میں حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مظلوم شخص دنیا میں ظلم وزیادتی کو معاف کر دے گا۔ اور ظالم سے بدلہ نہ لے گا قیامت کے دن اللہ تعالے اس کے گناہ معاف کر دے گا[4] اللہ تعالے کی درگزر اور مظلوم کی معافی کا ذکر جو اس آیت میں ہے اس کی یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں۔ تفسیر مقاتل میں اس آیت کی شان نزول یہ بیان کی ہے کہ ایک مجلس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی تھے اور حضرت ابوبکر صدیق بھی اس مجلس میں ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق کو کچھ برا بھلا کہا۔ تھوڑی دیر تک تو حضرت ابوبکر صدیق رضی نے اس شخص کا کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر کچھ جواب دیا ان کے جواب دینے کے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی نے آپ کے اٹھ کھڑے ہونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ جب تک تم نے اس شخص کا کچھ جواب نہیں دیا تھا اس وقت تک اللہ کا ایک فرشتہ تمہاری طرف اس کا جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے بھی بدگوئی شروع کر دی تو وہ فرشتہ چلا گیا اس لئے میں بھی اس

---

[1] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۶ باب عطیۃ من سأل باللہ عزوجل ومستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۱۲ الحکم من سأل باللہ واستعاذ باللہ والترغیب والترہیب [2] تفسیر ابن جریر [3] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۰ باب قول اللہ تعالٰے الا لعنۃ اللہ علی الظالمین [4] مجمع الزوائد ص ۱۸۹ ج ۸

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ

جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور

رُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا

اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں

بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار رکھی ہے منکروں کے

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ

واسطے ذلت کی مار اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا کسی کو ان

۲۱ ع ۱۱ ۱ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع

میں سے ان کو دے گا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان

مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا[1] اس تفسیر میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے اور تفسیر مقاتل ایک معتبر تفسیر ہے۔

۱۵۰—۱۵۲۔ منافقوں کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں یہود کا ذکر ہے۔ قرآن شریف میں اکثر جگہ منافقوں کا اور یہود کا ذکر اس لئے ساتھ آیا ہے کہ منافقوں کی اور یہود کی حالت ملتی جلتی ہے کیونکہ جس طرح منافق لوگ ظاہر میں اپنے آپ کو اسلام کا پابند کہتے ہیں اور حقیقت میں اسلام کے پابند نہیں ہیں اسی طرح یہود لوگ ظاہر میں تو اپنے آپ کو تورات کا پابند کہتے ہیں اور حقیقت میں وہ تورات کے پابند نہیں ہیں۔ بہت سی آیتیں تورات کی انہوں نے بدل ڈالی ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ جو بد سلوکی انہوں نے کی وہ بالکل تورات کے برخلاف ہے تورات کے موافق نبی آخر الزماں کا پہلے انہیں اقرار تھا۔ لیکن نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کے بعد ان کی نبوت کے منکر ہو گئے جو ان کا انکار تورات کے برخلاف ہے۔ عبادہ بن صامت رضؓ کی صحیحین میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کو وحدہٗ لاشریک اور عیسٰے علیہ السلام اور مجھ کو اللہ کا رسول جانے گا وہ جنت میں جائے گا۔[2] یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ توحید ہر رسول کی شریعت میں ہے اس لئے جو لوگ بعضے رسولوں کو مانتے ہیں اور بعضوں کو نہیں مانتے وہ توحید کے منکر اور اصل کافر ہیں۔ یہی مطلب حدیث کا ہے کہ جب تک یہود لوگ عیسٰی علیہ السلام اور نبی آخر الزماں کی نبوت کو تسلیم نہ کریں گے نہ ان کی توحید پوری ہے نہ یہ جنتی ہو سکتے ہیں اسی واسطے ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ بعضے رسولوں کے منکر ہیں۔ منکر ہو کر اپنے آپ کو صاحب توحید اور ایمان دار جو کہتے ہیں شریعت موسوی اور شریعت محمدی کے علاوہ یہ ان کا ایجاد کیا ہوا جدید راستہ

[1] ترغیب ج ۲ ص ۱۶۱ لیکن یہ سعید بن المسیب کی مرسل روایت ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۰ میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضؓ متصل بھی آگئی ہے۔
[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۸ کتاب الانبیا۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳ کتاب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعاً۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُكَ أَهْلُ الْكِتٰبِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰى

تجھ سے مانگتے ہیں کتاب والے کہ ان پر اتار لاوے کتاب آسمان سے سو مانگ چکے ہیں موسیٰ سے

أَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ

اس سے بڑی چیز بولے ہم کو دکھا دے اللہ کو سامنے پھر ان کو پکڑا بجلی نے ان کے گناہ پر

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ

پھر بنا لیا بچھڑا پیچھے پہنچے نشانیاں پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا

وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا

اور دیا ہم نے موسیٰ کو غلبہ صریح اور ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ ان کے قول لینے میں اور ہم نے کہا

ہے دونوں شریعتوں میں جس کا کہیں ذکر نہیں ہے اور سوا بے پتہ ہونے کے اس راستہ میں یہ کتنی بڑی خرابی ہے کہ جن رسولوں کو اللہ نے اپنا نائب ٹھیرا کر بھیجا ہے ان کی نیابت کو جھٹلایا جاتا ہے جو اللہ کی شان میں ایک جھوٹ اور کفر ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن سلام وغیرہ سچے یہود کا ذکر فرمایا جو تورات کے موافق نبی آخرالزمان اور سب انبیاء علیہم السلام کو مانتے ہیں۔ اور فرمایا یہ لوگ پورے ایمان دار ہیں ان کو عقبےٰ میں بڑا اجر ملنے والا ہے اور ان سے کچھ گناہ ہوں گے تو ان کی توحید کے سبب سے اللہ غفور الرحیم ان کے وہ گناہ معاف کر دے گا۔ اہل توحید کے گناہ معاف ہو جانے کی عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے اور موحد اہل کتاب کے بڑے اجر کے باب میں ابوموسیٰ اشعریؓ کی صحیحین میں حدیث ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص سب انبیاء کو مانے گا۔ قیامت کے دن اس کو دوہرا اجر ملے گا۔[1]

۱۵۳-۱۵۴ تفسیر سدی ابن جریر وغیرہ میں سلف کی ایک جماعت سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ یہود نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک روز یہ کہا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو تختیوں پر لکھی ہوئی ساری تورات ایک ہی دفعہ اللہ کی طرف سے مل گئی تھی۔ اسی طرح یا تو سارا قرآن ایک دفعہ ہی آسمان سے لکھا ہوا تمہارے پاس آجائے۔ اگر یہ نہ ہو تو ہم لوگوں کے نام ایک تحریر اللہ کی طرف سے آجائے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں۔ اس شرط کے پورا ہو جانے کے بعد ہم تم کو اللہ کا رسول مانیں گے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں[2]۔ اور فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ نادانی کا سوال کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ آخر یہ ان ہی کی اولاد ہیں جنہوں نے دنیا کی آنکھوں سے اللہ کو کھلم کھلا دیکھنا چاہا۔ جس سے ان پر بجلی گری جس کا قصہ سورہ بقرہ میں گزرا۔ بچھڑے کو پوجا جس کا ذکر سورہ بقرہ میں گزر چکا اور مفصل ذکر سورہ اعراف میں آئے گا۔ تورات کے احکام کے موافق عمل کرنے سے انکار کیا۔ در پھر کوہ طور ان پر ڈالے جانے کا جب

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰ باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ وصحیح مسلم ج ۱ ص ۸۶ باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا الخ [2] تفسیر ابن جریر جز ۶ ص ۵ وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۷۲ ولباب النقول ص ۸۲۔

Marfat.com

لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا

داخل ہو دروازے میں سجدہ کرکر اور کہا ہم نے زیادتی نہ کرو ہفتے کے دن میں اور ان سے لیا

مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

قول گاڑھا سو ان کے قول توڑنے پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے

وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا

اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے کوئی نہیں پر اللہ نے مہر کی ہے ان پر

بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا

بارے کفر کے سو یقین نہیں لاتے مگر کم اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان

خوف دلایا گیا تو اس شرارت سے باز آئے۔ بیت المقدس کے دروازے میں گھستے وقت جو سجدۂ شکر کا حکم ان کو دیا گیا تھا اس کے موافق عمل نہیں کیا۔ جس کے سبب سے ان پر طاعون کا عذاب آیا باوجود ممانعت کے ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑیں جس کے عذاب [۱] آدمی سے بندر ہو گئے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں یہ سب قصے گزر لیے۔ غرض جب ان کے بزرگوں نے یہ سب شرارتیں کیں تو ان کی اولاد میں سے حال کے لوگوں نے شرارت سے جو سوال کیا ہے اے نبی اللہ کے ان کی شرارت کا کچھ خیال نہ کرنا چاہیے۔ عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا ذکر صحیح حدیثوں [۱] میں آیا ہے۔ اس لئے اس دنیا کی آنکھوں سے دیدار کی ممانعت سے جن لوگوں نے عقبیٰ کے دیدار کی ممانعت نکالی ہے ان کی بڑی غلطی ہے ؂

۱۵۵—۱۵۹۔ اوپر ذکر تھا کہ کوہ طور جب اٹھایا جا کر یہود کے سروں پر لایا گیا اور ان کو اس پہاڑ کے ان پر ڈال دیے جانے کا خوف دلایا گیا تو اس وقت انہوں نے تورات کے احکام کے موافق عمل کرنے کا عہد کیا تھا ان آیتوں میں ذکر ہے کہ ان لوگوں کے اس عہد پر قائم نہ رہنے سے اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طرح طرح کے معجزات دیکھ کر ان کو بھلا دینے سے اور بلا وجہ زکریا اور یحییٰ وغیرہ انبیاء کو قتل کرنے سے اور ان لوگوں کے اس بات کے کہنے سے کہ ہمارے دل پر غلاف ہیں کسی کی نصیحت ہمارے دل پر اثر نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملعون اور اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ اس لئے جس طرح مقفل اور قفل پر مہر لگے ہوئے مکان کے اندر کوئی چیز نہیں جا سکتی ان کے دل میں بھی کسی نصیحت کا اثر نہیں سما سکتا اوپری رہتا ہے۔ کیونکہ کثرت گناہوں سے ان کے دلوں پر یہاں تک زنگ چھا گیا ہے کہ زنگ کا ایک غلاف دل پر چڑھ گیا ہے۔ وہ غلاف کسی حق بات کو ان کے دل تک جانے نہیں دیتا۔ ابوہریرہؓ سے ترمذی، النسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت گناہوں سے آدمی کے دل کا زنگ

[۱] صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۸ باب فضل صلوٰۃ العصر و ج ۱ ص ۸۱ باب فضل صلوٰۃ الفجر و ج ۱ ص ۱۱۱ باب فضل السجود و ج ۲ ص ۶۵۹ — ۶۱۹ کتاب التفسیر و ج ۲ ص ۱۱۰۶ و ۱۱۰۷ کتاب الرد علی الجہمیۃ الخ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۹ کتاب الزہد ؂

عَظِيمًا ﴿١٥٦﴾ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَ

بولنے پر اور اس کہنے پر کہ ہم نے مارا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور

مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ

نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا ولیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں

یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ تمام دل کو غلاف کی طرح ڈھانک لیتا ہے۔ ترمذی اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے[۱]۔ یہ حدیث دل پر مہر ہو جانے اور حق بات کا اثر دل پر نہ ہونے کی گویا ایک تفسیر ہے۔ غرض یہود لوگ یہ جو کہتے تھے کہ ہمارے دل پر غلاف ہیں ان کا مطلب اس سے یہ تھا کہ شریعت موسوی کی باتوں کا علم ہمارے دلوں پر ایسا بھرا ہوا ہے کہ کسی دوسری شریعت کی باتیں سمجھنے سے ہمارے دل پر غلاف ہیں۔ آیت اور حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کا قول جھوٹا ہے بلکہ شریعت موسوی پر قائم نہ رہنے اور شریعت عیسوی اور شریعت محمدی کے انکار کے گناہوں کے سبب سے ان کے دل پر زنگ کا غلاف چڑھ کر خدا کی طرف سے اس زنگ کی ایک مُہر ان کے دل پر لگ گئی ہے جس کی وجہ سے حق بات کے سمجھنے کی گنجائش ان کے دل میں باقی نہیں رہی۔ اسی واسطے باوجود روزانہ فہمائش کے ان میں کے تھوڑے آدمی عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ راہ راست پر آئے ہیں باقی کے سب لوگ گمراہ ہیں پھر ان کے دل پر زنگ آجانے کے اور گناہوں کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے مریم جیسی پاک دامن بی بی پر بدکاری کا الزام لگایا اور حقیقت میں تو یہ لوگ اللہ کے رسول عیسٰے علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے بلکہ ایک شخص پر اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی تھی اس کو انہوں نے قتل کیا۔ لیکن ان کی جرأت یہ ہے کہ یہ لوگ آج تک اللہ کے رسول کے قتل کے مدعی ہیں پھر فرمایا کہ یہودی۔ عیسائی کوئی اس باب میں یقینی بات نہیں کہہ سکتا بلکہ اصل بات وہی ہے جو اللہ نے فرمائی کہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا قیامت کے قریب وہ زمین پر پھر آئیں گے اور ان کی وفات سے پہلے اس زمانہ کا کوئی اہل کتاب ایسا نہ ہوگا جو اُن پر ایمان نہ لائے گا۔ قیامت کے قریب حضرت عیسٰے علیہ السلام کا دوبارہ زمین پر آنا صحیح حدیثوں میں آیا ہے[۲]

[۱] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۶۸ کتاب التفسیر۔ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۱۸ کتاب التفسیر [۲] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰ باب نزول عیسیٰ ابن مریمؑ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۲، ۳۹۳ کتاب الفتن۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۴۶ باب ماجاء فی نزول عیسیٰ ابن مریمؑ۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۹۳ باب خروج الدجال۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۰۶ باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ الخ حافظ ابن کثیرؒ ان احادیث کو متواتر قرار دیتے ہوئے متعدد حدیثیں لائے بھی ہیں (ج ۱ ص ۵۷۸ — ۵۸۳) حافظ ابن کثیرؒ کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بجسد عنصری دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کی احادیث کے متواتر ہونے کی صراحت کی ہے مثلاً امام شوکانیؒ کہ انہوں نے اس پر ایک مستقل رسالہ التوضیح فی تواتر ما جاء فی المنتظر والدجال والمسیح کے نام سے لکھا ہے جس میں قریباً تیس ۳۰ صحابیوں کی احادیث لاکر لکھتے ہیں الاحادیث الواردۃ فی نزول عیسیٰ متواترۃ (حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ ص ۴۳۳۔ للسید محمد نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ تعالیٰ) اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے اس تواتر کو تسلیم کیا ہے (فتح الباری ج ۳ ص ۲۸۱ باب نزول عیسٰے ابن مریم) یہی وجہ ہے کہ امت نے مسلمہ طور پر عقائد اسلامیہ کا اس کو ایک جزو قرار دیا ہے ملاحظہ ہو شرح عقیدہ سفارینی (ج ۲ ص ۸۹ — ۹۰) وغیرہ

Marfat.com

لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ‌ ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ‌ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ

وہ اس جگہ شبہ میں پڑے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر مگر اٹکل پر چلنا اور اس کو مارا نہیں

يَقِيۡنًا ۙ‏ ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا‏ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ

بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ زبردست حکمت والا اور جو فرقہ ہے

الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُـؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ‌ ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا ۚ‏ ﴿۱۵۹﴾

کتاب والوں میں سو اس پر یقین لائیں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان کا بتانے والا

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں کیونکہ ایک دفعہ مرنے کے بعد پھر کوئی دوبارہ زمین پر نہیں آسکتا چنانچہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ میں فرمایا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۲۳ – ۱۰۰) جس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد دنیا میں کوئی نہیں آسکتا۔ یہود اور عیسائیوں کے علاوہ اہل اسلام میں سے "مرزا قادیانی" اور ان کے معتقد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں وہ اس آیت اور ان صحیح حدیثوں کے منکر ہیں[1]۔ پھر فرمایا جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری کی اور جنہوں نے نافرمانی کی ان سب کی حالت کی گواہی قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے روبرو ادا کریں گے۔ پہلے تو یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے طرح طرح کی مخالفت کی پھر آخر کو اس زمانے کے ستارہ پرست دمشق کے بادشاہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ مخبری کی کہ بیت المقدس میں ایک شخص شاہی رعایا کو بادشاہ سے بغاوت کرنے پر آمادہ کرتا ہے وہ بادشاہ یہ خبر سن کر بہت برہم ہوا اور اپنے نائب کو جو "قدس" میں رہتا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کا اس نے حکم دیا۔ یہ نائب یہود کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر اس مکان پر گیا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ باقی قصہ وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تو آسمان پر اٹھالیا اور جس شخص کی شباہت اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ جیسی ہوگئی تھی اس کو ان لوگوں نے سولی پر چڑھا دیا۔ اس میں سلف کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی آیا وہ شخص یہودی تھا یا منافق عیسائی۔ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پورے فرمانبرداروں میں سے تھا لیکن نسائی اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں جو معتبر سند سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ جس پر میری شباہت ڈالی جا کر میری جگہ اس کو قتل کیا جائے گا وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا[2]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پورے فرمانبرداروں میں سے تھا۔

[1] حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اتفق اصحاب الاخبار والتفسير على انه (یعنی عیسیٰ) رفع ببدنه حيا تلخيص الحبير ص ۳۱۹ کتاب الطلاق) یعنی مؤرخین اور مفسرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے عنصری جسد کے ساتھ آسمان کی طرف زندہ اٹھا لیے گئے۔" حاصل یہ کہ یہ مسئلہ عقیدے کا اور اجماعی ہے، اور اس کا انکار گمراہی ہے۔ واللہ الموفق ؞

[2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۷۴ – ۵۷۵۔ تفسیر در منثور ج ۲ ص ۲۳۸ ؞

Marfat.com

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

سو یہود کے گناہ سے ہم نے حرام کیں ان پر کئی پاک چیزیں جو ان کو حلال تھیں اور اس سے کہ اٹکتے تھے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ

اللہ کی راہ سے بہت اور ان کے سود لینے پر اور ان کو اس سے منع ہو چکا ہے اور لوگوں کے

اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ

مال کھانے پر ناحق اور تیار رکھی ہے ان میں ہم نے منکروں کے واسطے دکھ کی مار لیکن جو

الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ

ثابت ہیں علم پر ان میں ایمان والے سو مانتے ہیں جو اترا تجھ پر اور جو

اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

اترا تجھ سے پہلے اور آفرین نماز قائم رکھنے والوں کو اور دینے والے زکوٰۃ کے اور یقین رکھنے والے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع ۲۲/۱۰

اللہ پر اور پچھلے دن پر ایسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب

۱۶۰—۱۶۲۔ یہود کی طرح طرح کی سرکشی کے سبب سے حلال چیزیں حرام ہو گئیں ان کی تفصیل سورہ انعام میں آئے گی۔ کہ گائے بکری کی چربی وغیرہ یہود پر ان کی سرکشی کے سبب سے یہ چیزیں حرام ہوئی تھیں لیکن مشہور تفسیروں میں یہ تذکرہ کہیں نہیں ہے کہ کب اور کس نبی کے عہد میں یہ چیزیں یہود پر حرام ہوئیں۔ اس واسطے بعضے مفسروں نے یہ کہا ہے کہ خاص کسی نبی کے وقت میں یہ چیزیں حرام نہیں ہوئیں بلکہ جیسے جیسے یہود کی شرارت بڑھتی گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مختلف زمانوں میں یہ چیزیں ان پر حرام ہوتی گئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے مطابق علم پر ثابت قدم اور ایمان والے وہ لوگ ہیں جو یہود میں سے شریعت محمدی کے تابع اور پابند ہو گئے مثلاً جیسے عبداللہ بن سلامؓ و ثعلبہ بن سعیدؓ وغیرہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت اور ان کے مصحف میں وَالْمُقِيْمِيْنَ کی جگہ وَالْمُقِيْمُوْنَ ہے اور قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے۔ لیکن اور سب مصحفوں میں وَالْمُقِيْمِيْنَ ہے ابوجعفر ابن جریر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کلام عرب میں جس چیز کو خاص طور پر ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے اس کو اس طرح بولا جاتا ہے اور آیت وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ (آیت ۱۷۷) کو اپنے کلام کی تائید میں حافظ ابن جریرؒ نے پیش کیا ہے۔ بعضے سلف سے جو یہ روایت ہے کہ وَالْمُقِيْمُوْنَ کی جگہ وَالْمُقِيْمِيْنَ اور وَالصّٰبِرُوْنَ کی جگہ وَالصّٰبِرِيْنَ کاتبوں کی غلطی سے لکھا گیا ہے۔ حافظ ابوجعفر ابن جریرؒ نے اس روایت کا ضعف اپنی تفسیر میں اچھی طرح ثابت کر دیا ہے[1]۔

[1] الجزء السادس ص ۱۶—۱۷۔

Marfat.com

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا

ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح کو اور نبیوں کو اس کے بعد اور وحی بھیجی ہم نے

إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَ

ابراہیم کو اور اسمٰعیل کو اور اسحٰق کو اور یعقوب کو اور اس کی اولاد کو اور عیسےٰ کو اور

أَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا (۱۶۳) وَرُسُلًا

ایوب کو اور یونس کو اور ہارون کو اور سلیمان کو اور ہم نے دی داؤد کو زبور اور کئی رسول

۱۶۳ـــ۱۶۵ـ تفسیر[۱] ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کی روایتوں میں ان آیتوں کی شان نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ جب یہود نے انجیل اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کیا اور یہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ نے اپنا کوئی کلام کسی بشر پر نازل نہیں فرمایا اور ان میں سے بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ قرآن اگر کلام الٰہی ہوتا تو تورات کی طرح ایک ہی دفعہ نازل ہوتا تھوڑا تھوڑا کر کے نازل نہ ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء جن کی نبوت کو یہ لوگ مانتے ہیں۔ ان سب پر ہم نے اپنا کلام اسی طرح نازل فرمایا ہے جس طرح قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہو رہا ہے۔ پھر ان انبیاء کی نبوت کو تسلیم کرنا اور نبی آخر الزمان کی نبوت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں ایسے شبہات کا ذکر کرنا بڑی ہٹ دھرمی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ کی شفاعت کی بہت بڑی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے صاحب شریعت نبی ہیں[۲]۔ اس لئے قرآن شریف میں جہاں انبیاء کے سلسلہ کا ذکر فرمایا ہے وہاں اس سلسلہ کو حضرت نوحؑ علیہ السلام سے شروع کیا گیا ہے۔ اسباط حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے ان میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت پر سلف کا اتفاق ہے باقی میں اختلاف ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملا کر ۲۵ نبیوں کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ مسند امام احمد میں ابوذرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں جن میں تین سو پندرہ رسول ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کی سند کو معتبر قرار دیا ہے[۳]۔ غرض قرآن شریف میں سب رسولوں کا ذکر نہیں ہے۔ اسی واسطے فرمایا کتنے رسول جن کا احوال ہم نے اے نبی اللہ کے تم کو سنایا ہے اور کتنے رسول اور ہیں جن کا احوال نہیں سنایا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی وحی میں فرشتہ کا واسطہ نہیں تھا۔ اسی واسطے حضرت موسےٰ علیہ السلام کا ذکر سلسلہ سے الگ فرمایا۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ باتوں کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور انبیاء پر بزرگی اور فضیلت دی ہے ایک تو تھوڑے لفظوں میں بہت سے مطلب کا بیان کرنا۔ دوسرے فقط رعب

[۱] تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۱۷ و تفسیر در منثور ج ۲ ص ۲۴۶ [۲] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۰ کتاب الانبیاء [۳] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۷

Marfat.com

قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ

جن کا احوال سنایا ہم نے تجھ کو آگے اور کئی رسول جن کا احوال نہیں سنایا ہم نے تجھ کو اور باتیں کیں

اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ

اللہ نے موسیٰ سے بول کر کئی رسول خوشی اور ڈر سنانے والے تو کہ نہ رہے لوگوں کو

عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾

اللہ پر جگہ الزام کی رسولوں کے بعد اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ۔

سے لشکر اسلام کی فتح کا سامان ہو جانا تیسرے لوٹ کے مال کا شریعت محمدی میں حلال ہونا۔ چوتھے روئے زمین پر ہر جگہ شریعت محمدی میں نماز کا جائز ہونا۔ پانچویں میری نبوت کا تمام خلائق کے لئے عام ہونا۔ چھٹے میرا خاتم النبیین ہونا معتبر سند سے ترمذی میں ابو سعید خدریؓ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ غرض اس قسم کی احادیث کے سبب سے علمائے سلف اس پر متفق ہیں کہ نبی آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل انبیا ہیں لیکن صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ انبیاء کی فضیلت باہمی میں بحث مباحثہ کر کے بعضے انبیاء کی کسر شان کے درپے ہوں۔ اس لئے امت کے ہر صاحب احتیاط آدمی کو چاہیئے کہ جس حد تک یہ مسئلہ شریعت میں ہے اس حد کا پابند رہے۔ اس حد سے آگے نہ بڑھے۔ چنانچہ اس مسئلہ کے متعلق یہی فیصلہ آیت تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ شریعت میں اس مسئلہ کی مثال تقدیر کے مسئلہ کی سی ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ حال تقدیر کا چند حدیثوں میں فرمایا اور پھر بحث مباحثہ کو اس مسئلہ میں منع فرمایا۔ اور معتبر سند کی طبرانی کی عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں یہ فرمایا کہ اس مسئلہ میں سکوت اوسطے رہے۔ اب آگے رسول کی خدمت کا ذکر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے فرمانبرداروں کو عقبےٰ کے اجر کی خوش خبری کا سنانا اور نافرمان لوگوں کو عقبےٰ کے عذاب سے ڈرانا یہ اللہ کے رسولوں کی خدمت ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ رسولوں کا بھیجنا کتابوں کا نازل فرمانا اس لئے ہے کہ قیامت کے دن کسی کو عذر کی جگہ نہ رہے کہ اللہ کی مرضی۔ اور ناراضی کی باتیں ہم کو معلوم نہ تھیں۔ صحیحین میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے بڑھ کر عذر کا قبول کرنے والا کون ہوسکتا ہے

۱؎ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب المساجد ۲؎ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۲ ابواب المناقب ۳؎ دیکھئے صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۵ اول کتاب الخصومات و صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۷ باب من فضائل موسےٰ علیہ السلام وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۴ ۴؎ ملاحظہ فرمائیے جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۵ باب ماجاء من التشدید فی الخوض فی القدر و مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۱ طبع احمد شاکر مصر و مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۶ باب ماجاء فی المراء ۵؎ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۰۲ طبع مصر۔

Marfat.com

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ

لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ کو نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ اور فرشتے گواہ ہیں

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ

اور اللہ بس ہے حق ظاہر کرنے والا اور جو لوگ منکر ہوئے اور اٹکے اللہ کی راہ سے دور

ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ

پڑے ہیں بھول کر جو لوگ منکر ہوئے اور حق دبا رکھا ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں

لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ

ان کو اور نہ ان کو ملا دے راہ مگر راہ دوزخ کی پڑے رہیں اس میں ہمیشہ

جس نے لوگوں کی انجانی کا عذر رفع کرنے کے لئے رسولوں کو بھیجا کتابیں نازل فرمائیں۔[1] مسند امام احمد صحیح بخاری اور نسائی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس شخص کی عمر ساٹھ برس کی ہوگی اس کو دین کی باتیں سمجھنے کا پورا موقع مل گیا۔ اس لئے ایسے شخص کا انجانی کا عذر خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں قبول نہ ہوگا۔[2] آخر کو فرمایا کہ نافرمان لوگوں سے بدلا لینے میں وہ زبردست ہے اس کے عذاب کو اس کی بلا مرضی کوئی ٹال نہیں سکتا ہر وقت کی مصلحت کے موافق شریعت کے احکام نازل فرمانے میں وہ ایسا صاحب حکمت ہے جس کی حکمت کے بھید اسی کو معلوم ہیں۔

۱۶۶ ــ ۱۷۰۔ تفسیر ابن جریر، تفسیر خازن وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ان آیتوں کی شان نزول جو بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ یہود لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ان سے آپ نے فرمایا کہ یہ تو تمہارا دل جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور قرآن کلام الٰہی ہے پھر تم اس کی تصدیق عام لوگوں کے روبرو کیوں نہیں کرتے۔ یہود نے یہ بات سن کر آپ کے رسول ہونے اور قرآن کے اللہ کے کلام ہونے کی گواہی دینے سے انکار کیا اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں[3] اور فرمایا اے رسول اللہ کے اگرچہ ان لوگوں نے تمہارے خلاف گواہی دے کر عام لوگوں کو بہکایا ہے لیکن اللہ اس بات کا گواہ ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو۔ اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور اس قرآن میں اللہ تعالےٰ نے اپنا خاص علم اتارا ہے۔ اس لئے اہل مکہ نہ اس جیسا کلام بنا سکتے ہیں نہ اس میں پہلی کتابوں کی باتوں کو یہ اہل کتاب جھٹلا سکتے ہیں۔ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اور وہاں سے زمین پر سب ملائکہ کے سامنے اس قرآن کا نزول ہوا ہے۔ اس واسطے سب فرشتے گواہی دیں گے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ پھر فرمایا ایک سچی گواہی سے یہ جھوٹے

[1] دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۲۳۷ باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ نفسہ الخ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵۰ باب من بلغ ستین سنۃ الخ [3] تفسیر ابن جریر جز ۶ ص ۱۹۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۹ ــ و تفسیر معالم ج ۳ ص ۳۴ ؛

Marfat.com

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ

اور یہ اللہ پر آسان ہے اے لوگو تم پاس رسول آچکا ٹھیک بات لے کر

مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

تمہارے رب کی سو مانو کہ بھلا ہو تمہارا اور اگر نہ مانو گے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾

اور اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمت والا ۔

لوگ اگر مکر گئے تو اس سے کیا ہوتا ہے اللہ کی گواہی تمہارے رسول اور قرآن کے اللہ کا کلام ہونے کے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد فرمایا باوجود اس قدر معتبر گواہی کے بھی جو یہ لوگ قرآن کے منکر اور اللہ نے جو قرآن میں اپنی رضامندی کا راستہ ان کو بتلایا ہے اس سے بچلے ہوئے ہیں۔ یہ ان کی بڑی گمراہی ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک تو یہ لوگ خود گمراہ ہیں۔ دوسرے انہوں نے یہ ظلم کیا کہ اور عام لوگوں کے دل میں بھی طرح طرح کے شک ڈال کر ان کو بھی گمراہ کیا ایسے لوگ اللہ کے علم میں جہنمی ٹھہر چکے ہیں اس واسطے سوائے جہنم کے راستے کے ان کے لئے اور کوئی راستہ نہیں اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوزخیوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہ کر طرح طرح کے عذاب کا بھگتنا اور پھر جیتے رہنا انسان کی سمجھ کے آگے مشکل ہے اللہ کی قدرت کے آگے کچھ مشکل نہیں۔ اس کی قدرت کے آگے بڑے بڑے سب مشکل کام آسان ہیں۔ یہاں مختصر طور پر یہ فرمایا کہ یہ اللہ پر آسان ہے لیکن اور آیتوں میں انسان کی سمجھ کے موافق اس کی تفصیل بھی فرما دی ہے۔ چنانچہ اس سورت میں اوپر گزر چکا ہے کہ دوزخیوں کی جوں جوں کھال جلتی جائے گی اس کے معاوضہ میں فوراً دوسری کھال بدل دی جائے گی۔ اور سورہ فاطر میں آئے گا لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا (۳۵-۳۶) جس کا مطلب یہ ہے کہ دوزخیوں کی قبض روح کا حکم نہ ہوگا۔ اس لئے باوجود طرح طرح کے عذاب کے ان کی جان نہ نکلے گی۔ اوپر اللہ اور اللہ کے فرشتوں کی گواہی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے اور قرآن کے اللہ کا کلام ہونے کا ذکر فرمایا تھا۔ یہاں اہل مکہ اہل کتاب سب کو فرمایا کہ اے لوگو یہ اللہ کے رسول اللہ کا سچا کلام لے کر تمہارے پاس آئے ہیں اگر تم اس کو مان لوگے تو اس میں تمہارا بھلا ہے ورنہ اللہ کو تمہارے ایمان تمہاری عبادت کی کچھ پرواہ نہیں زمین و آسمان سب جگہ میں اللہ کی حکومت ہے اور آسمان پر تم سے زیادہ عبادت کرنے والے اللہ کے فرشتے موجود ہیں۔ صحیح مسلم، ترمذی وغیرہ میں ابوذرؓ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سارے جن و انس ایماندار اور نیک ہو جائیں تو اس سے اللہ کی بادشاہت میں کچھ بڑھ نہ جائے گا۔ اور اگر یہ سب بد ہو جائیں تو اس کی بادشاہت میں سے کچھ گھٹ نہ جائے گا[1]۔ حدیث کا یہ ٹکڑا آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔

[1] یعنی ص ۳۳۲ پ ۲۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۹ باب تحریم الظلم و جامع ترمذی ج ۲ ص ۷۲ ابواب صفۃ القیامۃ

Marfat.com

یٰۤاَھۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الۡحَقَّ ؕ اِنَّمَا

اے کتاب والو مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت بولو اللہ کے حق میں مگر بات ٹھیک تحقیق

الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ وَ کَلِمَتُہٗ ۚ اَلۡقٰہَاۤ اِلٰی مَرۡیَمَ

مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام جو ڈال دیا مریم کی طرف

وَ رُوۡحٌ مِّنۡہُ ۫ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ ۚ۟ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَۃٌ ؕ اِنۡتَہُوۡا خَیۡرًا

اور روح ہے اس کے یہاں کی سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور مت بتاؤ اس کو تین یہ بات چھوڑ دو کہ بھلا ہو

لَّکُمۡ ؕ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبۡحٰنَہٗۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗ وَلَدٌ ۘ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

تمہارا اللہ جو ہے سو ایک معبود ہے اس لائق نہیں کہ اس کے اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ آسمان

وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ﴿۱۷۱﴾

و زمین میں ہے اور اللہ بس ہے کام بنانے والا

عَلِیۡمًا کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کو سب کے نیک و بد کام ہر ایک معلوم ہیں ایک دن ان سب کی جزا و سزا ہونے والی ہے حَکِیۡمًا کا یہ مطلب ہے کہ اس نے یہ آخری شریعت وقت کی مناسبت سے اپنی حکمت کے موافق بھیجی ہے ؏

۱۷۱۔ غلو کہتے ہیں حد سے گزر جانے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے سے یہود ان کی حقارت میں حد سے گزر کر طرح طرح کی گستاخی کی باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی شان میں کہتے تھے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بڑائی اور بزرگی میں یہاں تک حد سے گزرے کہ ان میں کا ایک فرقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کہتا ہے اور ایک فرقہ ان کو خدا کا بیٹا کہتا ہے اور ایک فرقہ تثلیث کا قائل ہے۔ جس کا مطلب طرح طرح سے ان کی کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ عیسائی مذہب میں جس طرح یہ خرابیاں پھیلی ہیں اس کا پورا قصہ سورۂ توبہ میں آئے گا لیکن اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ۸۱ برس کے قریب تک تو عیسائی مذہب اچھی طرح چلا پھر ایک یہودی شخص جس کا نام بولس تھا فریب سے نصرانی ہو گیا اور اس نے عیسائی مذہب میں یہ خرابیاں ڈال دیں یہود اور نصاریٰ کی زیادتیاں روکنے کے لئے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ دین میں حد سے بڑھنا اللہ کی مرضی کے خلاف ہے کیونکہ دین اللہ کا ہے اس نے دین کی جو حد ٹھہرا دی ہے اس سے بڑھنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ صحیح مسلم ترمذی اور نسائی میں زید بن ارقمؓ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسے علم سے پناہ مانگا کرتے تھے جس علم سے دین میں کچھ نفع نہ ہو[1] یہ علم ویسا ہی علماء کا علم ہے جو علم پڑھ کر دین کی حد کے پابند نہیں ہیں یہی حال اہل کتاب کے ان علماء کا تھا جن کی حد سے

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۰ باب فی الادعیۃ و سنن نسائی ج ۲ ص ۳۱۲ الاستعاذۃ من العجز و مشکوٰۃ ص ۲۱۶ باب الاستعاذۃ ؏

Marfat.com

لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ

مسیح ہرگز برا نہ مانتے اس سے کہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتے نزدیک والے

گمراہ جانے کا ذکر اس آیت میں ہے پھر فرمایا اللہ کی شان میں اپنے جی سے گھڑ کر کوئی بات نہیں کہنی
چاہئے جس طرح یہود عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں یا بعضے نصاریٰ
اللہ کے ساتھ مریم اور عیسےٰ کو ملا کر تین خدا ہونے کے قائل ہیں پھر فرمایا عیسےٰ علیہ السلام تو فقط اللہ کے
رسول ہیں بغیر اور عادتی اسباب کے اور اللہ تعالےٰ کے کلمہ کن کے فرمانے سے اور اللہ کے حکم سے
جبرئیل نے جو روح حضرت مریمؑ میں پھونک دی تھی ان دونوں سببوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی پیدائش ہوئی۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے[1] جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد اور عورت کا نطفہ چالیس روز تک عورت کے رحم میں رہ کر جما ہوا خون ہو جاتا ہے۔
پھر اس خون کا گوشت بن جاتا ہے اور ہڈیاں اسی گوشت سے بن کر ان ہڈیوں پر گوشت کا غلاف چڑھ جاتا
ہے اور پتلا تیار ہو جاتا ہے غرض ساڑھے چار مہینے میں یہ سب کچھ ہو کر اس پتلے میں اللہ کے حکم سے پھر روح
پھونک دی جاتی ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش میں یہ بات نئی ہوئی کہ کلمہ کن کا حکم اللہ تعالےٰ
نے فرمایا اور اس حکم سے بجائے نطفہ کی رطوبت کے خود رحم کی رطوبت سے وہ پتلا تیار ہو کر پھر اس روح کا
تعلق اس پتلے سے ہو گیا جو جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریمؑ کے جسم میں پھونک دی تھی جس صاحب
قدرت نے نطفہ کی رطوبت میں خلاف عقل ایک تاثیر دی تھی اس نے رحم کی رطوبت میں وہی تاثیر دے دی
تو اس میں بڑا تعجب کہاں سے پیدا ہوا کہ عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا جائے یوں کیوں نہ کہا جائے کہ
جس نے آدم علیہ السلام کو بغیر عورت اور مرد کے نطفہ کے پیدا کر دیا اسی طرح عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش
ہوئی تو اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں اسی واسطے آگے فرمایا کہ اس باب میں اللہ اور اللہ کے رسول کی بات مانو
اپنے جی سے جو تم نے باتیں گھڑی ہیں ان کو چھوڑ دو کہ وہ باتیں اللہ کی شریعت کے باہر ہیں۔ شریعت کی حد کے اندر
رہنا تمہارے حق میں اچھا ہے اللہ وحدہٗ لا شریک ہے۔ آسمان و زمین میں اسی کی بادشاہت ہے۔ بیٹا بن کر نہ اس کی بادشاہت
میں کوئی شریک ہو سکتا ہے نہ اس کو اپنی بادشاہت کے چلانے میں بیٹے یا وزیر کی ضرورت ہے۔ صحیح مسلم میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے
روایت ہے[2] جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ میں فرمایا کہ بندوں کے دن کے
عمل رات سے پہلے اور رات کے دن سے پہلے اللہ تعالےٰ کے روبرو پیش ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسی وقت ان عملوں کو
اپنی ذات خاص سے وزن کر کے جزا و سزا کا اندازہ قائم فرما دیتا ہے۔ یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر ہے کہ
اللہ تعالےٰ کی بادشاہت کے کاموں میں نہ کسی کو کچھ دخل ہے نہ اس کی ذات خاص کو کسی مدد کی ضرورت ہے ؂
۱۷۱ سے ۱۷۳۔ تفسیر خطیب اور تفسیر خازن میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جن نجرانی عیسائیوں کا قصہ اوپر مباہلہ[3]

[1] صحیح بخاری ص ۶۹۴ باب خلق آدم وذریتہ [2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۹ باب معنی قولہ عزوجل ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ الخ؂
[3] ۔یعنی زیر آیت نمبر ۶۱ سورہ آل عمران۔

Marfat.com

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾

اور جو کوئی کنیا دے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے سو وہ جمع کرے ان سب کو اپنے پاس اکٹھا

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ

پھر جو ایمان لائے ہیں اور عمل کئے نیک سو ان کو پورا دے گا ان کا ثواب اور بڑھتی دے گا

مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

اپنے فضل سے اور جو کنیائے اور تکبر کیا سو ان کو مارے گا دکھ کی

اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

مار اور نہ پائیں گے اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

کی آیت میں گزر چکا انہوں نے جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اور باتیں کی تھیں ایک بات یہ بھی کی تھی کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم ہمارے نبی عیسٰے علیہ السلام کی ہتک کرتے ہو کہ ان کو خدا کا بندہ کہتے ہو آپ نے فرمایا کہ ہتک تو اس میں ہے کہ آدمی خالق کو چھوڑ کر اپنے جیسی مخلوقات میں سے کسی کو اپنا معبود بنالے خالق کے بندہ بننے میں کیا ہتک ہے۔ اس پر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں[1] اور فرمایا کہ عیسٰی علیہ السلام جن کو یہ لوگ خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں یا فرشتے جن کو اہل مکہ خدا کی بیٹیاں جانتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی اللہ کا بندہ ہونے سے کچھ ننگ و عار نہیں ہے کیونکہ یہ سب جانتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کی عبادت سے انکار کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالٰے ایسے لوگوں کو سخت سزا دے گا اور اس سزا سے ان کو کوئی اس دن بچا نہ سکے گا اور یہ بھی ان سب کو معلوم ہے کہ جو کوئی اللہ کی فرماں برداری اور عقبٰے کے اجر کی نیت سے نیک کام کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالٰے اپنے فضل سے بعضے نیک کاموں کے اجر میں ایسے لوگوں کو اتنا ثواب دے گا جس کی مقدار نامۂ اعمال والے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ کے حوالے سے ابوہریرہؓ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے[2]۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے ہر ایک شخص کے خلوص نیت کے موافق سوائے روزے کے اور نیکیوں کا ثواب دس درجہ سے سات سو درجے تک لکھنے کا حکم فرشتوں کو دیا ہے مگر روزہ کے ثواب کے لئے فرمایا ہے کہ روزہ کا ثواب میں اپنی رحمت اور اپنے فضل سے قیامت کے دن خود دوں گا[3]۔ صحیح ابن حبان اور مسند ابی یعلٰے میں چند سلسلہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے بعضے بندوں کو اللہ تعالٰے عقبٰے میں اپنے فضل سے بڑے بڑے درجے دینا چاہتا ہے لیکن ان لوگوں کے عمل ان درجوں کے قابل نہیں ہوتے اس لئے اللہ تعالٰے دنیا میں ان کو کچھ مرض وغیرہ کی تکلیف میں مبتلا فرکر اس تکلیف پر صبر کی توفیق دیتا ہے اور اس صبر کا ثواب

[1] تفسیر معالم ج ۳ ص ۹۳۔ تفسیر خازن ج ۲ ص ۵۱۲ (مجموعہ تفاسیر اربعہ) [2] یعنی ص ۹۴۱ — ۱۵۰ پر [3] صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۳ ؛

Marfat.com

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا

اے لوگو تم کو پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند اور اتاری ہم نے تم پر روشنی

مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ

واضح سو جو یقین لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کرے گا

فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾ يَسْتَفْتُونَكَ

اپنی مہر میں اور فضل میں اور پہنچائے گا ان کو اپنی طرف سے سیدھی راہ پر حکم پوچھتے ہیں تجھ سے

قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ

تو کہہ کہ اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا اگر ایک مرد مر گیا کہ اس کو بیٹا نہیں

بڑھا کر ان درجوں تک ان کو پہنچا دیتا ہے[1]۔ اس قسم کی اور بھی حدیثیں ہیں اور یہ سب حدیثیں آیت کے ٹکڑے وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ کی گویا تفسیر ہے ۔

۱۷۴۔ ۱۷۵۔ اوپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اللہ کا رسول اور قرآن کا اللہ کا کلام ہونا ثابت فرما کر اس آیت میں اہل مکہ۔ اہل کتاب اور سب لوگوں کو فرمایا اے لوگو تمہارے پاس یہ اللہ کا رسول اللہ کا کلام لے کر آئے ہیں جو ان کی پیروی کرے گا دنیا میں اللہ اس کو سیدھے راستے پر قائم رکھے گا اور عقبےٰ میں اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ یہاں یہ بات محذوف ہے کہ جو کوئی ایسا نہ کرے گا وہ ایسے وقت پر پچھتائے گا جس وقت کا پچھتانا اس کے کچھ کام نہ آئے گا صحیح روایتوں[2] میں ہے کہ جس نے قرآن اور اللہ کے رسول کی سنت کو مضبوط پکڑا اس نے نجات کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ اس آیت میں بُرْهَانٌ سے مطلب اللہ کے رسول کی ذات ہے کیونکہ آپ کا ہر ایک معجزہ آپ کی نبوت کی ایک سند ہے اور نُورٌ مُّبِينٌ سے قرآن مراد ہے۔ کیونکہ جس طرح اندھیرے میں روشنی سے آدمی کو راستہ نظر آنے لگتا ہے۔ اسی طرح قرآن سے آدمی کو نجات کا راستہ نظر آنے لگتا ہے ۔

۱۷۶۔ صحیحین اور نسائی وغیرہ میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت ان کے باب میں اتری ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیمار تھا آنحضرت میری خبر کو تشریف لائے ہیں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں اپنی بہنوں کو تیسرے حصہ مال کی وصیت کرتا ہوں اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[3]۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں کلالہ کی تفسیر میں کہا ہے کہ کلالہ وہ شخص ہے کہ

[1] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۶۵ یہ حدیث آگے ص ۱۳۶ پر گزر چکی ہے۔ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۸ باب التعلیق بالعروۃ والحلقۃ وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۱۲ [3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۸ باب میراث الاخوۃ والاخوات وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۲ وتفسیر معالم ج ۳ ص ۱۴ ؎

Marfat.com

وَلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا
اور اس کو ایک بہن ہے سو اس کو پہنچے آدھا جو چھوڑ مرا اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہے اس کو

وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً
بیٹا پھر اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی جو کچھ چھوڑ مرا اور اگر کئی شخص ہیں اس ناتے کے

جس کے وارثوں میں باپ ہو نہ بیٹا[1] امام بخاری نے کلالہ کے معنے جو بیان کئے ہیں جمہور صحابہؓ، تابعین اور ائمہ اربعہ کا یہی قول ہے اسی کے موافق حضرت ابوبکرؓ صدیق نے فیصلہ بھی کیا ہے اور اس قول کی تائید میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی صحیحین کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل فرائض سے جو مال بچ جائے وہ عصبہ کے طور پر اس مرد کو دیا جائے جو میت سے قریب کا رشتہ رکھتا ہو[2]۔ اب یہ ظاہر ہے کہ باپ بہ نسبت بھائی بہین کے میت سے زیادہ قریب ہے اس لئے صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ باپ کے موجود ہوتے ہوئے میت کے بھائی بہین کو کچھ نہیں ملتا۔ اوپر جو حضرت جابرؓ کی روایت سے اس آیت کی شان نزول گزری ہے وہ بھی اسی معنے کی مؤید ہے جو امام بخاریؒ نے بیان کئے ہیں کیونکہ حضرت جابرؓ کے باپ آیت کے نازل ہونے کے وقت زندہ نہیں تھے احد کی لڑائی کے وقت شہید ہو چکے تھے اور یہ آیت حجۃ الوداع کے راستہ میں نازل ہوئی ہے۔ ان احادیث اور اس اجماع کی بنا پر معنے آیت کے یہ ہیں کہ ایک شخص مر جائے اور وارثوں میں اس کا باپ ہو نہ بیٹا تو اس کی سگی یا باپ کی شریک بہن کا نصف حصہ ہے اور ماں کی شریک بہن کا چھٹا حصہ ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا اسی طرح جب بہین مرے اور وارثوں میں اس کا باپ ہو نہ بیٹا تو بھائی سارے ترکہ کا وارث ہو جائے گا اور بہین کی اولاد میں اگر لڑکا ہو تو بھائی کو کچھ نہیں ملنے کا۔ ہاں اگر لڑکی ہو تو اس لڑکی کے حصہ کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ بھائی کو ملے گا اگر کلالہ کی دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں تو ان کو دو تہائی مال ملے گا۔ اور اگر بھائی بہین دونوں ہوں تو مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔ کلالہ کے لڑکی اور بہین دونوں ہوں تو نصفا نصفی مال دونوں کو ملے گا۔ چنانچہ معاذ بن جبلؓ کا وہ فیصلہ اس باب میں مشہور ہے جو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا تھا جو بلا اعتراض نافذ رہا[3]۔ لیکن یہ صورت بہین کے عصبہ ہونے کی ہے اور آیت میں جو صورت ہے وہ اس کے حصہ دار ہونے کی ہے یہ کلالہ کا مسئلہ صحابہ میں بڑا مشکل مسئلہ مشہور تھا اس لئے کہ میراث کے باب میں یہ آخری آیت ہے جو حجۃ الوداع کے

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۲ کتاب التفسیر [2] صحیح بخاری ص ۹۹۹ کتاب الفرائض و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۴ [3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۸ باب میراث الاخوات مع البنات عصبۃ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۳

Marfat.com

رِجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا

مرد اور عورتیں تو عورت کے دو حصے برابر۔ بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے کہ نہ بہکو

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

راستہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کی سب صورتیں تفصیل سے صحابہ میں پھیلنی نہ پائی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ کی تفصیل میں ایک کتاب لکھی تھی لیکن اپنی وفات سے پہلے انہوں نے اس کتاب کو ضائع کر دیا لوگوں میں اس کو شائع نہیں کیا[1]۔ اس مسئلہ کے مشکل ہونے کے سبب سے آخر کو فرمایا کہ اللہ نے اس مسئلہ کو اس لئے بیان کر دیا کہ تم اس میں بہک نہ جاؤ پھر فرمایا اللہ اپنے بندوں کی سب ضرورتوں اور مصلحتوں سے واقف ہے اسی واسطے اس نے ہر طرح کے میراث کے مسئلے اپنی کتاب میں بیان فرمائے ہیں اور ہر ایک قرابت دار کا حصہ مصلحت کے موافق ٹھہرایا ہے جس مصلحت کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

تمت

[1] تفسیر ابن جریر جز ۶ ص ۲۵ و تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۵۹۵۔

Marfat.com

ماٰخذ و مراجع

عدد مسلسل	کتاب	اجزاء	مؤلف	سن وفات	مطبوعہ	سن طباعت
			تفسیر			
۱	تفسیر ابن جریر	۳۰	امام محمد بن جریر الطبری رح	۳۱۰ ھ	میمنیہ مصر	۱۳۱۲ھ
۲	تفسیر ابن کثیر	۴	حافظ اسمٰعیل بن کثیر الدمشقی رح	۷۷۴ ھ	مصطفیٰ محمد مصر	۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء
۳	معالم التنزیل مع تفسیر ابن کثیر	۸	حافظ حسین بن مسعود الفراء البغوی رح	۵۱۶ ھ	المنار مصر	۱۳۴۳ ھ
۴	تفسیر الدر المنثور	۶	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رح	۹۱۱ ھ	میمنیہ مصر	۱۳۱۴ھ
۵	لباب النقول فی اسباب النزول	۱	〃 〃 〃	۹۱۱ ھ	مصطفیٰ البابی	۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء
۶	الاتقان فی علوم القرآن	۱	〃 〃 〃	۹۱۱ ھ	مصر	۱۳۵۴ھ
۷	تفسیر لباب التاویل		شیخ علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی رح صوفی معروف بہ خازن	۷۴۱ ھ	(مصر در مجموعہ تفاسیر اربعہ)	
۸	تفسیر جامع البیان	۱	سید معین الدین بن صفی الدین رح	۸۸۹ ھ	فاروقی دہلی	۱۲۹۶ھ
۹	تفسیر مظہری	۱۰	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رح	۱۲۲۵ ھ	دہلی	
۱۰	تفسیر فتح القدیر	۵	امام محمد بن علی الشوکانی رح	۱۲۵۰ ھ	مصطفیٰ البابی	۱۳۴۹ ھ
۱۱	تفسیر فتح البیان	۴	سید علامہ نواب صدیق حسن خاں رح	۱۳۰۷ ھ	مطبع صدیقی بھوپال	۱۲۹۰ ھ
۱۲	الفوز الکبیر	۱	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دہلوی رح	۱۱۷۶ ھ	المکتبۃ السلفیہ لاہور	۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء
۱۳	تفسیر عزیزی (سورۃ البقرہ)		شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح	۱۲۳۹ ھ	مجتبائی دہلی	۱۳۱۱ھ
۱۴	احکام القرآن للشافعی (متوفی ۲۰۴ھ)	۲	جمع کردہ حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رح	۴۵۸ ھ	مصر	۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء
			حدیث			
۱۵	صحیح بخاری	۲	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری رح	۲۵۶ ھ	اصح المطابع دہلی	۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء
۱۶	صحیح مسلم	۲	امام مسلم بن الحجاج رح	۲۶۱ ھ	〃	۱۳۴۹ ھ
۱۷	جامع ترمذی	۲	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رح	۲۷۹ ھ	مجتبائی دہلی	۱۳۴۲ھ
۱۸	سنن ابی داؤد	۲	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رح	۲۷۵ ھ	اصح المطابع کراچی	۱۳۶۹ھ
۱۹	سنن نسائی	۲	امام حافظ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رح	۳۰۳ ھ	المکتبۃ السلفیہ لاہور	۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء
۲۰	سنن ابن ماجہ	۱	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رح	۲۷۳ ھ	اصح المطابع لکھنؤ	۱۳۱۵ ھ
۲۱	مستدرک حاکم	۴	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم النیسابوری رح	۴۰۵ ھ	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن	۱۳۳۴ ھ
۲۲	سنن دارقطنی	۱	حافظ علی بن عمر دارقطنی رح	۳۸۵ ھ	انصاری دہلی	۱۳۱۰ ھ
۲۳	مجمع الزوائد	۱۰	حافظ علامہ علی بن ابی بکر الہیثمی الشافعی رح	۸۰۷ ھ	القدسی مصر	۱۳۵۲ھ

ف تفسیر احسن التفاسیر میں جو احادیث اور روایات مذکور ہیں ان کے حوالوں کی جستجو میں جن کتابوں کی طرف رجوع کیا گیا یہ ان کا مختصر تعارف ہے۔ تاکہ ضرورت کے وقت مراجعت میں آسانی رہے۔ واللہ الموفق۔

Marfat.com

عدد مسلسل	کتاب	اجزاء	مؤلف	سن وفات	مطبوعہ	سن طباعت
۲۴	مسند امام احمد بن حنبل	۶	امام احمد بن محمد بن حنبلؒ	۲۴۱ھ	مطبع میمنیہ مصر	۱۳۱۳ھ
۲۵	مسند امام احمد بن حنبل		پندرہ اجزاء طبع ہوئے ہیں۔	۲۴۱ھ	دار المعارف مصر بتحقیق احمد محمد شاکر	
۲۶	سنن دارمی	۱	امام حافظ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمیؒ	۲۵۵ھ	نظامی کانپور	۱۲۹۳ھ
۲۷	الادب المفرد	۱	امام محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ	۲۵۶ھ	المطبعۃ السلفیہ مصر	۱۳۷۵ھ
۲۸	الترغیب والترہیب	۲	حافظ عبد العظیم بن عبد القوی المنذریؒ	۶۵۶ھ	مطبع العامرۃ الشرفیہ مصر	۱۳۲۴ھ
۲۹	مشکوٰۃ المصابیح	۱	علامہ محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزیؒ		طبع دہلی	
۳۰	بلوغ المرام	۲	حافظ احمد بن علی ابن حجر العسقلانیؒ	۸۵۲ھ	فاروقی دہلی	۱۳۲۳ھ
۳۱	تلخیص الحبیر	۱	؍؍ ؍؍ ؍؍	؍؍	انصاری دہلی	۱۳۱۵ھ
۳۲	مختصر تذکرہ قرطبی (محمد بن احمد الاندلسیؒ متوفی ۶۷۱ھ)	۱	عبد الوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳ھ	میمنیہ مصر	۱۳۳۱ھ
۳۳	اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ	۱	حافظ سیوطیؒ	۹۱۱ھ	مطبع علوی لکھنؤ	۱۳۰۳ھ

شروح حدیث

عدد مسلسل	کتاب	اجزاء	مؤلف	سن وفات	مطبوعہ	سن طباعت
۳۴	فتح الباری شرح بخاری	۶	حافظ احمد بن علی ابن حجر العسقلانیؒ	۸۵۲ھ	انصاری دہلی	۱۳۱۰ھ
۳۵	مقدمہ فتح الباری	۱	؍؍ ؍؍ ؍؍	؍؍	منیریہ مصر	۱۳۴۷ھ
۳۶	تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی	۴	مولانا محمد عبد الرحمن مبارکپوریؒ	۱۳۵۳ھ	دہلی	۱۳۵۳ھ
۳۷	مقدمہ تحفۃ الاحوذی	۱	؍؍ ؍؍ ؍؍	؍؍	؍؍	۱۳۵۹ھ
۳۸	عون المعبود شرح سنن ابی داؤد	۴	علامہ محمد شمس الحق عظیم آبادیؒ	۱۳۲۹ھ	؍؍	۱۳۲۲ھ
۳۹	نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	۹	امام محمد بن علی الشوکانیؒ	۱۲۵۰ھ	منیریہ مصر	۱۳۴۴ھ

تاریخ و رجال

عدد مسلسل	کتاب	اجزاء	مؤلف	سن وفات	مطبوعہ	سن طباعت
۴۰	البدایہ والنہایہ	۱۴	حافظ اسمٰعیل بن کثیر الدمشقیؒ	۷۷۴ھ	مطبعۃ السعادۃ مصر	۱۳۵۱ھ
۴۱	تہذیب التہذیب	۱۲	حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانیؒ	۸۵۲ھ	حیدر آباد دکن	۱۳۲۷ھ
۴۲	تقریب التہذیب	۱	؍؍ ؍؍ ؍؍	؍؍	نولکشور لکھنؤ	۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء
۴۳	کتاب العلل	۲	امام ابو عبد الرحمن بن الامام ابی حاتم محمد بن ادریس الرازی	۳۲۷ھ	المطبعۃ السلفیہ مصر	۱۳۴۳ھ

عقائد

عدد مسلسل	کتاب	اجزاء	مؤلف	سن وفات	مطبوعہ	سن طباعت
۴۴	منہاج السنۃ النبویۃ	۴	شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہؒ	۷۲۸ھ	بولاق	۱۳۲۲ھ
۴۵	الصواعق المرسلۃ علی الجہمیۃ والمعطلۃ	۲	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہؒ	۷۵۱ھ	المطبعۃ السلفیہ مصر	۱۳۴۸ھ
۴۶	شرح عقیدہ سفارینی	۲	محمد بن احمد سفارینیؒ	۱۱۸۸ھ	المنار مصر	۱۳۲۳ھ
۴۷	حجج الکرامہ فی آثار القیامہ	۱	علامہ نواب صدیق حسن خاںؒ	۱۳۰۷ھ	بھوپال	۱۲۹۱ھ

Marfat.com

خزینہ معلم القرآن و ترجمہ

احسن التفاسیر اردو

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اوّل

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

المکتبۃ الرحمانیہ
اچھرہ - لاہور

Marfat.com